سلونی
قبل ان تفقدونی
حجۃ الاسلام علامہ آقای قبلہ محمد رضا الحکیمی

سَلُونِی قَبلَ اَن تفقِدُونِی

سبیلِ سکینہؑ حیدرآباد سندھ پاکستان

﴿حصہ اول﴾

تالیف

محققِ وحید حضرت علامہ الشیخ محمد رضا الحکیمی

ترجمہ

علامہ ناصر مہدی جاڑا مرحوم فاضلِ قم

نظر ثانی

حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضلِ قم

ناشر

ادارہ منہاج الصالحین

جناح ٹاؤن، ٹھوکر نیاز بیگ، لاہور فون: 5425372

﴿حصہ اول﴾

کتاب : سَلُوْنِی قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِی

تالیف : محققِ وحید حضرت علامہ الشیخ محمد رضا الحکیمی

ترجمہ : علامہ ناصر مہدی جاڑا مرحوم فاضلِ قم

نظرثانی : حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضلِ قم

پروف ریڈنگ : غلام حبیب ، محمد عمران حیدر

اشاعت : مئی 2010ء

صفحات : 432

ہدیہ : 300 روپے

ملنے کا پتہ

ادارہ منہاج الصالحین ۔ لاہور

الحمد مارکیٹ فسٹ فلور دکان نمبر 20۔غزنی سٹریٹ۔اُردو بازار۔لاہور

فون: 042-37225252 ، 0301-4575120

سَلُونِی قَبلَ اَن تَفقِدُونِی

﴿حصّہ اول﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترتیب

❁❁❁

سَلُونِی سَلُونِی......

سَلُونِی قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُونِیْ......"پوچھ لو، پوچھ لو مجھ سے، جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو اس سے پہلے کہ میں تم میں نہ رہوں"۔ میں آسمانوں کے راستے زمینوں سے بھی زیادہ جانتا ہوں، کا حیران کُن اور تعجب خیز دعویٰ روزِ ازل سے لے کر آج تک کسی رسولؑ نے کیا نہ نبیؑ مرسلؑ نے۔ تاریخِ عالم شاہد ہے کہ یہ دعویٰ صرف اور صرف ایک ہستی نامدار کا اعزاز وشرف ہے جسے کائنات بابِ مدینۃ العلم کے نام سے جانتی ہے۔

علم کے شہر کا دروازہ شہرِ علم ہی کا مظہر تھا، جو جو کچھ وحیِ الٰہی سے شہرِ علم پر اُترا، اُس کا اظہار بابِ علم سے ہوا اور خوب ہوا۔ نہ ہی کوئی ایسا شہر تھا اور نہ ہی کوئی ایسا دروازہ۔ اور یہی ربط و تعلق اس صدائے دل نواز کا راز بنا۔ یہ خدائی وعطائی علم خدا سے سید الانبیاؐ کو ملا اور سید الانبیاؐ سے سید الاوصیا تک پہنچا۔ ہزار باب علم کے عطا ہوئے اور ان میں سے ایک ایک سے ہزار باب مزید کھول لیے گئے۔ گویا پہلے ہزار باب قفل کشا اور کلید نما ثابت ہوئے اور کلیتاً دس لاکھ ابواب مشکل کشا ٹھیرے۔ یا پھر یوں سمجھیے کہ علم کے شہر کا باب ایک اور علم کے شہر کے باب کے باب دس لاکھ۔ یقیناً شہر دروازے سے بہت بڑا ہوتا ہے لیکن شہر کی پہچان یہی باب ہوتا ہے، جو شہر تک رسائی کا موجب بنتا ہے۔ یہ کمال کا باب تھا کہ اپنے اندر کھلنے والے ایک ہزار بابوں کو دس لاکھ بابوں میں بدل دیا۔

قارئین! آپ نے لفظ باب بمعنی دروازہ (gate) اور لفظ باب بمعنی فصل (chapter) کے یک جا استعمال سے لطف اُٹھایا، یہ لفظی مشابہت خود فرمانِ علیؑ میں

موجود ہے۔ اب ایک اور مشابہت پر بھی سر دھنیے اور وہ یہ ہے کہ علیؑ نہ صرف بابِ علم ہیں بلکہ بابِ حکمت بھی ہیں اور بابِ ہدایت بھی۔ گویا علیؑ کے علم سے حکمت ملتی ہے اور حکمت سے ہدایت حاصل ہوتی ہے۔

اب بات سمجھ میں آئی کہ علیؑ ولی کا دعوائے سلونی صرف علم سکھانے کے لیے ہی نہیں تھا بلکہ حکمت عطا کرنے اور ہدایت سے نوازنے کے لیے بھی تھا۔ علیؑ عالم بھی ہے، حکیم بھی ہے اور ہادی بھی ہے لیکن افسوس صد افسوس کہ پست خیال دُنیا نے علیؑ کے علم و حکمت سے فائدہ اٹھایا اور نہ اھدنا الصراط المستقیم کے مصداق اس ہادیِ برحق سے استفادہ کیا۔ ورنہ چاند اور سورج کے فاصلے بتانے والی یہ ہستی اب تک انسانوں کو چاند سورج کی بلندیوں تک لے گئی ہوتی۔

لائق صد تحسین ہیں آقائے محمد رضا حکیمی جنھوں نے بسیار تحقیق و تدقیق کے بعد کتابِ جمیل سَلُونِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ تالیف فرمائی۔ آقائے حکیمی رقم طراز ہیں:

> "یہ دعویٰ صرف حضرتؑ سے مخصوص ہے کوئی اور نہیں کرسکتا اور جس نے حضرتؑ کے علاوہ یہ دعویٰ کیا وہ شرمندہ و رُسوا ہوا۔ حضرتؑ کے علاوہ جس نے یہ دعویٰ کیا اُس نے گویا اپنی جہالت کا اعلان کیا۔ اگر کسی عالم، ماہر یا علامہ کبیر نے یہ دعویٰ کیا تو برباد ہوا"۔

آقائے حکیمی اس کارِ خیر پر اوّلاً تو رضائے الٰہی کے متمنی ہیں، ثانیاً اس کارِ تحقیق کے سید الوصیین کی خدمت شمار ہونے کے خواہش مند ہیں اور ثالثاً توجہ کرنے والے اہلِ ایمان کے لیے بصیرت کے راستے کھل جانے کے خواہاں ہیں۔

آقائے حکیمی کی اس تالیفِ حنیف کا ترجمہ آقائے ناصر مہدی جھاڑا مرحوم نے فرمایا ہے اور اس کی اشاعت کا شرف آقائے ریاض حسین جعفری کو حاصل ہوا ہے۔ ہم

اول الذکر کی بلندیٔ درجات اور ثانی الذکر کی رفعتِ توفیقات کے لیے دعا گو ہیں۔

آخر میں کتاب سَلُونِی سَلُونِی سے چند جھلکیاں ملاحظہ کیجیے اور حُبِ علیؑ کے ساغر پیجیے۔

❁ .....صاحبِ بستان الکرامہ نے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریمؐ ایک مرتبہ (ایک مقام پر) تشریف فرما تھے اور جبرئیلؑ آپؐ کے پاس موجود تھے۔ اسی اثناء میں حضرت علیؑ داخل ہوئے تو جبرئیلؑ استقبال کے لیے کھڑے ہوگئے۔ رسولِ پاکؐ نے فرمایا: آپ اس نوجوان کا استقبال کر رہے ہیں؟ جبرئیلؑ نے عرض کیا: ہاں! کیوں کہ یہ میرے استاد ہیں......

❁ .....عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرمؐ سے سنا کہ جب ان سے پوچھا گیا کہ معراج کی رات آپؐ کے رب نے آپؐ سے کس زبان میں گفتگو فرمائی تو جواب دیا: مجھ سے علیؑ کی زبان اور لہجے میں خطاب ہوا۔ میں نے پوچھا: اے میرے رب تو مجھ سے مخاطب ہے یا علیؑ۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے احمد! میں شے ہوں لیکن (اور) اشیا کی طرح نہیں۔ مجھے لوگوں جیسا مت خیال کرو، اور اشیا کے ساتھ میری تعریف مت کیا کرو۔ میں نے تمہیں اپنے نور سے پیدا کیا ہے اور علیؑ کو تمہارے نور سے پیدا کیا ہے۔ میں تمہارے دل کی بات کو اچھی طرح جانتا ہوں کہ تمہارے دل میں (میرے بعد) علیؑ کی محبت سب سے زیادہ ہے اس لیے (تمہارے ساتھ) علیؑ کے لہجے میں گفتگو کی ہے کہ تمھارا دل مطمئن رہے۔

❁ .....ہشام بن عتبہ کا قول ہے کہ حضرت علیؑ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے رسولِؐ خدا کے ساتھ نماز پڑھی اور اللہ کے دین کی سب سے زیادہ سمجھ بوجھ رکھتے ہیں اور رسولِؐ خدا کے بعد سب سے اولیٰ ہیں۔

❁ .....عدی بن حاتم کا قول ہے کہ خدا کی قسم! اگر کوئی شخص کتاب وسنت کا علم

حاصل کرنا چاہے تو وہ حضرت علیؑ سے کرے کیونکہ ان دونوں ہ علم انھی کے پاس ہے اور وہ اعلم ہیں۔

⁕......ابوسعید خدری کہتے ہیں: (دنیا میں) سب سے بڑے قاضی حضرت علیؑ ہیں۔

⁕......متعدد صحابہ کرام نے اپنے اشعار میں حضرت علیؑ کی اعلمیت کی مدحت کی ہے جیسے حسّان بن ثابت، فضل بن عباس وغیرہ اور قرونِ اولیٰ کے شعراء نے ان کی اتباع کی ہے۔ اُمت کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ حضرت علیؑ علم میں سب سے افضل ہیں کیوں کہ وہ علمِ نبیؐ کے وارث ہیں اور رسولؐ پاک سے کئی طرق سے ثابت ہے کہ حضرت علیؑ آپؐ کے وصی اور وارث ہیں۔

⁕......حضرت علیؑ نے کپڑوں پر سفیدی کے داغ دیکھے اور گرم پانی منگوایا اور سخت گرم پانی ان سفید داغوں پر ڈالا تو وہ سفیدی جم گئی۔ چنانچہ آپؑ نے حکم دیا کہ اس کی بو سونگھی جائے، ذائقہ چکھا گیا تو انڈے کی سفیدی کا علم ہو گیا۔ حضرت علیؑ نے اس عورت کی سخت مذمت کی تو اس نے اعتراف کیا اور اپنی غلطی کی معافی مانگی۔ (الطرق الحکمیہ لابن القیم، ص ۴۷)

⁕......پھر شریح سے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ لڑکی کا دودھ لڑکے والے دودھ سے نصف وزن کا ہوتا ہے؟ لڑکی کی میراث لڑکے سے آدھی ہے اور لڑکی کی عقل لڑکے سے آدھی ہوتی ہے اور لڑکی کی گواہی بھی لڑکے کی گواہی سے آدھی ہوتی ہے۔ اس کی دیت بھی لڑکے کی دیت سے آدھی ہوتی ہے۔ گویا لڑکی ہر چیز میں لڑکے سے آدھی ہوتی ہے۔

⁕......اسی طرح بصائر الدرجات کی دوسری روایت ہے کہ چند بزرگ اور قابلِ اعتماد اشخاص مثلاً عبدالاعلیٰ، عبیدہ بن عبداللہ بن بشر اور عبداللہ بن بشیر نے امام ابوعبداللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ نے فرمایا: میں آسمانوں اور زمینوں جنت اور جہنّم میں جو کچھ

ہے سب جانتا ہوں اور ماضی اور مستقبل سب کا علم رکھتا ہوں۔ پھر تھوڑی دیر سکوت کیا اور محسوس کیا کہ سننے والوں پر یہ گراں گزرے گا تو آپؑ نے فرمایا: میں نے یہ سب علم قرآن سے لیا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ فِیْهِ تِبیَانُ کُلِّ شَئیٍ۔

٭ .....توضیح المرام میں بعض اَعلام نے کہا ہے کہ غیب سے مراد وہ ہے جو حواس سے غائب ہے، پس جب کہا جاتا ہے غیبُ اللّٰہ تو مراد وہ ہوتا ہے جو بعض مخلوق یا تمام مخلوق سے غائب ہو کیوں کہ اللہ تعالیٰ سے تو کوئی شے غائب نہیں، لہٰذا اس سے کوئی غائب نہیں۔ ہاں اس کی مخلوق کے لیے غیب اور حضور ہے، کیوں کہ مخلوق کے نزدیک بعض غائب اور بعض مشاہد ہوتے ہیں اور کبھی تمام مخلوق سے یہ اُمور غائب ہوتے ہیں۔ پس وہ غیب جس کے لیے آئمہ علیہم السلام کو منتخب کیا ہے وہ ان کے علاوہ مخلوق کے لیے غائب ہے اور ان کے لیے شاہد ہے۔

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

① یہ زمین ایک فرشتے کے کندھے پر مستقر ہے اور اس فرشتے کے قدم ایک چٹان پر ہیں اور چٹان ایک بیل کے سینگ پر مستقر ہے اور اس بیل کی ٹانگیں نچلے ترین سمندر میں ہیں اور سمندر تاریکی پر ہے اور تاریکی عقیم پر اور عقیم ثریٰ پر مستقر ہے۔ اس سے آگے ثریٰ کے نیچے کے بارے میں اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

② دوسرا سوال کہ بچہ جب اپنے چچاؤں اور ماموں سے مشابہ ہوتا ہے، اگر رحم میں مرد کا نطفہ عورت کے نطفے سے پہلے داخل ہو تو بچہ اپنے چچا کی مشابہت ہوتا ہے۔ اگر عورت کا نطفہ مرد کے نطفے سے پہلے رحم میں داخل ہو جائے تو بچہ ماموں سے مشابہت رکھتا ہے۔

③ مرد کے نطفے سے ہڈیاں اور اعصاب بنتے ہیں اور عورت کے نطفے سے بال، جلد اور گوشت بنتا ہے کیوں کہ عورت کا نطفہ پتلا اور زردی مائل ہوتا ہے۔

④ سما کو سما اس لیے کہتے ہیں کہ پانی کی سما ہے اور سما کا معنی معدن ہے۔

⑤ دنیا کو دنیا اس لیے کہتے ہیں کہ یہ ہر شے سے کم تر ہے۔

⑥ آخرت کو آخرت اس لیے کہتے ہیں کیوں کہ اس میں جزا اور ثواب ملنا ہے۔

⑦ آدمؑ کو آدم اس لیے کہتے ہیں کہ زمین کے جلد سے بنائے گئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جبرئیلؑ کو زمین پر بھیجا کہ زمین سے چار قسم کی اُوپر والی گیلی مٹی اُٹھا لائے۔ سفید، سرخ، سیاہ اور خاکی رنگ کی مٹی آئی اور یہ مٹی زمین کے نرم حصّے سے آئی۔ پھر جبرئیلؑ کو چار پانی لانے کا حکم دیا۔ میٹھا، نمکین، کڑوا اور بدبودار پانی لایا گیا اور پھر حکم دیا کہ یہ پانی اس مٹی میں چھوڑ دو اور اللہ نے اپنی قدرت سے سب چیزوں کو مخلوط کر دیا۔ مٹی سے کوئی شے پانی سے خالی نہ رہی اور پانی کا کوئی قطرہ مٹی کے بغیر نہ رہا۔ پس میٹھے پانی کو اس کے حلق میں رکھا، نمکین کو آنکھوں میں اور کڑوے کو کانوں میں اور بدبودار کو ناک میں رکھ دیا۔

⑧ جنابِ حواؑ کو حوا اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کو زندہ سے خلق کیا گیا (باقی بچی ہوئی مٹی سے)

⑨ درہم کو درہم اس لیے کہا جاتا ہے کہ جو اِن کو جمع کرتا ہے اور اطاعتِ خدا میں خرچ نہیں کرتا یہ اُسے جہنّم کا وارث بناتے ہیں۔

آخر میں مَیں ایرانی محققین کی تحقیق و تدقیق کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ وہ شب و روز نادر شاہ کار منظر عام پر لا رہے ہیں۔ سلونی بھی انھی میں سے ایک ہے۔ یہاں یہ تذکرہ بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ حقیر فقیر حضرت علیؑ کی شجاعت، قضا، علم و حکمت اور فصاحت و بلاغت کے موضوعات پر عرصۂ دراز سے حسب استطاعت تحقیق کر رہا ہے۔ اس ضمن میں ایک کتاب علیؑ اشجع الناس کے نام سے منظر عام پر آ چکی ہے اور اس قبیل کی مزید کاوش "علیؑ اشجع الناس" جلد دوم، "علیؑ اقضی العالم"، "علیؑ افصح العرب" اور

''علیؑ اعلم الامہ'' بھی قلمی مسودات کی صورت میں محفوظ ہیں اور ناشر کبیر حضرت علامہ کی زحمتِ اشاعت کی منتظر ہیں۔ بحمد للہ یہ کتب تحقیق و ادب کا امتزاج لیے ہوئے ہیں اور منظوم و منثور ہر دو اسالیب کی حامل ہیں اور میلادِ علیؑ کے ماہِ مکرم شعبان المعظم تک ان کو منظر عام پر لانا میری شدید خواہش ہے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

نچھ نچھ گیا ادب سے جو میں لاغر و حقیر
دھوکا ہُوا رُواقِ علیؑ میں حصیر کا

گدائے صاحبِ سلونی
منظر عباس بھنڈر
۲۴راپریل ۲۰۱۰ء/۱۴جمادی الاوّل ۱۴۳۱ھ

مقدمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ، خَالِقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِینَ ، وَالصَّلٰوۃُ والسَّلَامُ عَلٰی اَشۡرَفِ الۡمُرسَلِیۡنَ (محمد المصطفٰی) سَیِّدِ الۡاَوَّلِیۡنَ وَالآخِرِیۡنَ وَعَلٰی اَھۡلِ بَیۡتِہٖ

"رب العالمین کی حمد ہے، جو آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے۔ اور درود و سلام ہے اشرف المرسلین حضرت محمد مصطفٰیؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور اُن کے اہلِ بیتؑ پر جنھیں خدا نے لوگوں کی ہر ہدایت کے لیے منتخب کیا ہے" ____ خصوصاً ان کے داماد، چچازاد، وصی، خلیفہ، ان کے دین کے قاضی، عترت کے سردار، صدیق اکبر، فاروقِ اعظم حضرت امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ پر جن کے بارے میں رسول پاکؐ نے فرمایا:

"یا علیؑ! آپ اس اُمت کے فاروق اور صدیق ہیں۔ یا علیؑ! آپ میرے بعد لوگوں کو ان مسائل کی تعلیم دیں گے جن سے وہ آگاہ نہیں ہوں گے"۔

وہ علیؑ جن کے بارے میں نبی پاکؐ نے فرمایا:

"تم میں سب سے بڑے قاضی علیؑ ہیں، تم میں سب سے بڑے فقیہ علیؑ ہیں، تم میں سب سے اعلم علیؑ ہیں۔ لوگوں میں سب سے پہلے ایمان ظاہر کرنے والے علیؑ ہیں۔ علیؑ حق کے ساتھ ہیں اور حق علیؑ کے ساتھ ہے۔ علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور

قرآن علیؑ کے ساتھ ہے"۔

مختصراً رسول پاکؐ نے علیؑ کے بارے میں بہت کچھ کہا اور بار بار کہا۔ اسی لیے حضرت علی علاالسلام اسلام میں بلکہ تاریخِ بشریت میں وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے ہروقت اور ہر قیام پر یہ کہنے کی جرأت کی:

"میرے چلے جانے سے پہلے، مجھ سے جو پوچھنا چاہو پوچھو"۔

اور پھر جو کچھ پوچھا گیا (حضرت علیؑ کی جانب سے) ہر سوال کا جواب دیا۔ نیز اگر حضرت علیؑ کے علاوہ کسی شخص نے یہ کہنے کی جرأت کی تو وہ شرمندہ اور رُسوا ہوا۔

اس کتاب کے چند اوراق اسی علمی سمندر کے متلاطم موجوں سے مستفاد چند علمی مفاہیم ہیں اور انھی اوراق کو حضرت علیؑ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہوں۔ یہی (کتاب) میری کامیابی، میرا فخر، شرف اور ذخیرۂ آخرت ہے، کیوں کہ اس عظیم ہستی کے بارے میں لکھنا بہت بڑا خزانہ اور عمدہ ترین ذخیرہ ہے۔

خدا ہمیں مولا علیؑ کی نوکری نصیب کرے اور ہمیں ولایتِ اہلِ بیتؑ پر قائم رکھے۔

محمد رضا الحکیمی

یکم محرم ۱۳۹۹ھ

کربلائے مقدسہ

نظم و نثر میں حضرت علیؑ کے علم کے متعلق

مشہور فلسفی عالم جناب نصیر الدین طوسی مرحوم، جن کی کتب اکثر جامعات (یونیورسٹیوں) میں کئی سو سال سے پڑھائی جاتی ہیں اور جن کے بارے میں علمائے مشرق و مغرب نے بہت کچھ لکھا ہے، نے حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی تعریف و توصیف کی:

"اگر کوئی شخص تمام نیک کام بجالائے، ہر نبی و مرسل اور ولی سے محبت بھی رکھتا ہو، ساری زندگی روزے رکھے، ساری ساری رات نماز کے لیے قیام کرتا رہے، ساری زندگی اپنے فرائض اور مستحب حج ادا کرتا رہے اور ننگے پاؤں بیت اللہ کا طواف کرتا رہے، روحانی بلندیوں میں پرواز کرتا رہے، سمندر کی تہ میں غوطے کھاتا رہے، یتیموں کو ریشم پہنائے رکھے، بھوکوں کو کھانا کھلاتا رہے، لوگوں میں اچھی زندگی گزارتا رہے، گناہوں سے پاک اور صاف ہو، پھر بھی بروزِ قیامت اس وقت تک اللہ سے فائدہ حاصل نہ کر سکے گا جب تک امیر المومنین علیؑ کی محبت سے آراستہ و پیراستہ نہ ہوگا"۔

ایک مقام پر فرمایا: "میری وہ محبت جو مجھے یعسوب الدین (علی بن ابی طالبؑ) سے ہے، وہی میری موت، غسل اور کفن کے وقت کافی ہے۔ اور جب میری طینت میں میری خلقت سے پہلے حیدرؑ کی محبت ہے تو پھر آگ میرے قریب کیسے آسکتی ہے" (الحدیث)۔

مناقب میں عمر بن خطاب سے منقول ہے: "علم کے چھ حصّے ہیں، ان میں سے پانچ حصّے حضرت علیؑ کے پاس ہیں اور باقی ایک حصّہ (باقی سب) لوگوں کے پاس

ہے جس میں ہم سب شریک ہیں اسی لیے وہ علی (علیہ السلام) ہم سے اَعلم ہیں"۔

اسی مناقب میں عکرمہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت عمر بن خطاب نے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے عرض کیا: اے ابوالحسنؑ! آپؑ فیصلہ کرنے اور حکم سنانے میں بہت جلدی کرتے ہیں۔

حضرت علیؑ نے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی ظاہر کی اور حضرت عمر سے پوچھا کہ ہاتھ کی انگلیاں کتنی ہیں؟ اس نے کہا: پانچ۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اے ابوحفصہ! تم نے جواب دینے میں بہت جلدی کی؟

حضرت عمر نے کہا: یہ ہاتھ کی انگلیاں کبھی مجھ پر مخفی نہیں ہیں؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: میں بھی جلدی جواب اسی لیے دیتا ہوں کہ (کائنات کی) کوئی شے مجھ پر مخفی نہیں ہوتی۔

اِذا عمر تخطأ فی جواب

ونبئه علی بالصواب

یقول بعدله لولا علی

هلکت هلکت فی ذاك الجواب

① خطیب خوارزمی کا یہاں لکھنا ہے کہ "جب حضرت عمر کسی مسئلہ کے جواب میں غلطی کرجاتے تو علیؑ اُس کی اصلاح کرتے تھے اس لیے حضرت عمر بجاطور پر کہتے تھے: اگر علیؑ نہ ہوتے تو میں ہلاک ہوجاتا"۔

هل فی مثل فتواك اِذ قالوا مجاهرة

لولا علی هلکنا فی فتاوینا

② صاحب کہتے ہیں: تیرے فتوؤں میں ایسا فتویٰ کہاں کہ "اگر علیؑ نہ ہوتے تو

ہم اپنے فتوؤں میں ہلاک ہو جاتے"۔

نبی پاکؐ کا فرمان ہے، جس پر اُمت کا اجماع ہے کہ میں علم کا شہر اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں، پس جو کوئی علم حاصل کرنا چاہے تو وہ دروازہ پر آئے۔ اسی حدیث کو (اہل سنت کے چوتھے امام) احمد بن حنبل نے آٹھ طریقوں سے روایت کیا ہے اور ابن بطہ نے چھ طریق سے ذکر کیا ہے۔

وله يقول محمد اقضاكم
هذا واعلم يا ذوى الأذهان
انى مدينة علمكم وأخى له
باب وثيق الركن مصراعان
فأتوا بيوت العلم من أبوابها
فالبيت لا يؤتى من الحيطان

(۳) اصفہانی لکھتے ہیں: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کے بارے میں فرمایا: "تم میں سب سے بڑے قاضی یہ ہیں، نیز تمام صاحبانِ عقل سے زیادہ اَعلم ہیں۔ میں تمھارے لیے علم کا شہر ہوں اور میرے بھائی اس شہر کے وہ مضبوط دروازہ ہیں جس کے دو طاق ہیں۔ پس علم کے گھروں میں آؤ تو دروازوں سے آؤ کیوں کہ گھر میں دیواریں پھلانگ کر داخل نہیں ہوا جاتا"۔

فمدينة العلم التى هو بابها
أضحى قسيم النار يوم مآبه
فعدوه اشقى البرية فى لظى
ووليه المحبوب يوم حسابه

(۴) (ابن حماد نے) پھر (حدیث کا مزید حصّہ) لکھا ہے: "علم کے شہر کا دروازہ

اور زیادہ روشن ہوگا جب بروزِ قیامت وہ جہنّم کو تقسیم کرنے والا ہوگا۔ اس کا دشمن سخت پیاسا اور بد بخت ترین ہوگا اور اس کا دوست سب سے بڑا محبُوب ہوگا"۔

هذا الامام لكم بعدی یسددکم
رشداً ویوسعکم علماً وآدابًا
اِنی مدینة علم الله وهو لها
باب فمن رامها فلیقصد البابا

(۵) ابن حماد مزید رقم طراز ہیں: (رسولِ اکرمؐ نے فرمایا) "یہ تمھارے وہ امامؑ ہیں جو میرے بعد تمھاری ہدایت کریں گے، تمھیں علم و آداب سکھائیں گے"۔

میں اللہ کے علم کا شہر ہوں اور وہ (علیؑ) اس کا دروازہ ہیں، جو اس شہر علم میں آنا چاہے تو وہ اس دروازہ سے ہوکر آئے۔

أنا دار الهدی والعلم فیکم
وهذا بابها للداخلینا
أطیعونی بطاعته وکونوا
بحبل لوائه متمسکینا

(۶) خطیب خوارزمی کے مطابق (رسول اکرمؐ نے فرمایا:) "میں تمھارے درمیان ہدایت اور علم کا گھر ہوں اور یہ (علیؑ) داخل ہونے والوں کے لیے دروازہ ہے۔ اس کی اطاعت کرکے میری اطاعت کرو اور ان کے عَلم کے نیچے (زیرسایہ) رہو"۔

حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے: "رسولِ پاکؐ نے ہزار ابوابِ علم کی تعلیم دی، ان ابواب سے ہزار ہزار باب اور کھلتے ہیں"۔

علی أمیر المؤمنین أخو الهدی
وأفضل ذی نعل ومن کان صافیا

أسر اليه احمد العلم جملة

وكان له دون البرية واعيا

ودوّنه في مجلس منه واحد

بألف حديث كلها كان هاديا

وكل حديث من أولئك فاتح

له ألف باب فاحتواها كما هيا

⑦ حمیری کہتا ہے: حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام صاحبِ ہدایت ہیں۔ جناب احمد مختار نے ان کو جملہ علم عطا کیا ہے اور تمام مخلوق سے مولا علیؑ ہی اس علمِ الٰہی کا ظرف تھے۔

ایک مجلس میں ایک حدیث سے ہزار باتوں کا انکشاف کرنا عظیم ہدایت ہے اور ہر حدیث سے ہزار باب کا نکلنا ممکن ہے کیوں کہ اس میں اس قدر علم ہے۔

اپنی علمی وسعت کی وجہ سے حضرتؑ یہ فرماتے ہیں: سَلُونِی قَبلَ اَن تَفقِدُونِی۔

ابن مسیّب کہتے ہیں کہ اصحابِ محمد مصطفیؐ میں سے کوئی بھی سوائے حضرت علیؑ کے اس قسم کا دعویٰ نہیں کرتا، اور حضرت علیؑ سے کئی مرتبہ سنا گیا کہ اُنھوں نے منبر پر فرمایا: سَلُونِی قَبلَ اَن تَفقِدُونِی۔ کیوں کہ میں زمین کے راستوں سے آسمانوں کے راستے زیادہ جانتا ہوں۔

مدينة العلم على بابها

وكل من حاد عن الباب جهل

أم هل سمعت قبله من قائل

قال سلوني قبل ادراك الأجل

⑧ شاعر کہتا ہے: ''علم کے شہر کا دروازہ علیؑ ہے اور جو دروازے کو بھول گیا وہ

جاہل ہے۔ کیا تم نے حضرت علیؑ سے پہلے کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا: سَلُوْنِی سَلُوْنِی قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِی"۔

قال إسألوني قبل فقدى وذا
إبانة عن علمه الباهر
لو شئت أخبرت بمن قد مضى
وما بقي في الزمن الغابر

⑨ ایک اور شاعر کہتا ہے: مولا علیؑ نے فرمایا کہ "میرے جانے سے پہلے مجھ سے پوچھ لو اور میرے وسیع علم سے استفادہ کرو۔ اگر میں چاہوں تو گذشتہ کی خبریں دے سکتا ہوں اور اگر چاہوں تو آئندہ کے زمانے کی خبریں دے سکتا ہوں"۔

علم الذي قد كان او هو كائن
والعلم فيه مقسم ومجمع
كم مشكل اعنى على حساده
حتى اذا بلغوا به وتسكعوا
لجأوا اليه ادلة فأناره
حتى غدت ظلماؤه تتقشع
وهو الغني بعلمه عن غيره
والخلق مفتقر اليه أجمع

⑩ ابن حماد کا کہنا ہے: "وہ علم جو ماضی اور حال کا ہے وہ انھی کا ہے اور علم تمام کا تمام ان میں جمع ہے اور انھی سے تقسیم ہوتا ہے۔ کس قدر حاسد ان پر حسد کرتے ہیں، ان کے علم پر اعتراض کیے اور دلائل لائے لیکن سب کا ایسا منہ توڑ جواب دیا کہ ان کے حسد کی آگ ٹھنڈی ہوگئی۔ وہ علیؑ اپنے علم میں غنی ہیں اور پوری کائنات ان کی محتاج ہے"۔

وكيف يعدله قوم وان علموا
علماً وما بلغوا معشار ما علما
او كيف يعدله في الحرب معتدل
قوم اذا نكلوا عنها مضى قدما

(۱۱) ایک اور شاعر کہتا ہے: ''کوئی قوم ان کے برابر نہیں ہے خواہ جس قدر بھی علم رکھتی ہو اور میدانِ جنگ میں کوئی ان کی ٹکر کا نہیں ہے''۔

وهل تناكرت الأحلام وانقلبت
فيهم فأصبح نور الله منكشفا
الا اضاء لهم عنها ابوحسن
بعلمه وكفاهم حرّها وشفا
وهل نظير له في الزهد بينهم
ولو أضاح لدينا او بها كلفا
وهل اطاع النبي المصطفٰى بشر
من قبله وحذا آثاره وقفا

(۱۲) ابوالعلی کہتا ہے: وہ علیؑ اللہ کا نور ہیں۔ اللہ نے اپنے علم کو ان کے لیے روشن کیا پس وہ ان کی آزادی اور شفا کے لیے کافی ہے۔ کیا علیؑ کی مثل کوئی زاہد ہے؟ اگر ہوتا تو سامنے آتا۔ اور اس سے پہلے نبی مصطفیؐ نے (بھی) کسی بشر کی اطاعت نہیں کی۔

بادشاہِ روم نے معاویہ کو خط لکھا کہ مجھے مندرجہ ذیل مسائل کے جواب دو، اگر خود جواب نہیں دے سکتے ہو تو یہ سوالات اُسے بھیج دو جو ان کا جواب دے سکے۔

معاویہ نے یہ مسائل حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں بھیج دیے اور امیر المومنینؑ نے ان کا جواب دیا اور پھر معاویہ نے بادشاہِ روم کو خط لکھ کر ان مسائل کا جواب بھیج دیا،

اور ساتھ یہ بھی لکھ دیا کہ یہ مسائل محمدؐ کی نبوت کے دروازے سے حل ہوئے ہیں۔

کتاب المناقب میں ہے کہ بادشاہِ روم نے معاویہ کو لکھا کہ ان مسائل کا جواب دو اور ان میں پوچھا کہ مجھے لَاشَئی کی خبر دو تو معاویہ حیران ہوا۔ جب وہ مسائل عمرو بن عاص نے پڑھے تو کہا کہ یہ مسائل بہت مشکل ہیں، انھیں سوائے علیؑ بن ابی طالبؑ کے کوئی حل نہیں کر سکتا، پس ایک گھوڑا حضرت علیؑ کے لشکر میں بیچنے کے لیے بھیجو، جب وہ اس گھوڑے کی قیمت پوچھیں تو قیمت لَاشَئی بتانا۔ اس طرح علیؑ کے جواب سے ہمیں پتا چل جائے گا کہ لَاشَئی سے کیا مراد ہے۔ پس ایک شخص گھوڑا بیچنے کی غرض سے لشکرِ علیؑ کی طرف روانہ کیا گیا۔

جب اس کے قریب سے امیر المومنینؑ کا گزر ہوا تو قنبرؓ بھی حضرتؑ کے ساتھ تھا۔ حضرت امیرؑ نے قنبرؓ سے فرمایا: اس سے گھوڑے کا سودا کرو۔ قنبرؓ نے قیمت پوچھی تو اس نے کہا: لَاشَئی۔ حضرت امیرؑ نے فرمایا: اے قنبرؓ، اس سے گھوڑا لے لو۔ اس شخص نے کہا: پہلے مجھے لَاشَئی دو۔

حضرت امیرؑ اُسے صحرا میں لے آئے اور سراب دکھایا اور فرمایا: یہ لَاشَئی ہے۔ اب تم جاؤ اور معاویہ کو بتلا دو کہ یہ لَاشَئی یہ ہے۔

معاویہ نے کہلوا بھیجا کہ یہ لاشَئی کیسے ہے؟ تو حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا:

کیا تم نے خدا کا یہ فرمان نہیں سنا: يَحْسِبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا ”پیاسا اس سراب کو دیکھ کر پانی شمار کرتا ہے لیکن جب اس کے پاس آتا ہے تو کوئی شے نہیں پاتا“۔ (سورۂ نور، آیہ ۳۹)

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے نہج البلاغہ سے ایک سطر، ابن نباتہ جو اپنے زمانے کا ماہر خطیب ہے، کی ہزار ہا سطروں سے زیادہ بلیغ ہے، کیوں کہ علیؑ فصیح و بلیغ ہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! اگر میں چاہوں تو تمھیں اپنی ولادت اور موت

اور دیگر حالات بتا سکتا ہوں لیکن مجھے ڈر ہے کہ تم میری وجہ سے رسولؐ اللہ کا انکار کردو گے۔ خبردار! یہ باتیں میں ان خواص سے کرتا ہوں جن کے بارے میں مجھے اطمینان ہوتا ہے کہ وہ رسولؐ اللہ کا انکار نہ کریں گے۔

ابن ابی الحدید نے شرح میں کہا ہے

اگرچہ حضرت علیؑ نے رسولؐ اللہ کی نبوت کے انکار کے خوف سے اپنے علم کو چھپایا لیکن پھر بھی کچھ لوگوں نے انکار کر دیا بلکہ اپنی نبوت کا دعویٰ کر دیا اور بعض نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ رسولؐ کی رسالت میں شریک ہیں۔ بعض نے رسولؐ کے اپنے اندر حلول کا دعویٰ کیا، بعض نے رسولؐ سے متحد ہونے کا دعویٰ کیا اور کئی قسم کی گم راہی کے معتقد رہے۔

قولہ: سَلُونِی عَنْ طُرُقِ السَّمَاءِ

ایک دن حضرت علیؑ نے برسرِ منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! مجھ سے میرے چلے جانے سے پہلے پوچھو۔ مجھ سے آسمانوں کے راستے پوچھو کیوں کہ زمینی راستوں سے زیادہ آسمانی راستے جانتا ہوں۔

ایک شخص نے کہا: اے امیرالمومنینؑ! اس وقت جبرئیلؑ کہاں ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: مجھے ذرا کائنات میں دیکھنے دو۔ حضرتؑ نے اُوپر دیکھا، زمین کی طرف دیکھا، دائیں اور بائیں دیکھا اور پھر فرمایا: اَنتَ جِبرَئِیلُ۔ پس جبرئیلؑ غائب ہو گیا اور مسجد کی چھت کو اپنے پَر سے شگافتہ کر دیا۔ لوگوں نے اللہ اکبر کہا۔

اے امیرالمومنینؑ! آپ کو کیسے پتا چلا کہ یہ جبرئیلؑ تھے؟

آپؑ نے فرمایا: میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو میری نظر نے عرش اور حجابات تک دیکھا۔ اور جب میں نے زمین کی طرف نظر کی تو میری نظر زمین کے تمام طبقات سے گزرتی ہوئی تحت الثریٰ تک پہنچی، اور جب میں نے دائیں بائیں دیکھا تو تمام مخلوقات

کو ملاحظہ کیا لیکن مجھے جبرئیلؑ کہیں نظر نہ آیا، لہٰذا مجھے علم ہو گیا کہ یہی سائل جبرئیلؑ ہے۔

صاحب بستان الکرامہ نے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ (ایک مقام پر) تشریف فرما تھے اور جبرئیلؑ آپؐ کے پاس موجود تھے۔ اسی اثنا میں حضرت علیؑ داخل ہوئے تو جبرئیلؑ استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے۔

فَقَالَ النَّبِي: أتقوم لهٰذَا الفتی؟

''رسول پاکؐ نے فرمایا: آپ اس نوجوان کا استقبال کرتے ہیں؟''

فقال له نعم إن له علی حق التعليم

''جبرئیلؑ نے عرض کیا: ہاں کیوں کہ یہ میرے استاد ہیں''۔

كيف ذٰلك التعليم ياجبرائيل؟

''رسول پاکؐ نے پوچھا: وہ کب اور کیسے؟''

فقال لما خلقني الله تعالٰی سئلني

''جبرئیلؑ نے عرض کیا: جب مجھے خالق نے پیدا کیا''۔

تو اُس نے مجھ سے پوچھا:

مَنْ اَنْتَ وما اسمك؟

''تو کون ہے اور تیرا نام کیا ہے؟''

وَمَنْ اَنَا وَمَا اِسمِی؟

''اور میں کون ہوں اور میرا نام کیا ہے؟''

تو میں جواب دینے میں متردد ہوا اور خاموش رہا۔ پھر یہی جوان عالم انوار میں آئے اور مجھے جواب سکھایا اور فرمایا:

قُلْ اَنتَ رَبِّی الجَلِيلِ وَ اِسمُهُ الجَلِيلِ، وَأَنَا العَبدُ الذَّلِيلُ وَ اِسمِي جِبرَائِيلُ ولهذا أقمت له وعظمته

''تو کہہ دے کہ تو میرا رب ہے اور تیرا نام جلیل ہے اور میں عبدِ ذلیل ہوں اور میرا نام جبرئیلؑ ہے۔ اسی لیے میں اس جوان کی تعظیم کے لیے اُٹھا ہوں''۔

فقال النبي: كم عمرك ياجبرائيل؟

''نبی اکرمؐ نے فرمایا: جبرئیلؑ! آپ کی عمر کتنی ہے؟''

فقال يارسولَ اللهِ! يطلع نجم من العرش في كل ثلاثين الف سنة مرة وقد شاهدته طالعًا ثلاثين الف مرة

''اس نے عرض کیا: اے رسولؐ اللہ! عرش سے ایک تارہ تیس ہزار سال کے بعد طلوع کرتا ہے اور میں نے اس تارے کو تیس ہزار مرتبہ طلوع کرتے دیکھا ہے''۔

وروی حضور مولانا أمير المؤمنين عليه السلام عند الاموات وقد يموت في اللحظة الواحدة آلاف من الناس في مشارق الارض ومغاربها فكيف يمكن حضورة عندهم مع البدن الواحد

''حضرت امیرالمومنینؑ کے وقت نزع تشریف لانے کی روایت بھی موجود ہے جب کہ ایک لحظہ میں مشرق و مغرب میں ہزاروں لوگ مرتے ہیں تو ایک بدن کے ساتھ ہزاروں مرنے والوں کے پاس کیسے تشریف لے جاتے ہیں''۔

وكذلك ما روی من ان اربعين صحابيًا طلبوه عليه السلام الى الضيافة في ليلة واحدة في وقت واحد ولما أصبحوا قال كل واحد منهم ان علياً عليه السلام

كان ضيفي البارحة (انوار النعمانیہ)

''اور اسی طرح یہ روایت بھی ہے کہ چالیس صحابی نے حضرت علیؑ کو ایک رات میں ایک ہی وقت میں مہمانی کی دعوت دی، جب صبح ہوئی تو ہر صحابی نے کہا کہ علیؑ رات کو میرے مہمان تھے''۔

عن عبدالله بن عمر قال سمعت رسول الله (ص) وسأل بأى لغة خاطبك ربك ليلة المعراج؟

فقال (ص) خاطبني بلغة علي بن أبي طالب فألهمني ان قلت يارب أنت خاطبتني ام علي عليه السلام، فقال تعالى يا أحمد أنا شئ ولست كالأشياء ولا اقاس بالناس ولا اوصاف بالاشيا خلقتك من نوري وخلقت علياً من نورك فأطلعت على سراير قلبك فلم أجد الى قلبك احب من علي بن ابي طالب فخاطبتك بلسانه كي يطمئن قلبك؟

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ''میں نے رسول اکرمؐ سے سنا کہ جب ان سے پوچھا گیا کہ معراج کی رات آپؐ کے رب نے کس زبان میں گفتگو کی؟ تو آپؐ نے فرمایا: مجھ سے علیؑ کی زبان اور لہجے میں خطاب ہوا۔ میں نے پوچھا: اے میرے رب! تو مجھ سے مخاطب ہے یا علیؑ سے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے احمدؐ! میں شئی ہوں لیکن اشیا کی طرح نہیں، مجھے لوگوں جیسا مت قیاس کرو، اور اشیا کے ساتھ میری تعریف کیا کرو۔ میں نے تمھیں اپنے نور سے پیدا کیا ہے اور علیؑ کو تمھارے نور سے پیدا کیا ہے۔

تمھارے دل کی بات کو میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تمھارے دل میں علیؑ کی محبت سب سے زیادہ ہے، اس لیے علیؑ کے لہجے میں گفتگو کی ہے، تاکہ تمھارا دل مطمئن رہے"۔

حدیثِ اُمِ سلمہ رضوان اللہ علیہا

جنابِ اُم سلمہؓ کا ایک غلام تھا جو حضرت علیؑ سے بُغض رکھتا تھا۔ جنابِ اُم سلمہؓ فرماتی ہیں: میری باری پر رسولؐ پاک میرے گھر آئے کیوں کہ نو دنوں میں سے ایک دن مجھے نصیب ہوتا تھا۔ جب رسولِ پاک تشریف لائے تو ان کے ہاتھ کی اُنگلیوں میں حضرت علیؑ کے ہاتھ کی انگلیاں تھیں اور حضرتؐ کا ہاتھ علیؑ کے کندھے پر تھا۔

آپؐ نے فرمایا: اے اُم سلمہؓ! کمرہ خالی کر دو میں نے علیؑ سے باتیں کرنی ہیں۔ میں نے کمرہ خالی کر دیا۔ ان دونوں نے آپس میں سرگوشیاں شروع کر دیں۔ سرگوشیوں کی آواز سنائی دیتی تھی لیکن مفہوم سمجھ میں نہ آتا تھا۔ وہ باتیں کرتے رہے۔ جب دوپہر ہوگئی تو میں نے اجازت مانگی کہ اب کمرے میں آجاؤں؟

نبی اکرمؐ نے فرمایا: اندر آنے کی اجازت نہیں، تم واپس چلی جاؤ۔ پھر کافی دیر تک گفتگو کرتے رہے، حتیٰ کہ ظہر کا وقت ہوگیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا: میری باری کا دن بھی جا رہا ہے اور علیؑ نے حضورؐ کو مشغول کر رکھا ہے۔ بس میں چلتی ہوئی اپنے کمرے کے دروازے پر آئی اور کہا: السلام علیکم! اب اجازت ہے؟

حضورؐ پاک نے فرمایا: اجازت نہیں ہے۔ میں واپس پلٹ گئی اور بیٹھ گئی۔ جب تھوڑا سا دن باقی تھا تو پھر آئی اور دروازے پر رُک کر اجازت مانگی۔ حضورؐ نے اجازت دی۔ میں کمرے میں آئی تو دیکھا کہ علیؑ نے اپنے ہاتھ رسول پاکؐ کے گھٹنوں پر رکھے ہوئے ہیں اور اپنا منہ رسول پاکؐ کے کانوں کے قریب لے گئے ہیں اور رسول پاکؐ کا منہ علیؑ کے کانوں کے قریب ہے اور آپس میں کوئی بات کر رہے ہیں۔

علیؑ نے عرض کیا: کیا اب میں چلا جاؤں اور اپنا کام کر دوں؟

نبی کریمؐ نے فرمایا: ہاں! پھر علیؑ چلے گئے اور میں اندر داخل ہوئی تو رسول اکرمؐ نے مجھے اپنے پاس بٹھایا اور فرمایا:

اُم سلمہؑ! مجھے ملامت نہ کرنا کیوں کہ جبرئیلؑ نے مجھے اللہ کا حکم پہنچایا ہے کہ علیؑ کو اپنے بعد اپنا وصی بناؤ۔ میں، جبرئیلؑ اور علیؑ کے درمیان تھا، کیوں کہ جبرئیلؑ میری دائیں طرف تھا اور علیؑ بائیں طرف۔

مجھے جبرئیلؑ نے حکمِ خدا پہنچایا کہ علیؑ کو وہ سب بتا دوں جو میرے بعد ہوگا۔ پس مجھے معذور سمجھنا اور میری ملامت نہ کرنا۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر اُمت سے نبی کو چنا ہے اور ہر نبی کے لیے وصی منتخب کیا ہے۔ پس میں اس اُمت کا نبیؐ ہوں اور میری عترت اور اہلِ بیتؑ اور میرے بعد میری اُمت میں علیؑ میرے وصی ہیں۔

عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ میں رسولؐ اللہ کے پاس گیا اور عرض کیا:

یا رسولؐ اللہ! مجھے حق دکھا دو تا کہ اس تک پہنچ جاؤں تو فرمایا کہ سامنے والے کمرے کے اندر جاؤ۔ جب اندر گیا تو علیؑ نماز پڑھ رہے تھے اور رکوع و سجود میں یہی کہہ رہے تھے: اَللّٰھم بحق محمد عبدك اِغفر للخاطئين من شيعتي، میرے اللہ! تجھے اپنے بندے محمدؐ کا واسطہ میرے گناہگار شیعوں کو بخش دے۔

میں باہر آیا تا کہ رسولؐ پاک کو کمرے کے اندر کے حالات سے آگاہ کروں تو میں نے سنا کہ وہ بھی نماز کے رکوع اور سجود میں یہ فرما رہا تھے: اَللّٰھم بحق علی بن ابی طالب الا ما غفرت للخاطئين من اُمتي، اے میرے اللہ! تجھے علیؑ کا واسطہ میری اُمت کے گناہگاروں کو معاف کر دے۔

یہ سن کر مجھے بڑا تعجب ہوا تو رسول پاکؐ نے فرمایا: کیا ایمان لانے کے بعد کفر کرتا ہے؟ میں نے عرض کیا: کیا حاشاء و کلا، ایسا ہرگز نہیں لیکن صرف تعجب اس بات

پر ہے کہ علیؑ آپؐ کے واسطہ سے دعا کرتے ہیں اور آپ علیؑ کا واسطہ دے کر دعا کرتے ہیں، آپ دونوں میں سے افضل کون ہے؟

رسول پاکؐ نے فرمایا: ابن مسعود بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اور علیؑ کو اپنی عظمت کے نور سے، باقی مخلوق کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے اس وقت پیدا کیا جب کوئی تسبیح، تقدیس اور تہلیل نہ تھی۔

پھر اللہ نے میرے نور کو کھولا پھر اس سے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ لہٰذا خدا کی قسم! میں آسمانوں اور زمین سے زیادہ عظیم ہوں۔ پھر علیؑ کے نور سے عرش و کرسی کو پیدا کیا، لہٰذا علیؑ عرش اور کرسی سے اجل اور ارفع ہیں۔

پھر حسنؑ کے نور سے لوح و قلم کو پیدا کیا، لہٰذا خدا کی قسم! حسنؑ لوح و قلم سے افضل ہیں۔ پھر حسینؑ کے نور سے جنتوں اور حوروں کو پیدا کیا، لہٰذا حسینؑ جنتوں اور حوروں سے افضل ہیں۔ پھر مشارق اور مغارب کو تاریک کر دیا۔ پس ملائکہ نے خدا کے حضور عرض کیا کہ تاریکی ختم کی جائے تو اللہ نے ایک کلمہ بولا جس سے روح پیدا کی۔ پھر ایک کلمہ بولا اور اس سے ایک نور پیدا کیا، پھر اس نور کو روح سے ملا دیا اور روحِ نورانی کو عرش کے سامنے رکھا جس سے مشارق اور مغارب روشن ہو گئے اور وہ روحِ نورانی جنابِ فاطمۃ الزہراءؑ ہیں اور اسی لیے ان کو زہراءؑ کہا جاتا ہے۔

اے ابن مسعود! جب قیامت کا دن ہوگا تو خدا مجھ سے اور علیؑ سے کہے گا کہ تم دونوں جسے چاہو جنت میں داخل کرو اور جسے چاہو جہنم میں داخل کرو اور یہی قرآن میں آیا ہے:

اَلْقِیَا فِیْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ

"پس کافر وہ ہے جو میری نبوت کا انکار کرے اور عنید وہ ہے جو ولایتِ علیؑ کا انکار کرے"۔

حضرت علیؑ کو امیر المومنین کا لقب کیسے عطا ہوا

حضرت نبی کریمؐ گھر کے صحن میں موجود تھے اور ان کا سر دحیہ کلبی کی گود میں تھا کہ حضرت علیؑ تشریف لائے۔ جوں ہی دحیہ کلبی نے علیؑ کو دیکھا تو ان پر سلام کیا اور کہا: امیر المومنین علیک السلام، آپ کیسے ہیں؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: خدا تمھیں اہلِ بیتؑ سے جزائے خیر دے۔

دحیہ کلبی نے حضرت علیؑ سے عرض کیا: مجھے آپؑ سے بہت محبت ہے۔ میرے پاس آپؑ کی ایک فضیلت ہے جو میں آپ کو سنا رہا ہوں: آپ امیر المومنینؑ ہیں، بروزِ محشر لواء الحمد آپؑ کے ہاتھ میں ہوگا جس کے سایے میں آپؑ کے شیعہ جنت میں جائیں گے، آپؑ کے محب کامیاب ہوں گے اور آپؑ کے دشمن نقصان میں ہوں گے۔ آپؑ میرے قریب آئیں اے اللہ کے منتخب شدہ۔ آؤ اپنے عم زاد کا سر اپنی گود میں رکھو کیوں کہ آپؑ مجھ سے زیادہ (اس شرف کے) حق دار ہیں۔

جب حضرت علیؑ نے نبی پاکؐ کا سر اپنی گود میں رکھا تو رسول پاکؐ کی آنکھ کھل گئی۔ حضرتؐ نے پوچھا: یا علیؑ! ابھی کیا باتیں ہو رہی تھیں؟ حضرت علیؑ نے سارا ماجرا سنایا۔

حضرت نبی کریمؐ نے فرمایا: وہ دحیہ کلبی نہ تھا بلکہ جبرئیلؑ تھا اور آپ کو اس نام سے پکارا جو اللہ نے آپؑ کا نام رکھا ہوا ہے (یعنی امیر المومنینؑ)۔

جناب صعصعہ بن صوحان سے روایت ہے کہ میں حضرت علیؑ کو ضرب لگنے کے بعد حاضر ہوا اور عرض کیا: اے امیر المومنینؑ! آپ افضل ہیں یا آدم علیہ السلام؟

جناب علیؑ نے فرمایا: اپنے نفس کی پاکیزگی (اور بڑائی) بیان کرنا اچھا نہیں لگتا لیکن یہ ضرور ہے کہ اللہ نے آدمؑ سے کہا: جنت کی ہر شے کھاؤ لیکن اس شجرہ سے قرب نہ کرنا ورنہ ظالم ہو جاؤ گے (آدمؑ اس شجرہ، جس سے روکا گیا، کے قریب گئے) اور مجھ پر کافی چیزیں مباح ہیں لیکن میں نے ان کو چھوڑ دیا اور ان کے قریب تک نہیں گیا۔

پھر کہا گیا: آپؑ افضل ہیں یا نوح علیہ السلام؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کے لیے بددعا کی جب کہ میں نے اپنا حق غصب کرنے والے کے لیے بددعا نہیں کی۔

نوح علیہ السلام کا بیٹا کافر تھا جب کہ میرے بیٹے اہلِ جنت کے سردار ہیں۔

پھر پوچھا: آپؑ افضل ہیں یا حضرت موسیٰؑ؟

آپؑ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کو فرعون کی طرف بھیجا تو موسیٰؑ نے کہا: مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے قتل نہ کر دے حتیٰ کہ خدا نے فرمایا: ڈرو نہیں میرے بھیجے ہوئے ڈرتے نہیں۔ پھر موسیٰؑ نے عرض کیا: میرے رب! میں نے ان کا آدمی قتل کیا ہوا ہے، کہیں وہ مجھے قتل نہ کر دیں۔

لیکن جب مجھے رسول پاکؐ نے سورہ برأت کی تبلیغ کے لیے حج کے موسم میں مکہ میں قریشیوں کے پاس بھیجا تو میں ذرا نہ ڈرا حالاں کہ میں ان کے بڑے بڑے سرداروں کو قتل کر چکا تھا، پس اس کے باوجود میں قریشیوں کے پاس گیا اور ان کو سورہ برات کی تبلیغ کی اور ذرا برابر بھی خوف نہ کھایا۔

پھر کسی نے پوچھا: آپؑ افضل ہیں یا حضرت عیسیٰ بن مریمؑ؟

فرمایا: حضرت عیسیٰؑ کی ولادت کا وقت قریب آیا تو ان کی ماں جنابِ مریمؑ بیت المقدس کے اندر ہونے کے باوجود ہاتفِ غیبی کی آواز آئی: اس بیت المقدس سے چلی جائے یہ عبادت کا گھر ہے، ولادت کا گھر نہیں ہے۔ لیکن میری ماں فاطمہؑ بنت اسد پر جب میری ولادت کا وقت آیا تو وہ حرم میں آئیں اور دیوارِ کعبہ شق ہو گئی اور انھیں ہاتف غیبی کی آواز آئی: ”اندر داخل ہو جاؤ اور وہ بیت اللہ کے درمیان پہنچ گئیں اور میں وہاں پیدا ہوا اور یہ ایسی فضیلت ہے جو میرے علاوہ کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔ نہ مجھ سے پہلے اور نہ میرے بعد“۔

حضرت علیؑ کا علم

یہاں ہم حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کے علم کے بارے میں چند احادیث لکھتے ہیں، جو سمندر سے فقط ایک قطرہ اور کائنات سے صرف ایک صفحہ ہیں۔ ان روایات کو علامہ امینی مرحوم نے نقل کیا ہے۔

یہ مسلّم حقیقت ہے کہ حضرت علیؑ تمام صحابہ سے علمی طور پر بہت بلند و بالا ہیں کیوں کہ تمام صحابہ نے علمی مشکلات اور پیچیدہ فیصلوں میں حضرت علیؑ کی طرف رجوع کیا، جب کہ حضرت علیؑ نے کبھی کسی کی طرف رجوع نہیں فرمایا۔

حضرت علیؑ کی اعلمیت کا اعلان سب سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنابِ فاطمہؑ سے یہ فرماتے ہوئے کیا کہ آپ کس قدر خوش نصیب ہیں کہ آپؑ کے شوہر تمام مسلمانوں سے پہلے اسلام ظاہر کرنے والے اور سب سے اَعلم ہیں۔

اور اسی طرح حضرت نبی کریمؐ کا اپنی بیٹی سے یہ کہنا کہ آپؑ کے شوہر میری اُمت سے بہتر اور سب سے اَعلم ہیں اور حلم میں سب سے افضل اور اسلام ظاہر کرنے والے اشخاص میں سب سے پہلے شخص ہیں۔

اسی طرح یہ فرمانا کہ علیؑ تمام صحابہ سے پہلے اسلام ظاہر کرنے والے ہیں۔ سب سے قدیم مسلمان، سب سے زیادہ اَعلم اور سب سے زیادہ حلم والے ہیں۔

حضرت نبی کریمؐ نے فرمایا:

أعلم أمتي من بعدي علي بن أبي طالب

"میری اُمت میں میرے بعد اَعلم یعنی سب سے زیادہ علم والے

علیؑ ہیں''۔

علی وعاء علمی ووصی وبابی الذی اوتی منه

''علیؑ میرے علم کا ظرف، میرے وصی اور میرے دروازہ ہیں''۔

علی باب علمی ومبین لأمتی ما ارسلت به من بعدی

''علیؑ میرے علم کا دروازہ اور میری اُمت میں احکامِ اسلام بیان کرنے والے ہیں''۔

علی خازن علمی

''علیؑ میرے علم کے خازن ہیں''۔

علی عیبة علمی

''علیؑ میرے علم کا بہترین ظرف ہیں''۔

اقضی أمتی علی

''علیؑ میری اُمت میں سب سے بڑے قاضی ہیں''۔

أقضاکم علی

''علیؑ تم سب میں سے بڑے قاضی ہیں''۔

یاعلی! اخصمك بالنبوة ولا نبوة بعدی وتخصم بسبع (الی ان عد منها) وأعلمهم بالقضية ، وفی لفظ ، وأبصرهم بالقضية

''یاعلیؑ! میں نبوت کی وجہ سے تم سے منفرد ہوں اور تم سات چیزوں کی وجہ سے انفرادی حیثیت رکھتے ہو (حضرتؐ نے یہ سات شمار کیے) اور فرمایا کہ علیؑ فیصلہ کرنے میں اَعلم (سب سے زیادہ صاحبِ علم) اور حقائق جاننے میں اَبصر (سب سے زیادہ

صاحبِ بصیرت) ہیں"۔

اسی طرح فرمایا کہ حکمت دس اجزا میں تقسیم ہے، ان میں سے نو اجزا علیؑ کو عطا ہوئے اور باقی ایک حصہ تمام لوگوں میں تقسیم ہوا۔

بہرحال رسولِ گرامیؐ کی اپنی زندگی میں جب حضرت علیؑ فیصلہ کرتے تھے تو حضورؐ فرماتے تھے: اس خدا کی حمد ہے جس نے حکمت کو ہم اہلِ بیتؑ میں جاری کیا اور جب حضرت علیؑ حضرت رسولِؐ خدا کے علم کے شہر کا دروازہ ہیں اور حکمتِ رسولؐ کے دروازہ ہونے کی متواتر نصوص نبی کریمؐ سے وارد ہوئی ہیں تو بھلا کون حضرت علیؑ کے برابر ہوسکتا ہے۔ یا کون جنابِ علیؑ سے زیادہ رسولِ پاکؐ کے قریب تر ہوسکتا ہے؟ اور علم میں کون مولا علیؑ کے ہم پلّہ ہوسکتا ہے؟

یہ ایسی حدیث ہے کہ جس کے بارگاہِ نبوت سے صدور کے بارے میں کوئی شک نہیں اور اکثر مستقل تالیفات میں اس حدیث کے طرق کو منفرد قرار دیا گیا ہے۔ رسولِ پاک کے بعد جنابِ عائشہؓ نے بھی کہا کہ حضرت علیؑ سنتِ رسولؐ کے بارے تمام لوگوں سے اَعلم ہیں۔

'ور خلیفۂ ثانی نے اپنے قول میں تصدیق کی ہے کہ علیؑ ہمارے سب سے بڑے قاضی ہیں اور خلیفۂ ثانی کے چند کلمات تو بہت مشہور ہیں۔ جب اُسے علمی طور پر علیؑ کی بہت زیادہ احتیاج رہتی تھی تو یہ کلمات کہتے: اگر علیؑ نہ ہوتے تو میں ہلاک ہوگیا ہوتا۔

خلیفۂ ثانی کے اقوال حضرت علیؑ کے بارے میں

اَللّٰھم لا تبقتنی لمعضلة لیس لها ابن أبي طالب

"اے میرے اللہ! اس وقت مجھے کسی مشکل کے لیے باقی نہ رکھنا جب علیؑ نہ ہوں"۔

لا ابقانی اللہ بأرض لست فیھا ابا الحسن

''اے اللہ! مجھے ایسی زمین پر باقی نہ رکھنا جہاں علیؑ نہ ہوں''۔

لا أبقانی اللہ بعدك یاعلی

''اے علیؑ! خدا مجھے آپؑ کے بغیر باقی نہ رکھے''۔

أعوذ باللہ من معضلۃ ولا أبوحسن لھا

''مجھے اس مشکل سے پناہ مل جائے جب (مشکل کشا) علیؑ نہ ہوں''۔

أعوذ باللہ ان أعیش فی قوم لست فیھم یا أبا الحسن

''اے ابوالحسنؑ! میں ایسی قوم میں زندگی گزارنے سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں جس میں آپؑ نہ ہوں''۔

أعوذ باللہ أن أعیش فی قوم لیس فیھم أبوالحسن

''اے میرے اللہ! مجھ پر کوئی شدید مشکل نازل نہ فرما مگر اس وقت جب علیؑ میرے پاس موجود ہوں''۔

اَللّٰھم لا تنزل بی شدیدۃ الا وأبو الحسن الی جنبی

''اللہ مجھے اس مشکل کے لیے زندہ ہی نہ رکھے جب علیؑ نہ ہوں۔

(ترجمہ علی بن ابی طالبؑ، ص ۷۹)

لا بقیت لمعضلۃ لیس لھا ابوالحسن

خلیفۂ ثانی نے کہا: ''اللہ مجھے باقی نہ رکھے کہ میں خود کو ایسی قوم میں پاؤں جن میں جنابِ علیؑ نہ ہوں''۔ (حاشیہ شرح العزیزی، ج ۲، ص ۴۱۷۔ مصباح الظلام، ج ۲، ص ۵۶)

جناب سعید بن مسیب نے کہا کہ خلیفۂ ثانی اللہ سے اس مشکل کے بارے میں پناہ مانگتے تھے جس مشکل کے وقت ابوالحسنؑ نہ ہوں۔

قولِ معاویہ ہے: جب خلیفۂ ثانی پر کوئی مشکل آتی تو حضرت علیؑ (ہی) سے مشکل کشائی ہوتی۔ (ریاض النضرہ، ج ۲، ص ۱۹۵)

جب معاویہ کو حضرت علیؑ کی شہادت کی خبر پہنچی تھی تو اس نے کہا: علم اور فقہ جنابِ علیؑ کی وفات سے فوت ہو گئے۔ (الف، باء، ج ۱، ص ۲۲۲، ابوالحجاج)

شہادت امیرالمومنینؑ کے بارے میں

حضرت امام حسن علیہ السلام نے اپنے خطبے میں یوں ارشاد فرمایا: اے لوگو! کل تم سے ایسا شخص جدا ہو کر چلا گیا جس کی مثل نہ گزشتہ لوگوں اور نہ قیامت تک آنے والوں سے کوئی ہے۔

علمِ علیؑ کے بارے میں اقوال

واللہ لقد اعطی علی بن أبی طالب تسعة اعشار العلم ، وأیم اللہ لقد شارکم فی العشر العاشر

"خدا کی قسم! جناب علیؑ کو علم کی دس دہائیوں میں سے نو دہائیاں عطا ہوئی ہیں اور باقی ایک دہائی میں بھی وہ تمھارے شریک ہیں"۔

ما علمی وعلم اصحاب محمد (ص) فی علم علی علیہ السلام الا کقطرة فی سبعة أبحر

"میرا علم اور اصحابِ رسولؐ کا علم حضرت علیؑ کے علم کے مقابلے میں ایسے ہے جیسے قطرہ سات سمندروں کے مقابل ہوتا ہے"۔

العلم ستة أسداس ، لعلی من ذلك خمسة اسداس وللناس سدس ، ولقد شارکنا فی السدس حتی لهو أعلم به منا

"اگر علم کے چھ حصّے ہوں تو علیؑ کے پاس پانچ حصّے اور لوگوں کے لیے چھٹا حصّہ ہے جبکہ وہ اس میں بھی ہمارے ساتھ شریک ہیں، حتیٰ کہ وہ اس چھٹے حصّے میں بھی ہم سب سے اَعلم ہیں"۔

اقوالِ ابن مسعود

قسمت الحكمة عشرة أجزاء فأعطى علی تسعة أجزاء والناس جزءاً ، وعلی أعلمهم بالواحد منها

"اگر حکمت کو دس اجزاء میں تقسیم کیا جائے تو نو اجزائے حکمت حضرت علیؑ کے پاس ہیں اور ایک حصّہ دوسرے لوگوں کے پاس ہے اور اس ایک حصّہ میں بھی حضرت علیؑ دوسرے لوگوں سے زیادہ اَعلم ہیں"۔

اعلم اهل المدينة بالفرائض علی بن أبی طالب

"اہلِ مدینہ میں سے فرائض کے اَعلم (بہترین عالم) حضرت علیؑ ہیں"۔

كنا نتحدث ان أقضی اهل المدينة علی

"ہم اکثر یہ بات کرتے رہتے ہیں کہ اہلِ مدینہ سے بڑے قاضی حضرت علیؑ ہیں"۔

أفرض اهل المدينة وأقضاها علی

"اہلِ مدینہ سے بڑے فرض شناس اور سب سے بڑے قاضی حضرت علیؑ ہیں"۔

ان القرآن أنزل علی سبعة احرف ما منها حرف اِلّا وله ظهر وبطن و اِن علی بن أبی طالب عنده منه

الظاهر والباطن (مفتاح السعادة، ج۱،ص۴۰۰)
"تحقیق قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے اور ہر حرف کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے اور حضرت علیؑ وہ ذات ہیں جن کے پاس ان حروف کا ظاہر اور باطن دونوں ہیں"۔

قولِ ہشام بن عتیبہ

علي عليه السلام: هو اولى من صلى مع رسول الله، وأفقهه في دين الله، وأولاه برسول الله
"جنابِ علیؑ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور اللہ کے دین کی سب سے زیادہ سمجھ بوجھ رکھتے ہیں اور رسولؐ اللہ کے بعد اولیٰ ہیں"۔

قولِ عطا

وسئل عطاء أكان في أصحاب محمد احد أعلم من علي قال: لا والله ما أعلمه
"جب ان سے پوچھا گیا کہ اصحابِ محمدؐ میں علیؑ سے زیادہ اَعلم کوئی ہے؟ تو کہا: خدا کی قسم! ان سے زیادہ کوئی اَعلم نہیں ہے"۔

قول عدی بن حاتم

والله لئن كان الى العلم بالكتاب والسنّة انه، يعني علياً، لأعلم الناس بهما
ایک خطبہ کے دوران میں کہا: خدا کی قسم! اگر کوئی شخص کتاب و سنت کا علم حاصل کرنا چاہے تو وہ حضرت علیؑ سے کرے کیوں کہ

ان دونوں کا علم ان کے پاس ہے اور وہ اعلم ہیں"۔

ولئن کان الی الاسلام إنه لأخو نبی اللّٰہ والرأس فی الاسلام

"اگر کوئی اسلام کے بارے میں معلومات لینا چاہے تو حضرت علیؑ سے لے کیوں کہ وہ رسول اللّٰہ کے بھائی اور اسلام کے سردار ہیں"۔

ولئن کان الی الزهد والعبادة انه لأظهر الناس زهداً

"اگر کوئی عبادت اور زہد دیکھنا چاہے تو سب سے بڑے زاہد اور عابد حضرت علیؑ ہیں"۔

وأنهکهم عبادة ، ولئن کان الی العقول والنحائز إنه لأشد الناس عقلاً وأکرمهم نحیزة

"اگر کوئی عقول وطبائع کو دیکھنا چاہے تو سب سے پہلے عقل مند اور محترم و مکرم شخصیت حضرت علیؑ کی ہے"۔ (جمهرة خطب العرب، ج ا، ص ۲۰۲)

قول عبداللہ بن حجل

ایک خطبے کے دوران میں کہا:

أنت أعلمنا بربنا ، وأقربنا بنبینا ، وخیرنا فی دیننا

"اے علیؑ! آپؑ ہم سے زیادہ رب کے عارف، ہم سب سے زیادہ نبیؐ کے قریبی اور ہمارے دین میں ہم سے بہتر ہیں"۔

قول ابوسعید خدری

(دنیا میں) سب سے بڑے قاضی حضرت علیؑ ہیں۔

متعدد صحابہ کرام نے اپنے اشعار میں حضرت علیؑ کی اعلمیت کی مدحت کی ہے جیسے حسان بن ثابت، فضل بن عباس وغیرہ۔ پھر قرونِ اولیٰ کے شعرا کی اکثریت نے ان کی اتباع کی ہے۔

اُمت کا اس بات پر اجماع اور اتفاق ہے کہ حضرت علیؑ علم میں سب سے افضل ہیں کیوں کہ وہ علمِ نبیؐ کے وارث ہیں اور رسولِؐ پاک سے کئی طرق سے ثابت ہے کہ حضرت علیؑ آپ کے وصی اور وارث ہیں۔

اسی مقام پر حضرت علیؑ نے پوچھا: اے اللہ کے نبیؐ! میں آپؐ سے وراثت میں کیا پاؤں گا؟

آپؐ نے فرمایا: جو مجھ سے پہلے انبیاؑ سے وراثت میں ملتا تھا۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا: انبیاؑ سے کیا وراثت میں ملتا تھا؟

آپؐ نے فرمایا: وراثت میں کتابِ خدا اور اپنے نبی کی سنت ملتی ہے۔

حاکم صاحبِ مستدرک کا قول

مستدرک میں (جلد۳، صفحہ ۲۲۶ پر) وراثتِ نبیؐ والی حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

لا خلاف بین اهل العلم ان ابن العم لا یرث مع العم، فقد ظهر بهذا الاجماع ان علیاً ورث العلم من النبی دونهم

''اہلِ علم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ عم زاد، چچا کی موجودگی میں وارث نہیں بنتا لیکن اس پر اجماع ہے کہ حضرت علیؑ جنابِ نبیؐ کے علم کے وارث ہیں کوئی دوسرا نہیں''۔

اس ثابت وراثت سے حضرت علیؑ کا یہ فرمان بہت مضبوط ہے:

''خدا کی قسم! میں نبیؐ کا بھائی، اور اس کا ولی اور چچازاد اور ان کے علم کا وارث ہوں، اور مجھ سے زیادہ کوئی حق دار نہیں ہے''۔

اس وراثت پر اصحاب کے درمیان بہت بات ہوتی رہتی تھی جو اکثر اصحاب کے کلام میں وارد ہے۔ مثلاً جناب محمد بن ابی بکر نے معاویہ کو ایک خط میں یوں لکھا:

''تجھ پر ہلاکت ہو، تو اپنے آپ کو علیؑ کے برابر خیال کرتا ہے؟ وہ تو رسولؐ اللہ کے وارث اور ان کے وصی ہیں؟''

حضرت علیؑ وہ شخصیت ہیں جو ہمیشہ اپنے آپ کو مشکل مسائل اور علوم میں ڈالتے تھے اور پھر ہر سوال کے وقت اس کا جواب اور حل فوری ارشاد فرماتے تھے۔ آپؑ منبروں پر بانگِ دہل اعلان کرتے تھے: سَلُونِی قَبلَ اَن تَفقِدُونِی۔

حضرت علیؑ نے یہ بھی فرمایا: تم کتابِ خدا میں کسی آیت اور رسولؐ خدا کی کسی سنت کے بارے میں پوچھو تو میں ہر ایک سوال کا (شافی) جواب دے سکتا ہوں۔ (تفسیر ابن کثیر، ج ۴، ص ۲۳۱)

حضرت علیؑ کا یہ فرمان، کہ مجھ سے جو پوچھنا چاہو پوچھو، خدا کی قسم! اگر قیامت تک کے حالات پوچھنا چاہو تو میں بتا سکتا ہوں اور مجھ سے کتابِ خدا کے بارے میں پوچھو۔ خدا کی قسم! میں ہر آیت کے بارے میں جانتا ہوں کہ رات کو نازل ہوئی یا دن کو؟ وادی میں نازل ہوئی یا پہاڑ میں؟ (تاریخ الخلفاء للسیوطی، ص ۱۲۴، وتہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۳۳۸)

حضرت علیؑ کا یہ فرمان کہ ''کوئی ہے جو مجھ سے سوال کرے تاکہ خود بھی فائدہ حاصل کرے اور دوسرے بھی فائدہ حاصل کرسکیں۔ میں ہر آیت کے بارے میں جانتا ہوں کہ کس کے بارے میں اور کب نازل ہوئی؟ کیوں کہ خدا نے مجھے عقل مند اور جواب دہ زبان عطا فرمائی ہے''۔ (حلیۃ الاولیا، ج ۱، ص ۶۸)

"مجھ سے پوچھو میرے چلے جانے سے پہلے، مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں پوچھو کیوں کہ میں ہر آیت کے بارے میں جانتا ہوں کہ کہاں نازل ہوئی۔ پہاڑی پر یا وادی میں۔ آیندہ کے فتنوں کے بارے میں پوچھو، کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ فتنہ کون برپا کرے گا اور کون اس میں مارا جائے گا"۔ (ینابیع المودۃ، ص ۲۷۴)

حضرت علیؑ کا منبرِ کوفہ پر یہ فرمانا کہ جب یہ آپؑ کے کندھوں پر رسول اکرمؐ کی عبا تھی، آپؑ نے حضورؐ کی تلوار لٹکائی ہوئی تھی، اُن کا عمامہ باندھا ہوا تھا اور اپنے بطن پر ہاتھ مار رہے تھے کہ میرے چلے جانے سے پہلے مجھ سے پوچھو کیوں کہ میری ان پسلیوں کے درمیان علم کا سمندر موج زن ہے۔ یہ علم کا خزانہ ہے جو لعابِ رسولؐ سے حاصل ہوا ہے جس کو میں نے چوسا ہے۔

خدا کی قسم! اگر میرے لیے مسندِ علم بچھا دی جائے تو میں اس پر بیٹھ کر اہلِ تورات کو تورات کے مطابق مسائل بتاؤں، اہلِ انجیل کو انجیل سناؤں اور تورات و انجیل ایسے پڑھوں کہ دونوں کتابیں بول اُٹھیں: صَدَقَ عَلِیٌّ۔ کہ جو علیؑ فرماتے ہیں وہی ہمارے اندر موجود ہے۔ پس تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو لیکن تدبر نہیں کرتے۔ (فرائد السمطین)

سعید بن مسیّب کی روایت ہے کہ صحابہ کرام میں سے سوائے علیؑ کے اور کوئی ایسا صحابی نہیں جو سَلُوْنِی کا دعویٰ کرے۔ (العلم، ج ا، ص ۱۱۴، ابو عمر)

میں نے تاریخ میں حضرت علیؑ سے پہلے کسی کو نہیں دیکھا، جیسے علیؑ کو دیکھا ہے کہ جس نے مشکل ترین مسائل اور دقیق ترین سوالات کو ایسا حل کر دیا کہ دیکھنے اور سننے والے دنگ رہ جاتے تھے اور وہ بار بار فرماتے تھے: سَلُونِی عَمَّا شِئْتُم ، وَلَا تَسْأَلُونِی عَنْ شَیْئٍ اِلَّا اَنْبَأتُکُم "تم جو پوچھنا چاہو پوچھو! میں تمھیں بتاؤں گا"۔

جس طرح مولا علیؑ رسول پاکؐ کے علم کے وارث تھے اسی طرح ان کی عظمت اور دیگر صفات کے بھی وارث تھے اور یہ سب ان کے مکارمِ اخلاق میں شامل ہے۔

حضرت علیؑ کے علاوہ سلونی کا دعویٰ کرنے والے شرمندہ ہوئے۔

(۱) ابراہیم بن ہشام بن اسماعیل بن ہشام بن ولید بن مغیرہ قرشی جناب ہشام بن عبدالملک کی طرف سے مکہ، مدینہ اور موسمِ حج کا والی تھا۔ اس نے ۱۰۷ ہجری میں لوگوں کے ساتھ حج کی اور منیٰ میں خطبہ کے دوران کہا: سَلُونی ،''مجھ سے پوچھو۔ میں واحد شخص ہوں جو تمھارے ہر سوال کا جواب دے سکتا ہوں اور مجھ سے کوئی اَعلم نہیں''۔

اس وقت سامعین میں سے ایک شخص اُٹھا اور پوچھا کہ کیا قربانی واجب ہے؟ تو اس کا جواب نہ دے سکا اور شرمندہ ہوکر منبر سے اُتر آیا۔ (تاریخ ابن عساکر، ج۲، ص ۳۰۵)

(۲) ابراہیم حربی نے کہا کہ مقاتل بن سلیمان بیٹھ گیا اور اعلان کیا کہ سَلُونی۔ عرش کے نیچے سے لے کر زمین تک کے بارے میں پوچھو۔

ایک شخص نے سوال کر دیا کہ جب آدم علیہ السلام نے حج کی تو اُن کے سر کا حلق کس نے کیا؟

مقاتل نے جواب دیا کہ یہ تم سے نہیں پوچھا جائے گا یہ تمھارا عمل نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسے حالات میں مبتلا کر دیا ہے کہ جس سے میرا نفس خود پسندی میں مبتلا ہوگیا ہے۔ (تاریخ الخطیب البغدادی، ج ۱۳، ص ۱۶۳)

(۳) سفیان بن عینیہ کہتے ہیں کہ ایک دن مقاتل بن سلیمان نے کہا: سَلُونی۔ مجھ سے عرش کے نیچے تک کے بارے میں پوچھو۔ تو ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا کہ کیا تو نے چیونٹی دیکھی ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ اس شخص نے کہا کہ چیونٹی کی آنتیں اس کے اگلے حصّے میں ہوتی ہیں یا پچھلے حصّے میں؟

مقاتل اس کا جواب نہ دے سکا۔ سفیان نے کہا: میرا خیال ہے کہ اسے (اپنے دعوے کی) سزا مل گئی ہے۔

(۴) موسیٰ بن ہارون حمال راوی ہیں کہ مجھے معلوم ہوا کہ قتادہ کوفہ میں آیا اور

ایک مجلس میں منبر لگا کر بیٹھ گیا اور دعویٰ کیا کہ مجھ سے رسولؐ اللہ کی سنت کے بارے میں جو پوچھنا چاہتے ہو، پوچھو!

ابوحنیفہ کو کچھ لوگوں نے کہا: تم اس سے سوال کرو۔ پس ابوحنیفہ اُٹھا اور پوچھا کہ اس شخص کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے جو اپنی بیوی سے غائب ہو جائے اور بیوی اس کی آمد سے نا اُمید ہو کر دوسری شادی کر لے۔ پھر وہ پہلا شوہر واپس آ جائے اور وہ کہے کہ اے زانیہ عورت میں زندہ تھا جب کہ تو نے دوسرا شوہر کر لیا۔

پھر دوسرا شوہر آ کے کہے: اے زانیہ! تیرا پہلا شوہر زندہ تھا اور تو نے مجھ سے شادی کر لی تو اب لعان کیسے ہوگا؟

قتادہ نے کہا: کیا یہ واقعہ ہوا ہے؟

ابوحنیفہ نے کہا: واقعہ نہ ہو تو بھی اس کا امکان ہے لہٰذا حل معلوم ہونا چاہیے۔

قتادہ نے کہا: میں اس کے بارے میں تمھیں جواب نہیں دے سکتا۔ پس قرآن سے پوچھ لو۔

ابوحنیفہ نے کہا: تو قرآن کی اس آیت کے بارے میں کیا کہتا ہے: قَالَ الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ اَنَا اٰتِیْکَ ''تو نے کہا جس کے پاس کتاب کا کچھ علم تھا کہنے لگا میں لاتا ہوں''۔ یہ کون تھا؟

قتادہ نے کہا: یہ شخص سلیمان بن داؤدؑ کا چچازاد تھا جو اسم اعظم جانتا تھا۔

ابوحنیفہ نے کہا: تو کیا سلیمان اس اسمِ اعظم کو جانتے تھے؟ اس نے کہا: نہیں۔

ابوحنیفہ نے کہا: سبحان اللہ، وہ نبی تھے اور نبی سے اَعلم کون ہو سکتا ہے۔

پس قتادہ نے کہا: میں قرآن کی تفسیر بھی تمھیں نہیں بتا سکتا بس مجھ سے صرف لوگوں کے درمیان اختلافی مسائل پوچھو۔

ابوحنیفہ نے کہا: کیا تم مومن ہو؟

اس نے کہا: ہاں! اس (شرف) کا امیدوار ہوں۔

ابوحنیفہ نے کہا: تم نے ویسے کہا جیسے ابراہیم نبی نے کہا تھا جب اللہ نے کہا کہ کیا تم ایمان نہیں رکھتے تو انھوں نے کہا: ہاں ایمان رکھتا ہوں۔

قتادہ نے کہا: اب میرا ہاتھ پکڑو، خدا کی قسم! میں پھر کبھی اس شہر میں نہیں آؤں گا۔ (الانتقاء، ص ۱۵۶)

۵ قتادہ سے حکایت کی گئی ہے کہ جب وہ کوفہ آیا تو لوگ جمع ہوگئے اور اس نے لوگوں سے کہا: سَلُونِی، جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو، پوچھو۔

وہاں ابوحنیفہ بھی موجود تھا اور وہ تازہ جوان تھا۔ ابوحنیفہ نے کہا قتادہ سے، سلیمان کے پاس والی چیونٹی کے بارے میں پوچھو کہ وہ مذکر تھی یا مؤنث؟

قتادہ سے پوچھا گیا تو وہ جواب نہ دے سکا۔ ابوحنیفہ نے کہا: وہ مؤنث تھی۔

ابوحنیفہ سے پوچھا گیا کہ تجھے کیسے معلوم کہ وہ مونث تھی؟

ابوحنیفہ نے کہا: فرمانِ خدا ہے: قَالَت، اگر چیونٹی مذکر ہوتی تو قرآن قَالَت کے بجائے قَالَ کہتا۔ قَالَ نَملَةٌ جیسے حَمَامَةٌ اور شَاةٌ مذکر و مونث دونوں کے لیے بولا جاتا ہے۔ (حیاۃ الحیوان، ج ۲، ص ۳۶۸)

۶ جنابِ عبداللہ بن محمد بن ہارون کہتے ہیں کہ میں نے شافعی کو مکہ میں یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ سَلُونی عَمَّا شِئتُم۔ جو پوچھنا چاہو پوچھ لو، میں تمھیں کتابِ خدا اور نبیؐ کی سنت کے بارے میں بتاؤں؟ اس پر سوال ہوا کہ جو محرم بھڑ کر مار دے اس کا کفارہ کیا ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ جو رسولِ اکرمؐ دے دیں وہ لے لو۔ (طبقات الحفاظ، ج ۲، ص ۲۸۸)

اَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا

یہ حدیث نبویؐ متواتر اور متفق علیہ ہے۔ اس کو اہلِ سنت کے متعدد علمائے اعلام

نے بھی ذکر کیا ہے جن میں سے چند ایک کے نام کتاب الغدیر سے نقل کیے جا رہے ہیں:

① ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام اور اسی سے حاکم نے مستدرک (ج ۳، ص ۱۲۷) میں ذکر کیا ہے۔
② الحافظ یحییٰ بن معین ابوزکریا البغدادی،
③ ابوعبداللہ محمد بن جعفر الفیدی اور اس سے ابن معین نے نقل کیا ہے۔
④ ابومحمد بن سعید الھروی جو مسلم اور ابن ماجہ کے مشائخ میں سے ایک ہیں۔
⑤ احمد بن حنبل نے المناقب میں،
⑥ عباد بن یعقوب الاسدی جو بخاری، ترمذی اور ابن ماجہ کے مشائخ میں سے ایک ہیں۔
⑦ الحافظ ابوعیسیٰ محمد الترمذی اپنے جامع ترمذی میں،
⑧ حافظ ابوعلی الحسین بن محمد بن فہم البغدادی،
⑨ الحافظ ابوبکر احمد بن البصری البزار، صاحبِ مسند الکبیر،
⑩ حافظ ابوجعفر محمد بن جریر الطبری
⑪ ابوبکر محمد بن محمد بن الباغندی الواسطی اور اس سے ابن مغازلی نے روایت کی ہے۔
⑫ ابوالطیب محمد بن عبدالصمد الدقاق اور اس سے خطیب بغدادی نے نقل کیا ہے۔
⑬ ابوالعباس محمد بن یعقوب الاموی اور اس سے حاکم نے مستدرک میں روایت کی ہے۔
⑭ ابوبکر محمد بن عمر بن محمد التیمی اور اس سے ابن شہرآشوب نے مناقب میں نقل کیا ہے۔
⑮ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی نے اپنی دونوں معجموں کبیر اور اوسط میں،
⑯ ابوبکر محمد بن علی اسماعیل الشاشی،
⑰ الحافظ ابومحمد عبداللہ بن جعفر بن حیان اصبھانی،

⑱ الحافظ ابو محمد عبداللہ بن محمد بن عثمان اور اس سے ابن مغازلی نے نقل کیا ہے۔

⑲ ابو اللیث نصر بن محمد سمرقندی الحنفی (در مجالس)،

⑳ ابو الحسین محمد بن المظفر البزاز البغدادی،

㉑ الحافظ ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان،

㉒ الحافظ ابو عبداللہ عبیداللہ بن محمد الشہیر بن بطۃ العکبری

غرض کہ ۱۴۳ جید علمائے اہلِ سنت کے نام درج کیے ہیں اور عبقات الانوار مصنفہ علامہ حامد حسین کی پانچویں جلد میں اس حدیث کے بارے میں وارد ہوئے ہیں۔

پھر علامہ امینی ان کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ان اعلام نے نص فرمائی ہے کہ یہ حدیث سنداً صحیح ہے اور اکثریت اس حدیث کو حَسَن کہتے ہیں۔ اور جن علمائے اعلام نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

① الحافظ ابو زکریا یحییٰ بن معین البغدادی،

② ابو جعفر محمد بن جریر الطبری،

③ ابو عبداللہ الحاکم نیشاپوری، مستدرک میں،

④ حافظ خطیب بغدادی،

⑤ الحافظ ابو محمد الحسن السمرقندی

⑥ مجد الدین الفیروز آبادی،

⑦ الحافظ جلال الدین السیوطی، اپنے جمع الجوامع میں،

⑧ السید محمد البخاری اور اس کی صحت پر تذکرۃ الابرار میں،

⑨ امیر محمد الیمانی الصنعانی نے روضۃ الندیہ میں اس کی صحت کی نص بیان کی ہے۔

⑩ مولوی حسن زمان،

⑪ ابو سالم محمد بن طلحۃ القرشی،

⑫ ابوالمظفر یوسف بن قراوغلی،

⑬ حافظ صلاح الدین علائی

⑭ شمس الدین محمد الجزری،

⑮ شمس الدین محمد السخاوی،

⑯ فضل اللہ بن روز بہان الشیر ازی،

⑰ المتقی الھندی علی بن حسام الدین (المتوفی، ۹۷۵ھ)

⑱ مرزا محمد البدخشانی،

⑲ مرزا محمد صدر العالم،

⑳ ثناء اللہ پانی پتی الھندی۔

الفاظ حدیث

① حرث اور عاصم حضرت علیؑ سے مرفوعاً بیان کرتے ہیں: رسول پاکؐ نے فرمایا: اللہ نے مجھے اور علیؑ کو ایک شجرہ سے پیدا کیا۔ میں اس کی اصل ہوں اور علیؑ اس کی فرع ہیں اور حسنؑ و حسینؑ اس کا پھل ہیں اور ہمارے شیعہ اس کے پتے ہیں۔ پس طیب سے طیب ہی نکلتا ہے اور میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں، پس جو شہر میں آنا چاہے تو دروازے سے آئے۔

جناب حُذیفہ سے منقول حدیث میں الفاظ یہ ہیں: گھروں میں داخل ہونا ہو تو دروازے سے آؤ۔

ایک اور نقل میں لفظ یہ ہیں: اَنَا مَدِینَۃُ العِلمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا اور جھوٹا ہے وہ شخص جو گمان کرتا ہے شہر میں پہنچ جائے گا، اگر شہر میں پہنچنا ہے تو دروازے سے آنا ہوگا۔

② ابن عباسؓ سے مروی ہے: اَنَا مَدِینَۃُ العِلمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا فَمَن اَرَادَ

العِلمَ فَلیَأتِ مِن بَابِہٖ کی لفظیں ہیں کہ جو علم چاہتا ہو وہ دروازے سے آئے۔

③ سعید بن جبیر کی روایت میں: یَاعَلِی اَنَا مَدِینَۃُ العِلمِ وَاَنتَ بَابُھَا وَلَن تُؤتِی المَدِینَۃَ اِلَّا مِن قِبلِ البَابِ کے الفاظ ہیں۔

④ جابر بن عبداللہ کی روایت میں ہے کہ میں نے رسولِ پاکؐ سے صلح حدیبیہ کے دن سنا جب وہ علیؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے فرما رہے تھے:

هَذَا اَمِیرُ البَرَرَۃِ وَقَاتِلُ الفَجَرَۃِ مَنصُورٌ مَن نَصَرَہٗ مَخذُولٌ مَن خَذَلَہٗ

"یہ نیک لوگوں کے امیر، فاجروں کو قتل کرنے والے"۔ پھر آواز بلند کر کے فرمایا:

اَنَا مَدِینَۃُ العِلمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا فَمَن اَرَادَ العِلمَ فَلیَأتِ البَابَ جو گھر کا ارادہ کرے تو دروازے سے آئے۔

ایک نقل میں ہے: اَنَا مَدِینَۃُ العِلمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا فَمَن اَرَادَ العِلمَ فَلیَأتِ البَابَ

ذیل میں اور بھی احادیث درج کی جارہی ہیں جنھیں علمائے اعلام نے اپنی عمدہ تالیفات میں ذکر کیا ہے اور جن کی پشت پناہی سے اس حدیث اَنَا مَدِینَۃُ العِلمِ کی صحت کو تقویت ملتی ہے۔ یہ احادیث درج ذیل ہیں:

① اَنَا دَارُ الحِکمَۃِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا "میں حکمت کا گھر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں"۔

② اَنَا دَارُ العِلمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا "میں علم کا گھر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں"۔

③ اَنَا مِیزَانُ العِلمِ وَعَلِیٌّ کَفَّتَاہُ "میں علم کی میزان اور علیؑ اس کا پلڑا ہیں"۔

④ اَنَا مِیزَانُ الحِکمَۃِ وَعَلِیٌّ لِسَانُہٗ "میں حکمت کی میزان ہوں اور علیؑ اس کی زبان ہے"۔

⑤ اَنَا الْمَدِينَةُ وَاَنْتَ الْبَابُ وَلَا يُؤْتِى الْمَدِينَةَ اِلَّا مِن بَابِهَا

⑥ فَهُوَ بَابُ مَدِيْنَةِ عِلْمِى ''وہ علیؑ میرے علم کے شہر کا دروازہ ہیں''۔

⑦ عَلِيٌّ اَخِي وَمِنِّي وَاَنَا مِن عَلِي فَهُوَ بَابَ عِلْمِي وَوَصِيِّ ''علیؑ میرے بھائی، مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں، پس وہ میرے علم کا دروازہ اور میرے وصی ہیں''۔

⑧ عَلِيٌّ بَابُ عِلْمِي وَمُبِينٌ لِاُمَّتِي مَا اُرسلتُ بِهٖ مِن بَعدِى ''حضرت علیؑ میرے علم کا دروازہ ہیں اور (میری) اُمت سے میرے بعد احکامِ اسلام بیان کرنے والے ہیں''۔

⑨ اَنتَ بَابَ عِلْمِي ''یہ رسولؐ پاک نے حضرت علیؑ کے بارے میں فرمایا، جسے خرکوشی، دیلمی، الخوارزمی، ابوالعلاء الہمدانی، ابوحامد الصالحات، ابوعبداللہ الکنجی اور سید شہاب الدین اور القندوزی نے اپنی اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔

⑩ اے اُم سلمہؓ! سنو اور گواہی دینا کہ یہ علیؑ امیرالمومنین، سید المرسلین ہیں اور وہ میرے علم کا ظرف اور خزانہ ہیں اور میرے وہ دروازہ ہیں جس سے میرے پاس آیا جاسکتا ہے۔

اس حدیث کا تذکرہ، ابونعیم، خوارزمی نے مناقب میں، رافعی نے تدوین میں، کنجی نے مناقب میں، حموی نے فرائد السمطین میں، شہاب الدین نے توضیح الدلائل میں، شیخ محمد حنفی نے شرح جامع صغیر میں کیا ہے۔

شرح عزیزی کے حاشیے (ج ۲، ص ۴۱۷) میں مرقوم ہے کہ رسولؐ پاک کا یہ فرمانا کہ علیؑ میرے علم کے محافظ ہیں، سے مراد ہے کہ وہ (بھی) علم کا شہر ہیں، پس اس لیے تمام صحابہ مشکلات میں انھی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ حتیٰ کہ معاویہ بھی کئی مقامات پر مشکلات کے بارے میں پوچھتا تھا اور حضرت علیؑ اسے بھی جواب دیتے تھے

یہاں تک کہ کچھ لوگوں نے عرض کیا: آپؑ دشمن کو جواب کیوں دیتے ہیں؟

آپ فرماتے کہ کیا یہ کافی نہیں کہ وہ ہمارا محتاج ہے۔

اسی طرح حضرت علیؑ نے خلیفۂ ثانی کی مشکلات کو دُور کیا حتیٰ کہ خلیفۂ ثانی نے کہا کہ خدا مجھے اس وقت باقی نہ رکھے جب علیؑ نہ ہوں۔ یہ بھی کہا کہ میرے اللہ! حضرت علیؑ کے چلے جانے کے بعد مجھے زندہ نہ رکھنا۔

پھر اس ضمن میں کئی واقعات درج کیے ہیں جن میں "حدیث لطم اور حدیث رجم زانیہ" مذکور ہیں کہ ان میں عمر نے کہا تھا: لَولَا عَلِیٌّ لَھَلَکَ عُمَر۔

فیض القدیر (جلد۴، ص ۳۵۶) میں مناوی نے کہا ہے کہ عَلِیٌّ عیبۃُ عِلمِی یعنی "علیؑ میرے خاص ہم راز، میری عمدہ صفات کے مالک ہیں"۔

ابن درید کہتے ہیں کہ اس سے پہلے کوئی مثال نہیں کہ رسول پاکؐ نے علیؑ کے اندر اپنے اُمور باطنی کے اِختصاص کا ارادہ کیا ہے اور یہ اُمور باطنی کسی غیر کو معلوم نہیں ہیں۔ لہٰذا یہاں علیؑ کی مدح کی انتہا ہے اور علیؑ کے دشمن بھی ان کی تعظیم کرنے پر مجبور ہیں۔ اور شرح ہمزہ میں ہے کہ معاویہ اپنی مشکلات کے حل کے لیے علیؑ کے پاس خطوط یا وفود بھیجتا تھا اور علیؑ اسے جواب دیتے تھے۔

کسی بیٹے نے اپنے باپ علیؑ سے عرض کیا: بابا! اپنے دشمن کو جواب دیتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: کیا ہمیں یہ کافی نہیں کہ وہ ہمارا محتاج اور ہمارے دَر کا سوالی ہے۔

⑪ اَنَا مَدِینَۃُ الفِقہِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا۔ اس کا ذکر "تذکرۃ الخواص" میں سبط ابن الجوزی نے کیا ہے اور ابن بطۃ العکبری نے اپنی سند کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے۔

علیؑ مشکل کشاء

خلیفۂ ثانی عمر بن خطاب کے پاس ایک عورت آئی جو انصار کے ایک جوان پر

عاشق تھی اور اُسے چاہتی تھی لیکن مذکورہ جوان نے (زِنا سے) انکار کر دیا تو اس عورت نے مکر کیا اور انڈے کی سفیدی اپنے کپڑوں اور رانوں کے درمیان لگا لی اور خلیفہ کے پاس روتے ہوئے آ کر کہا: اس شخص نے میری عزت پر ہاتھ ڈالا ہے اور مجھے اپنے اہلِ میں رسوا کر دیا ہے۔ اس نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے۔

پس خلیفہ نے عورتوں سے تصدیق چاہی تو عورتوں نے کہہ دیا کہ اس عورت کے بدن اور کپڑوں پر منی کے اثرات ہیں۔ خلیفہ نے نوجوان کو سزا دینے کا ارادہ کر لیا۔

جوان بار بار استغاثہ کرتا تھا اور کہتا تھا: یا امیرالمومنینؑ! (روایت اہلِ سنت کے مطابق) میرے معاملے میں تحقیق کرو خدا کی قسم! میں نے زنا نہیں کیا اور نہ ہی اس فعل کا ارادہ کیا ہے۔ میں نے تو اس کو اپنے آپ سے بہت دُور کیا لیکن یہ خواہ مخواہ مجھ سے لپٹ گئی۔

پس خلیفہ نے کہا: اے ابوالحسنؑ! اس الزام میں آپ کا کیا خیال ہے؟

حضرت علیؑ نے کپڑوں پر سفیدی کے داغ دیکھے اور گرم پانی منگوایا اور سخت گرم پانی ان سفید داغوں پر ڈالا تو وہ سفیدی جم گئی۔ چنانچہ آپؑ نے حکم دیا کہ اس کی بو سونگھی جائے، ذائقہ چکھا گیا تو انڈے کی سفیدی کا علم ہو گیا۔ حضرت علیؑ نے اس عورت کی سخت مذمت کی تو اس نے اعتراف کیا اور اپنی غلطی کی معافی مانگی۔ (الطرق الحکمیۃ لابن القیم، ص ۴۷)

خدا مجھے علیؑ کے بعد باقی نہ رکھے

حنش بن المعتمر سے روایت ہے کہ دو شخص ایک قریشی عورت کے پاس آئے، اسے ایک صد دینار دیے اور کہا کہ یہ امانت ہیں جب ہم اکٹھے آئیں تو واپس کرنا، کسی ایک کو نہ دینا۔ ایک سال کے بعد ایک شخص آیا اور کہا کہ میرا دوسرا دوست مر گیا ہے، لہٰذا وہ دینار مجھے دے دو۔ عورت نے انکار کر دیا۔ اس کے گھر والے بھی اس پر ناراض

ہوئے تو عورت نے وہ دینار اس شخص کو دے دیے۔ ایک سال گزر گیا تو دوسرا شخص آیا اور عورت سے کہنے لگا کہ مجھے دینار دے دو۔

عورت نے کہا: گذشتہ برس تمھارا دوست آیا تھا، اس کا خیال تھا کہ تم مر گئے ہوگے۔ اس نے مجھ سے دینار مانگے تو میں نے دے دیے۔ پس شدید جھگڑا ہوگیا۔ دونوں فریق خلیفۂ ثانی کے پاس فیصلہ کرانے آئے اور اپنا واقعہ سنایا۔ جب خلیفہ اس عورت کے خلاف فیصلہ سنانے لگا تو عورت سے کہا کہ تم صد دینار کی ضامن ہو۔

عورت نے کہا: تجھے خدا کی قسم دیتی ہوں کہ ہمارا فیصلہ حضرت علیؑ سے کراؤ۔ لہٰذا یہ مقدمہ حضرت علیؑ کے سامنے پیش کیا گیا۔ حضرتؑ کو معلوم ہوگیا کہ ان دو مردوں نے عورت سے مکروفریب کیا ہے۔ اس لیے آپؑ نے فرمایا کیا تم نے نہیں کہا تھا کہ دونوں میں سے کسی ایک کو نہ دینا۔ جب تک دوسرا ساتھی نہ ہو؟ مرد نے کہا: ہاں۔ آپؑ نے فرمایا: تمھارا مال ہمارے پاس محفوظ ہے، پہلے اپنے ساتھی کو لے آؤ، تاکہ دونوں کو تمھارے صد دینار واپس کیے جائیں۔

جب خلیفہ کو حضرت علیؑ کے اس طرح فیصلہ کی خبر ہوئی تو اُس نے بے ساختہ کہا: اللہ مجھے اس وقت باقی نہ رکھے، جب علیؑ جیسا مشکل کشا نہ ہو۔

(کتاب الاذکیاء، ص ۱۸۔ اخبار الظراف، ص ۱۹۔ ریاض النضرہ، جلد ۲، ص ۱۹۷۔ ذخائر العقبیٰ، ص ۸۰۔ تذکرہ سبط ابن الجوزی، ص ۸۷، مناقب الخوارزمی، ص ۶۰)

اے ابوالحسنؑ! خدا مجھے اس مشکل کے وقت باقی نہ رکھے جب آپؑ نہ ہوں

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ثانی پر ایک ایسی مشکل آئی کہ وہ اُٹھتا اور بیٹھتا تھا۔ چہرے کا رنگ تبدیل ہوگیا۔ اس نے تمام اصحاب نبیؐ کو جمع کیا اور ان کو یہ مشکل بتائی اور کہا کہ اس مشکل کے بارے میں مشورہ لو۔

تمام صحابیوں نے کہا: اے امیر المومنین! تم ہی ہماری پناہ گاہ اور ملجا ہو۔

پس ثانی غضب ناک ہوا اور کہا کہ اللہ سے ڈرو، اور مناسب بات کرو تا کہ تمھارے اعمال تمھارے لیے صحیح ہوں۔

پھر صحابیوں نے کہا: اے امیر! ہم کس سے پوچھیں؟ تو کہا جو مشکلات کو حل کرتا ہے۔

صحابہ نے کہا: تمھاری مراد علیؑ ابن ابی طالبؑ ہے؟

ثانی نے کہا: ہاں خدا کی قسم! وہی مراد ہیں۔ کیا کوئی ایسی مشکل ہے جو انھوں نے حل نہ کی ہو۔ اُٹھو! ان کے پاس چلیں۔

صحابیوں نے عرض کیا: کیا تم بھی ان کی طرف چلو گے یا وہ تمھارے پاس آئیں گے۔

خلیفہ نے کہا: وہ بنی ہاشم کے چاند اور رسولؐ اللہ کے نفس ہیں اور ان کے پاس رسولؐ اللہ کا علم ہے۔ ہر شخص علم کی طرف جاتا ہے، علم چل کر نہیں آتا۔ اُن کے پاس حکمت ہے۔ پس سب حضرت علیؑ کے پاس آئے۔ وہ دیوار کے ساتھ بیٹھے تھے اور پڑھ رہے تھے: ایحسبُ الانسان اَن یترك سدی ،اس کو بار بار پڑھتے تھے اور رو بھی رہے تھے۔

ثانی نے شریح سے کہا کہ اب وہ بات کرو جو تم نے ہم سے کی ہے۔

شریح نے کہا: ایک فیصلہ پیش ہوا ہے کہ ایک شخص آیا اور کہا کہ ایک شخص نے دو عورتوں سے شادی کی۔ دونوں سے اولاد ہوئی۔ ایک کے ہاں بیٹی اور دوسری کے ہاں بیٹا ہوا۔ لیکن دونوں بیٹے کی دعوے دار ہیں اور لڑکی کا دونوں انکار کرتی ہیں تا کہ میراث سے زیادہ حصّہ ملے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: پھر تم نے کیسے فیصلہ کیا؟

شریح نے کہا: اگر میں فیصلہ کرسکتا تو آپؑ کے پاس ان عورتوں کو کیوں لاتا۔

حضرت علیؑ نے زمین سے مٹی اُٹھائی اور فرمایا: یہ فیصلہ زمین سے تھوڑی سی مٹی اٹھانے سے بھی آسان ہے۔ پھر ایک پیالہ منگوایا اور ایک عورت سے کہا کہ اپنا دودھ اس پیالے میں ڈالو۔ اس عورت نے دودھ ڈالا اور اس کا وزن کیا۔ پھر دوسری عورت کو پیالہ دے کر فرمایا کہ اب تم اپنا دودھ اس میں ڈالو۔ اس نے دودھ ڈالا۔ علی علیہ السلام نے اس کا بھی وزن کیا۔ دوسری عورت کے دودھ کا وزن پہلی عورت کے وزن سے آدھا تھا۔ حضرت علیؑ نے وزنی دودھ والی عورت سے فرمایا: بیٹا تیرا ہے اور دوسری کم وزن دودھ والی عورت سے کہا کہ لڑکی تیری ہے۔

پھر شریح سے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ لڑکی کا دودھ لڑکے والے دودھ سے نصف وزن کا ہوتا ہے؟ لڑکی کی میراث لڑکے سے آدھی ہے اور لڑکی کی عقل لڑکے سے آدھی ہوتی ہے اور لڑکی کی گواہی بھی لڑکے کی گواہی سے آدھی ہوتی ہے۔ اس کی دیت بھی لڑکے کی دیت سے آدھی ہوتی ہے۔ گویا لڑکی ہر چیز میں لڑکے سے آدھی ہوتی ہے۔

اس بات پر خلیفۂ ثانی نے بہت تعجب کیا اور کہا: اے ابوالحسنؑ! خدا مجھے اس مشکل کے لیے زندہ نہ رکھے جس کے حل کے لیے آپؑ نہ ہوں اور خدا مجھے اس شہر میں باقی نہ رکھے جہاں آپ نہ ہوں۔ (کنزالعمال، جلد۳، ص۱۷۹۔ مصباح الظلام للجردانی، ج۲، ص۵۶)

حضرت علیؑ عجیب مولود

سعید ابن جبیر سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب کے پاس ایک عورت آئی جس کا ایک بیٹا تھا لیکن دو بدن، دو پیٹ، چار ہاتھ، دو سر، دو شرم گاہیں رکھتا تھا۔ یہ اُوپر والا حصّہ تھا لیکن نیچے والے حصّہ میں دو رانیں، دو پنڈلیاں، دو ٹانگیں عام لوگوں کی طرح تھیں۔ اس بچے کی ماں نے اس بچے کے باپ سے اس کی میراث طلب کی تھی۔ لہٰذا خلیفۂ ثانی نے اصحاب کو بلا کر مشورہ کیا لیکن کوئی صحیح جواب نہ مل سکا۔ پھر بادلِ نخواستہ حضرت علیؑ کو

بلایا اور مشکل بتائی تا کہ مشکل کشائی ہو۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ عجیب خبر ہے اس عورت کو اس کے بچے کے ساتھ نظر بند کر دو اور ان کے اموال کو محفوظ کر لو اور ان کا ایک خادم مقرر کر دو جو ان پر آسانی سے اخراجات کرے۔

خلیفہ نے ایسا ہی کیا۔ پھر ماں مرگئی اور عجیب الخلقت بچہ جوان ہوگیا۔ اس نے اپنی میراث کا مطالبہ کیا تو حضرت علیؑ نے اس کے لیے فیصلہ کیا کہ اس کے لیے ایک خصی خادم مقرر کیا جائے جو اس کی دونوں شرم گاہوں کی حفاظت کرے۔ پھر جب ایک بدن نے نکاح چاہا تو خلیفہ نے علیؑ کو پیغام بھیجا اور عرض کیا: اب کیا کریں کہ اس لڑکے کے بدن کا ایک حصّہ شہوت کا اظہار کرتا ہے تو دوسرا حصّہ مخالفت کرتا ہے۔ اسی وقت ایک حصّہ جماع چاہا ہے۔

مولا علیؑ نے فرمایا: اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ بہت کریم ہے کہ کسی بندے کو یہ دکھائے کہ اس کا بھائی جماع کر رہا ہے۔ پس تم تاخیر کرو۔ عن قریب اللہ اس کا فیصلہ کر دے گا۔ تین دن کے بعد وہ بدن مرگیا۔ خلیفہ نے پھر اصحاب سے مشورہ کیا تو بعض نے کہا: اس مُردہ بدن کو زندہ بدن سے کاٹ کر غسل و کفن دے کر دفن کر دیا جائے۔

خلیفہ ثانی کو (اصحاب کی) یہ بات پسند نہ آئی کہ مُردہ بدن کی وجہ سے زندہ بدن کو کیوں کاٹ دوں۔

پھر حضرت علیؑ سے رجوع کیا گیا اور عرض کیا گیا کہ فیصلہ کریں۔

حضرتؑ نے فرمایا: یہ تو بہت آسان ہے، اس مُردہ بدن کو غسل و کفن دو اور اپنی ماں کے بیٹے کے نام سے پکارو۔ خادم اسے اٹھائے گا تو بدن کا دوسرا حصّہ تعاون کرے گا (یعنی ساتھ اُٹھے گا)۔ لیکن تین دن کے بعد یہ خشک ہو جائے گا اور جب خشک ہو جائے تو کاٹ دینے سے زندہ متاثر نہ ہوگا۔

میں جانتا ہوں کہ اللہ زندہ کو اس کے بعد تین دن سے زیادہ زندہ نہیں رکھے گا کیوں کہ مُردار کی بدبو اور نحوست اذیت ناک ہوتی ہے۔

پس انھوں نے ایسا ہی کیا تو بدن کا دوسرا حصّہ بھی تین دن کے بعد مر گیا۔

خلیفہ نے کہا: اے فرزندِ ابی طالبؑ! آپ ہمیشہ ہر مشکل کو حل کرنے والے اور حکمت کا مرکز ہیں۔ (کنز العمال، ج ۳، ص ۱۷۹)

قال عمر لعلی لولاك لا فتضحنا

عمر بن خطاب کے دورِ حکومت میں ان کے سامنے بیت اللہ پر لگے ہوئے سونے کا تذکرہ ہوا تو بعض لوگوں نے کہا: اگر یہ سونا مسلمانوں کے لشکر کو مجہز کرنے پر صرف کیا جائے تو بہت بڑا اجر ملے گا۔ بیت اللہ کو سونے کی کیا ضرورت ہے؟

عمر بن خطاب نے ایسا کرنے کا ارادہ کیا تو اُنھوں نے حضرت علیؑ سے سوال کیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: جب قرآن حضرت محمدؐ پر نازل ہوا تو اموال چار ہی تھے:

① اموالِ المسلمین، پس ان کو ورثا میں اپنے مقرر حصوں سے تقسیم کر دیا۔

② اموالِ غنیمت، جو مستحقین میں تقسیم کیے جاتے ہیں۔

③ خمس کے اموال تو ان کے اپنے مصارف ہیں۔

④ صدقات کا اپنا مقام ہے۔

ان اموال کے وقت کعبہ پر لگا سونا وغیرہ موجود تھا لیکن اللہ نے ان اموال بیت اللہ کو چھوڑ دیا اور بھول کر نہیں چھوڑا اور نہ یہ اللہ سے مخفی تھے، پس تم انھیں وہاں ہی رکھو جہاں اللہ اور رسولؐ اللہ نے رکھا تھا۔

عمر بن خطاب نے فوراً کہا: یا علیؑ! اگر آپؑ نہ ہوتے تو آج ہم شرمندہ اور ذلیل ہو جاتے۔ پھر بیت اللہ سے سونا اُتارنے کا ارادہ ہمیشہ کے لیے ترک کر دیا۔

علیؑ اور نجران کا پادری

جناب عمر بن خطاب کی حکومت کے ابتدائی ایام میں نجران کا پادری آیا اور کہا: اے امیرؓ! ہماری زمین برفانی ہے، بہت کم فصل دیتی ہے، لشکرکشی برداشت نہیں ہوسکتی، لہٰذا زمینوں کے ٹیکس ہر سال آپ کو دینے کی ضمانت دیتا ہوں۔ عمر نے اس کو ضامن بنادیا۔ وہ ہر سال اراضی کا ٹیکس لاتا تھا اور خلیفہ وصولی کی رسید لکھ دیتا تھا۔

ایک مرتبہ جب پادری آیا تو اس کے ساتھ ایک جماعت تھی۔ ان میں بزرگ، خوب صورت ذی رعب شخصیتیں تھیں۔ پس عمر نے ان کو خدا، رسولؐ اور کتابِ خدا کی طرف دعوت دی اور اسلام کی فضیلت کی اشیا کا تذکرہ کیا اور مسلمانوں کو جو نعمتیں اور کرامتیں حاصل ہوں گی اُس کا ذکر کیا۔

اس پر پادری نے کہا: اے عمر! کیا تم اپنے قرآن میں یہ پڑھتے ہو کہ جنّة عرضها كعرض السماء والارض کہ جنت کی وسعت تو زمین وآسمان جیسی ہے تو پھر جہنّم کہاں ہوگا؟

عمر خاموش ہوگیا اور حضرت علیؑ سے عرض کیا: آپؑ اس پادری کو جواب دیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: اے پادری! میں جواب دیتا ہوں کہ جب دن آتا ہے تو رات کہاں چلی جاتی ہے اور جب رات آتی ہے تو دن کہاں چلا جاتا ہے؟

پادری نے کہا: اے عمر! یہ جوان شخص کون ہے، مجھے تو آج تک کسی نے ایسا جواب نہیں دیا۔

عمر نے کہا: یہ دامادِ رسولِ اکرمؐ علی بن ابی طالبؑ، رسولؐ کے چچا کے بیٹے بھائی اور حسنؑ و حسینؑ کے باپ ہیں۔

پادری نے کہا: اے عمر! مجھے یہ بتاؤ کہ وہ کون سی زمین کا ٹکڑا ہے جس پر سورج صرف ایک بار چمکا، نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد کبھی چمکا؟

جناب عمر نے کہا کہ اس جوان سے پوچھو تو پادری نے حضرت علیؑ سے پوچھا۔

حضرتؑ نے فرمایا: یہ وہ دریا ہے جو بنی اسرائیل کے لیے خشک ہوا تھا۔ اس وقت اس خشک زمین پر سورج چمکا پھر کبھی اس کے بعد چمکا اور نہ پہلے چمکا تھا۔

پھر پادری نے کہا: وہ کیا چیز ہے جو لوگوں کے ہاتھوں میں جنتی پھولوں کے مشابہ ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: وہ قرآن ہے جو تمام اہلِ دنیا کے پاس ہے اور تمام لوگ اس قرآن سے اپنی حاجات پوری کرتے ہیں اور اس سے کچھ بھی کم نہیں ہوتا، جنتی پھل بھی ایسے ہوں گے کہ استعمال کے باوجود کبھی کم نہ ہوں گے۔ پادری نے فوراً کہا: آپؑ نے سچ فرمایا۔

پھر پوچھا: کیا آسمانوں کا قفل ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ہاں، خدا سے شرک قفلِ افلاک ہے۔

پادری نے کہا: اس قفل کی کنجی کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ کنجی ہے کہ اس کلمہ سے عرش تک کوئی حجاب اور پردہ نہیں۔ پادری نے فوراً کہا: آپؑ سچے ہیں۔

پھر پوچھا: وہ پہلا خون جو زمین پر بہایا گیا وہ کس کا خون تھا؟

آپؑ نے فرمایا: ہم وہ نہیں کہتے جو تم کہتے ہو کہ چمگادڑ کا خون گرا بلکہ جنابِ حواؑ کا حضرت ہابیل کی ولادت کے وقت گرنے والا خون پہلا خون ہے۔

آپؑ نے پادری نے کہا: آپؑ نے سچ فرمایا۔ اور اب صرف ایک مسئلہ باقی ہے جس کا جواب دو کہ اللہ کہاں ہے؟

اس پر حضرت عمر غضب ناک ہوئے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: اس کا جواب میں دیتا ہوں۔ ہم رسولؐ اللہ کے پاس تھے کہ حضوؐر پر فرشتہ آیا اور سلام کیا تو رسولؐ پاک نے

اس سے پوچھا کہ تو کہاں سے آیا ہے؟ فرشتے نے کہا: ساتویں آسمان سے اپنے رب کی طرف سے آ رہا ہوں۔ پھر اور فرشتہ آیا تو اس سے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا: ساتویں زمین سے اپنے رب کی طرف سے آیا ہوں۔ پھر تیسرا فرشتہ آیا جو مشرق سے اور چوتھا فرشتہ مغرب سے آیا۔ دونوں نے یہی جواب دیا۔ پس اللہ تعالیٰ یہاں ہے، وہاں ہے، آسمانوں میں ہے، زمین میں ہے اور ہر جگہ ہے۔ (شرح سورۂ ھل اَتٰی، حافظ عاصمی)

بادشاہِ روم کے سوالات اور حضرت علیؑ

احمد بن حنبل نے "فضائل" میں ابن المسیب سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر اکثر کہا کرتے تھے کہ میں اللہ سے اس مشکل سے پناہ چاہتا ہوں جس کے حل کے لیے حضرت ابوالحسنؑ نہ ہوں۔

ابن مسیّب کہتا ہے کہ اس قولِ عمر کی وجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک دفعہ رومی بادشاہ نے عمر کو خط لکھا اور چند سوالات کیے۔ تو عمر نے وہ سوالات صحابہ کے سامنے پیش کیے۔ کسی نے جواب نہ دیا تو پھر یہ سوالات حضرت علیؑ سے پوچھے گئے۔ اُنھوں نے بہت جلدی اور بہترین جواب عطا فرمائے۔

سوالات پر مشتمل خط کی تحریر کچھ یوں تھی:

من قیصر ملك بنی الاصفر الی عمر خلیفة المسلمین!

امابعد! میرے چند سوالات ہیں، ان کے جواب دو۔

(۱) ما شیٔ لم یخلقه اللّٰه؟

وہ کون سی چیز ہے جسے خدا نے پیدا نہیں کیا؟

(۲) وما شیٔ لم یعلمه اللّٰه؟

وہ کون سی چیز ہے جو اللہ نہیں جانتا؟

③ وما شیئ لیس عنداللہ؟

وہ کون سی چیز ہے جو اللہ کے پاس نہیں ہے؟

④ وما شیئ کلہ فم؟

وہ کون سی چیز ہے جو تمام کا تمام منہ ہے؟

⑤ وما شیئ کلہ رجل؟

وہ کون سی چیز ہے جو تمام کی تمام چلتی رہتی ہے؟

⑥ وما شیئ کلہ عین؟

وہ کون سی چیز ہے جو تمام کی تمام آنکھ ہے؟

⑦ وما شیئ کلہ جناح؟

وہ کون سی چیز ہے جو تمام کی تمام پَر ہے؟

⑧ وعن رجل لا عشیرۃ لہ؟

وہ کون سا شخص ہے جس کا کوئی قبیلہ اور خاندان نہیں؟

⑨ وعن اربعۃ لم تحمل بھم رحم؟

وہ چار کون سی چیزیں ہیں جو رحم میں نہ تھیں؟

⑩ وعن شیئ یتنفس ولیس فیہ روح؟

وہ کون سی چیز ہے جو سانس لیتی ہے لیکن اس میں روح نہیں ہے؟

⑪ وعن صوت الناقوس ماذا یقول؟

نقارہ کی آواز کیا کہتی ہے؟

⑫ وعن شجرۃ یسیر الراکب فی ظلھا مائہ عام لا یقطعھا ما مثلھا فی الدنیا؟

وہ کون سا درخت ہے کہ جس کے سایہ میں کوئی ایک سو سال تک چلتا

رہے تو اس کا سایہ ختم نہ ہوگا، دنیا میں اس کی مثال کیا ہے؟

﴿۱۳﴾ وعن مکان لم تطلع فی الشمس الا مرة واحدة؟

وہ کون سی زمین ہے جہاں سورج نے ایک دفعہ اپنی روشنی اور گرمی ڈالی؟

﴿۱۴﴾ وعن شجرة نبتت من غیر ماء؟

وہ کون سا درخت ہے جو بغیر پانی کے پیدا ہوا؟

﴿۱۵﴾ وعن اهل الجنة فانهم یأکلون ویشربون ولا یتغوطون ولا یبولون ما مثلهم فی الدنیا؟

وہ کون سے اہلِ جنت ہوں گے جو کھائیں گے، پئیں گے، لیکن پیشاب و پاخانہ نہ کریں گے؟

﴿۱۶﴾ وعن موائد الجنة فان علیها القصاع فی کل قصعة الوان لا یخلط بعضها ببعض ما مثلها فی الدنیا؟

جنت میں ایک برتن میں کئی رنگ کے مشروب ہوں گے اور رنگ مخلوط نہ ہوں گے اس کی دنیا میں کوئی مثال دیں؟

﴿۱۷﴾ وعن جاریة تخرج من تفاحة فی الجنة ولا ینقص منها شئ

جنت میں کون سی لڑکی ہے جو سیب سے نکلے گی اور سیب بھی کم نہ ہوگا؟

﴿۱۸﴾ وعن جاریة تکون فی الدنیا لرجلین وهی فی الآخرة لواحد؟

وہ کون سی لڑکی ہے جو دنیا میں دو مردوں کے لیے ہے اور آخرت میں صرف ایک کے لیے ہوگی؟

﴿۱۹﴾ وعن مفاتیح الجنة ما هی؟

جنت کی کنجیاں کون سی ہیں؟

حضرت علیؑ نے خط پڑھا اور فوری طور پر اس کے پیچھے یہ جواب تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اما بعد! اے بادشاہ! تمھارا خط پڑھا ہے، اللہ کی مدد اور توفیق اور اپنے رسول اکرمؐ کی برکت سے جواب حاضر ہیں:

① وہ شے جسے اللہ نے پیدا نہیں کیا وہ قرآن ہے کیوں کہ یہ اللہ کا کلام اور صفت ہے۔ جس طرح وہ ذات قدیم ہے تو اس کی صفات بھی قدیم ہیں۔

② وہ شے جسے اللہ نہیں جانتا وہ تمھارا (یہ) قول کہ اللہ کی اولاد، بیوی اور شریک ہے، حالاں کہ نہ اللہ کی اولاد ہے اور نہ اس کا کوئی شریک ہے۔ وہ لم یلد ولم یولد ہے۔

③ وہ شے جو اللہ کے پاس نہیں وہ ظلم ہے۔ وما ربك بظلام للعبید۔

④ وہ شے جو تمام کی تمام منھ ہے وہ آگ ہے جو ہر چیز کو کھا جاتی ہے۔

⑤ وہ شے جو چلتی رہتی ہے وہ پانی ہے۔

⑥ وہ شے جو مکمل آنکھ ہے وہ سورج ہے۔

⑦ وہ شے جو مکمل پَر ہے وہ ہوا ہے۔

⑧ جس کا کوئی قبیلہ اور خاندان نہیں وہ آدم علیہ السلام ہیں۔

⑨ وہ چار چیزیں جو کسی رحم میں پیدا نہیں ہوئیں وہ حضرت موسیٰؑ کا عصا، ابراہیمؑ کا دُنبہ، حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ ہیں۔

⑩ وہ چیز جو سانس لیتی ہے لیکن اس میں روح نہیں وہ صبح ہے جیسے خدا فرماتا ہے: والصبح اذا تنفس۔

⑪ نقارے کی آواز طقاً طقاً، حقًا حقًا، مهلًا مهلًا، قرنًا قرنًا، صدقًا صدقًا ہوتی ہے، یعنی اس دنیا نے ہمیں دھوکا دیا ہے اور برباد کر دیا ہے۔ ہر دن گزر

جانے والا آخرت کے قریب کرتا جاتا ہے۔ یہ دنیا قرن قرن ہو کر ختم ہو رہی ہے۔

⑫ وہ مکان جہاں سورج ایک دفعہ چمکا وہ سمندر کی زمین ہے جس پر موسیٰؑ نے عصا مارا اور سمندر کا پانی دو طرف رُک گیا۔ زمین پر سورج چمکا اور وہ خشک ہو گئی۔ جس سے بنی اسرائیل گزر گئے۔ پھر وہاں پانی جاری ہو گیا۔

⑬ وہ درخت جس کے سایہ میں ایک سو سال چلنے والا اس کے سایہ کو عبور نہیں کر سکے گا، شجرۂ طوبیٰ ہے جو ساتویں آسمان میں سدرۃ المنتہیٰ پر ہے اور تمام اعمال بنی آدمؑ اس تک جاتے ہیں۔ اور یہ جنت کے درختوں میں سے ایک ہے اور جنت میں کوئی ایسا محل اور گھر نہ ہوگا جس میں اس درخت کی شاخ نہ ہوگی اور اس کی مثال دنیا میں وہ سورج ہے کہ وہ ایک ہے لیکن اس کی روشنی ہر مکان پر جاتی ہے۔

⑭ وہ درخت جو بغیر پانی کے پیدا ہوا، یونس نبیؑ کے لیے پیدا ہونے والا پودا ہے جو ان کے لیے معجزہ تھا جیسا کہ خدا نے فرمایا: وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ

⑮ اہلِ جنت کی غذا اور اس کی دنیاوی مثال جنین کی غذا ہے کہ جو بطنِ مادر میں اپنی ناف سے غذا لیتا ہے اور پیشاب پاخانہ نہیں کرتا۔

⑯ ایک برتن میں مختلف رنگوں کے مخلوط نہ ہونے کی دنیاوی مثال انڈا ہے جس میں دو رنگ سفیدی اور زردی ہوتے ہیں اور وہ مخلوط نہیں ہوتے۔

⑰ وہ لڑکی جو سیب سے نکلے گی اس کی دنیاوی مثال یہ ہے کہ سیب سے خوشبو نکلتی رہتی ہے لیکن اس میں تبدیلی نہیں آتی۔

⑱ وہ لڑکی جو دنیا میں دو مردوں کے پاس ہوگی اور آخرت میں ایک کے پاس ہوگی تو وہ کھجور کا درخت ہے جو دنیا میں مجھ جیسے مومن کے لیے بھی ہے اور تم جیسے کافر

کے لیے بھی ہے لیکن یہی کھجور کا درخت آخرت میں صرف میرے لیے ہوگا کیوں کہ یہ جنتی درخت ہے اور تم جنت میں نہیں جاؤ گے۔

⑲ باقی رہا جنت کی کنجیوں کے متعلق سوال تو وہ کنجیاں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (بعض روایات میں علی ولی اللہ کو جنت کی کنجی قرار دیا گیا ہے۔ از مترجم)

ابن میسیب کا کہنا ہے: جب قیصر روم نے خط پڑھا تو کہا کہ یہ کلام سوائے نبوت کے گھرانے کے اور کوئی نہیں لکھ سکتا۔ پھر پوچھا کہ یہ جواب کس نے لکھے ہیں؟ تو اس کو بتایا گیا کہ یہ رسولؐ اسلام کے ابن عم حضرت علیؑ نے لکھے ہیں۔

اس لیے قیصر روم نے حضرت علیؑ کو یوں خط لکھا:

اما بعد! آپؑ کے جوابات پر مشتمل خط پڑھا اور میں جان گیا کہ آپؑ نبوت کی اہلِ بیتؑ اور رسالت کی کان سے ہیں۔ آپؑ کی شجاعت اور آپؑ کے علم کی تعریفیں دنیا میں مشہور ہیں، لہٰذا اب ذرا اس روح کے متعلق وضاحت کر دیں جس کا آپؑ لوگوں کے قرآن میں یوں ذکر ہے:

وَ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ

تا کہ میں آپؑ کے مذہب سے اچھی طرح آگاہ ہوسکوں۔

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے جواب لکھا:

اما بعد! روح ایک لطیف نکتہ ہے اور شریف روشنی ہے اور یہ خدا کی اپنی صفت ہے اور اس کی اپنی مرضی ومنشا کے مطابق ہے۔ جسے خدا نے اپنے ملکی خزانوں سے نکالا ہے اور اپنی قدرت کے تحت ساکن کیا ہے۔

یہ روح اللہ کے پاس تیرے لیے ایک واسطہ اور سبب ہے اور اللہ کے لیے تیرے پاس امانت ہے۔ پس جب تو اللہ سے اپنی چیز لیتا ہے تو اللہ بھی تجھ سے اپنی چیز لے لیتا ہے۔ والسلام! (شرح سورۂ ھل اتی، حافظ عاصمی۔ تذکرۂ خواص الامہ سبط بن

الجوزی حنفی، ص ۸۷)

جنابِ عمر کا اعتراف برائے علیؑ

ابن اذینہ العبدی کہتے ہیں کہ میں عمر کے پاس آیا اور پوچھا کہ عمرے کا احرام کہاں سے باندھوں؟

عمر نے کہا: علیؑ کے پاس جاؤ اور ان سے مسئلہ پوچھو۔ پس میں علیؑ کے پاس آیا اور پوچھا تو حضرت علیؑ نے فرمایا:

جہاں سے تو نے سفر شروع کیا ہے یعنی اپنی زمین کے میقات سے۔ پھر میں عمر کے پاس آیا اور حضرت علیؑ کے جواب سے آگاہ کیا تو انھوں نے کہا: میں بھی وہی کہتا ہوں جو تجھے ابن ابی طالبؑ نے بتایا ہے۔ (المحلی، ج ۷، ص ۷۶، ابن حزم۔ ریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۹۵، ذخائر العقبیٰ، ص ۷۹)

مدینے کا ایک یہودی اور حضرت علیؑ

ابی طفیل سے مروی ہے کہ میں ابوبکر کی نماز (کے دوران میں) میں حاضر ہوا۔ پھر ہم نے عمر بن خطاب پر اجتماع کیا اور ان کی بیعت کی اور چند دن وہاں ٹھہرے۔ مسجد اور عمر کی طرف آتے جاتے رہے حتیٰ کہ لوگوں نے عمر کو امیر المومنینؑ کہنا شروع کر دیا۔ ایک مرتبہ ہم ان کے پاس بیٹھے تھے کہ مدینہ کے یہودیوں سے ایک یہودی آیا (یہودی لوگ خیال کرتے تھے کہ یہ یہودی جنابِ ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے بھائی کی اولاد سے ہیں) اور عمر کے پاس کھڑا ہوا اور کہا:

اے امیر! تم میں سے اپنے نبیؐ اور نبیؐ کی کتاب کا سب سے اعلم کون ہے تاکہ میں اس سے کچھ سوال کروں؟

عمر نے اسے حضرت علیؑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: یہ علیؑ بھی ہمارے نبیؐ

اور ان کی کتاب کے اَعلم ہیں۔ یہودی نے حضرت علیؑ سے کہا: میں آپؑ سے تین تین اور ایک سوال کرتا ہوں۔

حضرتؑ نے فرمایا: تو یہ کیوں نہیں کہتا کہ میں سات سوال کرتا ہوں۔ یہودی نے کہا: میں آپؑ سے تین اور تین کا سوال کروں گا، اگر آپؑ نے پہلے تینوں کے جواب صحیح عطا کیے تو صرف ایک سوال کروں گا اور اگر پہلے تین سوالات کا جواب ہی غلط ہوا تو پھر کوئی بھی سوال نہ کروں گا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: سوالات کے جواب کی صحت اور غلطی کا تمھارے نزدیک کیا معیار ہے؟

یہودی نے اپنی بغل سے کتاب نکالی اور کہا: یہ کتاب مجھے اپنے آبا و اجداد سے ورثہ میں ملی ہے، جو حضرت موسٰیؑ کا اِملا اور حضرت ہارونؑ کی تحریر ہے اور اس میں وہ تمام صفات موجود ہیں جو میں آپؑ سے ابھی پوچھنا چاہتا ہوں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: تمھیں خدا کی قسم اگر تمھاری کتاب کے مطابق جواب صحیح دوں تو انھیں تسلیم کر لینا۔

یہودی نے کہا: اگر آپؑ نے جواب صحیح دیے تو ابھی آپؑ کے ہاتھ پر اسلام قبول کروں گا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: پوچھو جو پوچھنا چاہتے ہو؟

یہودی نے کہا: وہ کون سا پتھر ہے جو زمین پر رکھا گیا؟

وہ کون سا پہلا درخت ہے جو زمین پر اُگا؟

وہ کون سا پہلا چشمہ ہے جو زمین پر جاری ہوا؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: اے یہودی! پہلا پتھر جو زمین پر آیا اس کے بارے میں یہودیوں کا خیال ہے کہ وہ بیت المقدس کا پتھر ہے جب کہ یہ غلط ہے۔ حقیقت میں پہلا

پتھر حجراسود ہے جو حضرت آدمؑ جنت سے اپنے ساتھ لائے تھے اور بیت اللہ کے ایک کونے پر رکھ دیا تھا۔ لوگ اسے مَس کرتے ہیں، چومتے ہیں اور یوں عالمِ میثاق میں جو عہد اللہ سے کیا، اُس کی تجدید کرتے ہیں۔

یہودی نے کہا: میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ آپؑ نے سچ فرمایا ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: پہلا درخت جو زمین پر اُگا تو یہودیوں کا خیال ہے کہ وہ زیتون ہے جب کہ یہ غلط ہے کیوں کہ پہلا درخت عجوہ کھجور ہے جو آدمؑ جنت سے لائے تھے اور کھجور کی اصل یہی عجوہ ہے۔

یہودی نے کہا: خدا گواہ ہے آپؑ نے سچ فرمایا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: وہ پہلا چشمہ جو زمین پر جاری ہوا، یہودیوں کے خیال میں بیت المقدس کے نیچے سے نکلا جب کہ یہ غلط ہے بلکہ پہلا چشمۂ زندگی جو جاری ہوا وہ حضرت موسیٰؑ اور اُن کے صحابی کے سامنے ہوا۔ جب چشمے کا پانی وہاں موجود ایک مچھلی سے مَس ہوا تو وہ زندہ ہوگئی اور پانی میں چلی گئی۔ حضرت موسیٰؑ اور ان کے صحابی نے اس مچھلی کی اتباع کی اور جناب خضرؑ تک پہنچ گئے۔

یہودی نے کہا: خدا آپؑ کی صداقت کا گواہ ہے۔

پھر حضرت علیؑ نے فرمایا: اب جو پوچھنا ہے پوچھو۔

یہودی نے پوچھا: حضرت محمد مصطفیٰؐ کا جنت میں کون سا مقام ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: حضرت محمد مصطفیٰؐ کا جنت میں مقام جنتِ عدن ہے جو تمام جنتوں کے درمیان (یعنی مرکزِ جنان) ہے اور عرشِ الٰہی کے سب سے زیادہ قریب ہے۔

یہودی نے کہا: خداہ گواہ ہے کہ آپؑ سچے ہیں۔

پھر حضرت علیؑ نے فرمایا: اور پوچھو۔

یہودی نے کہا: حضرت محمد مصطفیٰؐ کے وصی کے بارے میں بتاؤ کہ وہ ان کے بعد

کتنا عرصہ زندہ رہیں گے؟ کیا وہ طبعی وفات سے فوت ہوں گے یا شہادت پائیں گے؟

حضرتؑ نے فرمایا: اے یہودی! حضرت محمد مصطفیٰؐ کا وصی ان کے بعد تیس سال تک زندہ رہے گا، پھر اس کی ڈاڑھی اپنے سر کے خون سے رنگین ہوگی، حضرتؑ نے اپنے سر اور ڈاڑھی کی طرف اشارہ کیا۔

اس وقت یہودی نے اُچھل کر کہا: آپؑ سچے ہیں، اب میں کلمہ پڑھتا ہوں:

اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمدا رسول اللّٰہ۔

اس حدیث میں عمر کی طرف سے علیؑ کے بارے میں نص ہے کہ علومِ نبیؐ اور کتابِ نبیؐ کے اَعلم پوری اُمت میں علیؑ ہیں۔

ہمارا شیعہ کہتا ہے کہ عمر نے حضرت علیؑ کو علی الاطلاق اعلمِ اُمت قرار دیا ہے البتہ ابوبکر کے بعد، تو عمر خود بھی اُمت میں شامل ہیں اور ہر شخص اپنے آپ کو اچھی طرح جانتا ہے۔

چور کی سزا اور علیؑ

عبدالرحمٰن بن عائذ سے مروی ہے کہ عمر بن خطاب کے پاس ایک شخص کو لایا گیا، جو پہلے ہی کسی چوری کی سزا میں ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کٹوا چکا تھا۔ اب پھر عمر نے حکم دیا کہ اس کا پاؤں کاٹ دیا جائے تو حضرت علیؑ نے فرمایا: فرمانِ خدا ہے:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ (المائدہ، آیہ ۳۳)

اس شخص کا پہلے پاؤں کٹا ہوا ہے اب دوسرا پاؤں کاٹ کر اسے اپاہج کرنا چاہتے ہو؟ یہ چلنے سے عاجز ہو جائے گا! اسے چھوڑ دو، حد جاری نہ کرو اس پر تعزیر لگاؤ یا جیل میں ڈال دو۔

حضرت عمر نے کہا: اسے جیل میں ڈال دو۔ (سنن الکبریٰ بیہقی، ج ۸، ص ۲۷۴ و کنز العمال، ج ۳، ص ۱۱۸)

حضرت علیؑ کا حضرت عمر کے خلاف فیصلہ

انس بن مالک کی روایت ہے کہ ایک دیہاتی اپنا اُونٹ بیچنے کے لیے شہر میں آیا۔ عمر اس کے پاس آئے اور سودے بازی کرنے لگے۔ وہ اُونٹ کو پاؤں مارتے تھے تاکہ وہ اُٹھے اور وہ اس کا اُٹھنا دیکھ سکیں۔

دیہاتی نے کہا: میرے اُونٹ سے دُور ہو جاؤ اور اسے تنگ نہ کرو، لَا اَبَاً لَکَ۔ عمر برابر اس کو تنگ کرتے رہے تو دیہاتی نے کہا: مجھے لگتا ہے کہ تم بُرے آدمی ہو، بالآخر سودا ہو گیا۔

عمر نے کہا: اسے پانی پلاؤ اور قیمت لو۔

دیہاتی نے کہا: اس کی مُہار اور پالان اُتاروں گا پھر (قیمت لوں گا اور) اُونٹ دوں گا۔

عمر نے کہا: میں نے اُونٹ ان چیزوں سمیت خریدا ہے۔

دیہاتی نے کہا: تم تو بہت بُرے شخص ہو، دونوں کی تلخ کلامی ہو گئی کہ اچانک حضرت امیر المومنینؑ کا وہاں سے گزر ہوا۔ دونوں نے حضرتؑ کو اپنا ثالث مان لیا اور اپنا ماجرا بیان کیا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: اے عمر! کیا اُونٹ خریدتے وقت تم نے ان چیزوں کی شرط لگائی تھی؟

حضرت عمر نے کہا: نہیں، تو مولاؑ نے فرمایا: یہ چیزیں اُونٹ کو اچھے بھاؤ بیچنے کے لیے پہنائی جاتی ہیں۔ اُونٹ میں شامل نہیں ہوتیں۔ پس دیہاتی نے اُونٹ کی مُہار، پالان، ہار، گھنٹی وغیرہ تار کر اُونٹ حضرت عمر کے حوالے کر دیا اور قیمت وصول کر لی۔
(کنز العمال، ج ۲، ص ۲۲۱)

خدا حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کو اس دیہاتی کے سلسلے میں جزائے خیر دے

کہ آپؑ نے اس کے لیے ہار، پالان اور دیگر سامان کو محفوظ رکھا اور بغیر ان کی قیمت کے نہ جانے دیا اور اس کی مشکل حل کی۔ مشکل کا حل کرنا حقیقی خلیفہ (ہی) کا کام ہوتا ہے۔

یہودی دانش مندوں کو حضرت علیؑ کے جوابات

جب عمر بن خطاب خلیفہ بن گئے تو یہودیوں کے علما عمر کے پاس آئے اور کہا: اے عمر! آپ محمد مصطفیٰؐ کے بعد ولی الامر اور ان کے صحابی ہیں، اس لیے ہم آپ سے کچھ سوالات کرنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ نے (صحیح) جواب دے دیے تو ہم سمجھ جائیں گے کہ اسلام حق ہے اور محمد مصطفیٰؐ سچے نبیؐ تھے۔ اور اگر جواب صحیح نہ دیے تو ہم سمجھیں گے آپ لوگوں کا اسلام باطل ہے اور محمد مصطفیٰؐ نبی برحق نہ تھے۔

عمر نے کہا: جو پوچھنا ہے پوچھو۔

یہودی علما نے کہا:

① ہمیں بتاؤ کہ آسمانوں کے قفل (تالے) کون سے ہیں؟

② اور بتاؤ کہ ان تالوں کی کنجیاں کون سی ہیں؟

③ وہ کون سی قبر ہے جو اپنے مدفون کے ساتھ چلی تھی؟

④ وہ کون ہے جس نے اپنی قوم کو ڈرایا، حالاں کہ وہ جن تھا اور نہ انسان؟

⑤ وہ کون سی پانچ چیزیں ہیں جو زمین پر چلیں لیکن رحم سے نہیں نکلیں۔

⑥ بٹیر یا تیتر اپنی صبح کی آواز میں کیا کہتا ہے؟

⑦ مرغ صبح کے وقت اپنی آواز میں کیا کہتا ہے؟

⑧ گھوڑا اپنی ہنہناہٹ میں کیا کہتا ہے؟

⑨ جونک رینگتے ہوئے کیا کہتی ہے؟

⑩ گدھا اپنے ہینگنے میں کیا کہتا ہے؟

⑪ فاختہ اپنی صدا میں کیا کہتا ہے؟

راوی کہتا ہے کہ حضرت عمر نے سوالات سنتے ہی اپنے سر کو زمین کی طرف جھکا لیا اور کہا: عمر کے لیے یہ کوئی عیب کی بات نہیں ہے کہ جو نہیں جانتا وہ کہہ دیتا ہے کہ میں نہیں جانتا۔

اس پر یہودی بڑے زور سے بولے کہ بس معلوم ہوگیا ہے کہ محمدؐ نبی نہ تھے اور اسلام ایک باطل دین ہے۔

اس وقت سلمان فارسیؓ خاموش نہ رہ سکے اور یہودیوں سے کہا: تھوڑی دیر رُک جاؤ۔

پھر سلمان حضرت علیؑ کے پاس گئے اور عرض کیا: اے ابوالحسنؑ! اسلام کی فریادرسی کریں۔

حضرتؑ نے فرمایا: سلمانؓ! کیا بات ہے؟

سلمان فارسیؓ نے سارا واقعہ سنایا تو حضرت علیؑ نے جناب رسولؐ خدا کی عبا پہنی اور مسجد میں آئے۔ جب عمر کی نظر حضرت علیؑ پر پڑی تو جلدی سے اُٹھ کر حضرت کو گلے لگایا اور عرض کیا: اے ابوالحسنؑ! آپ کو ہر مشکل اور پریشانی کے وقت پکارا جاتا ہے۔

پھر حضرت علیؑ نے یہودیوں سے کہا کہ اب جو پوچھنا ہے پوچھو۔ کیوں کہ مجھے نبی مصطفیؐ نے علم کا ہزار باب تعلیم دیا ہے اور پھر میں نے محنت کر کے ایک ایک باب سے ہزار ہزار بابِ علم کا نکالا ہے۔ تم جو پوچھو میں بتاؤں گا۔ البتہ یہ شرط ہے کہ اگر میں جواب صحیح دوں جو تمھاری تورات میں (بھی) لکھے ہوئے ہیں تو تم ہمارا دین قبول کر لو گے اور ایمان لے آؤ گے۔ یہودیوں نے یہ شرط مان لی۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: اب ایک ایک سوال کا جواب پوچھتے جاؤ۔

یہودیوں نے کہا: آسمانوں کے قفل (تالے) کون سے ہیں؟

فرمایا: آسمانوں کے قفل (تالے) شرک باللہ ہیں، کیوں کہ جب غلام اور کنیز

مشرک ہوں تو ان کا کوئی عمل اُوپر نہیں جاتا۔

یہودیوں نے کہا: آسمانوں کے تالوں کی کنجیاں کون سی ہیں؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: کلمہ لا الٰہ الا اللّٰہ ومحمد عبدہ ورسولہ۔

یہودیوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر کہا: یہ اس جوان نے سچ کہا ہے۔

پھر یہودیوں نے کہا: وہ کون سی قبر ہے جو صاحبِ قبر کے ساتھ چلتی رہی؟

تو حضرتؑ نے فرمایا: وہ قبر وہ مچھلی ہے جو حضرت یونس بن متی کو نگل گئی اور یونس کو اپنے بطن میں لیے ہوئے سات سمندروں میں پھرتی رہی۔

پھر یہودیوں نے کہا: وہ کون ہے کہ جس نے اپنی قوم کو ڈرایا مگر نہ وہ جن تھا نہ انسان؟

آپؑ نے فرمایا کہ وہ سلیمانؑ بن داؤد کے تخت کو دیکھ کر چیونٹی اپنی قوم کو ان الفاظ کے ذریعے ڈرا رہی تھی: اے چیونٹیو! اپنے بلّوں میں گھس جاؤ، کہیں سلیمانؑ اور اس کا لشکر تمھیں روند نہ ڈالے۔

پھر یہودیوں نے کہا: وہ پانچ کون سی چیزیں ہیں جو زمین پر چلتی رہیں لیکن کسی رحم سے پیدا نہ ہوئی تھیں۔

آپؑ نے فرمایا: وہ آدمؑ، حواؑ، جنابِ صالحؑ کی اُونٹنی، حضرت ابراہیمؑ کے لیے منٰی میں آنے والا دُنبہ اور حضرت موسیٰؑ کا عصا ہیں۔

پھر یہودیوں نے کہا: بٹیر یا تیتر اپنی زبان میں صبح کو کیا کہتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: الرحمٰن علی العرش استوٰی۔

پھر یہودیوں نے کہا: مرغ اپنی آواز میں کیا کہتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: مرغ یہ آواز دیتا ہے کہ اے غافلو! اُٹھو اور ذکرِ خدا کرو۔

پھر یہودیوں نے کہا: گھوڑا اپنی ہنہناہٹ میں کیا کہتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جب مومن کافروں کی طرف جہاد کے لیے نکلیں تو یہ کہتا ہے:
اے اللہ! اپنے مومن بندوں کی کافروں کے خلاف مدد فرما۔

پھر یہودیوں نے کہا: گدھا اپنے ہینگنے میں کیا کہتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ کہتا ہے کہ سب پر اللہ کی لعنت ہو اور شیطان کو دیکھتے ہی ہینگتا ہے۔

پھر یہودیوں نے کہا: جونک اپنی سانس میں کیا کہتی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ کہتی ہے کہ میں اپنے اس معبود رب کی تسبیح پڑھتی ہوں جس کی تسبیح سمندر کی گہرائیوں میں (بھی) کی جاتی ہے۔

پھر یہودیوں نے کہا: فاختہ اپنی غُوں غُوں میں کیا کہتی ہے؟

آپؑ نے فرمایا کہ وہ کہتی ہے: اے میرے اللہ! دشمنانِ محمدؐ و آلِ محمدؐ پر لعنت فرما۔

یہودی تین شخص تھے۔ ان میں دو نے (فوراً) پڑھا: اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وان محمداً رسولؐ اللّٰہ۔

تیسرا یہودی عالم جلدی سے اُٹھا اور کہنے لگا: یا علیؑ! میرے دو ساتھیوں کے دل میں ایمان و تصدیق داخل ہو گئے ہیں لیکن مجھے ایک سوال اور کرنا ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا: وہ بھی پوچھ لو۔

یہودی نے کہا: وہ کون سی قوم ہے جو ابتدائی زمانے میں تین سو نو سال تک مر گئی تھی اور پھر اللہ نے ان کو زندہ کیا، ان کا واقعہ کیا ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: اے یہودی! یہ اصحابِ کہف ہیں۔ جو ہمارے نبیؐ پر اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل کیا ہے اس میں ان کا واقعہ مذکور ہے۔ اور اگر تو چاہے تو تجھے یہ سارا قصہ بتا سکتا ہوں؟

یہودی نے کہا: اگر آپؑ اس قصہ کے عالم ہیں تو ان اصحابِ کہف کے نام، ان کے آبا کے نام، ان کے شہر اور ملک کے نام اور ان کے کتے، پہاڑ اور غار کا نام بتائیں نیز اوّل سے آخر تک قصہ سنائیں۔

حضرت علیؑ نے اپنے کندھوں پر رسول اکرمؐ کی عبا رکھی اور فرمایا:

اے یہودی بھائی! مجھ سے میرے حبیب محمد مصطفیؐ نے بیان فرمایا کہ روم کی طرف ایک شہر ہے جسے اَفسوس اور طرطوس کہتے ہیں یعنی جاہلیت کے زمانے میں اسے اَفسوس کہتے تھے اور جب اسلام آیا تو اس کا نام طرطوس رکھا گیا۔ ان لوگوں کا بادشاہ نیک آدمی تھا۔ وہ فوت ہوگیا اور یہ خبر (ساری سلطنت میں) پھیل گئی۔ جب یہی خبر فارس کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ دقیانوس نامی نے سنی تو چونکہ یہ بادشاہ جابر، کافر اور ظالم تھا، لہٰذا لشکر لے کر اَفسوس شہر میں داخل ہوا اور اس پر اپنی حکومت قائم کر لی اور یہاں اپنا محل بنا کر اسی شہر کو اپنی حکومت کا دارالخلافہ بنایا۔

اب پھر یہودی نے جلدی سے مولا علیؑ کی بات کو ٹوکتے ہوئے کہا: اگر آپؑ عالم ہیں تو اس کے محل اور درباریوں کی وضاحت کریں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: یہودی بھائی! یہ محل عمدہ ترین سنگِ مرمر سے بنایا گیا تھا جس کا طول و عرض ساڑھے پانچ کلومیٹر تھا۔ اس میں سونے کے چار ہزار ستون بنائے گئے تھے اور سونے کی ہزار قندیلیں سنہری زنجیروں سے لٹکائی گئی تھیں۔ ہر رات عمدہ ترین، خوشبودار تیل ڈال کر ان قندیلوں کو روشن کیا جاتا تھا۔ دربار کے مشرقی اور مغربی ہر دو طرف ایک سو اسّی روشن دان تھے اور سورج طلوع سے غروب تک اس دربار کی مجلس کے اردگرد رہتا تھا۔ اس کے درمیان سونے کا تخت بنوایا گیا تھا جو جواہرات اور موتیوں سے مرصع، اس کی لمبائی اسّی ہاتھ (۱۶۰ فٹ) اور چوڑائی چالیس ہاتھ (۸۰ فٹ) تھی۔

اس سنہری تخت کے دائیں طرف اسّی سنہری کرسیاں بنوائی گئی تھیں جس پر اس

کے خواص بیٹھتے تھے۔ پھر سنہری تخت کے بائیں طرف اسّی سنہری کرسیاں لگوائی گئیں تھیں جس پر فوجی بیٹھتے تھے۔ پھر وہ بادشاہ اپنے تخت پر بیٹھتا اور اپنے سر پر تاج رکھتا تھا۔

یہودی نے جلدی سے کہا: یا علیؑ! اگر آپؑ عالم ہیں تو اس کے تاج کی تفصیل بتائیں کہ وہ کس سے بنا ہوا تھا؟

حضرتؑ نے فرمایا: اے یہودی بھائی! اس کا تاج سنہری تھا۔ جس پر نو ارکان سے بنا ہوا سنہری جال تھا اور ہر رکن پر موتی لگے ہوئے تھے جو ایسے چمکتے تھے جیسے تاریک رات میں چراغ چمکتا ہے۔

اس کے پاس پچاس غلام تھے۔ ان کی زبان سرخ ریشمی علاقے والی تھی۔ ان کے لباس خالص ریشم کے تھے۔ ان کے کانوں میں سونے کے زیور تھے اور ان کو اپنے سر کے اُوپر کھڑا کیا اور عطا کی اولاد سے چھے غلاموں کو چُن لیا اور ان کو اپنی کابینہ کا وزیر بنایا اور کوئی اَمر ان چھے غلاموں کے بغیر حتمی نہ ہوتا تھا۔ ان چھے وزراء میں سے تین کو دائیں طرف اور تین کو بائیں طرف کھڑا کرتا تھا۔

یہودی نے بہت جلدی سے کہا: یا علیؑ! اگر آپ سچے ہیں تو ان چھے لڑکوں کے نام بتائیں؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: مجھے میرے حبیب مصطفیؐ نے ان کے نام بتائے تھے جو دائیں طرف تھے ان کے نام تملیخا، مکسلینا اور محسلمینا تھے اور جو بائیں طرف تھے ان کے نام فمرطلیوس، کشطوس اور سادنیوس تھے۔ بادشاہ ہر معاملہ میں ان سے مشورہ کرتا تھا

جب ہر روز وہ اپنے دربار میں بیٹھتا تھا اور لوگ اس کے پاس جمع ہوتے تو دروازے سے تین غلام داخل ہوتے، ایک کے ہاتھ میں کستوری سے بھرا سنہری پیالہ ہوتا، دوسرے کے ہاتھ میں خالص عرقِ گلاب سے بھرا پیالہ ہوتا اور تیسرے کے ہاتھ میں ایک پرندہ ہوتا جسے اُڑاتا تو وہ اُڑتا ہوا عرقِ گلاب میں جا گرتا اور اس میں اپنے

پروں کو عرقِ گلاب سے رنگین کرتا اور اپنے بالوں اور تمام جسم پر عرق مَل لیتا، پھر وہ اُڑتا اور کستوری کے پیالے میں جا گرتا۔ یہاں کستوری سے اپنے پَر و بال اور تمام جسم کو معطر کرتا اور پھر اُڑتا اور اُڑتا بادشاہ کے تاج پر جا بیٹھتا اور اپنے بالوں اور پَروں کو بادشاہ کے سر پر پھڑ پھڑاتا اور کستوری اور عرقِ گلاب اس پر چھڑکتا تھا۔

یہ بادشاہ اپنی اسی شاہی شان و شوکت سے تیس سال تک ایسا رہا کہ اس کو سر درد کی تکلیف ہوئی نہ فشارِ خون، نہ بخار، نہ تھوک، نہ لعاب ناک سے جاری ہوا۔

جب بادشاہ نے اپنی یہ خوش حالی دیکھی، تو وہ متکبر ہوا، جذبات میں آیا۔ جبر اور نافرمانیِ خدا کرتے ہوئے خود ربوبیت کا دعویٰ کر دیا اور اپنی قوم کو خود کو رب ماننے کی دعوت دی۔ پس جس جس نے اس کی تائید کی اُنھیں انعام و اکرام اور ہدایا سے نوازا اور جس کسی نے اس کی تائید نہ کی اسے قتل کر دیا۔ پس سب لوگوں نے اس کے دعوائے ربوبیت کو تسلیم کر لیا اور کافی عرصہ تک لوگ اسے خدا ہی سمجھتے رہے۔

ایک دفعہ عید کے دن وہ اپنے تخت پر بیٹھا تھا۔ اس کے سر پر تاج تھا، اسے فوج کے افسروں نے اطلاع دی کہ فارس کے لشکروں نے ہمیں گھیر لیا ہے جو آپ کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ اسے شدید غم ہوا، تاج سر سے گر پڑا اور وہ خود تخت سے گرا۔ جب ان تین جوانوں میں سے ایک نے بادشاہ کی یہ حالت دیکھی جو اس کے دائیں جانب کھڑے رہتے تھے، جو عقل مند تھا اور اس کو تملیخا کہا جاتا تھا، اس نے سوچا اور خیال کیا کہ اگر یہ دقیانوس خدا ہوتا ہے، جس طرح وہ کہتا ہے، تو اب اس قدر غمگین نہ ہوتا۔ سوتا کیوں کر، پیشاب و پاخانہ کیوں کرتا، یہ کام خدا کے تو نہیں ہیں؟

یہ چھے افراد ہر روز کسی ایک کے پاس جمع ہوتے اور یہی باتیں کرتے تھے۔ اس دن اس تملیخا کی باری تھی۔ سب اس کے پاس اکٹھے ہوئے، کھانا کھایا، پانی پیا، لیکن خود تملیخا نے کچھ کھایا نہ پیا۔

دوسروں نے کہا: اے تملیخا! تجھے کیا ہے نہ کھایا نہ پیا؟ تو اس نے کہا: اے بھائیو! آج میرے دل میں ایک ایسی بات آئی ہے جس نے مجھے کھانے پینے سے روک دیا ہے تو انھوں نے پوچھا: وہ کون سی شے ہے؟

اس نے کہا: میں نے آسمان کے بارے میں بہت سوچا کہ اس کو کس نے بلند کیا، محفوظ کیا، اُوپر کس چیز سے لٹکا ہوا ہے جب کہ نیچے کوئی ستون بھی نہیں ہے۔ اس میں سورج اور چاند کو کس نے چلایا ہے؟ اسے ستاروں سے کس نے مزین کیا ہے۔ پھر میں نے زمین کے بارے میں بہت سوچا کہ اس کو پانی پر کس نے بچھایا ہے۔ اسے کس نے ایک جگہ پر ٹھہرایا ہوا ہے؟ اسے کس نے پہاڑوں سے باندھا ہوا ہے؟

پھر میں نے اپنے بارے میں بہت سوچ بچار کی، مجھے کس نے جنین کی صورت میں ماں کے پیٹ سے نکالا؟ مجھے کس نے کھلایا؟ کس نے تربیت کی؟

یہ جنین، زمین، آسمانوں کو بنانے والی اور ان کو چلانے والی دقیانوس کے علاوہ کوئی اور ہی ذات ہے۔

پس دوسرے پانچ جوان اس کے قدموں پر گر پڑے اور قدموں کو چومنے لگے اور گویا ہوئے: اے تملیخا! ہمارے دلوں میں بھی یہی خیال آیا ہے جو تمھارے دل میں آیا ہے۔

اس نے کہا: اے بھائیو! میں اپنے اور تمھارے لیے نجات صرف اسی میں دیکھتا ہوں کہ اس جبار بادشاہ سے دُور بھاگ جائیں اور زمین و آسمان کے مالک کی پناہ میں چلے جائیں۔

پس یہی تجویز طے ہوئی اور تملیخا نے جلدی سے تین درہم کی کھجور بیچ دی اور اپنے لباس میں رقم چھپا لی اور گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور شہر سے نکل کھڑے ہوئے۔ جب شہر سے تین میل دُور چلے گئے تو تملیخا نے باقی دوستوں کو کہا: دوستو! اب اس بادشاہ کا ملک

ختم ہوگیا، لہٰذا اس کا حکم بھی یہاں نافذ نہیں ہے۔ پس اپنے گھوڑوں سے اُترو اور پیدل چلو تاکہ کوئی راہِ نجات اور خوش حالی مل سکے۔

وہ گھوڑوں سے اُترے اور تقریباً چالیس کلومیٹر کا پیدل سفر کیا۔ اُن کے پاؤں پر ورم آگئے اور خون جاری ہوگیا کیوں کہ وہ اس قدر پیدل چلنے کے عادی نہ تھے۔ اس قدر سفر کرنے کے بعد ان کی ایک گڈریے سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے پوچھا: اے گڈریے! کیا تیرے پاس پانی یا دودھ ہے؟

اس نے کہا: میرے پاس وہ سب کچھ ہے جو تم چاہتے ہو لیکن اپنے چہروں سے تم شہزادے اور بادشاہ لگتے ہو اور کسی خوف سے بھاگے ہوئے محسوس ہوتے ہو، پس پہلے اپنا قصہ بتاؤ کہ کیا خبر ہے؟

انھوں نے کہا: ہم ایک ایسا دین رکھتے ہیں جس میں جھوٹ کی کوئی گنجائش نہیں۔ کیا ہم سچ بولیں تو نجات پائیں گے؟

اس نے کہا: ہاں (ضرور)۔

پھر اُنھوں نے اپنا حال سنایا تو وہ گڈریا ان کے قدموں پر گر پڑا اور قدم چومنے لگا اور کہہ رہا تھا کہ میرا بھی یہی عقیدہ ہے جو تمھارا عقیدہ ہے۔ پس تم یہاں ٹھہرو تاکہ میں بھیڑ بکریاں اپنے مالکوں کے گھر تک پہنچا دوں اور واپس تمھارے پاس آجاؤں۔

وہ ٹھہر گئے، گڈریے نے بھیڑ بکریاں اپنے مالکوں کو پہنچائیں۔ وہ واپس آیا تو اس کا کتا ساتھ آیا۔

اب یہودی کھڑا ہوگیا اور فوراً کہا: یا علیؑ! اگر آپؑ عالم ہیں تو بتائیں کہ اس کتے کا رنگ کیا تھا اور اس کا نام کیا تھا؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: یہودی بھائی! مجھے میرے حبیب محمد مصطفیؐ نے بتایا ہے کہ کتے کا رنگ اَبلق سیاہ (سیاہ داغوں والا) تھا اور اس کا نام ''قطمیر'' تھا اور جب ان چھے

جوانوں نے کتے کو دیکھا تو ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ کتا بھونک کر ہمیں رُسوا نہ کر دے؟

پس اُنھوں نے پتھر مار کر کتے کو دُور بھگانا چاہا، لیکن جب کتے نے دیکھا کہ یہ مجھے پتھر مارتے ہیں تو وہ اپنی پچھلی ٹانگوں پر بیٹھ گیا اور دُم ہلانے لگا۔ اور ان کی زبان میں بولا کہ تم مجھے دُور کیوں بھگاتے ہو اور میں اللہ کی توحید کی گواہی دیتا ہوں: اشهد ان لا اله الا الله ، وحده لاشريك له۔ تم مجھے کچھ نہ کہو تو میں تمھیں دشمنوں سے بچاؤں گا اور تمھاری حفاظت کر کے خداوند متعال کا قرب حاصل کروں گا۔

پس اُنھوں نے کتے کو کچھ نہ کہا اور چل پڑے۔ گڈریا ایک پہاڑ پر چڑھ گیا اور ان کو ایک بڑی غار کے سرے پر لے گیا۔

یہاں پھر یہودی جلدی سے بولا: یا علیؑ! اس پہاڑ کا کیا نام تھا اور غار کا کیا نام تھا؟

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: اے یہودی بھائی! پہاڑ کا نام "ناجلوس" اور غار کا نام "الوصید" تھا اور بعض اس غار کو "خیرم" کے نام سے پکارتے ہیں اور اس غار کے آس پاس پھل دار درخت تھے، نیز میٹھا چشمہ جاری تھا۔ انھوں نے پھل کھائے اور چشمے سے پانی پیا۔ رات ہوگئی تو وہ غار کے اندر چلے گئے اور کتا غار کے دہانے پر بیٹھ گیا اور اپنے دونوں ہاتھ غار کے دہانے پر پھیلا دیے۔

اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو حکم دیا کہ ان کی اَرواح قبض کرلے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُن میں سے ہر ایک پر دو فرشتے مقرر کر دیے جو ان کو دائیں بائیں کی طرف کروٹ تبدیل کراتے اور پھر بائیں سے دائیں کی طرف کروٹ تبدیل کراتے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: پھر اللہ نے سورج کی طرف وحی کی کہ جب طلوع کرے تو غار کی دائیں جانب کو روشن کرے اور جب غروب کرے تو بائیں جانب کو روشن کرے۔

جب بادشاہ اپنی عید گزارنے کے بعد واپس دربار میں آیا تو اپنے چھے جوانوں کا

پوچھا۔ اسے بتایا گیا کہ اُنھوں نے تجھے خدا ماننے سے انکار کر دیا اور تیرے ڈر سے یہاں سے بھاگ گئے ہیں۔

دقیانوس اسّی ہزار گھڑ سواروں کا لشکر لے کر ان کی تلاش میں نکلا حتیٰ کہ اس پہاڑ پر پہنچ گیا اور غار کے کنارے جھانک کر دیکھا تو وہ لیٹے پڑے تھے۔ اس نے یہی خیال کیا کہ وہ سوئے ہوئے ہیں۔ پس اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا: اگر میں ان کو سزا بھی دیتا تو اس سے زیادہ نہ دیتا جو انھوں نے خود اپنے آپ کو دی ہے۔

اب تم معمار بلاؤ، معمار آئے تو غار کا منہ پتھروں اور چپس سے بند کرا دیا گیا۔ پھر اپنے حواریوں سے کہا: ان سے کہہ دو جو کہتے ہیں کہ ہمارا خدا آسمانوں اور زمینوں کا مالک ہے۔ اگر وہ سچ کہتے ہیں تو ان کو اس بند غار سے نکالے؟

پس وہ اصحابِ کہف اس غار میں تین سو نو سال تک رہے، اس کے بعد خدا نے ان کے اندر روح پھونکی اور وہ اپنی نیند سے اُٹھے۔

جب سورج کی شعائیں پڑیں تو ایک دوسرے سے کہنے لگے: آج رات ہم غافل ہو کر سو گئے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی نہ کر سکے۔ آؤ چشمے سے وضو کریں۔ جب چشمے کے پاس پہنچے تو وہ ختم ہو چکا تھا اور جو درخت تھے وہ خشک ہو کر لکڑیاں بن گئے تھے۔

وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ہمارا عجیب معاملہ ہے کہ چشمہ ایک رات میں ختم ہو گیا اور اس قدر پھل دار درخت ایک رات میں خشک ہو گئے۔ پھر ان کو بھوک محسوس ہوئی تو ایک دوسرے سے کہنے لگے: کون ہے جو یہ رقم شہر لے جائے اور غذا خرید لائے۔ البتہ خیال کرنا کہ ایسی غذا نہ ہو کہ جس میں خنزیر کی چربی شامل ہو کیوں کہ اللہ کا یہی فرمان ہے کہ پاک وطیب غذا کھاؤ۔

پس تملیخا نے کہا: اے بھائیو! میرے علاوہ تمھارے لیے غذا کون لائے گا؟ لیکن اے گڈریا مجھے اپنے کپڑے دو اور میرے کپڑے تم پہنو!

پس تملیخا نے کپڑے تبدیل کیے اور شہر کی طرف چل پڑا۔ جس مقام سے گزرتا وہ اسے نہ جانتا تھا، نیز راستے بھی نئے نئے بنے تھے۔ بہرصورت وہ چلتا چلتا شہر کے دروازے پر پہنچ گیا۔ اب دروازے پر دیکھا تو سبز علَم نصب تھا جس پر یہ کلمہ لکھا ہے:

لا اِلٰہ الا اللّٰہ عیسٰی روح اللّٰہ۔

پس یہ جوان اس پرچم پر کافی دیر تک نظر جمائے کھڑا رہا اور اپنی آنکھوں کو اس پرچم سے مَس کرتا رہا اور یہی کہتا رہا کہ شاید میں حالتِ خواب میں ہوں لیکن جب یہی حالت کافی دیر تک رہی تو پھر شہر میں داخل ہوگیا۔ جب وہ لوگوں کے پاس سے گزرا تو وہ انجیل کی تلاوت کر رہے تھے۔ اُس نے ایسی اقوام کو دیکھا جنھیں وہ جانتا نہ تھا۔ چلتے چلتے بازار پہنچا۔ تنوری کے پاس آیا اور کہا: اے روٹیاں پکانے والے! تمھارے اس شہر کا نام کیا ہے؟

اس نے کہا: اَفسوس۔

پھر اس نے پوچھا: تمھارے بادشاہ کا نام کیا ہے؟

اس نے کہا: عبدالرحمٰن۔

تملیخا نے کہا: اگر تم سچ کہہ رہے ہو تو پھر بڑی عجیب بات ہے۔ پس یہ درہم لو اور اس کی روٹیاں دو۔ چوں کہ درہم سابقہ زمانے کے تھے ان کو دیکھ کر تنور والے نے تعجب کیا۔

یہودی نے فوراً کہا:

یاعلیؑ! اگر آپؑ عالم ہیں تو بتائیں ان کے درہم کا وزن کتنا تھا؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:

اے یہودی بھائی! مجھے اپنے حبیب رسول پاکؐ نے بتایا تھا کہ وہ درہم آج کے دس درہم اور ایک درہم کی تہائی کے وزن کے برابر تھا۔

صاحبِ تنور نے کہا: اے شخص گویا تجھے کوئی خزانہ ملا ہے۔ اگر خزانہ ملا ہے تو کچھ مجھے بھی دو ورنہ میں تجھے بادشاہ کے پاس لے جاؤں گا۔

تملیخا نے کہا: مجھے کوئی خزانہ نہیں ملا بلکہ تین دن سے میں نے تین درہموں کی کھجور بیچی ہے۔ یہ وہی رقم ہے اور میں اس شہر سے اس وقت نکلا جب لوگ دقیانوس کی عبادت کرتے تھے۔

صاحبِ تنور غصے میں آ گیا اور کہنے لگا: کیا تم راضی نہیں کہ جو خزانہ تمھیں ملا ہے اس سے کچھ مجھے دے دو؟ (اور باقی خود رکھو)۔

پس تکرار ہوتی رہی حتیٰ کہ اس جبار شخص کی بات ہوئی جو ربوبیت کا دعویٰ کرتا تھا جبکہ اسے مرے ہوئے تین سو سال ہو گئے تھے۔ روٹیوں والے نے کہا: اب تم میرے ساتھ مسخرہ بازی کر رہے ہو۔ لوگ جمع ہو گئے اور اسے پکڑ کر بادشاہ کے پاس لے گئے۔ وہ بادشاہ عاقل اور عادل تھا، لہٰذا پہلے پوچھا کہ اس جوان کو کیوں لائے ہو؟

لوگوں نے کہا: اسے خزانہ ملا ہے۔

بادشاہ نے کہا: اے جوان! ڈرو مت کیوں کہ ہمارے نبی حضرت عیسیٰؑ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم خزانہ سے صرف خمس وصول کریں۔ پس تم اس خزانے کا خمس نکال دو اور صحیح سالم واپس چلے جاؤ۔

جوان نے کہا: اے بادشاہ! میرے معاملے میں ذرا غور کریں، مجھے کوئی خزانہ نہیں ملا، میں اسی شہر کا رہنے والا ہوں۔

بادشاہ نے کہا: اس شہر کے رہنے والے ہو تو اس شہر میں کسی کو جانتے ہو؟

جوان نے کہا: ہاں۔

بادشاہ نے کہا: چند آدمیوں کے نام لو، ہزار لوگوں کے نام لیے لیکن یہ کسی کو نہ جانتے تھے۔

پس لوگوں نے کہا: اے جوان! جن بزرگوں کا تو نے نام لیا ہے ہم ان کو اس لیے نہیں جانتے کہ یہ ہم سے پہلے کے لوگ ہیں۔ لیکن یہ بتاؤ کیا تمھارا گھر بھی اس شہر میں تھا یا نہیں؟

جوان نے کہا: ہاں۔

بادشاہ نے حکم دیا: اس کے ساتھ جاؤ اور اس کا گھر تلاش کرو۔ وہ جوان لوگوں کو لیے ہوئے ایک ایسے گھر کے دروازے پر رُکا جو سب سے عمدہ گھر تھا اور کہا کہ یہ میرا گھر ہے۔

پھر دروازہ کھٹکھٹایا تو ایک بہت بوڑھا شخص نکلا جس کے ابرو بزرگی کی وجہ سے آنکھوں پر لٹکے ہوئے تھے۔

بوڑھے نے پوچھا: کیوں آئے ہو؟

بادشاہ کے قاصد نے کہا: یہ جوان کہتا ہے کہ یہ گھر اس کا ہے۔

بوڑھا غضب ناک ہوا اور تملیخا کی طرف گھور کر دیکھا اور کہا: تمھارا کیا نام ہے؟

جوان نے کہا: تملیخا بن فلسین۔

بوڑھے نے کہا: دوبارہ بتاؤ۔ جوان نے دوبارہ نام بتایا۔

بوڑھا اس جوان کے قدموں پر گر پڑا اور پاؤں کو چومتے ہوئے کہا: لوگو! مجھے ربِ کعبہ کی قسم! میرے جدِ امجد ہیں اور یہ ان چھ جوانوں میں سے ہیں جو دقیانوس بادشاہ کے ظلم و جبر سے بھاگ گئے تھے اور حضرت عیسٰیؑ نے ہمیں ان کا قصہ بتایا تھا اور بتایا تھا کہ وہ واپس تمھارے پاس آئیں گے۔

بادشاہ کو اطلاع دی گئی تو بادشاہ لوگوں کے پاس آیا۔ جب اس نے تملیخا کو دیکھا تو گھوڑے سے اُترا اور تملیخا کو اپنے کندھے پر اٹھا لیا۔ لوگ تملیخا کے ہاتھ پاؤں پر بوسے دیتے تھے اور کہتے تھے: اے تملیخا! آپ کے دوسرے ساتھی کہاں ہیں؟

اس نے انھیں بتایا کہ وہ غار میں ہیں۔

اس وقت اس شہر کے دو بادشاہ تھے۔ ایک مسلمان اور دوسرا نصرانی۔ پس دونوں بادشاہ اپنے حواریوں کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کر جنابِ تملیخا کو ساتھ لے کر غار کی طرف چلے گئے۔ جب غار کے قریب پہنچے تو تملیخا نے کہا:

اے قوم! مجھے ڈر ہے کہ تمھارے ہجوم کو دیکھ کر میرے ساتھی دقیانوس کا لشکر سمجھیں اور وہ بے ہوش ہو کر مر نہ جائیں، لہٰذا تم یہاں رُک جاؤ تاکہ پہلے میں اُن کو تمھاری آمد کی اطلاع دوں۔

پس لشکر رُک گئے اور جنابِ تملیخا غار میں گئے تو دوسرے ساتھیوں نے جنابِ تملیخا کو گلے سے لگایا اور کہا: خدا کی حمد ہے کہ تم دقیانوس سے نجات حاصل کر کے آ گئے ہو۔

جنابِ تملیخا نے انھیں بتایا کہ تم میری اور دقیانوس کی بات کو چھوڑو پہلے یہ بتاؤ کہ غار میں کس قدر ٹھہرے ہو؟

انھوں نے کہا: ایک آدھ دن؟

جنابِ تملیخا نے اُنھیں بتایا کہ تم تین سو نو سال غار میں رہے۔ کئی صدیاں گزر گئیں ہیں کہ دقیانوس مر گیا۔ اب اہلِ شہر خدا پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ تمھاری زیارت کے لیے آئے ہیں۔

اصحابِ کہف نے کہا: اے تملیخا! کیا تم چاہتے ہو کہ ہم عالمین کے لیے آزمائش بن جائیں؟

جنابِ تملیخا نے کہا: اب تم کیا چاہتے ہو؟

انھوں نے کہا: تم بھی دعا کرو اور ہم بھی دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نفوسِ عجیبہ کے صدقے ہماری روح قبض کر لے اور کسی کو ہماری کوئی خبر نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کے ذریعے ان کی روحیں قبض کرلیں اور غار کا منہ بند ہوگیا۔ پس دونوں بادشاہ آئے اور سات دن تک اس غار کا طواف کرتے رہے کہ کہیں سے کوئی سوراخ یا دروازہ اندر جانے کا مل جائے لیکن نہ دروازہ ملا نہ سوراخ۔

اب ان دونوں کو یقین ہوگیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے، اور ان اصحابِ کہف کے احوال ہمارے لیے درس ہیں جو ہمیں خدا نے دکھائے ہیں۔

پس مسلمان بادشاہ نے کہا: چوں کہ یہ میرے دین پر مرے ہیں لہٰذا میں اب غار کے دہانے مسجد بناتا ہوں۔

اور نصرانی بادشاہ نے کہا: یہ میرے دین پر مرے ہیں، لہٰذا میں غار کے دہانے کلیسا بناتا ہوں۔ پس اس بات پر یہ دونوں بادشاہوں میں جنگ چھڑ گئی۔ جس پر نصرانی بادشاہ مارا گیا اور مسلمان بادشاہ کو فتح ہوئی تو اس نے یہاں مسجد بنا دی اور یہی فرمانِ خدا ہے:

قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا: اے یہودی! یہ تھا اصحابِ کہف کا قصہ تو اب تم بتاؤ کہ یہ قصہ تمھاری تورات کے مطابق ہے یا نہیں؟

یہودی نے کہا: اے ابوالحسنؑ! آپؑ نے نہ حرف زیادہ اور نہ کم کیا۔ اسی طرح یہ قصہ ہماری تورات میں لکھا ہے۔

اور اب مجھے آپ یہودی نہ سمجھیں میں کلمۂ اسلام پڑھ رہا ہوں:

اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وانّ محمداً عبدہٗ ورسولہٗ

واِنَّكَ اَعلَم ھٰذِہِ الامة

یعنی آپ ہی اس اُمت میں اَعلم ہیں۔

حضرت علیؑ کا ایک عورت کو قتل ہونے سے بچانا

ابن حاتم اور بیہقی نے دُئلی سے روایت کی ہے کہ عمر بن خطاب کے پاس ایک

عورت لائی گئی جس نے چھے ماہ میں بچہ پیدا کیا تھا۔ خلیفہ نے اس کو رجم کرنے کا حکم جاری کر دیا۔ جب حضرت علیؑ کو پتا چلا تو فرمایا کہ اس عورت پر رجم کی سزا جاری نہیں ہو سکتی۔

حضرت عمر نے وجہ پوچھی تو آپؑ نے فرمایا: اللہ فرماتا ہے:

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ

وقال اللّٰه تعالٰی: وَحَمْلُهٗ وَ فِصَالُهٗ ثَلَاثُوْنَ شَهْرًا

"مائیں اپنی اولاد کو دو سال مکمل دودھ پلاتی ہیں"۔

پھر خدا ایک مقام پر فرماتا ہے: اس کی مدت حمل اور دودھ چھڑانا تیس مہینے تک ہو سکتا ہے۔ اگر اس کے حمل (کم از کم) مدت چھے ماہ ہو اور دودھ کا زمانہ دو سال ہو تو تیس ماہ بنتے ہیں۔ پس حضرت عمر نے اس عورت کو چھوڑ دیا۔

اور نیشاپوری اور حافظ گنجی کے الفاظ ہیں: عمر نے علیؑ کی تصدیق کی اور کہا: لَوْلَا عَلِی لَهَلَكَ عُمَر۔

سبط ابن الجوزی کے الفاظ یہ ہیں کہ حضرت عمر نے عورت کو آزاد کر دیا اور کہا: اے میرے اللہ! مجھے مشکل کے وقت زندہ ہی نہ رکھنا جب علیؑ موجود نہ ہوں۔

دوسری روایت: عبدالرزاق، عبد بن حمید اور ابن المنذر دُئلی سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر کے پاس ایک عورت لائی گئی جس نے چھے ماہ میں بچہ پیدا کیا تھا تو حضرت عمر نے اس کے رجم کا ارادہ کیا۔ اس عورت کی بہن حضرت علیؑ کے پاس آئی اور کہا: حضرت نے میری بہن کے رجم کا حکم دیا ہے، لہٰذا آپ کو خدا کی قسم! اگر اس کا کوئی عذر سمجھتے ہیں تو اُسے رجم سے بچالیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ عورت عذر رکھتی ہے۔

تو اس نے بہت بلند آواز سے تکبیر کہی جسے حضرت عمر اور اصحابِ عمر نے سن لیا۔

پھر وہ عورت جنابِ عمر کے پاس آئی اور کہا: حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ تمھاری بہن کے لیے ایک معقول عذر ہے تو حضرت عمر نے حضرت علیؑ سے پوچھا کہ اس عورت کا کیا عذر معقول ہے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:

وَالْوَالِدَاتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ

ایک مقام پر فرمایا:

وَحَمْلُهُ وَ فِصَالُهُ ثَلَاثُوْنَ شَهْرًا

پس حضرت علیؑ نے فرمایا: فصال (دودھ کا زمانہ) دو سال کا اور اب یہاں حمل کا زمانہ (کم از کم) چھے ماہ ہے۔ پھر عمر نے اس کو چھوڑ دیا۔

یوں معلوم ہو گیا کہ اس عورت نے چھے ماہ کا بچہ پیدا کیا تھا۔

حضرت علیؑ کا ایک پاگل عورت کو قتل ہونے سے بچانا

جناب ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب عمر کے پاس ایک پاگل عورت لائی گئی کہ اس نے زنا کیا ہے۔ تو اس کے بارے میں حضرت عمر نے لوگوں سے پوچھ گچھ کی، پھر حکم دیا کہ اسے رجم کیا جائے۔

اتفاقاً حضرت علیؑ وہاں سے گزرے تو پوچھا کہ اس عورت کا کیا معاملہ ہے؟

لوگوں نے بتایا کہ یہ عورت پاگل فلاں بنتِ فلاں ہے اور جنابِ عمر نے اس کے رجم کا حکم دیا ہے۔

پس حضرت علیؑ نے فرمایا: اس عورت کو رجم نہ کرو واپس لے جاؤ اور خود جناب عمر کے پاس آئے اور فرمایا: اے عمر! کیا تمھیں معلوم ہے کہ رسول پاکؐ نے فرمایا تھا کہ تین قسم کے لوگوں سے تکلیف اُٹھالی گئی ہے:

① بچے سے جب تک بالغ نہ ہو جائے۔

۲۔ سوئے ہوئے شخص سے جب تک وہ بیدار نہ ہو جائے۔

۳۔ پاگل سے جب تک وہ ٹھیک نہ ہو جائے۔

شاید یہ پاگل عورت اس وقت زنا کر چکی ہو جب یہ عقل نہ رکھتی تھی اور دماغی طور پر ماؤف تھی۔ پس حاکمِ وقت نے اس کو رہا کر دیا اور خود تکبیر کہنے لگا۔

دوسری روایت: جناب ابی ظبیان سے روایت ہے کہ میں عمر بن خطاب کے پاس موجود تھا کہ ایک زانیہ عورت لائی گئی۔ جناب عمر نے اس کے رجم کرنے کا حکم جاری کیا اور عورت کو رجم کرنے کے لیے لے جایا جا رہا تھا کہ راستہ میں حضرت علیؑ سے ملاقات ہو گئی۔ حضرت علیؑ نے پوچھا: اس عورت کو کدھر لے جا رہے ہو؟

لوگوں نے کہا: اس نے زنا کیا ہے اور جنابِ عمر نے رجم کا حکم دیا ہے۔

حضرت علیؑ نے عورت کو ان کے چنگل سے چھڑایا اور لوگوں کو عمر کی طرف واپس پلٹا دیا۔ لوگوں سے جناب عمر نے پوچھا کہ کیا ہوا؟

انھوں نے کہا: حضرت علیؑ نے ہمیں پلٹا دیا ہے۔

جناب عمر نے حضرت علیؑ کو بلوایا اور پوچھا: کیا وجہ ہے کہ آپ نے اس عورت کو واپس کر دیا؟

حضرتؑ نے فرمایا کہ کیا تم نے رسولِ پاکؐ کا وہ فرمان نہیں سنا تھا کہ تین لوگوں سے قلم اُٹھا لیا گیا ہے (یعنی مرفوع القلم ہیں)

۱۔ سوئے ہوئے شخص سے جب تک کہ وہ بیدار نہ ہو جائے۔

۲۔ بچے سے جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے۔

۳۔ اور مجنون سے جب تک عقل مند نہ ہو جائے۔

فرمایا کہ یہ عورت مجنونہ ہے۔ اور شاید اس نے جنون کی حالت میں زنا کیا ہے۔

جنابِ عمر نے کہا: میں نہیں جانتا تھا اور پھر اس کے رجم کا ارادہ ترک کر دیا۔

تیسری روایت: جناب ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جنابِ عمر نے ایک زانیہ کے رجم کا حکم دیا (رجم کے لیے لے جایا جا رہا تھا کہ) تو حضرت علیؑ وہاں سے گزرے۔ انھوں نے اس عورت کو رجم سے نجات دلائی۔ جب جنابِ عمر کو معلوم ہوا تو اس نے کہا: کوئی وجہ ضرور ہوگی، لہٰذا (سبب) پوچھا تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ یہ پاگل ہے اور اسی پاگل پن کی حالت میں زِنا کیا ہے۔

پس جنابِ عمر نے کہا: لولا علی لهلك عمر۔

حضرت علیؑ تاویلِ قرآن کے عالم ہیں

ابوسعید الخذری بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عمر بن خطاب کے ساتھ حج کیا۔ جب طواف کیا تو حجر اسود کے سامنے کھڑے ہو کر کہا کہ میں جانتا ہوں تو پتھر ہے، نفع دے سکتا ہے نہ نقصان، اگر میں نے رسول اکرمؐ کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو کبھی بوسہ نہ دیتا۔

اس موقع پر حضرت علیؑ نے فرمایا: اے امیر! یہ پتھر نفع بھی دیتا ہے اور نقصان بھی۔ کاش تم کتابِ خدا کی تاویل کے علم سے واقف ہوتے تو میری تصدیق کرتے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْم بَنِىْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ
وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ...... (سورۂ اعراف، آیہ ۱۷۲)

پس جب انھوں نے اقرار کیا کہ وہ رب ہے اور وہ بندے ہیں تو ان کے اس میثاق کو اس پتھر میں رکھ دیا۔

یہ پتھر روزِ قیامت محشور ہوگا۔ اس کی دو آنکھیں، زبان اور دو ہونٹ ہوں گے تو جس نے اپنے میثاق کی پاس داری کی، ان کے حق میں گواہی دے گا کیوں کہ یہ اس تحریری معاہدے میں اللہ کی طرف سے امین ہے۔

پس جنابِ عمر نے حضرت علیؑ سے کہا:

اے ابوالحسنؑ! اللہ مجھے اس زمین پر باقی نہ رکھے جس میں آپؑ نہ ہوں۔
(مستدرک حاکم، ج ا، ص ۴۵۷۔ ابن الجوزی، در سیرت عمر، ص ۱۰۶۔ الازراقی تاریخ مکہ۔ القسطلانی در ارشاد الساری، ج ۳، ص ۱۹۵۔ العینی در عمدۃ القاری، ج ۴، ص ۶۰۶۔ جامع الکبیر لسیوطی، ج ۳، ص ۳۵۔ الطوالات لابی الحسن القطان۔ ابن ابی الحدید در شرح نہج البلاغہ، ج ۳، ص ۱۲۲۔ الفتوحات الاسلامیہ، احمد زینی، ج ۲، ص ۴۷۶)

حضرت علیؑ نے جنابِ عمر کی تردید کی

محمد بن زبیر سے روایت ہے کہ میں دمشق کی جامع مسجد میں داخل ہوا تو ایک بہت ہی بزرگ شخص سے ملاقات ہوئی۔ میں نے پوچھا: کس بزرگ کا دور دیکھا ہے؟ اس نے کہا: عمر کا دور دیکھا ہے۔

میں نے کہا: کیا کسی غزوہ میں شریک ہوا تھا؟ اس نے کہا: ہاں! غزوۂ یرموک میں شریک ہوا تھا۔

پھر میں نے کہا کہ کوئی سماعت کردہ عمدہ سی بات سناؤ۔ اس نے کہا: ایک مرتبہ ہم حج پر گئے تو شترمرغ کے انڈے احرام کی حالت میں کچلے گئے۔ جب مناسکِ حج ادا کر لیے تو جنابِ عمر سے شترمرغ کے انڈے توڑنے کا کفارہ پوچھا تو اُنھوں نے کہا کہ میرے پیچھے پیچھے آؤ، پوچھ کر بتاتا ہوں۔

وہ حجراتِ رسولؐ کے پاس آئے، دروازہ کھٹکھٹایا، اندر سے کسی عورت کی آواز آئی۔ جنابِ عمر نے پوچھا: کیا ابوالحسنؑ تشریف فرما ہیں؟

اُنھوں نے کہا: نہیں۔ وہ ہمیں لے کر حضرت علیؑ کے پاس (ایک کھیت میں) آئے۔ حضرت علیؑ اس وقت ہاتھ سے مٹی کو برابر کر رہے تھے۔

جنابِ علیؑ نے پوچھا: اے عمر! کیسے آئے ہو؟ جنابِ عمر نے کہا: ان لوگوں نے احرام کی حالت میں شترمرغ کے انڈے توڑ دیے ہیں تو کفارہ کیا ہے؟

فرمایا: ان کو میرے پاس بھیج دیتے۔

جنابِ عمر نے کہا: میں زیادہ حق دار ہوں کہ ان کو آپ کے پاس لاؤں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: انھیں کہہ دو کہ انڈوں کی تعداد کے مطابق نر اُونٹوں سے کنواری مادہ اُونٹنیوں پر ضرب لگوائیں اور جو بچے پیدا ہوں ان کو راہِ خدا میں دے دیں۔

جناب عمر نے کہا: کئی اُونٹوں کی ضرب خطا بھی ہوسکتی ہے۔

آپؑ نے فرمایا کہ انڈے بھی تو خراب اور بے بچہ ہوسکتے ہیں۔

پس جنابِ عمر نے کہا:

قال عمر: اَللّٰھم لا تنزل بی شدیدۃ الاوابو حسن الی جنبی

''اے میرے اللہ! کسی شدید مشکل میں وارد نہ کرنا جب علیؑ میرے پاس نہ ہوں''۔

حضرت علیؑ کی مشکل کشائی

محمد بن عبداللہ بن ابی رافع اپنے باپ سے بیان کرتا ہے کہ ایک انصاری جوان کا ماں سے اختلاف ہوگیا۔ فیصلہ جنابِ عمر کے پاس آیا۔ عورت نے اس جوان کو اپنا بیٹا ماننے سے انکار کردیا۔ جنابِ عمر نے نوجوان سے گواہ مانگے تو اس کے پاس کوئی گواہ نہ تھا۔ بلکہ اُلٹا عورتیں گواہ ہوگئیں، جنھوں نے شہادت دی کہ اس عورت کی تو شادی بھی نہیں ہوئی، یہ نوجوان جھوٹ بولتا ہے اور قذف کا مرتکب ہورہا ہے۔ پس جنابِ عمر نے اس کو قذف کی سزا کا حکم سنادیا۔

اس دوران حضرت علیؑ تشریف لائے اور ان لوگوں سے پوچھا کہ کیا مسئلہ درپیش ہے؟

اس کے بعد حضرتؑ مسجد نبوی میں بیٹھ گئے اور اس عورت سے پوچھا کہ کیا یہ تیرا

بیٹا ہے؟ اس عورت نے انکار کر دیا۔

پھر نوجوان سے کہا کہ تم بھی (اس کو اپنی ماں ہونے کا) انکار کر دو، جس طرح اس نے (تمھیں اپنا بیٹا ماننے سے) انکار کر دیا۔

نوجوان نے عرض کیا: اے عمِ رسولؐ کے فرزند! یہ میری ماں ہے۔ (میں کیسے انکار کر سکتا ہوں)۔

حضرتؑ نے فرمایا: تم اس کا انکار کر دو، میں تمھارا باپ ہوں گا اور حسنؑ و حسینؑ تمھارے بھائی، اس جوان نے بھی اس عورت کا انکار کر دیا۔ تب حضرت علیؑ نے عورت کے اولیا سے فرمایا کہ اب میں اس عورت کے بارے فیصلہ کروں؟

انھوں نے کہا: ضرور کریں، اسی لیے تو آئے ہیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: تمام حاضرین گواہ رہنا کہ میں اس اجنبی عورت کا عقد اس نوجوان سے کرتا ہوں۔ پھر فرمایا: قنبرؓ! وہ تھیلی جس میں درہم ہیں لے آؤ۔ وہ درہموں والی تھیلی لایا تو اس تھیلی سے چار صد اسّی درہم نکال کر اس عورت کا حق مہر مقرر کر دیا اور نوجوان سے کہا کہ اب اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑو اور اپنے گھر لے جاؤ اور شبِ زفاف کے اُمور انجام دینے سے پہلے ہمارے پاس نہ آنا۔

جب وہ نوجوان اُٹھا تو اس عورت نے عرض کیا: اے ابوالحسنؑ! خدا کی قسم، خدا کی قسم! میں جہنّم میں چلی جاؤں گی، حق یہی ہے کہ یہ نوجوان میرا لڑکا ہے اور میں اس کی ماں ہوں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: اب کیسے تسلیم کر لیا کہ تو ماں ہے اور وہ تیرا لڑکا ہے؟

عورت نے کہا: میرے بھائیوں نے ایک زنجی شخص سے میری شادی کر دی تھی جس سے میں حاملہ ہوئی، پھر میرا شوہر ایک جنگ میں قتل ہو گیا اور اس لڑکے کے پیدا ہوتے ہی میں نے اسے فلاں قبیلہ میں بھیج دیا تو اس نے وہاں پرورش پائی۔ اب میں

نے اسے اپنا بیٹا ماننے سے انکار کر دیا۔

حضرتؑ نے فرمایا کہ میں علیؑ ابوالحسنؑ ہوں، پس لڑکے کو اپنی ماں سے ملحق کیا اور ان (ماں بیٹے) کے نسب کو محفوظ کیا۔ (طرق الحکمیۃ، ص ۴۵)

حضرت علیؑ نے ایک عالمِ قرآن کو جنابِ عمر سے نجات دلائی

ایک شخص سے جنابِ عمر نے پوچھا کہ تمھارا کیا حال ہے؟ تو اس نے کہا: میں ان لوگوں میں سے ہوں جو فتنہ سے محبت کرتے ہیں اور حق کو ناپسند کرتے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں۔ اس بات کی جسے دیکھا ہی نہیں ہے۔ جنابِ عمر نے فوراً اسے زندان میں ڈالنے کا حکم دیا، لیکن حضرت علیؑ نے اسے واپس کروا دیا۔

نیز جنابِ عمر سے فرمایا کہ یہ سچ کہتا ہے۔

جنابِ عمر نے کہا: یہ کیسے سچ کہتا ہے؟ یہ تو فتنے سے محبت اور حق سے نفرت کرتا ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ شخص مال اور اولاد سے محبت رکھتا ہے، اور قرآن میں خدا نے فرمایا ہے: اَنَّمَآ اَمۡوَالُکُمۡ وَ اَوۡلَادُکُمۡ فِتۡنَۃٌ

اور موت حق ہے جسے ناپسند کرتا ہے اور حضرت محمد مصطفیٰؐ کی رسالت کی گواہی دیتا ہے جنھیں اس نے دیکھا ہی نہیں ہے۔ پس جنابِ عمر نے اسے چھوڑ دینے کا حکم دیا اور کہا: اَللّٰہُ یَعۡلَمُ حَیۡثُ یَجۡعَلُ رِسَالَتَہٗ (الطرق الحکمیہ، ابن القیم الجوزیہ، ص ۴۶)

جناب حذیفہ یمانی سے روایت کی ہے کہ جنابِ عمر نے مجھے کہا: اے فرزندِ یمان! تمہارا کیا حال ہے؟

تو اس نے کہا: تو میرا کیا حال پوچھتا ہے، میں صبح سے شام کرتا ہوں تو حق کو ناپسند اور فتنہ سے محبت کرتا ہوں اور بغیر دیکھے گواہی دیتا ہوں اور جو مخلوق ہی نہیں اس کی حفاظت کرتا ہوں، نیز بغیر وضو کے صلٰوۃ پڑھتا ہوں۔

اور مجھے زمین میں وہ کچھ ملا ہوا ہے جو خدا کو آسمانوں پر نہیں ملتا۔

جنابِ عمر غضب ناک ہوئے، جلدی سے واپس آئے اور حذیفہ کو سخت سزا دینے کا ارادہ کیا۔ جنابِ عمر ابھی راستے میں تھے کہ حضرت علیؑ سے ملاقات ہوئی، حضرت علیؑ نے جنابِ عمر کا غضب ناک چہرہ دیکھا تو پوچھا: اے عمر! غضبناک کیوں ہو؟

جنابِ عمر نے کہا: حذیفہ بن یمان سے ملاقات ہوئی تو میں نے اس سے خیریت پوچھی۔ اس نے جواب میں کہا: تم کیا خیریت پوچھتے ہو، میں تو حق کو ناپسند کرتا ہوں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: وہ سچ کہتا ہے کیوں کہ موت حق ہے اور وہ اسے ناپسند کرتا ہے۔

جناب عمر نے کہا: وہ فتنہ سے محبت کرتا ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: وہ سچ کہتا ہے کیوں کہ مال اور اولاد سے محبت کرتا ہے اور یہ فرمانِ خدا ہے کہ اَنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَ اَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ۔

جنابِ عمر نے کہا: یا علیؑ! وہ بنا دیکھے گواہی دینے کا کہتا ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ یہ بھی سچ کہتا ہے کیوں کہ وہ خدا کی وحدانیت، موت، حشر، قیامت، جنت و جہنّم، صراط وغیرہ کی گواہی دیتا ہے لیکن اُس نے کسی ایک کو بھی نہیں دیکھا۔

جنابِ عمر نے کہا: یا علیؑ! اس نے تو یہ بھی کہا ہے کہ جو مخلوق ہی نہیں میں اس کا محافظ ہوں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ یہ بھی سچ ہے کیوں کہ وہ قرآن کتابِ خدا کی حفاظت کرتا ہے جب کہ یہ قرآن مخلوق نہیں ہے (یہ کلامِ خدا ہے اور کلام صفتِ خدا ہے لہٰذا قدیم ہے)۔

جنابِ عمر نے کہا: یا علیؑ! وہ تو یہ بھی کہتا ہے کہ میں بغیر وضو کے صلوٰۃ پڑھتا ہوں۔

جناب امیرؑ نے فرمایا: یہ بھی سچ ہے کہ وہ میرے چچازاد حضرت رسول اکرمؐ پر صلوات

بغیر وضو کے پڑھتا ہے، کیوں کہ بغیر وضو کے بھی ان پر درود و سلام پڑھنا جائز ہے۔

جنابِ عمر نے کہا: اے ابوالحسنؑ! اس نے تو ایک بہت بڑی بات اور بھی کر دی ہے۔

حضرت علیؑ نے پوچھا: وہ کون سی بڑی بات ہے؟

جنابِ عمر نے کہا: وہ کہتا ہے کہ مجھے زمین پر وہ کچھ حاصل ہے جو آسمانوں پر خدا کو حاصل نہیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ بھی سچ ہے کیوں کہ اس کی بیوی ہے، اولاد ہے، خاندان ہے، لیکن خدا کی نہ بیوی، نہ اولاد، نہ خاندان ہے (لم یلد ولم یولد)

جنابِ عمر نے کہا: ابن الخطاب عن قریب ہلاک ہو جاتا اگر علیؑ نہ ہوتے۔

کاد یھلك ابن الخطاب لولا علی بن ابی طالب

(کفایۃ لحافظ گنجی، ص ۹۶۔ الفصول المہمہ وابن الصباغ المالکی، ص ۱۸)

ایک شخص کو جنابِ عمر کے پاس لایا گیا جس کے متعلق یہ شکایت تھی کہ اس نے لوگوں کے سامنے یہ کہا کہ میں فتنہ سے محبت کرتا ہوں اور حق کو ناپسند کرتا ہوں۔ یہود اور نصاریٰ کی تصدیق کرتا ہوں۔ جسے دیکھا ہی نہیں اس پر ایمان رکھتا ہوں۔ اور جو ابھی خلق ہی نہیں ہوا اس کا اقرار کرتا ہوں۔

جنابِ عمر نے حضرت علیؑ کو بلوایا۔ حضرت علیؑ نے پوچھا کہ اس شخص کا کیا مسئلہ ہے؟

جنابِ عمر نے کہا کہ فتنہ سے محبت اور حق کو ناپسند کرتا ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ یہ سچ کہتا ہے کہ فتنہ سے محبت کرتا ہے کیوں کہ اللہ نے قرآن میں کہا ہے: اَنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَ اَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ اموال اور اولاد فتنہ ہیں اور ہر شخص ان سے محبت کرتا ہے۔

جنابِ عمر نے کہا: یہ حق کو ناپسند اور بنا دیکھے یقین کر لیتا ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ سچ کہتا ہے۔ موت حق ہے اور ہر شخص موت کو ناپسند کرتا ہے۔ جیسے قولِ خدا ہے: جَاءَ ت سکرَۃَ المَوتِ بالحق اور یہ اللہ کو دیکھے بغیر ایمان و یقین رکھتا ہے۔

جنابِ عمر نے کہا: یہ یہود اور نصاریٰ کی تصدیق کرتا ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ بھی سچ کہتا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ قَالَتِ الۡیَهُوۡدُ لَیۡسَتِ النَّصٰرٰی عَلٰی شَیۡءٍ وَّ قَالَتِ النَّصٰرٰی لَیۡسَتِ الۡیَهُوۡدُ عَلٰی شَیۡءٍ

واقعاً یہود اور نصاریٰ کی ہر شخص تصدیق کرتا ہے کہ دونوں باطل ہیں۔

جنابِ عمر نے کہا: یہ اس کا اقرار کرتا ہے جو مخلوق نہیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ سچ کہتا ہے۔ ابھی قیامت مخلوق نہیں بنی اور یہ پہلے اقرار کرتا ہے۔

فقا عمر: اعوذ باللہ من معضلۃ لاعلی بھا

پس جنابِ عمر نے کہا: میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں ایسی ہر مشکل سے جس میں علیؑ کا ساتھ نہ ہو۔ (نور الابصار، للشبلنجی، ص ۷۵)

کنیز کی طلاق کے بارے حضرت علیؑ کا اسلامی حکم بتانا

ابن عساکر اور دار قطنی نے لکھا ہے: دو شخص جنابِ عمر کے پاس آئے اور کنیز کی طلاق کے بارے پوچھا۔ جنابِ عمر ان کو لے کر مسجد میں لوگوں کے مجمع میں بیٹھے ہوئے ایک شخص کے پاس لائے اور ان سے پوچھا کہ اسلام میں کنیز کی طلاق کا کیا حکم ہے تو اس شخص نے سر کو بلند کیا اور جنابِ عمر کی طرف دو انگلیوں کا اشارہ کیا۔ جنابِ عمر نے ان دو شخصوں سے کہا کہ کنیز کی طلاقیں صرف دو ہوتی ہیں۔

ان دو شخصوں میں سے ایک نے کہا: سبحان اللہ، ہم تمھارے پاس مسئلہ لے کر

آئے اور تم ہمیں اس شخص کے پاس لے آئے حالانکہ خلیفہ تم ہو اور اس شخص نے صرف انگلیوں کا اشارہ کیا اور تم مطمئن ہو گئے ہو۔

جنابِ عمر نے کہا: تم جانتے ہو یہ شخص کون ہے؟ انھوں نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔

اس پر جنابِ عمر نے کہا: یہ علیؑ ابن ابی طالب ہیں۔ میں نے خود رسولؐ پاک سے سنا تھا کہ انھوں نے فرمایا: اگر سات آسمان اور سات زمین ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیے جائیں اور ایمانِ علیؑ کو دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو ایمانِ علیؑ والا پلڑا جھک جائے گا یعنی بھاری ہوگا۔

زمخشری کے الفاظ یہ ہیں: ہم تمھارے پاس آئے جب کہ تم خلیفہ ہو اور ہمیں اس شخص کے پاس لے آئے جس نے کلام تک نہیں کی بلکہ صرف انگلیوں کا اشارہ کر دیا ہے۔ جنابِ عمر نے کہا: تم جانتے ہو یہ کون ہے؟ (الکفایۃ، ص ۱۲۹۔ ابن عساکر الکنجی المناقب، ص ۷۸۔ الخوارزمی مودۃ القربیٰ، سید علی ہمدانی، نزہۃ المجالس، للصفوری، ج ۲، ص ۲۴۰)

لولا علی لھلک عمر

جنابِ عمر بن خطاب کے پاس ایک حاملہ عورت لائی گئی جس نے زِنا کا اعتراف کیا۔ جنابِ عمر نے اس کے رجم کا حکم دے دیا تو اس کی (زیرِ حراست) ملاقات حضرت علیؑ سے ہو گئی تو حضرت علیؑ نے پوچھا: اس عورت کا کیا معاملہ ہے؟

لوگوں نے بتایا کہ جنابِ عمر نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا ہے؟

حضرت علیؑ نے یہ حکم روک دیا اور فرمایا: تمھارا حکم اس عورت پر تو چل سکتا ہے لیکن جو اس کے بطن میں ہے اس پر تم سلطان نہیں ہو۔ شاید آپ نے اس عورت کو ڈرایا یا دھمکی دی ہے؟

جنابِ عمر نے کہا: ہاں ہم نے ایسا ہی کیا ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: کیا تم نے رسولِ پاکؐ کا یہ فرمان نہیں سنا تھا کہ جس شخص کو ڈرایا جائے تو اس کے ڈر جانے کے بعد اس کے اعتراف جرم پر حد جاری نہیں ہوسکتی کیوں کہ جس کو قید کیا جائے یا محبوس کردیا جائے یا پھر ڈرایا جائے تو اس کا اقرار قابلِ اعتماد نہیں ہوتا۔

اس پر جنابِ عمر نے اس عورت کو آزاد کردیا اور کہا: اب عورتیں عاجز ہیں کہ علیؑ بن ابی طالب جیسا بیٹا پیدا کرسکیں لولا علی لھلك عمر۔

حضرت علیؑ کا ایک حاملہ عورت کو رجم ہونے سے بچانا

حضرت علیؑ جنابِ عمر کے پاس آئے تو ایک حاملہ عورت کو رجم کرنے کے لیے لے جایا جارہا تھا۔ حضرت علیؑ نے پوچھا کہ اس عورت کا جرم کیا ہے؟

خود عورت نے جواب دیا کہ مجھے رجم کرنے کے لیے لے جارہے ہیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: اے امیر! کس وجہ سے اسے رجم کرنے کا حکم دیا ہے، اگر تمھاری حکومت اس عورت پر ہے تو اس کے بطن میں موجود بچے پر تو تمھاری حکومت نہیں۔

جنابِ عمر نے تین مرتبہ کہا: علیؑ ہر شے مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔

پس حضرت علیؑ نے اس عورت کی ضمانت دی۔ اس وقت رجم سے بچ گئی جب بچے کی ولادت ہوگئی تو پھر اس عورت کو رجم کردیا گیا (ریاض النضرۃ ، ج ۲، ص ۱۹۶، ذخائر العقبیٰ، ص ۸۱۔ کفایۃ الگنجی، ص ۱۰۵)

حضرت علیؑ کا حکمِ خدا نافذ کرنا

ابن مبارک نے شعبی سے اور اس نے مسروق سے بیان کیا ہے کہ جنابِ عمر کو یہ اطلاع دی گئی کہ ایک قریشی عورت سے بنی ثقیف کے ایک مرد نے عدت کی مدت کے

دوران ہی میں شادی کرلی ہے۔ تو انھوں نے پیغام بھیجا اور دونوں میاں بیوی کو جدا کر دیا اور دونوں کو کوڑوں کی سزا دی اور حکم دیا کہ اب تمھارا کبھی نکاح نہیں ہوسکتا اور اس عورت کا حق مہر بیت المال میں جمع کرا دیا۔

یہ بات پھیل گئی تو مولا علیؑ نے فرمایا: اللہ رحم کرے حاکمِ وقت پر، حاکم نے حق مہر کیوں بیت المال میں جمع کر دیا۔ یہ دونوں میاں بیوی جاہل ہیں۔ حاکم پر لازم تھا کہ ان دونوں کو سنتِ رسولؐ کی طرف لوٹاتا۔

کسی نے کہا: یا علیؑ! آپ اس مسئلے میں کیا فرماتے ہیں؟

فرمایا: اس عورت کو تو حق مہر ملنا چاہیے کیوں کہ اس کی فرج کو حلال سمجھا گیا ہے اور دونوں کو جدا کر دینا چاہیے اور ان کو کسی قسم کے کوڑے مارنے کی اجازت نہیں۔ پس یہ عورت پہلے شوہر کی عدت پوری کرے پھر دوسرے شخص کی عدت پوری کرے، تب یہ شخص اس عورت کو نکاح کی دعوت دے۔

یہ بات جنابِ عمر تک پہنچی تو انھوں نے کہا: اے لوگو! جہالتوں کو سنت کی طرف پلٹاؤ۔ (احکام القرآن للجصاص، ج ا، ص ۵۰۴)

مسروق سے مروی روایت میں یہ لفظ ہیں کہ جنابِ عمر کے پاس ایک عورت آئی جس نے عدت میں کسی سے نکاح کر لیا تو جنابِ عمر نے ان دونوں کے درمیان جدائی ڈال دی اور اس عورت کا حق مہر بیت المال میں جمع کروا دیا اور کہا: یہ (مرد و عورت) اب کبھی یک جا نہیں ہو سکتے۔

یہ بات حضرت علیؑ تک پہنچی تو فرمایا: اگرچہ اس عورت نے جہالت میں نکاح کیا ہے لیکن حق مہر کی مستحق ہے کیوں کہ اس کی شرم گاہ حلال کی گئی ہے۔ البتہ ان دونوں کے درمیان جدائی ڈال دی جائے۔ جب عدت گزر جائے تو پھر نکاح کریں۔ پس جنابِ عمر نے خطبہ دیا اور کہا: لوگو! اپنی جہالتوں کو سنت کی طرف پلٹاؤ۔

اگران اصحاب نے صرف اپنی رائے دی ہے وہ صحیح نہیں ہے اور اگر انھوں نے تمھیں خوش کرنے کے لیے رائے دی ہے تو تمھارے ساتھ مخلص نہیں ہیں۔ میرے نزدیک اس سقطِ جنین کی دیت تمھارے اُوپر واجب ہے کیوں کہ تم نے اس عورت کو ڈرایا اور اس کا جنین ساقط ہو گیا۔

پھر حضرت علیؑ نے حکم دیا کہ یہ دیت اس فوت شدہ بچے کے عاقلہ وارثوں کو ملے گی کیوں کہ قتلِ خطا کی دیت ہے (عاقلہ قریبی رشتہ داروں کو کہتے ہیں)۔

دوسری روایت: جنابِ عمر نے ایک عورت کو بلوایا تا کہ اس کے متعلق کچھ تحقیق کی جائے۔ وہ عورت حاملہ تھی۔ جنابِ عمر کے شدید رعب کی وجہ سے اس کا جنین ساقط ہو گیا اور بچہ مر گیا۔

جنابِ عمر نے اکابر صحابہ سے اس کا حل پوچھا تو سب نے کہا: آپ پر کوئی شے نہیں کیوں کہ آپ تو ادب سکھانے اور تربیت کرنے والے ہیں لیکن حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

اگر یہ اکابر صحابہ تمھارے حلیف ہیں تو انھوں نے تمھیں دھوکا دیا اور اگر ان کی اپنی یہی سمجھ ہے تو وہ غلطی پر ہیں۔ تمھارے اُوپر ایک غلام کو آزاد کروانے کا کفارہ واجب ہے۔ (سیرت عمر، ص ۱۱۷، ابن الجوزی۔ جمع الجوامع السیوطی، ص ۳۰۰، شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۵۷)

علامہ امینی لکھتے ہیں: خلیفے کی کیا شان ہے کہ دینِ خدا کا اس قدر بھی علم نہیں جو اسے ہلاک کر دینے والے مقامات سے بچا سکے اور فیصلوں میں اس کی مدد کر سکے۔ یہ کیسا خلیفہ ہے کہ ہر مشکل اور آسان مسئلے عقد و نکاح اور خون کے مسائل میں لوگوں کی رائے پر اعتماد کرتا ہے کہ جو اس کی خوشامد میں رائے دیں تو دھوکا دیتے ہیں اور اپنی رائے دیں تو غلطی کرتے ہیں۔

حضرت علیؑ نے ایک مضطرہ عورت کو رجم سے بچایا

عبدالرحمٰن السلمی بیان کرتے ہیں کہ جنابِ عمر کے پاس ایک ایسی عورت لائی گئی کہ جسے سخت پیاس لگی تو وہ ایک گڈریے کے پاس گئی اور پانی مانگا۔ اس نے کہا: پانی کے بدلے آبرو لٹاؤ۔ اس نے پیاس کی شدت کی وجہ سے قبول کرلیا۔ جنابِ عمر نے لوگوں سے مشورہ کیا اور اس کو رجم کے بارے میں پوچھا۔ (لوگوں نے رجم کا مشورہ دیا) لیکن حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ مجبور تھی لہٰذا اسے چھوڑ دیں۔ (سنن البیہقی، ج ۸، ص ۲۳۶۔ الریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۱۹۶۔ ذخائر العقبیٰ، ص ۸۱۔ الطرق الحکمیہ، ص ۵۳)

تفصیلی روایت: جنابِ عمر کے پاس ایک عورت لائی گئی جس نے زنا کیا تھا۔ اس نے اعترافِ جرم کرلیا تو جنابِ عمر نے اس کے رجم کا حکم صادر کردیا۔

اس پر حضرت علیؑ نے فرمایا: اس عورت کا کوئی عذر ہے اور پھر اُسی عورت سے پوچھا کہ تجھے کس چیز نے زنا پر آمادہ کیا؟ اس عورت نے کہا: میں پیاسی تھی۔ میرا پانی اور دودھ ختم ہوچکا تھا۔ ایک شخص جس کے پاس پانی تھا، اُس سے پانی مانگا۔ اس نے پانی اس شرط پر دینے کو کہا کہ میں اس سے اپنی عزت لٹاؤں۔ میں نے تین دفعہ انکار کیا لیکن پیاس کی اس قدر شدت تھی کہ مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں میری جان ہی نہ نکل جائے۔ پس میں نے مجبوراً اس کو مثبت جواب دیا اور اُس نے مجھے پانی دے دیا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: اللہ اکبر، فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (الطرق الحکمیہ لابن الجوزیہ، ص ۵۳۔ کنز العمال، ج ۳، ص ۹۶)

علامہ امینی لکھتے ہیں کہ کاش خلیفہ کو قرآن وسنت کا کچھ علم ہوتا تاکہ اس کے مطابق فیصلے کرتا۔ اے کاش! اسے کچھ معلوم ہوتا تو اس کے فیصلے وثوق سے ہوتے۔ اگر اس اُمت میں علیؑ نہ ہوتے تو وہ واقعی ہلاک ہوجاتا۔ اُس نے ٹھیک کہا تھا: لولا علی لھلک عمر۔

والدین سے مشابہت نہ رکھنے والے بچے کے بارے میں حضرت علیؑ کا فیصلہ

جنابِ عمر کے پاس دو ایسے میاں بیوی آئے اور دونوں کا رنگ کالا تھا۔ مرد نے کہا: اے امیر! میں نے سیاہ کھیتی کاشت کی ہے اور یہ میری سیاہ بیوی ہے مگر اس نے مجھے سرخ بچہ پیدا کر دیا ہے تو کیا ایسا ہوسکتا ہے؟

عورت نے کہا: اے امیر! خدا کی قسم! میں نے کوئی خیانت نہیں کی بلکہ یہ بچہ اپنے باپ کا ہے۔ اب جنابِ عمر خاموش تھے اور کوئی جواب نہ دے سکتے تھے۔

پھر یہ مسئلہ حضرت علیؑ سے پوچھا گیا تو حضرتؑ نے فرمایا: اے سیاہ فام! اگر میں تجھ سے کچھ پوچھوں تو جواب دے گا؟

اس نے کہا: ہاں! ضرور جواب دوں گا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: کیا تم نے اپنی بیوی سے اس وقت جماع کیا جب وہ حیض میں تھی؟

اس نے کہا: ہاں وہ اس وقت حیض میں تھی۔

حضرتؑ نے فرمایا: اللہ اکبر! تحقیق نطفہ خون سے مخلوط ہو گیا ہے اور اس سے خدا نے بچہ پیدا کیا ہے جو سرخ ہے۔ پس اپنے بچے کا انکار نہ کرو ورنہ تم اپنے اُوپر خیانت کرنے والے ہو گے۔ (الطرق الحکمیۃ، ص ۴۷)

اصحابِ رسولؐ کی مشکلات اور حضرت علیؑ

جنابِ عمر بن خطاب کا مشکلات میں حضرت علیؑ کی طرف رجوع کرنا

جنابِ عمر کا ایک مقتول کے بارے رجوع کرنا جو ریش تراش تھا اور اُس کا سر کٹا ہوا تھا۔ ابی فراس نے شرح قصیدہ میں درر المطالب سے نقل کرتے ہوئے ابن عباس سے روایت لکھی ہے کہ جنابِ عمر کی خلافت کے بارے میں ایک رات جنابِ عمر مسجد میں داخل ہوئے تو طلوعِ فجر کے وقت دیکھا کہ ایک شخص محراب میں سویا ہوا ہے۔ پس اپنے غلام سے کہا کہ اسے بیدار کرو تا کہ نماز پڑھے۔ جب وہ غلام اس کے قریب آیا اور اسے حرکت دی تو وہ متحرک نہ ہوا۔ غلام نے اس پر عورت کی چادر دیکھی تو پکارا کہ یہ انصار کی کوئی عورت ہے۔ جب غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ عورت کے لباس میں مرد ہے۔ ڈاڑھی مُنڈی ہوئی ہے اور گلا کٹا ہوا ہے۔

غلام نے جنابِ عمر کو مطلع کیا تو انھوں نے کہا کہ اس کو محراب سے دُور کرو اور مسجد کے کسی کونے میں ڈال دو تا کہ ہم نماز پڑھ لیں۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت علیؑ سے پوچھا کہ آپ کا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: اس کی تجہیز و تکفین کر کے دفن کر دو، عن قریب اس کا معاملہ اس بچے کے ذریعے معلوم ہوگا جسے تم محراب میں پاؤ گے۔

جنابِ عمر نے کہا: یہ آپ کیسے کہہ رہے ہیں؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ خبر مجھے میرے بھائی اور محبوب حضرت محمد مصطفیؐ نے دی

تھی۔ اس واقعہ کے ۹ ماہ گزرنے کے بعد جنابِ عمر مسجد میں آئے کہ نمازِ فجر پڑھیں تو محراب میں بچے کے رونے کی آواز سنی تو پکار اُٹھے کہ رسول پاکؐ اور علی پاکؑ نے سچ بتایا تھا۔

پھر غلام سے کہا: بچے کو محراب سے دُور کرو تاکہ نماز پڑھوں۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو بچے کو حضرت علیؑ کے سامنے لائے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: اس کے لیے کسی دودھ پلانے والی کا انتظام کرو۔ جنابِ عمر نے مدینہ میں مرضعہ کی تلاش کی تو ایک انصاری عورت مل گئی جس نے کہا: میرا بچہ فوت ہو گیا ہے اور میرے پاس کافی دولت ہے۔

اس عورت کو حضرت امیر المومنینؑ کے پاس لایا گیا تو جناب امیرؑ نے وہ بچہ اس عورت کو دے دیا اور اسے نصیحت کی کہ اس کی حفاظت کرنا اور بیت المال سے اس عورت کے لیے شہریہ (وظیفہ) بھی مقرر کر دیا گیا۔

اس بچے کی ولادت محرم کے ماہ میں ہوئی تھی، جب عید (الفطر) آئی تو اس کے نو ماہ مکمل ہو گئے۔ پھر حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اس مرضعہ کو بلواؤ۔ وہ آئی تو حضرتؑ نے فرمایا: تم بچے کے ساتھ کل آنا، نیز اسے ایک لباس دیا کہ اس کو پہنو اور نماز پڑھنے جاؤ اور دیکھنا کہ جو عورت تمھارے پاس آئے، اس بچے کو تم سے لے اور چومے اور کہے: اے مظلوم، اے مظلومہ کے بیٹے، اے ظالم کے بیٹے، تو اس عورت کو میرے پاس لے آنا۔ جب صبح ہوئی تو اس عورت نے ایسے ہی کیا جیسے حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا تھا۔ ایک عورت آئی اور اس بچے والی عورت کو آواز دی کہ اے عورت! دینِ محمدؐ کا واسطہ ذرا ٹھہر جاؤ۔ یہ عورت رُک گئی۔ جب وہ قریب آئی تو اپنے چہرے سے نقاب ہٹایا۔ وہ بہت خوب صورت عورت تھی جس کی نظیر نہ دیکھی گئی تھی۔ اس نے بچہ لیا، اسے چوما اور کہا: اے مظلوم، اے مظلومہ کے بیٹے اور اے ظالم کے بیٹے، تو کس قدر میرے اس بچے سے

مشابہہ ہے جو مر گیا ہے۔

پھر وہ عورت رونے لگی اور بچہ واپس اس عورت کو دے کر خود واپس جانے کا ارادہ کیا۔ بچے کو دودھ پلانے والی مرضعہ نے اسے پکڑ لیا۔ وہ عورت چلائی کہ مجھے چھوڑ دو مرضعہ نے کہا: تم میرے ساتھ حضرت علیؑ کے پاس چلو۔ وہ عورت بہت پریشان اور مضطرب ہوگئی اور لگی منتیں سماجتیں کرنے کہ خدا سے ڈرو، مجھے چھوڑ دو، کیوں کہ اگر تو مجھے حضرت علیؑ کے پاس لے گئی تو وہ مجھے مجمع عام میں شرمندہ و ذلیل کر دیں گے اور میں قیامت کے دن تمھاری دشمن ہوں گی۔

مرضعہ نے کہا: میں ہر صورت میں تمھیں حضرت علیؑ کے پاس لے کر جاؤں گی۔

اُس عورت نے کہا: اگر تم مجھے حضرت علیؑ کے پاس لے جاؤ گی تو وہ تجھے کوئی انعام نہیں دیں گے لیکن اگر تم میرے ساتھ چلو تو میں تمھیں ایسا تحفہ دوں گی جس سے تم خوش ہو جاؤ گے اور وہ ہدیہ دو یمنی چادروں، ایک یمنی جوڑے اور تین صد درہم کا ہوگا۔ تم ایسے ہو جاؤ گویا مجھے دیکھا ہی نہیں اور میری ملاقات کو چھپا دو اور جب آئندہ عیدالاضحیٰ آئے گی تو اللہ گواہ ہے کہ اگر بچہ صحیح و سالم ہوا تو اسی قدر مزید ہدیہ دوں گی۔

مرضعہ اس کے ساتھ گئی، تحائف وصول کیے اور گھر چلی گئی۔ جب لوگ نماز سے واپس چلے گئے تو حضرت علیؑ نے اس عورت کو بلوایا اور فرمایا: اے دشمنِ خدا! تم نے میری نصیحت کا کوئی اثر نہیں لیا۔

مرضعہ نے کہا: اے رسولؐ اللہ کے چچازاد! میں بچے کو لے کر تمام نمازوں میں گئی مگر مجھے کوئی ایسی عورت ملی ہی نہیں جس نے مجھ سے بچہ لیا ہو۔

حضرت امیرؑ نے فرمایا: تم جھوٹ بول رہی ہو، صاحبِ قبر (رسول پاکؐ) کی قسم! تمھارے پاس وہ عورت آئی، تم سے بچہ لیا، اسے چوما اور روئی اور تمھیں بچہ واپس دے دیا۔ پھر تم نے اس کا دامن پکڑا مگر اس نے تمھیں رشوت دی اور مزید دینے کا وعدہ

بھی کیا۔

یہ سنتے ہی اس مرضعہ کے ہوش و حواس اُڑ گئے اور اس نے اپنے آپ میں کہا کہ اگر میں خود سچ نہ بتاؤں تو ہلاک ہو جاؤں گی۔

پھر اس عورت نے عرض کیا: اے عم زادِ رسولؐ گرامی! کیا آپؑ علمِ غیب رکھتے ہیں؟

فرمایا: معاذ اللہ، علمِ غیب تو صرف خدا ہی رکھتا ہے۔ ہاں البتہ مجھے وہ معلوم ہے جس کا مجھے رسولؐ اللہ نے علم عطا فرمایا تھا۔

عورت نے کہا: اے امیر المومنینؑ! سچ اچھی کلام ہوتی ہے۔ اب میں جھوٹ نہیں بولوں گی۔ آپ مجھے جو حکم دیں گے میں وہی کروں گی، میں اُسے ابھی اس کے گھر سے پکڑ لاتی ہوں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: اُس عورت نے تحفے تحائف اور ہدایا دینے کے بعد مکان تبدیل کر لیا ہے۔ اب جو اس نے کیا اللہ اسے معاف کرے، تم اس بچے کی حفاظت کرو۔ پس عید الاضحیٰ کے موقع پر اگر اُس عورت کو دیکھنا تو ضرور میرے پاس لے آنا۔

مرضعہ نے کہا: سمعاً و طاعۃ، میں ضرور عمل کروں گی۔

جب عید الاضحیٰ کا دن آیا تو پہلے کی طرح یہ مرضعہ گئی اور وہ عورت آ گئی اور کہا: میرے ساتھ آؤ تا کہ تجھے وعدہ کے مطابق ہدایا دوں۔

پس مرضعہ نے کہا: مجھے تمھارے ہدایا کی ضرورت نہیں، اب ہر صورت میں تمھیں جنابِ امیر علیہ السلام کے پاس لے کر جاؤں گی پھر اس عورت کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ جب اس عورت نے دیکھا تو آسمان کی طرف منہ اُٹھا کر کہا: یاغیاث المستغیثین یا جار المستجیرین اور پھر اس مرضعہ کے ساتھ مسجد النبیؐ چلی آئی۔

جب حضرت علیؑ نے اس عورت کو دیکھا تو فرمایا: اے کنیزِ خدا! تم کیا پسند کروں

گی کہ اپنا واقعہ تم بتاؤ یا میں بتاؤں؟ کیوں کہ مجھے اس کے بارے میں رسولؐ اللہ نے سب کچھ بتایا ہے۔

پس اس عورت نے کہا کہ اگر مجھے اللہ کے عذاب سے امان ملے تو میں اپنا قصہ آپ کو بتاتی ہوں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: سناؤ۔

اس عورت نے کہا: میں انصار کی ایک لڑکی ہوں۔ میرا باپ عامر بن سعد الخزرجی تھا، جو رسولؐ اللہ کے سامنے شہید ہوگیا اور میری ماں حضرت ابوبکر کی حکومت کے دوران میں فوت ہوگئی۔ میں اکیلی تھی۔ میرے ساتھ گھر میں زندگی گزارنے والا کوئی نہ تھا۔ میں مہاجرین کی عورتوں سے میل جول رکھتی تھی۔ مجھے ان سے انس ہوگیا۔ ایک دن میں مہاجرین اور انصار کی عورتوں کے ساتھ بیٹھی تھی کہ ایک بوڑھی عورت آئی جس کے ہاتھ میں تسبیح تھی، وہ عصا کی ٹیک لگاتی ہوئی آئی اور سلام کیا۔ ہم نے سلام کا جواب دیا۔ پھر ہم میں سے ہر ایک کا نام پوچھا اور میری طرف بڑھ کر کہا: اے بچی! تمھارا کیا نام ہے؟ میں نے کہا: جمیلہ۔ تو اس نے کہا: کس کی بیٹی ہو۔ میں نے کہا: عامر کی بیٹی ہوں۔

پھر پوچھا: تمھارا باپ یا شوہر ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ اس نے کہا: تو پھر اس طرح تنہائی میں کیسے وقت گزر رہا ہے، تم تو ایک خوب صورت جوان لڑکی ہو۔

اس نے مجھ سے بہت شفقت، نیکی اور پیار کا اظہار کیا اور میری تنہائی پر رونے لگی۔ پھر کہا: تجھے ایک ایسی عورت کی ضرورت ہے جو تیرے ساتھ رہے اور تجھ سے انس کرے اور تیری خدمت کرے۔

میں نے کہا: ایسی عورت کہاں ہے؟

اس نے کہا: میں تمھاری ماں کے مقام پر ہوں۔

میں نے کہا: جب چاہو آجاؤ، یہ گھر تمھارا ہے، مجھے بہت خوشی ہوگی۔

پھر وہ میرے ساتھ حجرے میں داخل ہوئی، پانی مانگا، وضو کیا۔ جب فارغ ہوئی تو میں نے کہا: اللہ کی حمد ہے کہ اس نے میری مشکل آسان کر دی اور میری کمزوری پر رحم فرمایا۔

پس میں اس کے لیے کھانا لائی، اس نے کھانے کو دیکھا تو رو پڑی۔ میں نے پوچھا: آپ کیوں روتی ہیں؟ اس نے کہا: میں یہ نہیں کھا سکتی۔ میں نے کہا: کون سا کھانا تمھیں پسند ہے۔ اس نے کہا: جو کی روٹی اور نمک اور پھر رو پڑی اور کہا: اے بیٹی! میرے کھانے کا یہ وقت نہیں بلکہ جب نمازِ عشا سے فارغ ہوں گی تو کھاؤں گی کیوں کہ میرا روزہ ہے لہٰذا نمازِ عشاء پڑھ کر روزہ افطار کروں گی۔

پس اس نے نماز پڑھی، نماز کے بعد میں اس کا مطلوبہ کھانا لائی، اس نے راکھ اُٹھا کر نمک میں ملا دی اور جو کی روٹی کے تین ہی لقمے کھائے اور پھر نماز پڑھنے لگی اور صبح تک نمازیں پڑھتی رہی اور نمازِ فجر کے بعد ایسی خوب صورت دعا پڑھی کہ آج تک میں نے اس قدر خوب صورت دعا نہیں سنی۔

میں اُٹھی، اس کے ماتھے کو چوما اور کہا: مبارک ہو آپ کو کہ اس طرح عبادت گزار ہیں۔ آپ کو دین محمد مصطفیؐ کا واسطہ مجھے دعاؤں میں نہ بھولنا کیوں کہ آپ کی دعا ضرور قبول ہوتی ہوگی۔

اس بوڑھی نے کہا: اے جمیلہ بچی! میں تمھاری تنہائی پر فکر مند ہوں کیوں کہ مجھے بھی کسی وجہ سے باہر جانا پڑتا ہے، لہٰذا تمھارے پاس ایک عورت کا ہر وقت رہنا ضروری ہے جو تمھیں مانوس رکھے۔

میں نے کہا: اس قسم کی عورت کہاں سے ملتی ہے؟

اس بڑھیا نے کہا: میری ایک بیٹی تجھ سے ذرا چھوٹی ہے۔ بڑی عقل مند، حیادار اور عبادت گزار ہے۔ میں اسے تمھارے پاس لاؤں گی۔

میں نے کہا: جیسے مناسب سمجھیں کریں۔ وہ بڑھیا چلی گئی۔ پھر کافی دیر کے بعد اکیلی واپس آئی۔ تو میں نے پوچھا کہ میری بہن کیوں نہیں لائیں، جس کا وعدہ کیا تھا؟

اس بوڑھی نے کہا: میری بچی کو لوگوں سے ڈر لگتا ہے اور وہ خدا سے انس رکھتی ہے جب کہ تم جوان، خوش اخلاق ہو، تمھارے پاس ہر وقت مہاجرین اور انصار کی عورتوں کا آنا جانا لگا رہتا ہے، اس لیے میری بچی کو خوف ہے کہ اگر اِدھر تمھارے پاس آئیں تو دنیاوی باتوں میں مصروف ہوجائے گی اور عبادتِ خدا میں بہت پیچھے رہ جائے گی۔ صاف ظاہر ہے وہ تمھیں چھوڑ دے گی اور چلی جائے گی۔

اے امیرالمومنینؑ! میں نے اسے حلف دیا کہ جب تک تمھاری بیٹی میرے پاس ہوگی کوئی عورت میرے پاس نہیں آئے گی۔

اس بوڑھی نے کہا کہ یہ شرط منظور ہے۔ پھر وہ گئی اور گھنٹہ کے بعد آئی تو اس کے ساتھ لمبے قد کی ایک عورت تھی جس نے بڑی سی چادر سے اپنے آپ کو مکمل طور پر ڈھانپا ہوا تھا سوائے آنکھوں کے اُس کا پورا جسم چھپا ہوا تھا۔

جب بوڑھی حجرہ کے دروازہ تک آئی تو رُک گئی۔ میں نے کہا: کیوں رُک گئی ہو، اندر چلو۔ تو بوڑھی نے کہا: مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے کہ تمھاری خواہش پوری کر دی۔ میں اپنے گھر کا دروازہ بند کرنا بھول گئی تھی، مجھے ڈر ہے کہ کوئی گھر میں داخل نہ ہوجائے۔ اس لیے میں اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے آتی ہوں، تم اپنے حجرے کا دروازہ بند کرلو۔

پس میں نے حجرے کا دروازہ بند کرلیا اور اس لڑکی کی طرف متوجہ ہوئی۔ اس سے بات کی لیکن وہ نہ بولی۔ پھر میں نے اسے اشارہ کیا کہ اب چادر اُتار دو لیکن اس نے چادر نہ اُتاری۔ پھر میں نے اس کی چادر خود اُتاری تو وہ مرد نکلا جس کی ڈاڑھی مُنڈی ہوئی تھی اور ہاتھ پاؤں پر دستانے چڑھائے ہوئے تھے، نیز عورتوں کا لباس پہنا ہوا تھا۔

جب میں نے یہ دیکھا تو مبہوت ہوگئی اور مجھ پر غشی طاری ہوگئی۔ جب مجھے

افاقہ ہوا تو میں نے کہا: تجھے کس چیز نے اس بات پر آمادہ کیا کہ مجھے اور خود کو رسوا کیا، بس اب اُٹھ اور یہی چادر لے کر میرے گھر سے نکل جاؤ۔ اگر اس بات کا علم عمر ابن خطاب کو ہوگیا تو تجھے سخت سزا دے گا۔

پس میں اُٹھ کھڑی ہوئی اور اس سے دُور جانے لگی۔ اس نے مجھے پکڑ لیا اور مجھے ڈر تھا کہ اگر میں شور مچاؤں گی تو شرمندہ ہوں گی اور میری شرمندگی کا ہمسایوں کو علم ہوجائے گا۔ لہٰذا اس نے مجھے گلے سے لگایا اور سلا دیا اور میں اس کے نیچے ایسے آ گئی جیسے کوئی بچہ اُونٹ کے نیچے آجاتا ہے۔ پس اس نے مجھے شرمندہ کیا اور میری عزت لوٹی۔ جب اس نے مجھ سے جدا ہونے کا ارادہ کیا تو نشے اور مستی کی وجہ سے قادر نہ تھا۔ لہٰذا منہ کے بل گرا اور بے ہوش ہوگیا۔ میں نے اس میں کوئی حرکت نہ دیکھی۔ میں نے اس کے پاس ایک خنجر دیکھا تو وہی خنجر نکال کر اسی سے اس کا سر کاٹ دیا۔

پھر میں نے آسمان کی طرف رُخ کیا اور کہا: اے میرے اللہ! تو جانتا ہے کہ اس نے مجھ پر ظلم کیا اور مجھے رسوا کیا اور میری عزت لوٹی ہے، پس میں تجھ پر توکل کرتی ہوں اور جو بندہ اللہ پر توکل کرے اللہ اُس کے لیے کافی ہوتا ہے۔ اے بہترین پردہ رکھنے والے خدا!

جب رات ہوئی تو میں نے اس کی لاش کو اُٹھایا اور مسجدِ رسولؐ میں ڈال دیا۔

جب ایامِ حیض میں میرا حیض جاری نہ ہوا تو میں نے ارادہ کیا کہ حمل نہ ٹھہرنے دوں تاکہ شرمندگی نہ ہو لیکن پھر خیال آیا کہ جب پیدا ہوگا تو اس کو قتل کردوں گی۔

پس میں نے اپنا یہ ماجرا مخفی رکھا حتیٰ کہ میرا بچہ پیدا ہوگیا اور کسی کو علم نہ ہوا۔ پھر میرے دل میں خیال آیا کہ یہ بچہ ہے اس کا تو کوئی قصور نہیں ہے، اسے کیوں قتل کروں، لہٰذا اس بچے کو کپڑے میں لپیٹ کر محرابِ مسجد میں رکھ دیا۔ پس میرا یہی قصہ ہے۔

جنابِ عمر پکار اُٹھے میں نے رسولِ اکرمؐ سے سنا تھا کہ آپؐ نے فرمایا:

أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا اور میں نے رسولؐ پاک سے سنا کہ میرا بھائی بولتا تو حق کی زبان سے بولتا ہے۔ اب اے امیر المومنینؑ! اس کا فیصلہ آپ کریں، آپؑ کے علاوہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: اُس مقتول کی دیت کسی پر بھی نہیں کیوں کہ وہ حرام کا مرتکب ہوا اور ایک عزت لوٹی اور اس قدر بڑے جرم کا ارتکاب کیا۔ رہی یہ عورت تو اس عورت پر بھی کوئی حد جاری نہیں ہوتی کیوں کہ مرد نے اسے دھوکا دیا اور عورت کی رضامندی شامل نہ تھی اور وہ اس عورت کے اُوپر غالب آ گیا جب کہ اس عورت کی خواہش نہ تھی۔

پھر حضرت علیؑ نے اس عورت سے فرمایا کہ ہر صورت میں اس بوڑھی کو لایا جائے تا کہ اس سے حق اللہ کا مطالبہ کیا جائے اور اس کی حد اس پر جاری کی جائے اور اس ن کی تلاش میں تقصیر نہ کرنا تا کہ تمھاری بات کی صداقت ظاہر ہو سکے۔

اُس عورت نے کہا کہ میں اس کی تلاش میں کوتاہی نہ کروں گی، مجھے تین دن کی مہلت دیں۔

حضرت علیؑ نے اسے مہلت دی اور مرضعہ کو حکم دیا کہ بچہ اس کو دے دے اور فرمایا: اس کا نام مظلوم رکھو، خدا اس کے باپ کو جہنّم میں ڈال دے گا۔

پھر وہ عورت گھر آئی اور رب سے دعا مانگی کہ بوڑھی مل جائے۔ پس آئندہ روز اللہ پر توکل کرتے ہوئے گھر سے نکلی تو راستے میں وہ بوڑھی مل گئی۔ وہ اس بوڑھی کو پکڑ کر مسجدِ رسولؐ میں لے آئی۔

جب حضرت امیر المومنینؑ نے اس بوڑھی کو دیکھا تو فرمایا: اے اللہ کی دشمن! کیا تجھے علم ہے کہ میں علیؑ ابن ابی طالب ہوں اور میرا علم رسولؐ اللہ کا علم ہے۔ مجھے اس شخص کا حال بتاؤ جسے عورت بنا کر تم اس عورت کے گھر لائی تھی۔

اس بڑھیا نے کہا: میں تو اس عورت کو بھی نہیں جانتی اور نہ اس مرد کو اور نہ میں نے اس عورت کو کبھی دیکھا ہے اور نہ اس قسم کے کام کو حلال سمجھتی ہوں۔

حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا: یہ جو کہہ رہی ہے قسم کھا کر کہہ سکتی ہو؟

اس نے کہا: ہاں۔

حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا: جاؤ اور قبر رسولؐ پر ہاتھ رکھ کر قسم اٹھاؤ کہ تو اس عورت کو نہیں جانتی اور پہلے کبھی نہیں دیکھا۔

پس بڑھیا اُٹھی اور قبر رسولؐ پر ہاتھ رکھا اور قسم اُٹھالی۔ جوں ہی قسم اُٹھائی تو اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا۔ جس کا اس بوڑھی کو پتہ بھی نہ چلا۔

حضرت امیر المومنینؑ نے آئینہ منگوایا اور بوڑھی کو دیا کہ اس میں اپنا منہ دیکھو۔ جب اس نے دیکھا تو سیاہ کالا تھا۔ ہر طرف سے محمد مصطفیٰؐ پر صلوات پڑھنے کی آوازیں بلند ہونے لگیں، جب کہ بڑھیا دیکھتی تھی اور روتی تھی اور یہی کہتی تھی کہ اے رسولؐ کے چچازاد میں توبہ کرتی ہوں۔

حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے اللہ! تو دلوں کے راز جانتا ہے۔ اگر یہ توبہ کرنے میں سچّی ہے تو اسے اپنی پہلی حالت پر پلٹا دے۔ لیکن اس کا چہرہ ویسے رہا تو حضرت علیؑ نے فرمایا: اے بڑھیا! تو نے خلوصِ دل سے توبہ نہیں کی۔ اے ملعونہ! خلوص سے توبہ کر ورنہ تجھے اللہ کبھی معاف نہیں کرے گا۔

پھر حضرت امیر المومنینؑ نے جنابِ عمر سے کہا کہ اپنے ساتھیوں سے کہو کہ اس کو شہر سے باہر لے جائیں اور رجم (سنگ سار) کر دیں کیوں کہ یہ عورت ایک مرد کے قتل، ایک عورت کی عزت لٹنے اور ناجائز نطفہ مستقر ہونے کا سبب بنی ہے۔ پس جنابِ عمر نے ایسا ہی کیا۔

پس جب خلافت امیر المومنینؑ کا زمانہ آیا تو وہی بچہ جوان ہو گیا اور صفین میں

اُس نے حضرت علیؑ کے سامنے جامِ موت نوش کیا۔ (یہ قصہ مختلف علمائے اہلِ سنت اور اہلِ تشیع نے ذکر کیا ہے مثلاً شاہ محمد خواند شاہ شافعی در روضۃ الصفاء درد المطالب۔ شرح نہج البلاغہ میں ابن ابی الحدید۔ علامہ تستری، کتابِ تستری میں ص ۱۸۳۔ عجائب احکام امیرالمومنینؑ السید محسن العاملی، ص ۹۷ اور علامہ محلاتی نے اپنی کتاب میں ص ۵۱ پر درج کیا)۔

جنابِ عمر کا ایک بچے کے فیصلہ میں حضرت علیؑ سے رجوع کرنا

ابن شہر آشوب کے مناقب (ج ۱، ص ۴۹۷) پر روایت درج ہے کہ دو عورتیں جنابِ عمر کے زمانہ میں ایک بچے کے بارے میں جھگڑا کرتی ہوئی آئیں۔ وہ دونوں عورتیں لڑکے کو اپنا لڑکا کہتی تھیں لیکن دونوں کے پاس کوئی گواہ نہ تھے۔

پس جنابِ عمر کے لیے پریشانی بن گئی کہ کیسے فیصلہ کریں تو حضرت علیؑ کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ فیصلہ کریں۔ حضرت علیؑ نے پہلے انھیں سمجھایا لیکن وہ اپنے دعوے پر قائم رہیں۔

حضرتؑ نے تلوار منگوائی۔ عورتوں نے پوچھا کہ تلوار کیوں منگوائی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: بچے کے دو ٹکڑے کر کے آدھا آدھا دونوں کو دے دوں گا۔ ان میں سے ایک عورت تو خاموش رہی لیکن دوسری نے کہا: اللہ اللہ! اے ابوالحسنؑ اگر ایسا ہی کرنا ہے تو پس میں دعوے سے دستبردار ہوتی ہوں، بچہ اس عورت کو دے دو۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: اللہ اکبر! یہ لڑکا تمھارا ہے، اُس عورت کا (ہرگز) نہیں۔ اگر اس کا بیٹا ہوتا تو اس کا دل رقیق ہوتا اور اُسے اس بچے پر رحم آتا۔ پھر دوسری عورت نے اعتراف کر لیا کہ واقعاً یہ بچہ اسی عورت کا ہے۔

اور یہ وہ فیصلہ ہے جو جنابِ سلیمان نے اپنے بچپن میں کیا تھا۔

مؤلف کا قول ہے کہ علامہ مجلسی نے اس فیصلے کو بحار (جلد ۹، ص ۴۸۳) میں مناقب سے نقل کیا ہے اور ارشادِ مفید میں بھی موجود ہے۔ البتہ اس کے آخر میں یہ ہے کہ

جنابِ عمر پریشان ہوئے اور حضرت علیؑ نے ان کی پریشانی ختم کردی اوران سے علامہ مجلاتی نے نقل کیا ہے، نیز عجائب الاحکام امیرالمومنینؑ میں سید محسن العاملی نے نقل کیا ہے۔

جنابِ عمر کا ایک مقدس جوان کے بارے حضرت علیؑ کی طرف رجوع کرنا

بحارالانوار (ج ۹، ص ۴۸۸) میں کتاب الروضہ سے مروی ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ کے فضائل میں ذکر ہوا ہے کہ اہلِ بیت المقدس کا ایک شخص مدینۃ الرسولؐ آیا جو نہایت جوان اور خوب صورت تھا۔ اس نے حجرۂ نبیؐ کی زیارت کی اور مسجد نبویؐ میں آیا اور ساری رات عبادت کرتا رہا، جب کہ دن کو روزہ رکھتا تھا۔ اس نے اس قدر عبادت کی کہ سب سے زیادہ عبادت کرنے والے بھی تمنا کرتے کہ اس جوان جیسی عبادت کریں۔

جنابِ عمر اس کے پاس آتے اور حاجت پوچھتے تو وہ مقدس نیک شخص کہتا کہ مجھے خدا سے حاجت ہے اور یہی کہتا رہا، حتیٰ کہ لوگوں نے حج کی تیاری کی تو وہ جنابِ عمر کے پاس آئے اور کہا: اے ابوحفص! میں حج پر جانا چاہتا ہوں اور میرے پاس ایک امانت ہے۔ چاہتا ہوں کہ آپ کے حوالے کردوں تاکہ حج سے واپسی پر لے لوں۔

جنابِ عمر نے کہا: وہ امانت لاؤ تو وہ جوان ایک صندوق لایا جسے تالہ لگا ہوا تھا اور اس پر اس جوان کی مہر لگی ہوئی تھی۔ جنابِ عمر نے اس سے وہ امانت وصول کی اور وہ جوان حج کے کارواں کے ساتھ چلا گیا۔ جنابِ عمر اس کارواں کے سالار کے پاس گئے کہ میں تجھے اس جوان کی سفارش کرتا ہوں۔ پھر جنابِ عمر نے اس جوان سے الوداع کیا۔ نیز سالارِ کارواں سے کہا کہ اس جوان سے اچھا سلوک کرنا۔

اتفاق سے اس کارواں میں انصار کی ایک عورت تھی وہ ہمیشہ اس مقدس جوان کا لحاظ رکھتی تھی اور اس کے قریب قریب رہتی تھی۔ ایک دن اس کے قریب ہوئی اور کہا: اے جوان! میں ان نازک کپڑوں کو جسم پر مشکل سے برداشت کرتی ہوں۔ آپ نے

گرم اُون کو کیسے برداشت کیا ہوا ہے۔

جوان نے فرمایا: یہ جسم تو کیڑے مکوڑوں کی خوراک ہے اور یہ مٹی میں مل جائے گا۔ پھر عورت نے کہا: مجھے اس روشن چہرے پر غصہ آتا ہے جب سورج اس پر چمکتا ہے؟ جوان نے کہا: اے عورت! اللہ سے ڈرو وہی کافی ہے۔ مجھے تیری باتوں نے رب کی عبادت سے روک رکھا ہے۔

عورت نے کہا: مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے۔ اگر وہ کام کردیں تو پھر ٹھیک ہے۔ اور اگر نہیں کریں گے تو میں تمھیں کبھی نہیں چھوڑوں گی جب تک تم میرا وہ کام نہیں کروگے۔

جوان نے پوچھا: تمھاری کیا حاجت ہے؟ اس نے کہا: تم مجھ سے مباشرت کرو۔

جوان نے اسے خوفِ خدا دلایا اور مذمت کی تو عورت نے کہا: اگر تم میری خواہش پوری نہ کروگے تو تمھیں عورتوں کی مکاریوں میں پھنسا کر ذلیل کروں گی۔

پھر بھی جوان نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی بلکہ بے اعتنائی کی۔ پس ایک رات جب وہ عبادت کرتے کرتے تھک گیا اور اس پر نیند کا غلبہ ہوگیا تو وہ عورت آ گئی۔ اس جوان کے سر کے نیچے اس کا زادِ راہ تھا اور وہ ایک تھیلی تھی۔ اس عورت نے وہ تھیلی نکال کر اس میں پانچ سو دینار کی تھیلی ڈال کر اسے اسی جوان کے سرہانے رکھ دیا۔

جب سارے کارواں والے اکٹھے ہوئے تو اس ملعونہ نے نیند سے اُٹھتے ہی بلند آواز سے کہنا شروع کردیا کہ ہائے اللہ! ہائے کارواں والو! میں ایک مسکین، غریب عورت ہوں، میرا نفقہ اور زادِ راہ چوری ہوگیا ہے۔ میں تمھیں خدا کی قسم دیتی ہوں کہ میرے زادِ راہ کو تلاش کرو۔

پس سالار نے حکم دیا کہ تمام لوگوں کے اموال کی تلاشی لی جائے۔ تلاشی لی گئی تو وہ اموال نہ ملے۔ صرف مقدس جوان کا سامان باقی تھا۔ پس عورت نے کہا: اس جوان

کے سامان کی تلاشی لینے میں کیا حرج ہے اگرچہ یہ مہاجرین وانصار کے لیے ایک نمونہ ہے لیکن تم کیا جانو کہ اس کا ظاہر اچھا ہو اور باطن بُرا ہو۔

عورت بار بار کہتی رہی حتیٰ کہ وہ کارواں والے اس جوان مقدس کے سامان کی تلاشی کے لیے تیار ہوگئے۔ جب تلاشی کرنے لگے تو وہ جوان نماز پڑھ رہا تھا۔ جب اس نے تلاشی کرنے والوں کو دیکھا تو پوچھا: تمھیں کیا کام ہے؟

انھوں نے کہا: یہ انصاری عورت کہتی ہے کہ میرا مال چوری ہوگیا ہے، تمام کارواں کی تلاشی لی ہے، صرف آپ کا سامان باقی ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو ہم آپ کے اموال کی تلاشی کرلیں؟

جوان نے کہا: کوئی حرج نہیں جس طرح تلاشی لینا چاہو لو۔ جب تلاش کرنے والوں نے اس کے زادِراہ والی تھیلی دیکھی تو اس میں دوسری تھیلی بھی تھی۔ وہ ملعونہ چلاّئی: اللہ اکبر! اللہ اکبر! خدا کی قسم یہی میرے زادِراہ والی تھیلی ہے اور اس میں اس قدر دینار ہیں اور اس میں ایک موتیوں کا ہار اور اس کا اس قدر وزن ہے۔ پس انھوں نے وہ تھیلی نکالی تو اس میں وہ سب کچھ موجود پایا جو اس عورت نے بتایا تھا۔

تمام کارواں والے اس شخص کو سخت سزا دینے، اور سبّ وشتم کرنے لگے لیکن وہ نوجوان کسی کو جواب نہ دیتا تھا۔ پس لوگوں نے اسے دھکے دیے اور کھینچ کر مکہ میں لے آئے۔ جب مکہ پہنچے تو اس جوان نے کہا: اے کارواں والو! اس بیت اللہ کا صدقہ مجھ پر مہربانی کرو، ابھی مجھے چھوڑ دو، میں حج کرلوں، تو خدا کو شاہد اور رسول کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ حج کے بعد تمھارے پاس آجاؤں گا اور اپنے ہاتھ تمھارے پاس چھوڑ دوں گا (یعنی ہاتھ کٹوانے کے لیے تیار ہوں گا)۔

پس ان کے دل میں خدا نے رحم پیدا کیا اور انھوں نے اس جوان کو چھوڑ دیا۔ جب اس نے مناسکِ حج ادا کرلیے تو وہ قوم کی طرف آیا اور کہا: اب میرے ساتھ جو کرنا

ہے، کرو۔

بعض لوگوں نے کہا: اگر غائب ہونا چاہتا تو دوبارہ تمھارے پاس نہ آتا، پس اس کو چھوڑ دو، لہٰذا انھوں نے چھوڑ دیا اور کاروانِ مدینہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ راستے میں اس ملعونہ کو زادِ راہ کی ضرورت پڑ گئی۔ اُس نے ایک گڈریا راستے میں دیکھا تو اس سے زادِ راہ مانگا تو اس نے اس کے بدلے عزت مانگی، پس اس نے عزت بیچ دی اور رقم لے لی۔ جب اس سے دُور ہوئی تو ابلیس لعنۃ اللہ نے اس کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ تو حاملہ ہے۔ تو اس نے کہا کہ کس سے حاملہ ہوں؟ کہا: اس گڈریے سے تو وہ چیخی اور چلائی۔

پھر شیطان نے کہا: ڈرو مت جب تو کارواں میں جانا تو اہل کاروں سے کہنا کہ میں نے مقدس جوان کی اچھی قرأت سنی تو اس کے قریب ہوگئی اور جب مجھے نیند آئی تو اس جوان نے مجھ سے مباشرت کی اور میں دفاع نہ کرسکتی تھی اور مجھے حمل ہوگیا۔ میں انصار کی عورت ہوں، میرے خاندان کے لوگ بدلہ لیں گے۔ پس اس ملعونہ نے وہی کیا جو اسے ابلیس نے کہا تھا۔ پس کارواں والوں نے اس کی بات میں شک نہ کیا کیوں کہ پہلے اسی کے اموال سے اس عورت کی تھیلی ملی۔ تو سب نے اس نوجوان سے نفرت آمیز لہجے سے کہا کہ کیا تجھے چوری کافی نہ تھی حتیٰ کہ تم نے زنا کیا۔ پس سب لوگوں نے اس کو سبّ و شتم کیا۔ ہر ایک طعنہ دیتا لیکن وہ کسی کا جواب نہ دیتا تھا۔

جب کارواں واپس مدینے کے قریب پہنچا تو جنابِ عمر اور دیگر مسلمان استقبال کے لیے آئے۔ جب قافلے کے قریب پہنچے تو جنابِ عمر نے سب سے پہلے اس مقدس جوان کا حال احوال پوچھا۔

کارواں والوں نے کہا: اے ابوحفص! آپ اس مقدس جوان سے کس قدر غافل ہیں۔ اس نے تو چوری کی، فسق و فجور کیا اور سارا ماجرا سنایا۔

جنابِ عمر نے اس جوان کو بلایا اور کہا: تم برباد ہو، تمھارا ظاہر اور ہے اور باطن اور

ہے، حتیٰ کہ تمھیں اللہ نے شرمندہ کر دیا، اب میں تمھیں سخت سزا دوں گا۔

اس جوان نے کوئی جواب نہ دیا۔ لوگ جمع ہو گئے کہ اس جوان کو کیا سزا ملتی ہے؟ کہ اچانک ایک نور بلند ہوا اور ایک شعاع چمکی پس وہ سب فکر کرنے لگے۔ حضرت علیؑ نے جب مسجدِ رسولؐ سے شور سنا تو پوچھا: کیا ماجرا ہے؟ تو بتایا کہ مقدس جوان نے چوری کی اور زنا کیا ہے۔

حضرت علیؑ نے فوراً فرمایا: خدا کی قسم! نہ اس نے چوری کی اور نہ اس نے زنا کیا بلکہ اس کے علاوہ تو کسی کا حج بھی قبول نہیں۔ جب جنابِ عمر نے یہ سنا تو کھڑے ہو گئے اور حضرت علیؑ کو اپنے مقام پر بٹھایا۔ پھر اس جوان مقدس کی طرف دیکھا، وہ خاموش کھڑا زمین کی طرف دیکھ رہا تھا اور وہ عورت بیٹھی تھی۔

حضرت امیر المومنینؑ نے اس عورت سے فرمایا: برباد ہوئی اپنا قصہ بتاؤ۔

اس نے کہا: اے امیر المومنینؑ! اس جوان نے میرے اموال چوری کیے اور کارواں والوں نے میرے اموال اس کے پاس سے برآمد کیے ہیں۔ پھر ایک رات اس کی اچھی قرأت کی وجہ سے میں اس کے قریب ہوئی تو مجھے نیند آ گئی اور اس نے مجھ سے مباشرت کی جس سے میں حاملہ ہو گئی۔

حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا: تو جھوٹ بول رہی ہے! اے ابوحفص! یہ جوان تو مجبوب ہے اس کا آلۂ تناسل ہی نہیں ہے۔ پھر پوچھا: اے جوان! حق کیا ہے۔ اس نے کہا کہ جو یہ بات جانتا ہے (کہ میں مجبوب ہوں) وہ یہ بھی جانتا ہے کہ حق کہاں ہے۔ پھر حضرت علیؑ نے جنابِ عمر سے کہا: اس جوان کی امانت دے دو۔ پس وہ امانت آئی، اسے کھولا گیا تو اس میں ریشمی کپڑے کا ایک ٹکڑا تھا جس میں اس کا آلۂ تناسل تھا۔

اس وقت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: اُٹھو اے مقدسی، وہ اُٹھا تو اس کے کپڑے اُتارے گئے تاکہ دیکھیں اور اس پر زنا کی تہمت کی تکذیب ہو سکے۔ جب دیکھا

گیا تو وہ مجبوب تھا۔ لوگوں نے شور مچایا تو فرمایا: خاموش رہو اور میرا یہ فیصلہ سنو جس کی مجھے رسولِ پاکؐ نے خبر دی تھی۔

پھر فرمایا: اے ملعونہ! تو نے خدا پر جرأت کی ہے، تو برباد ہو جائے جو تو نے کیا ہے۔ تو نے یہ کیا اور یہ کیا لیکن اس جوان نے کوئی جواب نہ دیا۔ تو تم نے اسے دھمکی دی کہ اگر میری خواہش پوری نہیں کرو گے تو تجھ پر شدید الزام لگاؤں گی۔

اس نے کہا: اے امیر المومنینؑ! میں نے اسی طرح کیا۔

مولا علیؑ نے فرمایا: پھر تو نے اس کی نیند کے دوران میں اس کی تھیلی میں اپنی رقم کی تھیلی ڈال دی۔ کیا تم اقرار کرتی ہو۔ اس نے کہا: ہاں! میں نے ایسا ہی کیا ہے۔

حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا: لوگو! گواہ رہو۔

پھر فرمایا: تو نے گڈریے سے زنا کیا اور رقم لی۔ کیا اقرار کرتی ہے۔ اُس نے کہا: ہاں ایسا ہی کیا۔

امیر المومنینؑ نے پھر فرمایا: لوگو! گواہ رہو۔

پھر فرمایا: تجھے ایک شیخ نے اس جوان پر زنا کے الزام کی تجویز دی اور تو نے لگا دی اور کارواں والوں نے قبول کر لیا کیوں کہ پہلے چوری بھی ثابت کر چکے تھے۔

عورت نے کہا: ہاں! میں نے اس بزرگ کی بات مانی۔

مولا علیؑ نے فرمایا: وہ شیطان تھا۔

لوگوں نے تعجب کیا۔ جنابِ عمر نے کہا: اے ابوالحسنؑ! اس عورت سے کیا سلوک کرنا چاہیے؟

فرمایا: ابھی صبر کرو، تاکہ بچہ پیدا ہو جائے اور اس کی مرضعہ مل جائے۔

یہودیوں کے مقبرے میں ایک گڑھے میں ڈال کر اسے سنگسار کر دیا جائے۔

پس ایسا ہی کیا گیا اور وہ جوان مسجد کا ملازم رہا اور مرتے دم تک خدمتِ مسجد میں رہا۔

اس فیصلے پر جناب عمر اُٹھے اور کہا: لولا علی لهلك عمر۔ اس نے تین مرتبہ کہا۔ پھر لوگ متصرف ہو گئے اور حضرت علیؑ کے فیصلے پر بہت متعجب ہوئے۔

صاحب کتاب کا بیان ہے کہ میں نے یہ واقعہ بحار کے علاوہ کہیں نہیں دیکھا۔ (کشف الغرور، العلامۃ الحلاتی، کتاب کلمۃ التامہ، قضاوت ہائے امیر المومنینؑ، ص ۷۷)

اپنی بیوی کو زانیہ کہنے والے مرد کے فیصلہ میں علیؑ کی طرف رجوع کرنا

مناقب ابن شہر آشوب (ج ۱، ص ۴۹۲) میں روایت ہے کہ جناب عمر کے پاس ایک مرد اور عورت کو لایا گیا۔ مرد نے الزام لگایا کہ یہ زانیہ ہے اور عورت نے کہا کہ تو مجھ سے زیادہ زنا کرتا ہے۔ پس جناب عمر نے حکم دیا کہ دونوں کو کوڑے لگائے جائیں۔ پس حضرت علیؑ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ جلدی نہ کرو بلکہ عورت پر دو حدیں ہیں اور مرد پر کوئی حد نہیں۔ ایک حد اس پر جھوٹ بولنے کی ہے اور دوسری حد اپنے جرم کے اقرار کی کیوں کہ اس نے قذف کیا ہے پس اس عورت کو (محض) کوڑے مارے جائیں گے جب کہ مرد کو کوڑے نہیں مارے جائیں گے۔

صاحب کتاب کہتے ہیں: اس فیصلے کی علامہ مجلسی نے بحار، ج ۹، ص ۴۷۵، سید محمد محسن نے عجائب احکام امیر المومنینؑ میں، علامہ تستری نے اپنی کتاب مناقب سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ حضرت علیؑ کا یہ قول کہ مرد پر اس عورت کے کہنے پر حد جاری نہ کی جائے گی اور عورت پر بھی مرد کے کہنے پر مکمل حد جاری نہ ہوگی کیوں کہ مکمل حد چار مرتبہ کے اقرار پر موقوف ہے اور یہ عورت صرف ایک مرتبہ اقرار کر رہی ہے۔ پس اسے تعزیر لگے گی اور اس کے اقرار کی وجہ مرد سے قذف کی سزا ساقط ہو جائے گی۔

پانچ شخصوں کو زنا کی حد جاری کرنے کا فیصلہ

مناقب ابن شہر آشوب (ج ۱، ص ۴۹۴) میں جناب اصبغ بن نباتہ سے روایت

ہے کہ جنابِ عمر نے پانچ شخصوں پر زنا کی حد جاری کرتے ہوئے انھیں رجم کرنے کا حکم جاری کیا، لیکن حضرت علیؑ نے اس فیصلے کو غلط قرار دیا اور ایک شخص کی گردن اڑا دی۔ دوسرے شخص کو رجم کرنے کا حکم دیا، تیسرے شخص پر حد زنا جاری کی، چوتھے شخص پر آدھی حدِّ زنا (۵۰ کوڑے) جاری کی اور پانچویں شخص کو تعزیر لگائی۔

جنابِ عمر نے کہا: یا علیؑ! یہ فیصلہ کیسے کر دیا؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: پہلا شخص کافر ذمی تھا جس نے ایک مسلمان عورت سے زنا کیا۔ پس وہ اسلام کی ذمہ داری سے خارج ہوگیا۔ دوسرا شخص محصن (شادی شدہ) تھا اس نے زنا کیا اسے رجم کرنا ہوتا ہے۔ تیسرا شخص شادی شدہ نہیں تو اس پر حدِّ زنا جاری کر دی ہے اور چوتھا شخص غلام ہے جس نے زنا کیا اس لیے اس پر نصف حدِّ زنا جاری کی اور پانچواں شخص چوں کہ پاگل ہے لہٰذا اس کو تعزیر جاری کی۔

پس جنابِ عمر نے کہا: یا علیؑ! خدا مجھے اس قوم میں زندہ نہ رکھے جس میں آپؑ نہ ہوں۔

صاحبِ کتاب کہتے ہیں کہ اس فیصلے کو سید ہاشم بحرانی نے غایۃ المرام میں اور شیخ طوسی نے تہذیب الاحکام میں لکھا ہے لیکن اس میں تھوڑا سا اضافہ ہے کہ جنابِ عمر کے پاس پانچ شخص لائے گئے جنھوں نے زنا کیا تھا۔ آنجناب نے حکم دیا کہ ان سب پر حدِّ زنا جاری کی جائے، جب کہ حضرت علیؑ بھی اس وقت موجود تھے۔ اس لیے فرمایا:

اے عمر! ان کا یہ حکم نہیں جو تم جاری کرنا چاہتے ہو۔

جنابِ عمر نے کہا: پھر آپ ہی ان پر حد جاری کرنے کا حکم فرمائیں۔ پس حضرت علیؑ نے ایک شخص کی گردن اڑا دی۔ دوسرے کو سنگ سار کرنے کا حکم دیا۔ تیسرے پر حدِ زنا جاری کرائی اور چوتھے پر آدھی حدِّ زنا جاری کرنے کا حکم دیا اور پانچویں کو تعزیر کرنے کا حکم دیا تو جنابِ عمر اور دوسرے لوگوں نے تعجب کیا اور کہا:

اے ابوالحسنؑ! ان پانچوں نے زنا ہی کیا ہے، ظاہر ہے ان کے اس فعل میں کوئی فرق نہیں ہے، جب کہ آپ نے سزا الگ الگ دی ہے۔

تو حضرت علیؑ نے فرمایا: پہلا شخص ذمی تھا تو زنا کرنے سے ذمی ہونے سے نکل گیا جس کی سزا سوائے قتل کے کچھ اور نہیں ہے۔ اور دوسرا شخص شادی شدہ ہے جس کی سزا سنگ ساری ہے۔ اور تیسرا شخص شادی شدہ نہیں جس کی سزا کوڑے ہیں اور چوتھا شخص غلام ہے جس کی سزا آدھی ہے اور پانچواں شخص پاگل ہے جس کی سزا تعزیر ہے۔

مؤلف کہتا ہے کہ علامہ محلاتی نے اس فیصلے کو اپنی کتاب کے ص ۶۳ میں مناقب سے نقل کیا ہے۔ علامہ عاملی نے اپنی کتاب عجائبِ احکام امیر المومنینؑ میں ص ۲۷ پر علی بن ابراہیم بن ہاشم قمی کی کتاب عجائبِ احکام سے نقل کیا ہے۔ ہاں اس میں تھوڑا سا اضافہ ہے جس سے مطلوب میں فرق نہیں پڑتا کیوں کہ آخری پانچویں شخص کے بارے میں فرمایا کہ اسے پاگل ہونے کی وجہ سے تعزیر لگائی ہے۔

علامہ تستری نے اپنی کتاب (ص ۳۲) میں کافی اور تہذیب سے سند کے اختلاف کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اور خود موسوی نے ترجمہ عجائب احکامِ امیر المومنینؑ (طبع ثالث، ص ۴۵) میں عجائب احکامِ امیر المومنینؑ اور شیخ طوسیؒ کی کتاب تہذیب سے نقل کیا ہے۔

ایک شخص جس کے دو سَر اور زیرِ ناف جسم کے دو حصّے تھے، کا فیصلہ کرنا

مناقب ابن شہر آشوب (ج ۱، ص ۵۰۴) میں ابی علی الحداد اور ابی سلمہ بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ جنابِ عمر کے پاس ایک شخص لایا گیا جس کے دو سر، دو منہ، دو ناک، چار آنکھیں اور زیرِ ناف دو شرمگاہیں آگے سے اور دو شرمگاہیں پیچھے کی طرف سے تھیں جبکہ جسم ایک تھا اور اس کے ساتھ بہن بھی تھی۔

جنابِ عمر نے اصحاب سے مشورہ کیا تو وہ جواب دینے سے قاصر رہے۔ پس اس شخص کو حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی خدمت میں لایا گیا اور عرض کیا گیا: اس کے

بارے میں فیصلہ فرمائیں۔

حضرتؑ نے فرمایا: اسے نیند کی حالت میں دیکھو، اگر چاروں آنکھیں بند ہو جاتی ہیں اور دونوں منھ بند ہو جاتے ہیں تو پھر ایک جسم ہے اور اگر نیند کی حالت میں کوئی آنکھ کھلی رہتی ہے یا ایک منھ کھلا رہتا ہے تو پھر یہ دو جسم ہیں، ایک نشانی ہے۔

اور دوسری نشانی یہ ہے اسے خوب سیر ہو کر پانی پلایا جائے پھر اس کو پیشاب کرایا جائے۔ اگر تمام آگے والی شرم گاہوں سے پیشاب اکٹھا کرے تو پھر یہ سارا ایک جسم ہے اور اگر کسی ایک شرم گاہ سے پیشاب کرے تو جسم دو ہیں۔

مؤلف کہتے ہیں کہ علامہ تُستری نے اسی فیصلہ کو اپنی کتاب (ص ۱۱۴) میں لکھا ہے۔

جنابِ عثمان کا مشکلات میں حضرت علیؑ کی طرف رجوع کرنا

مذکور ہے کہ ایک شخص عثمان بن عفان کے سامنے لایا گیا جس کے پاس ایک مُردہ انسان کی کھوپڑی تھی اور کہا کہ تم مسلمانوں کا خیال ہے کہ میت کو جہنّم کی آگ جلاتی ہے اور وہ قبر میں معذب ہوتا ہے تو دیکھو کہ میں اس کی کھوپڑی کو ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے ہوں اور مجھے آگ کی گرمی ذرا بھر محسوس نہیں ہوتی۔

یہ سن کر عثمان مبہوت ہوگئے اور حضرت علیؑ سے مدد مانگی۔ جب حضرت علیؑ تشریف لائے تو عثمان اصحاب کے مجمع میں بیٹھے تھے۔ اس شخص سے کہا گیا کہ اب اپنا سوال دہراؤ۔ اس نے سوال دہرایا تو جنابِ عثمان نے کہا کہ یا علیؑ اب جواب آپؑ دیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: دو پتھر لاؤ۔ پتھر لائے گئے، اس وقت سائل اور دیگر لوگ دیکھ رہے تھے۔ حضرت علیؑ نے ان پتھروں کو رگڑا تو اس رگڑ سے آگ نکلی۔ پھر اس سائل سے کہا کہ ان پتھروں کو پکڑو۔ اس نے پتھر پکڑ لیے تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ کیا آگ کی گرمی محسوس کرتے ہو؟ اس پر وہ شخص مبہوت ہو گیا۔

پس عثمان بن عفان نے کہا: لولا علی لهلك عثمان (روائح القرآن، ص ۵۱)

معاویہ کا مشکلات میں حضرت علیؑ کی طرف رجوع کرنا

علمائے اہلِ سنت نے بہت زیادہ مسائل اور علمائے شیعہ نے اکثر مشکل مسائل کا ذکر کیا ہے، جن میں حضرت علیؑ کی طرف رجوع کیا جاتا رہا۔ حتیٰ کہ ریاض النضرۃ میں (ج ۲، ص ۱۹۵) کے چوتھے باب میں لکھا ہے: جب تمام صحابہ کرام کسی مسئلہ کے حل سے عاجز آ جاتے تھے تو حضرت علیؑ ان کو حل کرتے تھے۔

اذنیہ عبدی کہتے ہیں کہ میں نے جنابِ عمر سے پوچھا کہ عمرہ کے احرام کہاں سے باندھوں؟ تو کہا کہ جاؤ علیؑ سے پوچھو۔

ابو عمر اور ابن سمان نے موافقۃ میں ابی حازم سے روایت کی ہے کہ ایک شخص معاویہ کے پاس آیا اور ایک سوال کیا۔ تو اس نے کہا کہ حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ سے جا کر پوچھو کیوں کہ وہ سب سے زیادہ اَعلم ہیں۔

اس سائل نے کہا: مجھے آپ کا جواب زیادہ پسند ہے۔

معاویہ نے کہا کہ تو اس شخص کو پسند نہیں کرتا جسے رسول پاکؐ نے علم دے کر عزت بخشی ہے اور ان کے بارے میں فرمایا: یا علیؑ! آپ کی نسبت میرے ساتھ ایسی ہے جیسی ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی۔ البتہ میرے بعد نبوت نہیں اور جب عمر پر کوئی مشکل آتی تو حضرت علیؑ مشکل کشائی کرتے۔ (احمد نے مناقب میں ذخائر العقبیٰ، ص ۷۹۔ ارجح المطالب، ص ۱۰۷، علامہ عبداللہ امرتسری، طبع پاکستان لاہور)

مؤلف کہتے ہیں کہ یہی قضیہ ابراہیم بن محمد الحموینی الشافعی نے فرائد السمطین (ج ۱، ص ۶۸)، سید بحرانی نے غایۃ المرام، ص ۵۳۰ پر مسند احمد حنبل سے نقل کیا ہے۔ اور انھی کی طرح ریاض النضرۃ میں ہے اور عبدالبر نے الاستیعاب (ج ۲، ص ۴۲۶) میں لکھا ہے کہ معاویہ اپنی مشکلات خط لکھ کر علیؑ سے پوچھتا تھا۔ جب معاویہ کو حضرت علیؑ کی شہادت

کا علم ہوا تو اس نے کہا: اب حضرت علیؑ کے چلے جانے کے بعد فقہ بھی چلی گئی اور علم بھی چلا گیا ہے۔

قبروں کو نبش کرنے والے شخص کے بارے میں حضرت علیؑ سے رجوع کرنا

کتاب قضایا حضرت امیرالمومنینؑ (نمبر ۴۹) میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: معاویہ کے دورِ حکومت میں ایک نباش (قبر کھود کر مُردوں کا کفن اُتارنے والا) پکڑا گیا تو اس نے اپنے مشیروں سے مشورہ لیا۔ سب نے کہا: اسے سزا دو اور چھوڑ دو۔ ایک شخص نے کہا: حضرت علیؑ نے اس قسم کے شخص کے بارے یہی فرمایا تھا۔

معاویہ نے کہا: حضرت علیؑ نے کیا برتاؤ کیا؟ تو کہا گیا کہ انھوں نے نباش کا ہاتھ کاٹ دیا کیوں کہ وہ چور اور مُردوں کی توہین کرنے والا ہے۔

کسی کا اپنی بیوی پر ایک شخص کو دیکھنا اور اس کے بارے میں معاویہ کا حضرت علیؑ سے پوچھنا

کتاب قضائے امیرالمومنینؑ (ص ۴۵) میں ہے کہ جناب شیخ صدوق نے سعید بن المسیب سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ معاویہ نے ابوموسیٰ اشعری کو خط لکھ کر پوچھا: ابن ابی الجسری نے اپنی بیوی پر کسی مرد کو دیکھا تو اسے قتل کر دیا، لہٰذا اب اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

موسیٰ اشعری نے حضرت علیؑ سے پوچھا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: ایسا مسئلہ کوفہ یا گردونواح میں ہوا ہوتا تو مجھے معلوم ہو جاتا، یہ مسئلہ کہاں سے آیا ہے؟ موسیٰ اشعری نے کہا: مجھے معاویہ نے خط لکھ کر پوچھا ہے لیکن مجھے اس کا حل معلوم نہیں، اس لیے آپؑ سے پوچھا ہے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: اگر چار گواہ گواہی دیں تو ٹھیک ہے ورنہ کچھ مال دیا جائے گا۔ (موطا امام مالک، ج ۲، ص ۱۱۷۔ سنن البیہقی، ج ۸، ص ۲۳۱)

اور تیسیر الوصول (ج ۴، ص ۳۷) میں ہے کہ سعید بن مسیّب نے کہا کہ ایک شامی نے ایک شخص کو اپنی بیوی کے پاس دیکھا تو دونوں کو قتل کر دیا۔ اس کے بارے میں فیصلہ معاویہ کے لیے مشکل تھا لہٰذا اس نے موسیٰ اشعری سے کہا کہ وہ حضرت علیؑ سے پوچھ کر لکھے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ ایسا واقعہ ہے جو میری حکومت میں نہیں ہوا تو پھر کہاں ہوا ہے؟ ابوموسیٰ اشعری نے کہا: معاویہ نے خط کے ذریعے مجھے آپؑ سے پوچھنے کی تاکید کی ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: میں ابوالحسن ہوں۔ اگر وہ چار گواہ نہ لائے تو اس کی کچھ نہ کچھ دیت دی جائے۔ (علامہ امینی، الغدیر، ج ۱۰، ص ۲۰۹)

مؤلف کہتا ہے: ابن شہرآشوب نے مناقب (ج ۱، ص ۵۰۷) میں سعید ابن مسیّب سے روایت کی ہے کہ معاویہ نے موسیٰ اشعری کو خط لکھا کہ حضرت علیؑ سے پوچھ کر بتائے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: اگر زانی شادی شدہ تھا تو اس کے قاتل پر کوئی شے نہیں کیوں کہ اس قاتل نے ایسے شخص کو قتل کیا ہے جس کو قتل کرنا واجب تھا۔

صاحب الموطا کی روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا: اگر اس پر چار گواہ نہیں قائم ہوسکتے تو اسے (یعنی اس کے وارثوں کو) کچھ نہ کچھ مال دے دیا جائے۔ (کنزالعمال، ج ۷، ص ۳۰۰، سنن البیہقی، جامع عبدالرزاق)

دو مردوں کا ایک کپڑے پر جھگڑا کرنا اور معاویہ کا حضرت علیؑ کی طرف رجوع کرنا

المناقب ابن شہرآشوب ص ۵۰۵ میں ابن بطہ اور شریک نے ابن ابجر العجلی سے

روایت کی ہے کہ میں معاویہ کے پاس بیٹھا تھا کہ دو شخص ایک کپڑے کے بارے میں جھگڑا کرتے ہوئے آئے۔ ایک نے کہا کہ کپڑا میرا ہے اور گواہ بھی قائم کر دیے۔ اور دوسرے نے کہا کہ کپڑا میرا ہے اور میں نے ایسے شخص سے خریدا ہے جسے نہیں جانتا۔

ابن ابجر العجلی نے کہا: میں اسی قسم کا فیصلہ حضرت علیؑ کا دیکھ چکا ہوں اور وہ یہ ہے کہ انھوں نے اس شخص کے حق میں فیصلہ فرمایا تھا جس نے گواہ قائم کر دیے تھے اور دوسرے سے فرمایا کہ تم اپنا کپڑا بیچنے والے سے طلب کرو۔

معاویہ نے بھی ان دو شخصوں کے درمیان یہی فیصلہ کیا۔ (کنز العمال، ج ۳، ص ۱۸۱)

تاریخ ابن عساکر میں حجار ابن ابجر سے روایت ہے کہ میں معاویہ کے پاس تھا۔ جب دو شخص ایک کپڑے کے بارے میں جھگڑا کرتے ہوئے آئے۔ ایک نے گواہ بھی پیش کیے اور دوسرے نے کہا: میرا کپڑا ہے اور میں نے ایسے شخص سے خریدا ہے جسے نہیں جانتا۔

معاویہ نے کہا: کاش آج علیؑ ہوتے تو بہت جلدی فیصلہ ہو جاتا۔

میں نے عرض کیا: حضرت علیؑ نے اسی قسم کا فیصلہ کیا تھا اور میں موجود تھا تو معاویہ نے پوچھا: وہ فیصلہ کیسے کیا تھا؟

میں نے کہا: انھوں نے کپڑا اس کو دے دیا جس کے پاس گواہ تھے اور دوسرے سے کہا کہ تو نے اپنا مال گم کر دیا ہے۔

ایک شخص نے ایک لڑکی سے عقد کیا لیکن شب زفاف میں اور لڑکی آئی تو اس کے فیصلہ میں معاویہ کا حضرت علیؑ کی طرف رجوع کرنا

ابی الوضین سے مروی ہے کہ شام کے ایک شخص نے دوسرے شخص کے عقد میں اپنی لڑکی دی لیکن شب زفاف اور لڑکی رخصت کر دی۔ اس شخص نے دخول کے بعد پوچھا

کہ تم کون ہو؟ تو اس نے کہا: فلاں ہوں۔

اس شخص نے کہا: تمھارے باپ نے تو اور لڑکی کا مجھ سے عقد کیا تھا؟

معاویہ کے پاس آئے تو اس نے کہا: عورت کے بدلے عورت آ گئی؟

لیکن اس شخص نے معاویہ سے کہا کہ ہمیں حضرت علیؑ کے پاس بھیج دیں، پس وہ حضرت علیؑ کے پاس آئے اور اپنا مسئلہ بتایا تو حضرتؑ نے فرمایا: یہ تو بہت آسان فیصلہ ہے کہ لڑکی کے باپ کو چاہیے کہ جس لڑکی کا عقد ہوا ہے اس کی رخصتی کر کے دے اور شوہر اس لڑکی سے اس وقت تک جماع نہ کرے جب تک پہلی لڑکی کی عدت مکمل نہ ہو جائے۔

راوی کہتا ہے کہ میرا خیال ہے کہ شاید اس کے باپ کو کوڑے مارنے کا حکم بھی دیا یا کوڑے مارنے کا ارادہ کیا۔ (کنز العمال، ج ۳، ص ۱۸۰)

ابن اصفر کے سوالات کے جوابات میں معاویہ کا حضرت علیؑ کی طرف رجوع

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ لوگ حضرت علیؑ کے پاس جمع تھے۔ کچھ پوچھ رہے تھے اور کچھ سن رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور سلام کیا۔ حضرت علیؑ نے اس کی طرف غور سے دیکھ کر فرمایا: وعلیک السلام ورحمۃ اللہ، آپ کون ہیں؟

اس نے کہا: میں آپؑ کی رعایا کا اور آپؑ کے شہر کا ایک شہری ہوں۔

حضرتؑ نے فرمایا: تم میری رعایا اور میرے شہروں سے کب ہو؟ اگر پہلے کسی ایک دن بھی مجھ پر سلام کیا ہوتا تو میں جانتا کہ تم کون ہو؟

پس اس شخص نے کہا: میں شام سے آیا ہوں اور معاویہ نے مجھے بھیجا ہے کہ چند سوالات کے جوابات حاصل کروں کیوں کہ ابن اصفر نے معاویہ سے یہ سوالات کیے ہیں کہ اگر تو محمدؐ کے بعد اس اُمت کا خلیفہ ہے تو جواب دے۔ اگر جواب دے گا تو میں تیری اتباع کروں گا یا تیری طرف جزیہ بھیجوں گا۔ لیکن معاویہ کے پاس کوئی جواب نہ

تھا۔لہٰذا بہت پریشان تھا اس لیے اس نے مجھے آپؑ کی طرف بھیجا ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: وہ کون سے سوالات ہیں؟

قال کم بین الحق والباطل؟

اس نے کہا: کہ حق و باطل میں کتنا فرق ہے؟

وکم بین السماء والارض؟

زمین اور آسمان کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟

وکم بین المشرق والمغرب؟

مشرق اور مغرب کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟

وعن هذه المجرة ، وعن قوس قزح ، وعن المحو الذی فی القمر

بادل کیا ہیں؟ قوسِ قزح کیا ہے؟ چاند کی روشنی مدہم کس لیے ہے؟

وعن أول شیء انتضح علی وجه الارض

سب سے پہلے کون سی شے زمین پر ظاہر ہوئی؟

وعن أول شیء اهتز علیها

وہ پہلی کون سی شے ہے جو زمین پر گرائی گئی؟

وعن العین التی تأوی الیها أرواح المسلمین

وہ کون سا چشمہ ہے جس سے مسلمانوں کی ارواح سیراب ہوتی ہیں؟

وعن العین التی تأوی الیها أرواح الکفار

وہ کون سا چشمہ ہے جس سے کفار کی اَرواح سیراب ہوتی ہیں؟

وعن المؤنث؟

مؤنث کون سی چیز ہے؟

وعن عشرة أشياء بعضها أشد من بعض؟

اور وہ دس چیزیں کون سی ہیں جو ایک دوسرے سے زیادہ سخت ہیں؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: خدا لعنت کرے جگر کھانے والی کے بیٹے پر، کس قدر وہ اور اس کے ساتھی گم راہ ہیں۔ خدا کی قسم! خدا میرے اور اس اُمت کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ اُنھوں نے میرے رحم کو قطع کیا، میرے ایام (روز وشب) پریشان کیے، میرا حق غصب کیا، میری عظیم منزلت کو ضائع کر دیا اور مجھ سے جھگڑا کرنے پر سب نے اتفاق کرلیا۔ اب میرے حسنؑ و حسینؑ اور محمدؒ موجود ہیں۔

اے میرے شامی بھائی! یہ دونوں رسولؐ خدا کے بیٹے ہیں اور یہ میرا بیٹا ہے۔ ان میں سے جس سے چاہو پوچھو۔

شامی نے کہا: میں یہ سوال امام حسنؑ سے کروں گا۔

امام حسنؑ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا:

اے شامی بھائی! حق و باطل کے درمیان چار انگلیوں کا فاصلہ ہے کہ جو آنکھ سے دیکھے وہ حق ہے اور جو کان سے سنو وہ اکثر باطل ہوتا ہے۔

شامی نے کہا: آپؑ نے سچ فرمایا۔

پھر امام حسنؑ نے فرمایا کہ زمین و آسمان کے درمیان فاصلہ ایک آنکھ کی نظر اور مظلوم کی فریاد کی بلندی جتنا ہے۔ شامی نے کہا کہ یہ بھی سچ فرمایا۔

پھر امام حسنؑ نے فرمایا: مشرق اور مغرب کے درمیان سورج کے ایک دن کا فاصلہ ہے۔

شامی نے کہا: آپؑ نے سچ فرمایا۔

پھر امام حسنؑ نے فرمایا کہ یہ بادل آسمانوں کی جھاگ ہے جس سے پانی گرتا ہے جہاں تک قوسِ قزح کا تعلّق ہے تو یہ (قزح) ایک شیطان کا نام ہے اور (درحقیقت)

قوسِ قزح قوسِ خدا ہے اور یہ غرقاب سے امان کی نشانی ہے۔

پھر فرمایا کہ چاند کی چمک بھی سورج کی طرح تھی لیکن اسے خدا نے مدہم کر دیا ہے۔ فرمانِ خدا ہے: وَ جَعَلْنَا الَّيْلَ وَ النَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَ جَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً ''ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا ہے اور رات کی نشانی کو مدہم قرار دیا ہے اور دن کی نشانی کو روشن بنایا ہے''۔

اور زمین پر سب سے پہلے وادی ''داب'' ظاہر ہوئی اور زمین پر سب سے پہلے گرائی جانے والی شے کھجور ہے۔

اور وہ چشمہ جس سے مسلمانوں کی اَرواح سیراب ہوتی ہیں وہ سلمیٰ ہے۔ اور وہ چشمہ جس سے کفار کی اَرواح سیراب ہوتی ہیں وہ برہوت ہے۔ اور وہ مؤنث ایسا انسان ہے جس کا معلوم نہ ہو کہ مرد ہے یا عورت، اس کا امتحان لیا جاتا ہے۔ اگر مرد ہے تو احتلام ہوگا اور اگر عورت ہے تو اس کے پستان پیدا ہو جائیں گے ورنہ اسے کہا جائے گا کہ دیوار پر پیشاب کرو۔ اگر پیشاب دیوار پر جاتا ہے تو مرد اور اگر پیشاب نیچے گرتا ہے تو وہ عورت ہے۔

فرمایا کہ وہ دس چیزیں جو ایک دوسرے سے سخت ہیں درج ذیل ہے:

اللہ تعالیٰ نے سخت ترین چیز پتھر کو بنایا ہے اور پتھر سے سخت لوہا ہے جس سے پتھر کو ٹکڑے کیا جاتا ہے اور لوہے سے سخت آگ ہے جو لوہے کو بھی پگھلا دیتی ہے۔ اور آگ سے زیادہ سخت پانی ہے جو آگ کو بھی بجھا دیتا ہے۔ پانی سے زیادہ سخت بادل ہے جو پانی کو اُٹھائے پھرتے ہیں اور بادلوں سے سخت ہَوا ہے جو بادلوں کو اُٹھائے پھرتی ہے اور ہَوا سے سخت فرشتۂ باد ہے جو ہَوا کو اڑاتا ہے۔ اور اس فرشتے سے سخت ملک الموت ہے جو اس فرشتے پر بھی قادر ہے۔ اور ملک الموت سے سخت موت ہے جو ملک الموت پر بھی غالب آ جائے گی۔ اور موت سے سخت امرِ خدا ہے جو موت پر قادر ہے۔

پس شامی نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ فرزندِ رسولؐ خدا ہیں اور حضرت علیؑ ہی وصی رسولؐ اللہ اور معاویہ سے زیادہ ولایت وحکومت کے حق دار ہیں۔

پھر اس شامی نے یہ چیزیں لکھیں اور معاویہ کو ارسال کی اور معاویہ نے ابن اصفر کو ان تمام سوالات کا جواب لکھ کر بھیجا۔ جب ابن اصفر کو معاویہ کا خط موصول ہوا تو اس نے معاویہ کی طرف لکھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ جوابات تمھارے نہیں ہیں اور یہ جوابات معدنِ نبوت اور مقامِ رسالت کی طرف سے ہیں۔ (کتاب قضائے امیر المومنینؑ، ص ۱۱۴)

اس واقعہ کے بعض الفاظ علامہ تستری نے ص ۱۱۴ پر ذکر کیے ہیں اور اسی طرح سید محسن امین نے اسے اپنی کتاب عجائب احکامِ امیر المومنینؑ کے ص ۱۲۵ پر تفصیل سے درج کیا ہے۔ علامہ محلاتی نے انھیں اپنی کتاب عجائبِ احکام، ص ۲۷۳ پر درج کیا ہے۔

بادشاہِ روم کے سوالوں پر معاویہ کا حضرت علیؑ کی طرف رجوع کرنا

مناقب ابن شہر آشوب (ج ۱، ص ۵۱۰) میں اصبغ بن نباتہ سے روایت کی ہے کہ بادشاہِ روم نے معاویہ کو خط لکھا کہ اگر تم نے میرے سوالات کے جوابات دیے تو میں خراج بھیج دوں گا ورنہ تجھے مجھ کو خراج دینا ہوگا۔ جب معاویہ نے سوالات پڑھے تو جواب نہ رکھتا تھا، لہٰذا اس نے وہ سوالات حضرت امیر المومنینؑ کی طرف بھیج دیے۔

حضرت امیر المومنینؑ نے یوں جواب لکھا کہ سب سے پہلے جو زمین پر گرائی گئی وہ کھجور ہے اور جو شے زمین پر سب سے پہلے ظاہر ہوئی وہ یمن کی وادی ہے اور یہ پہلی وادی ہے جس سے پانی پھوٹا۔

اور قوس جب آسمان پہ دیکھی جاتی ہے تو بربادی سے اہلِ ارض کو امان مل جانے کی نشانی ہے۔

معاویہ نے یہ جوابات بادشاہِ روم کو لکھ بھیجے تو بادشاہِ روم نے کہا: خدا کی قسم! یہ

جواب نہیں آئے مگر نبوت محمدؐ کے خزانے سے۔ پس اُس نے خراج بھیج دیا۔

مؤلف کا بیان ہے کہ میں نے حضرت علیؑ کے فیصلوں اور احکام پر مشتمل کسی کتاب میں یہ واقعہ نہیں دیکھا سوائے مناقب ابن شہر آشوب کے۔

بادشاہِ روم نے معاویہ کو خط لکھ کر پوچھا کہ لَا شَیء کیا ہے؟ معاویہ حیران ہوا۔ عمرو بن عاص نے کہا: کسی گھوڑے کو بیچنے کے لیے حضرت علیؑ کے پاس بھیجو۔ جب وہ گھوڑے کی قیمت پوچھیں تو کہا جائے کہ لاشے قیمت۔ تو ان کے ردعمل سے لاشے کا مطلب سمجھ آ جائے گا۔

پس ایک شخص گھوڑا لے کر حضرت علیؑ کے لشکر کی طرف آیا اور حضرت علیؑ نے فرمایا: اے قنبرؓ! وہ شخص گھوڑا بیچنا چاہتا ہے اس سے پوچھو کہ قیمت کتنی لے گا؟

اس شخص نے کہا کہ اس کی قیمت ''لاشے'' ہے تو حضرت علیؑ نے فرمایا: گھوڑا اُس سے لو۔ اس نے کہا کہ ''لاشے'' دو تو حضرت علیؑ اسے صحرا میں لے گئے اور سراب دکھایا اور فرمایا کہ یہ لاشے ہے۔ اب جاؤ اور معاویہ کو بتا دو۔

شامی نے کہا: آپؑ کو کیسے معلوم ہے کہ سراب کو ہی لاشے کہتے ہیں؟ حضرتؑ نے فرمایا: تو نے قرآن نہیں پڑھا، ارشاد رب العالمین ہے: یَحسِبُهُ الظَّمآنُ مَاءً حَتّٰی اِذَا جَاءَهُ لَم یَجِدهُ شَیئًا کہ پیاسا سیراب دیکھ کر پانی سمجھتا ہے لیکن جب اس کے قریب جاتا ہے تو کچھ بھی نہیں ہوتا۔

مؤلف بیان کرتے ہیں کہ علامہ تستری نے اپنی کتاب میں اس واقعہ کو مناقب سے نقل کیا ہے اور اسی قسم کا ایک واقعہ پہلے ذکر کیا ہے کہ جو واقعہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور ابو حنیفہ کے درمیان ہوا تھا۔

نہج البلاغہ کے بارے میں ابن ابی الحدید کی رائے

ابن ابی الحدید المعتزلی بہت بڑے محقق اور درایت کے ماہر، سخت نقاد اور باریک

بین شخص تھے، انھوں نے کہا ہے: اربابِ خواہش کی اکثریت کا کہنا ہے کہ نہج البلاغہ کا اکثر کلام شیعہ فصیح لوگوں کی جماعت کی تصنیف ہے اور بعض لوگ اسے سید رضی بن حسن وغیرہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی آنکھیں تعصب کی وجہ سے اندھی ہو چکی ہیں۔ لہٰذا ایک واضح اور روشن راستے سے گم راہ ہو گئے اور ضلالت کی راہ پر چل نکلے ہیں۔ میں اپنے دل کی بات کو ظاہر کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ نہج البلاغہ تمام کا تمام منسوب اور مصنوع ہے یا بعض نہج البلاغہ؟

پہلا فرض بدیہی طور پر باطل ہے کیوں کہ ہم تواتر سے جانتے ہیں کہ نہج البلاغہ کے بعض حصّے کی نسبت حضرت علیؑ کی طرف بالکل درست ہے اور تمام محدثین اور اکثر محققین، اور کثیر مؤرخین نے یہی کہا ہے اور یہ حضرات شیعہ بھی نہیں ہیں کیوں کہ نہج البلاغہ تمام کا تمام نفسِ واحد کی طرح ہے جس کا ایک ہی اسلوب ہے کہ جس طرح جسمِ بسیط کا بعض حصّہ دوسرے بعض حصوں کے مخالف نہیں ہوتا۔ جس طرح قرآن کریم کا اوّل، درمیان کی طرح، اس کا درمیان اس کے آخر کی طرح ہے۔ ہر آیت اپنے مآخذ، مذہب، فن، طریق اور نظم کے اعتبار سے دوسری آیات کے برابر ہے۔

اگر نہج البلاغہ کا بعض منسوب اور بعض صحیح ہوتا تو آج اس طرح نہ ہوتا۔

پس اس برہانِ واضح سے اس خیال کی گم راہی ظاہر ہو جاتی ہے کہ یہ کتاب یا کچھ حصۂ کتاب حضرت علیؑ کی طرف منسوب ہے کیوں کہ ایسا شخص اپنے نفس کو مشکوک بنا دیتا ہے۔ اگر اس قسم کی تحقیق شروع ہو جائے تو رسولؐ پاک سے منقول کلام بھی مشکوک ہو جائے گا اور طعن دینے والا جلدی طعنے دیتے ہوئے کہے گا کہ یہ خبر و حدیث منحول ہے اور یہ حدیث مصنوع ہے۔ اور پھر جو ابو بکر، عمر سے کلام، خطبات، مواعظ اور آداب نقل ہوئے ہیں وہ بھی مشکوک ہو جائیں گے۔

اور ہر امر جس کو طعنہ دینے والا مستند قرار دے گا جو نبیؐ، آئمہ طاہرینؑ، صحابہ،

تابعین، شعرا، مرسلین، خطباء سے مروی ہے، وہی قابلِ اعتماد ہوگا۔ پس حضرت امیر المومنینؑ کے مددگاروں کو چاہیے کہ وہ اس قسم کے طعنوں کے لیے تیار رہیں جو وہ حضرت علیؑ یا کسی اور سے روایت کرتے ہیں۔

اگرچہ ابن ابی الحدید، شیعوں کے دشمنوں سے شمار ہوتا ہے لیکن پھر بھی اس کے کلام سے محبتِ علیؑ اور علیؑ کی فضیلت دوسروں پر ظاہر ہوتی ہے۔

میں نے امام المرحوم کاشف الغطاء کے قلم سے شرح نہج البلاغہ کی جلد پر لکھے یہ الفاظ دیکھے: ''مؤلف بہت عمدہ ہے اگر اس میں عناد اور دشمنی علیؑ نہ ہو''۔

اس عبارت سے تحقیق کرنے والے کو یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ جن لوگوں نے ابن ابی الحدید کو شیعہ سمجھا ہے انھوں نے غلط سمجھا ہے۔

اور میں نے مرحوم سید کاظم حسین حسینی خطیب سے آیت اللہ العظمیٰ شیخ محمد طٰہٰ نجف قدس سرہٗ سے نقل کرتے ہوئے خود سنا ہے، فرمایا: اگر حضرت علیؑ کے دشمن دربارِ توحید میں کھڑے ہوں تو وہ اپنے نفوس کی اس قدر معذرت نہیں کرسکیں گے جس قدر ان کی معذرت کو ابن ابی الحدید نے ذکر کیا ہے۔ (مصادر نہج البلاغہ، ج ۱، ص ۳۶۴)

حضرت علیؑ کا وہ خطبہ جو حرفِ الف سے خالی ہے

یہ وہ خطبہ ہے جسے اکثر لوگ بیان کرتے ہیں کہ یہ حضرت علیؑ کا ہے اور الف کے حروف سے خالی ہے حالانکہ اصحابِ رسولؐ میں ایک دفعہ تذکرہ ہوا کہ کلام میں سب سے زیادہ حرف حروف ابجد سے کون سا استعمال ہوتا ہے تو کہا گیا: وہ حرفِ الف ہے۔

پس حضرت علیؑ نے بغیر حرفِ الف کے یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

حَمِدْتُ مَنْ عَظُمت مِنَّته ، وَسَبَغَت نعمَتُه ، وسبقت غضبَه رحمتُه، وتمت كلمتُه ، ونفذتْ مشيئتُه، وبلغت قضيَّتُه، حَمِدتُه، حَمْد مُقِرٍّ بربُوبيته، متخضِعٍ

لعبوديَّته، متصِّلٍ مِنْ خطيئتِهِ، متفرِّدٍ بتوحيدِهِ، مؤمِّلٍ منه مَغفرَةً تُنْجيهِ ، يَومَ يُشْغَلُ عَن فصيلتِهِ وبنيهِ.

ونستعينُهُ ونسترشدُهُ ونستهديهِ، ونُؤْمِنُ بهِ ونتوكَّلُ عَليهِ، وشهدتُ لَه شهودَ مُخْلِصٍ موقِنٍ، وَفَرَّدْتُهُ تفريدَ مُتَيقِّنٍ، ووحَّدْتُهُ توحيدَ عبدٍ مذعِنٍ، ليس له شريكٌ فِي مُلكِهِ، وَلَم يكن له وَليٌّ فِي صنعِهِ ، جَلَّ عن مشيرٍ ووزيرٍ، وَعن عوْنٍ مُعِينٍ ونصيرٍ ونظيرٍ

عَلِمَ فسترَ، وَبَطَنَ فخبرَ ، وملكَ فقهرَ ، وعُصَى فغفرَ، وحكَمَ فعدلَ ، لم يزلْ وَلن يزولَ (لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيءٌ) وَهُوَ بعد كلِّ شيءٍ ربٌّ متعزِّزٌ بعزَّتِهِ، متمكِّنٌ بقُوَّتِهِ، متقدِّسٌ بعلوِّهِ، متكبِّرٌ بسموِّهِ، لَيس يدركُهُ بصرٌ، وَلم يُحِط به نظرٌ قويٌّ منيعٌ ، بصيرٌ سميعٌ رَؤوفٌ رحيمٌ عَجَزَ عن وصفِهِ يصفُهُ ، وضلَّ عن نعته من يعرفه.

قَرُبَ فَبعُدَ ، وبعُدَ فقرُب، يُجيبُ دعوةَ من يدعوه، ويرزقُهُ وَيحبوه، ذولطف خَفِيٍّ ، وَبطشٍ قويٍّ، وَرحمةٍ مُوَسعةٍ وعقوبةٍ موجِعةٍ، رَحمَتُهُ جنَّةٌ عريضةٌ مونقةٌ، وعقوبته جحيمٌ ممدودةٌ موبقَةٌ

وَشهدتُ ببعث محمدٍ رسولِهِ، وعبدِهِ وصفيِّهِ، وَنبيِّهِ وَنجيِّهِ، وحبيبِهِ وَخليلِهِ، بعثه فى خيرِ عصرٍ، وحين

فترةٍ وكفر، رحمةً لعبيدهِ، ومِنَّةً لمزيدِهِ، ختم به نبوَّته، وَشيَّدَ به حجّته، فوعظ ونصح ، وبلغ وكدح، رؤوف بكلِّ مُؤْمِنٍ، رحيمٌ سَخيٌّ، رضيٌّ وَلِيٌّ زكيٌّ، عَلَيهِ رحمَةٌ وتسليمٌ، وَبَركةٌ وَتكريمٌ، مِنْ رَبٍّ غفورٍ رحيم، قريبٍ مُجيبٍ

وَصَيَّتكُم معشرَ من حضرَنِي بوصيَّة رَبِّكُم ، وذكَّرتكُمْ بسنَّةِ نَبِيِّكم فَعليكم برَهْبَةٍ تَسْكُنُ قُلُوبَكُم، وخشيةٍ تُذْرِي دُمُوعَكُم، وَتقيَّةٍ تنجيكُمْ قَبْلَ يَومٍ نُبلِيكُم وَتذهِلكُم، يَومَ يَفوزُ فِيه من ثقلَ وزنُ حَسنتِهِ، وخفَّ وزنُ سيئتهِ، وَلتكُن مسألتكُم وتملقكُم مسألة ذَلٍّ وخضوعٍ، وشكرٍ وخشوعٍ، بتوبةٍ وتَورّعٍ، وندمٍ ورجُوعٍ، وليغتنمْ كلُّ مُغتَنِم منكُمْ صحَّتهُ قبل سقمه، وشبيبتِه قَبلَ هَرَمِهِ، وسعتهُ قَبلَ فَقْرِهِ، وفرْغَتَهُ قُبل شُغله، وحضَرَه قَبلَ سفره، قَبلَ تكبُّرٍ وتَهرُّمٍ وتسقُّمٍ، يملُّهُ طبيبُهُ، ويعْرِضُ عَنْهُ حبيبهُ وينقطعُ غُمْدُهُ، ويَتغيَّرُ عقلهُ، ثُمَّ قِيلَ: هُوَ موعُوكٌ، وجسمُهُ منهُوكٌ، ثُمَّ جُدَّ فِي نزعٍ شَدِيدٍ وحضرَهُ كُلُّ قَريبٍ وَبعيدٍ فَشَخَصَ بصرُهُ، وَطمحَ نظرُهُ، وَرَشَحَ جبينُهُ، وعطفَ عَرينُهُ وَسَكَنَ حَنينُهُ وحزَنتهُ نفسهُ، وبكتهُ عرسُهُ وحُفِرَ رَمْسهُ، ويَتَّمَ منهُ وَلَدُهُ، وَتفرَّق مِنهُ عَدَدُهُ، وَقُسِمَ جَمْعُهُ، وَذَهَبَ بصرُه

وَسَمعُهُ، ومَدِّدَ وجُرِّدَ ، وَعُرِّيَ وَغسِلَ، ونُشِّفَ وَسُجّيَ، وَبُسِطَ لَهُ وهيأ، ونُشِرَ عَلَيهِ كَفَنُهُ ، وَشُدَّ ذَقنُهُ، وَقُمِّصَ وَعمَّمَ ووُدِعَ وَسُلِمَ، وَحُمِلَ فَوْقَ سَرِيرٍ، وَصُلّيَ عَلَيهِ بتكبيرٍ، ونُقِلَ مِنْ دُورٍ مُزَخْرَفَةٍ، وَقُصُورٍ مُشَيَّدَةٍ، وَحُجَرٍ مُنَجَّدَةٍ، وجُعِلَ فِي ضَرِيحٍ ملحُودٍ، وضيقٍ مرصُودٍ، بِلَبَنٍ منضُودٍ، مُسقَّفٍ بجُلمُودٍ، وَهيلَ عَلَيهِ حفرُهُ، وَحُثِيَ عَلَيهِ مَدَرُهُ، وتَحقَّقَ حِذرُهُ، وَنُسِيَ خبرُهُ ، وَرَجَعَ عَنهُ وَليُّه وَصِفيُّه، وَنديمُهُ وَنَسيبه، وَتبدَّل بِهِ قرينه وَحَبيبُهُ فَهُو حشو قبرٍ، ورهينُ قفرٍ، يسعى بجسمه دُود قبرِهِ، ويسيل صديدهُ مِنْ مَنْخِرِهِ، يسحقُ تُربُه لحمهُ، وَيَنْشَفُ دَمَهُ، ويَرُمّ عظمَهُ حَتَّى يَومَ حشرِهِ فنشرَ مِنْ قَبْرِهِ حِينَ ينفخُ فِي صُورٍ وَيُدْعَى بحشرٍ وَنُشُورٍ

فَثَمَّ بعُثِرتْ قُبُورٍ، وحُصِّلَتْ سَرِيَرةُ صُدُورٍ، وَجِيءَ بِكُلِ نَبِيٍّ وصدِّيقٍ وَشهيدٍ ، وتوَحَّدَ لِلْفَصْلِ قَدِيرٌ بعبدِهِ خبيرٌ بصير، فكَمْ مِنْ زفرة تُضنيهِ، وحسرةٍ تنضيهِ، فى مَوْقفٍ مَهُولٍ ، ومشهدٍ جَلِيلٍ، بَيْنَ يَدَى ملكٍ عظيمٍ، وبكلِّ صَغِيرٍ وَكبيرٍ عَليمٍ، فحينئذٍ يُلْجِمُهُ عَرَقُهُ، ويُحصِرُه قلقهُ، عبرتُهُ غير مرحومةٍ، وصرُخته غيرُ مسموعةٍ، وحجمهُ غير مقبولة، زالتْ جريدته، ونشرتْ صحيفتهُ، نظرَ فى سوء عملِهِ

وَشهدتْ عَلَيهِ عيْنه بنظره، ويداهُ، ببطشهِ، ورجلهُ بخطْوه، وفرجُهُ بلمسِهِ، وجلدُه بمسِّهِ، فسلسِلَ جيدَهُ، وغُلَّتْ يَداه، وسيق فحسب وحدَه، فورَدَ جهنَّمَ، بِكَرْبٍ وَشدَّةٍ، فظلَّ يعذِّبُ فِي جحيم، ويُسقى شَرْبَةً مِنْ حَمِيم، تَشوج وجهَهُ، وتسلخُ جلدَهُ، وتضْربهُ زبنِيَةٌ بمقْمَعٍ مِن حَدِيدٍ، ويعودُ جِلْده بَعْدَ نُضْجه كجلْدٍ جدِيدٍ ، يستغيثُ فتعرِضُ عنه خزنةُ جهنَّمَ، ويستصرِخُ فيلبثُ حقبةً يَنْدَمُ.

نعوذُ بِرَبٍّ قَدِيرٍ، من شَرِّ كُلِّ مصيرٍ، ونَسأَله عفو مَنْ رَضِيَ عنْه، ومغفِرَةَ مَنْ قبله، فَهُوَ وَلِيُّ مسألَتِي، وُمنجحُ طلبتِي، فَمَن زُحزِحَ عَنْ تعذَيبِ رَبِّهِ فِي جَنَّتِهِ، بِقُربِه، وخلد فِي قُصورٍ مُشيَّدة، وَمُلِكَ بحورٍ عينٍ وحفدةٍ ، وطيفَ عَلَيهِ بكئوسٍ، أُسْكِنَ فِي حَظِيرَة قُدُّوس، وَتقلَّبَ فِي نعيمٍ، وسُقِيَ مِنْ تسنِيمٍ مِنْ عيْنٍ سَلْسَبيلٍ، ومُزِجَ لَهُ بِزنجبيلٍ، مُخَتَّمٍ بِمسكٍ، وَعَبيرٍ مُستدِيمٍ للملكِ، مستشعِرٍ لِلسُّرُورِ، يشربُ مِنْ خُمُورٍ، فِي روضٍ مُغدِقٍ ، لَيْسَ يُصَدَّعُ مَنْ شَربَه، وَلَيْسَ يُنزَف.

هَذِهِ منْزِلَةُ مَنْ خشيَ رَبَّهُ، وَحذَّرَ نفسَهُ معصيتَهُ، وَتلك عقُوبةُ مَن جحَد مشيئتَهُ ، وَسولَّتْ لَه نفسهُ معصيتَهُ، فَهُوَ قَوْلٌ فَصلٌ، وَحُكم عَدلٌ، وخَبرٌ قصصٌ

قصٌّ، وَوَعْظ نَص (تَنْزِيلٌ مَن حَكِيمٍ حَمِيدٍ) نَزَلَ بِهِ رُوحُ قُدُسٍ مُبِين، عَلى قَلب نَبِيٍّ مُهْتَدٍ رَشِيدٍ، صَلَّت عَلَيهِ رُسُلٌ سفَرَةٌ، مُكَرَّمُونَ بَرَرَةٌ عُذْتُ بِرَبٍّ عَلِيمٍ ،رَحِيمٍ كَرِيمٍ ، مِنْ شَرِّ كُلِّ عَدُوٍّ لعينٍ رَجِيمٍ، فَلْيَتَضَرَّعُ مُتضرِّعكم ، وليُبتهل مُبتهلكُم، وليستغفر كُلُّ مَربوب منكُم لِي وَلَكُم وَحَسبِي رَبِّي وحدَهُ

''میں اس اللہ کی حمد کرتا ہوں، جس کے احسانِ عظیم ہیں، اس کی نعمات کثیر ہیں، اس کی رحمت اس کے غصب پر غالب ہے، اس کا کلمہ مکمل ہے، اس کی مشیت ہر جگہ نافذ ہے، اس کا فیصلہ بلیغ ہوتا ہے۔

میں اس کی ایسی حمد کرتا ہوں جیسے ربوبیت کا اقرار کرنے والا حمد کرتا ہے اور اس کی عبودیت کے سامنے خاضع ہوتا ہے۔ وہ اللہ اپنی توحید میں منفرد ہے۔ اس سے بخشش کی اُمید ہے تا کہ نجات حاصل ہو جائے۔ اس دن جب انسان اپنے قبیلہ اور اولاد سے دوسری طرف مشغول ہوگا۔

ہم اسی سے مدد لیتے، ہدایت طلب کرتے اور اسی سے رہنمائی چاہتے ہیں۔ اسی پر ایمان اور توکل، اپنے یقین وخلوص سے اس کا گواہ ہوں اور اس کو متقی مومن کی طرح فرد اور مفرد سمجھتا ہوں، یقین اعتقادی شخص کی طرح اس کی توحید پرستی کرتا ہوں، اس کے ملک میں کوئی شریک نہیں اور تخلیق میں کوئی معاون، دوست یا ولی نہیں، جس کا کوئی مشیر و وزیر نہیں اور وہ ہر معین ونصیر اور نظیر کی معاونت سے بے نیاز ہے۔ وہ جانتا ہے لیکن چھپا دیتا ہے، وہ

اندر کی بات کی خبر رکھتا ہے۔ ایسا مالک ہے جو غالب ہے، جس کی نافرمانی ہوتی ہے، اسے معاف کردیتا ہے، حکم کرتا ہے تو عادلانہ کرتا ہے۔ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اس کی مثل کوئی شے نہیں۔ وہ ہر شے کے بعد بھی موجود ہوگا۔ بعض کو اپنی عزت سے معزز بنا دیتا ہے، اپنی قوت سے ہر چیز پر متمکن ہے۔ وہ اپنی بلندی سے مقدس ہے اور اپنی بلندی پر متکبر ہے، اسے کوئی آنکھ پا نہیں سکتی اور کوئی قوی ترین نظر اس کا احاطہ نہیں کرسکتی۔ وہ بصیر و سمیع ہے اور رؤف و رحیم ہے۔ تعریف کرنے والے اس کی تعریفوں سے عاجز آچکے ہیں اور جو اس کی معرفت رکھتا ہے وہ اس کی حقیقت بیان کرنے میں گم راہ ہوجاتا ہے۔

وہ قریب ہے مگر بعید ہے اور بعید ہے تو پس قریب ہے۔ جو کوئی دعا کرے وہ ہر ایک کی سنتا ہے۔ اسے رزق دیتا ہے اور اس سے محبت کرتا ہے۔ وہ لطفِ خفی کرتا ہے اور مضبوط پشت پناہ ہے۔ وسیع رحمت اور دردناک عقوبت والا ہے۔ اس کی رحمت عریض جنت ہے اور اس کا عقاب طویل، یعنی ہلاک کرنے والی جہنم ہے۔

میں رسولؐ کی بعثت پر گواہ ہوں، وہ اللہ کے عبد اور منتخب، نبی، مصطفیٰ، حبیب، خلیل ہیں جنھیں بہترین زمانے میں بھیجا گیا جب فترت اور کفر کا زمانہ ہے۔ رسولؐ کو اپنے بندوں کے لیے رحمت اور احسان بنا کے بھیجا ہے۔

انھی کے ذریعے اپنی نبوت کو ختم کردیا اور اپنی حجت کو مضبوط کیا، اُنھوں نے وعظ و نصیحت کی، تبلیغ فرمائی اور بہت سی زحمات

اُٹھائیں۔ وہ ہر مومن پر مہربان ہے۔ وہ بہت بڑے سخی، رحم دل، مرضی ولی اور ذکی تھے۔ ان پر رحمت اور درود و سلام ہے اور برکت اور عزت ہے اپنے رب کی طرف سے جو غفور و رحیم ہے، قریب و مجیب ہے۔

اے میرے سامنے بیٹھنے والو! میں تمھیں وہی وصیّت کرتا ہوں جو تمھارے رب کی وصیّت ہے اور میں تمھیں نبی کی سنت کو یاد دلاتا ہوں، پس تم پر واجب ہے کہ دنیاداری کو ترک کرو تاکہ تمھیں سکون ملے اور خوفِ خدا ایسا ہو کہ آنکھیں برسنے لگیں اور ایسا تقیہ ہو جو تمھیں تباہی سے پہلے بچالے۔ جس دن تم سب کو اکٹھا کیا جائے گا وہ ایسا دن ہوگا جس دن اچھائیوں والا پلڑا بھاری ہوگا اور برائیوں کا پلڑا ہلکا ہوگا۔ لیکن تمھارا سوال اور خوشامد ذلت اور خضوع ہے، توبہ اور تقویٰ ہے۔ پشیمانی اور بازگشت ہے تاکہ تم میں ہرایک بیماری سے پہلے صحت کو غنیمت شمار کرسکے۔ اپنے بڑھاپے سے پہلے اپنی جوانی پالے۔

تنگ دستی سے پہلے خوش حالی حاصل کرے، مشغولیت سے پہلے فراغت پائے۔ اپنے سفر سے پہلے گھر میں موجود ہو۔ اسے اس کے طبیب سے تھکا دیا ہے جس سے اپنا جیب بھی اِعراض کرجاتا ہے، ختم ہوجاتا ہے، عقل تبدیل ہوجاتی ہے۔ پھر کھینچ لینے میں انتہائی جدوجہد کی جاتی ہے اور ہر قریب و بعید والا حاضر ہوتا ہے، اس کی آنکھ ایک طرف کھلی ہوتی ہے، اس کی نظر حسرت بھری ہوتی ہے، اس کی پیشانی پر پسینہ آجاتا ہے۔ اس کا نفس اسے

حزین کرتا ہے، اس کی بیوی رونے لگتی ہے، اس کی قبر کھودی گئی،
اب اس کی اولاد مکمل ہوئی، اس سے تعداد میں فرق آتا ہے۔
اس کے جمع شدہ کو تقسیم کیا جاتا ہے، اس کی آنکھوں اور کانوں کا
نور ختم ہوجاتا ہے، اسے کھینچا جاتا اور گھسیٹا جاتا ہے۔ اسے ننگا
کر کے غسل دیا جاتا ہے۔ ناک اور کانوں کے سوراخوں کو بند کر
دیا جاتا ہے، اسے تختے پر لٹایا جاتا ہے۔ پھر اسے کفن پہنایا جاتا
ہے اور مضبوطی سے تحت الحنک باندھی جاتی ہے۔ کفنی پہنائی
جاتی ہے اور عمامہ رکھا جاتا ہے۔ وداع اور سلام کیا جاتا ہے۔ پھر
چارپائی پر اٹھا کر لایا جاتا ہے۔ اور اس پر ایک تکبیر پڑھی جاتی
ہے اور فضولیات سے بھرے گھروں سے دُور کیا جاتا ہے اور عمدہ
محلوں اور عالی شان کمروں سے پرے لے جایا جاتا ہے۔ پھر
اس کی میت کو ایک لحد والی قبر میں رکھا جاتا ہے اور تنگ پناہ گاہ
میں نرم مٹی میں سُلا دیا جاتا ہے۔ پھر اس گڑھے کو بھر دیا جاتا ہے،
اسے مضبوطی سے بند کر دیا جاتا ہے۔ پھر اس کی بات بھول جاتی
ہے۔ اب اس کے دوست احباب، نسبی رشتہ دار واپس آجاتے
ہیں۔ اب اس کے دوست اور حبیب تبدیل ہوجاتے ہیں۔ اب
وہ قبر میں پڑا مٹی کا مرہونِ منت ہے۔ اس کے جسم پر قبر کے
کیڑے چڑھ جاتے ہیں۔ اس کی ناک کا سوراخ بہنا شروع کر
دیتا ہے۔ اس کی مٹی اس کے گوشت کو رگڑ دیتی ہے۔ مٹی اس کا
خون پی جاتی ہے۔ ہڈیاں ٹوٹ کر بکھر جاتی ہیں حتیٰ کہ قیامت
کے دن جب محشور ہوگا تو اس قبر سے محشور ہوگا جب صُور پھونکا

جائے گا اور حشر ونشر کے لیے پکارا جائے گا۔ پھر قبروں کو کھولا جائے گا اور سینوں کے راز حاصل کیے جائیں گے اور نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کو لایا جائے گا اور فیصلہ کرنے کے لیے اپنے عہد پر مہربان خدا، خبیر وبصیر ہوگا۔

کتنے سانس تجھے امیدوار کریں گے اور کتنی حسرتیں ہوں گی اس خطرناک موقف میں، اور ربِّ جلیل کے سامنے، بادشاہِ کلّی کے حضور جو ہر چھوٹے بڑے سب کو جانتا ہے۔ تو اس وقت بندے کو اپنے پسینے کی لگام ہوگی، سختی سے گھرا ہوگا۔ اب عبرت اٹھانے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ کوئی اس کی فریادیں سننے والا نہ ہوگا۔ اس کے شور کو کوئی قبول نہ کرے گا۔ اس کا اعمال نامہ کھول دیا جائے گا۔ وہ اپنے بُرے اعمال دیکھے گا۔ اس کے خلاف اس کی آنکھ، ہاتھ گواہی دیں گے، پاؤں چل کر اس کی قزح اور اس کی جلد گواہی دے گی تو اس کے گلے میں طوق اور پاؤں میں زنجیر ڈالے جائیں گے اور اسے کھینچا جائے گا تو وہ تنہا ہوگا اور وہ جہنّم میں ڈالا جائے گا۔ اس جہنّم میں بہت دُکھ وکرب اور سختی ہوگی اور ہمیشہ جہنّم میں عذاب پائے گا۔ کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا۔ اس کا چہرہ جھلس جائے گا، اس کی جلد جل جائے گی، لوہے کے گُرزوں سے اسے مارا جائے گا۔ پہلی جلد کے جل جانے کے بعد دوسری جلد بن جائے گی۔ وہ فریاد کرے گا تو جہنّم کے خازن اس سے منہ پھیرلیں گے۔ وہ چلّائے گا اور کئی صدیوں تک ایک جہنّم میں رہے گا اور شرمندہ ہوگا۔ ہم ربِ قدیر کی ہر طرح کے شر سے

پناہ مانگتے ہیں اور اس سے عفو اور درگزر کی دعا کرتے ہیں اور وہی ہماری فریادوں کا ولی ہماری طلب کو عطا کرنے والا ہے۔

پس جو اپنے رب کے عذاب سے بچ گیا تو اسے جنت میں رکھا جائے گا وہ اس کے قرب میں ہوگا اور ہمیشہ جنت میں عمدہ ترین محلات میں رہے گا۔ عظیم ملک میں تازہ کنواری حوروں سے مانوس ہوگا جو اس کے پاس پیالے لے کر طواف کریں گی اور اپنے رب کے قرب میں رہے گا۔

طرح طرح کی نعمتوں سے سرشار ہوگا، خوشبودار اور مزے دار پانی پیئے گا۔ سلسبیل کے چشمے سے سیراب ہوگا، جس کے پانی میں زنجبیل ملی ہوگی، کستوری اور عنبر کی خوشبو سے ہمیشہ معطر اور خوش رہے گا، جنتی شراب پیئے گا، گھنے سرسبز باغوں میں رہے گا۔ جو پیئے گا وہ کوئی مانع نہ ہوگا اور نہ کبھی اس شراب سے دل تنگ ہوگا۔

یہ اس کا مقام ہوگا جو خوفِ خدا رکھے، جو اپنے نفس کو معصیتِ خدا سے ڈرائے اور جو اس کی مشیت کا انکار کرے اور اس کا نفس اسے معصیتِ خدا پر اُکسائے تو اس پر عتاب ہوگا۔

یہ اس کا عادلانہ فیصلہ ہے جس کی خبر دی گئی ہے اور نصیحت کی گئی ہے۔ (تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ) جسے روحِ امین نے نازل کیا ہے اور اپنے رشید نبی کے دل پر نازل کیا ہے۔ جس پر تمام رسولوں اور نیک بندوں کے درود و سلام ہیں۔ میں رب علیم اور رحیم و کریم سے ہر لعین، بدبخت، رجیم دشمن سے پناہ چاہتا ہوں۔

پس آہ و زاری کرنے والا آہ و زاری کرے، مباہلہ کرنے والا

مباہلہ کرے، ہر شخص میرے لیے اور تمھارے لیے استغفار کرے
اور مجھے تو اپنا رب ہی کافی ہے"۔

شارح المعتزلی نے اس خطبہ کے بعد لکھا ہے: فصیلہ الرجل، یعنی اس کا قبیلہ اور قریبی ترین افراد۔ کرح، یعنی ایسی کوشش جس میں تھکان ہو، فرغتہ، یعنی فروغ سے وحدت جیسے کہے: فَرَغْتُ فَرْغَةً۔ سُجّي المیت، یعنی جب میت پر چادر ڈال دی جاتی ہے۔ نشر المیت، یعنی جب میت کو قبر سے اٹھایا جائے گا۔ بعثرت القبور، یعنی جب قبریں پھٹ جائیں گی اور نبش کی جائیں گی۔

قولہ: وَسِبقَ فَحَسِبَ وَحِدَاهٗ کیوں کہ اگر اس کے ساتھ کوئی غیر ہو تو گویا وہ غیر کی اِتباع کرنے والا ہے اور یہ اس کے درد اور عذاب میں خفت کا باعث ہوگا اور جب وہ اکلا ہو تو اسے زیادہ درد اور ہول ہوگا۔

قولہ: زبنیۃ بروزن عقربۃ ہے جو زبانیہ کی جمع ہے۔ یہ عربوں میں پولیس ہیں اس لیے بعض ملائکہ کا یہی نام رکھا گیا ہے کیوں کہ وہ اہلِ جہنّم کو جہنّم میں دھکیل دیں گے جس طرح دنیا میں پولیس کے سپاہی کرتے ہیں۔

اہلِ لغت نے زبن کا معنی دفع (مجرم لوگوں کو دھکیلنے کا کام) لکھا ہے، جسے زبون ناقہ یعنی دودھ دوھنے والے کو دھکیلتی ہے۔

قولہ تسنیم: مفسرین نے کہا ہے کہ تسنیم جنت میں ایک پانی کا نام ہے۔ اسے تسنیم اس لیے کہا جاتا ہے کیوں کہ یہ محلوں اور مکانوں کے اُوپر سے آئے گا۔

قولہ سلسبیل: یعنی جنت میں ایسا چشمہ ہے جو نہ سُست کرے گا اور نہ نشہ آور ہوگا کہ جس طرح دنیا کی شراب مخمور کرتی ہے۔

شارح معتزلی کہتا ہے کہ حضرت نے بہت اچھا اور عمدہ کہا ہے۔ جب یہ کلامِ ربانی اور الفاظِ مقدس آجائیں تو عربوں کی فصاحت بھی باطل ہو جاتی ہے اور عرب کی

فصیح کلام کی نسبت حضرت امیرالمومنینؑ کے کلام سے ایسے ہے جیسے مٹی کو خالص سونے سے نسبت ہوتی ہے۔

اور اگر ہم مان لیں کہ عرب بھی مناسب فصیح الفاظ بول سکتے ہیں یا ان کے کلام کلامِ علیؑ کے قریب ہوسکتی ہے تو پھر ان الفاظ کے لیے مادہ کہاں سے لایا جائے گا اور جاہلیّت اسے کیا جانے بلکہ معاصر رسولؐ اللہ صحابی بھی ان گہرے آسمانی معانی کی معرفت نہ رکھتے تھے تو جب مادہ ہی نہ ہو تو تعبیر الفاظ کیسے ہوگا؟

جہاں تک جاہلیّت کے فصحاء کی فصاحت کا تعلق ہے تو ان کی فصاحت صرف اُونٹ، گھوڑے، گدھے، وحشی گائے، پہاڑ کی تعریف یا چشمے، وادی کی تعریف پر مبنی ہے۔ اور صحابہ کرام میں سے اگر کوئی فصیح بھی ہو تو اس کا فصیح کلام دو یا تین سطروں سے زیادہ نہ ہوگا اور وہ بھی کسی نصیحت میں جس میں ذکرِ موت شامل ہوگا یا دنیا کی مذمت میں یا پھر جنگ کے متعلق ہوگا، مقصد تشویق یا ڈرانا ہی ہوگا۔

ہاں ملائکہ، ان کی صفات، عبادات، تسبیحات، معرفتِ خالق۔ پس حضرت علیؑ کا کلام بہت عمدہ اور فصیح کلام ہے۔ پس ثابت ہوا کہ جس قدر باریک اُمور پر مبنی یہ فصیح خطبہ ہے بغیر حضرت علیؑ کے کسی سے وارد نہیں ہوسکتے اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جب عقل مند شخص اس کلام پر غور کرتا ہے تو اس کی جلد کے بال کھڑے ہوجاتے ہیں اور دل توجہ کرتے ہیں، عظمتِ خدا محسوس ہوتی ہے۔ اس پر وجد طاری ہوجاتا ہے اور اس کے روح پرواز کر جانے کا سماں بن جاتا ہے۔

خوارج پر حملے سے پہلے پیشین گوئی

حضرت علی علیہ السلام نے جب خوارج سے جنگ کا ارادہ کیا تو کسی نے حضرت علیؑ سے کہا کہ آپ وہ نہروان کی پُل عبور کر آئے ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا: وہ یہاں نہر کے سامنے قتل ہوجائیں گے۔ خدا کی قسم! ان کے دس آدمی بھی باقی نہیں بچیں گے اور

تمھارے دس آدمی بھی شہید نہ ہوں گے۔

سید رضی فرماتے ہیں: نطفہ سے مراد نہر کا پانی ہے اور اس لفظ کا استعمال کنایہ کے لحاظ سے پانی سے زیادہ فصیح ہے۔ اور یہ خبر متواتر اخبار سے ہے کیوں کہ یہ مشہور ہے اور یہ ان کے معجزات سے ہے اور ان کی غیب کی خبروں میں سے ایک ہے۔

الاخبار کی دو قسمیں

(۱) اخبار مجملہ: ان میں کوئی معجزہ نہیں ہوتا، جیسے کوئی شخص اپنے ساتھیوں سے کہے کہ تمھاری اُس گروہ کے خلاف کل نصرت ہوگی۔ اگر ان کی نصرت ہوگئی تو یہ اس شخص کے لیے اپنے ساتھیوں پر حجت قرار پائے گی اور وہ اسے معجزہ شمار کرے گا اور اگر ان کے ساتھیوں کی نصرت نہ ہوئی تو یہ شخص اپنے ساتھیوں کو کہے گا کہ تمھاری نیتیں تبدیل اور میری بات میں مشکوک ہوگئے تھے۔ پس اللہ نے تمھاری نصرت روک دی (یا اسم قسم کے اقوال سے بات) کرے گا کیوں کہ یہ عادت جاری ہے کہ بادشاہ اور سردار اپنے اصحاب کو کامیابی اور نصرت کی خبریں دیتے رہتے ہیں۔ اس قسم کی پیش گوئیوں کا وقوع پذیر ہونا اخبارِ غیب سے نہیں ہوتیں جو اعجاز کی متمکن ہو۔

(۲) اخبار مفصّلہ: جو غیب کی تفصیلی اخبار ہوتی ہیں جیسے یہی جنگِ نہروان کیوں کہ ان میں دھوکا نہیں ہوتا۔ حضرتؑ نے اپنے اصحاب اور خوارج کے اصحاب کی ایک معین تعداد بتائی ہے۔

اور اس امر کا واقع ہونا، جنگ کے بعد، نہ کم نہ زیادہ تو یہی امر الٰہی ہے جو رسولؐ اللہ کے ذریعے حضرت علیؑ نے بتایا ہے اور رسولؐ اللہ کو اللہ نے بتایا ہے کیوں کہ قوتِ بشری تو ان اُمور کے ادراک سے قاصر ہے۔ حضرت علیؑ سے اس قسم کی خبریں اس قدر ہیں کہ کسی دوسرے سے ایک بھی ایسی خبر نہیں۔ جب لوگوں نے ان کے معجزات کو دیکھا اور وہ احوال جو بشری طاقت سے خارج تھے، کو ملاحظہ کیا تو غلو کرنے والوں نے حضرت

علیؑ کے بارے میں غلو کر دیا حتیٰ کہ یہ بھی نسبت دی گئی کہ الٰہی جوہر ان کے بدن میں حلول کر چکا ہے۔ جس طرح نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا: جس کی خبر حضرت رسولِ پاکؐ نے دی تھی اور فرمایا تھا: ''یاعلیؑ تیرے بارے میں دو شخص ہلاکت پائیں گے: ایک وہ محبّ جو تجاوز کرتا ہے اور دوسرا وہ دشمن جو کمی کرتا ہے''۔

ایک مرتبہ فرمایا: اس خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ علیؑ کے بارے لوگ وہ کہیں گے جو نصاریٰ عیسیٰؑ کے بارے کہتے تھے کہ آج میں تمھاری وہ فضیلت بیان کرتا کہ تم لوگوں میں سے جہاں سے گزرتے لوگ تمھارے قدموں کی خاک کو برکت کے لیے حاصل کرتے رہتے۔

غُلات کا ظہور اور ابتدا

سب سے پہلے جس نے حضرت علیؑ کے بارے میں ان کے زمانے میں غلو کا اظہار کیا وہ عبداللہ بن سبا ہے کہ جب امیرالمومنینؑ خطبہ دے رہے تھے تو یہ کھڑا ہو گیا اور کہا: اَنتَ اَنتَ اَنتَ۔ آپ، آپ، آپ۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: تو برباد ہوا میں کہاں ہوں؟

اس نے کہا: آپ اللہ ہیں۔

حضرت نے اس کو پکڑنے کا حکم دیا، لہٰذا وہ گرفتار ہوا اور جو گروہ یہ عقیدہ رکھتا تھا اس کو بھی گرفتار کیا۔

① ابوالعباس احمد بن عبیداللہ نے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا: میرے بارے میں دو شخص ہلاک ہو جائیں گے: ایک وہ محبّ جو مجھے اپنے مقام سے بڑھاتا ہے اور جو بات مجھ میں نہیں وہ تعریف کرتا ہے اور دوسرا میرا وہ دشمن جو مجھ میں وہ باتیں ثابت کرتا ہے جن سے میں بری ہوں۔

ابوالعباس کہتے ہیں: یہ فرمانِ علیؑ جنابِ رسولؐ پاک کے فرمان کہ آپؐ کے

بارے میں لوگ وہی کچھ کہیں گے جو جنابِ عیسیٰؑ بن مریمؑ کے بارے کہتے تھے کہ نصرانیوں نے اس قدر جنابِ عیسیٰؑ سے محبت کی کہ ان کو اپنی منزلت سے بڑھا دیا۔ اور یہودیوں نے اس قدر بُغض کیا کہ ان کی ماں پر تہمت لگائی، کی تاویل ہے۔

ابوالعباس کہتے ہیں: حضرت علیؑ ایسی قوم سے گزرے جو حضرتؑ کی محبت سے خارج ہوگئی تھی کیوں کہ ان پر شیطان کا غلبہ ہو چکا تھا حتیٰ کہ وہ لوگ خدا اور رسولؐ کا بھی انکار کر چکے تھے اور حضرت علیؑ کو رب مان چکے تھے اور انھوں نے کہا:

اَنتَ خَالِقُنَا وَرَازِقُنَا ''آپ ہمارے خالق اور رازق ہیں''۔

حضرت علیؑ نے ان کو ڈرایا اور توبہ کرنے کا حکم دیا لیکن وہ اپنے عقیدہ پر قائم رہے۔

حضرت علیؑ نے ان کے لیے ایک گڑھا کھودا اور اس میں آگ جلائی تا کہ یہ ڈر کر توبہ کرلیں لیکن اُنھوں نے انکار کر دیا تو حضرتؑ نے ان کو آگ میں جلا دیا۔

ہمارے بعض علماء نے اپنے مقالات میں لکھا ہے کہ جب ان کو جلانے لگے تو وہ حضرتؑ کی آواز بلند کرنے لگے کہ اب ہمارے لیے بالکل روشن ہوگیا ہے کہ تم ہی ہمارے خدا ہو، کیوں کہ آپؑ نے اپنے چچازاد کو رسولؐ بنا کر بھیجا تو اس نے یہی کہا تھا کہ آگ کا عذاب آگ کا رب ہی دے سکتا ہے۔

۲ ابوالعباس نے روایت کی ہے: حضرت علیؑ ایک گروہ سے گزرے جو ماہِ رمضان میں کھانا کھا رہے تھے۔ حضرت علیؑ نے پوچھا: تم مسافر ہو یا مریض ہو؟

انھوں نے کہا: ہم نہ مسافر ہیں اور نہ مریض۔

فرمایا: کیا تم اہلِ کتاب ہو؟ انھوں نے کہا: نہیں۔

فرمایا: پھر ماہِ رمضان کے دنوں میں کیوں کھاتے ہو؟

انھوں نے کہا: آپؑ آپؑ آپؑ، اس کے علاوہ کچھ نہ کہا۔

حضرت علیؑ نے ان کی مراد سمجھ لی تو اپنے گھوڑے سے اُترے اور اپنی پیشانی مٹی پر رکھی اور فرمایا: تم برباد ہو جاؤ میں اللہ کا بندہ ہوں، اللہ سے ڈرو اور اسلام کی طرف پلٹ آؤ۔ انھوں نے انکار کیا تو بار بار سمجھایا لیکن ان کا انکار قائم رہا۔

پھر فرمایا: ان کو باندھ دو اور میں ابھی لکڑیاں اور آگ جمع کر کے انھیں آگ لگاتا ہوں۔ پھر ایک گڑھا کھودا زمین کے اندر اور دوسرا گڑھا ظاہر میں کھودا گیا اور ظاہری گڑھے میں لکڑیاں ڈال دیں اور آگ لگا دی۔ اور جب آگ بھڑک گئی تو ان کو پھر نصیحت کی کہ وہ توبہ کریں اور اسلام کی طرف پلٹ آئیں لیکن اُنھوں نے انکار کر دیا تو حضرتؑ نے ان کو آگ میں ڈال دیا اور وہ جل گئے۔

۴ ابوالعباس کی روایت ہے: اصحابِ علیؑ کی جماعت جن میں عبداللہ بن عباس بھی تھے۔ انھوں نے عبداللہ بن سبا کے بارے سفارش کی اور کہا کہ اب تو اس نے توبہ کر لی ہے، اسے معاف کر دیں۔ اسے چھوڑ دیا گیا مگر اس شرط پر کہ وہ کوفہ میں سکونت نہ رکھے گا۔

اس نے کہا: اب میں کہاں جاؤں؟

فرمایا: مدائن۔ اور مدائن کی طرف در بدر کر دیا۔

جب حضرت علیؑ شہید ہو گئے تو عبداللہ بن سبا کی باتیں اور عقیدہ ظاہر ہوا اور اس کا ایک گروہ تھا جو اس کی باتوں کی تصدیق اور اتباع کرتا تھا۔ جب اسے حضرت علیؑ کے قتل ہو جانے کی اطلاع ملی تو اس نے کہا: خدا کی قسم تم جو کچھ کرو اور کہو مگر علیؑ شہید نہیں ہوئے اور اس وقت تک نہیں مریں گے جب تک تمام عرب کو اپنے عصا سے نہ ہانکیں گے۔

جب ابن عباس کو عبداللہ بن سبا کی اس بات کی خبر پہنچی تو کہا کہ اگر ہمیں علم ہوتا کہ وہ غُلو کی طرف رجوع کرے گا تو اس کی کسی عورت سے شادی نہ کرتے اور اس کی میراث کو تقسیم نہ کرتے۔

صاحبانِ مقالات نے کہا ہے کہ مدائن میں اسی عقیدہ پر عبداللہ بن سبا کے پاس ایک جماعت جمع ہوگئی اور لوگوں میں یہ بات مشہور ہوگئی اور وہ جماعت اس عقیدہ کی طرف لوگوں کو بلاتی تھی اور بار باراس جماعت کی طرف سے عقائد پھیلائے جاتے رہے اور حضرت علیؑ کے غیب کے علم کی اخبار کے بارے میں انھوں نے کہا کہ ایسی خبریں سوائے خدا کے اور کوئی نہیں دے سکتا۔ یہ خبریں وہی دے سکتا ہے جس میں ذاتِ خدا حلول کر جائے۔

خدا کی قسم! حضرت علیؑ ان اخبارِ غیبی پر قادر نہیں مگر اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے سے، لیکن اللہ کے عطا کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اللہ ہو جائے، اللہ اس میں حلول کر جائے۔ بعض لوگوں کو ایک کمزور شبہ ہوا جیسے حضرت علیؑ کا قول ہے کہ میں نے بابِ خیبر کو قوتِ جسمانی سے نہیں اُکھاڑا بلکہ قوتِ الٰہی سے اکھاڑا۔ اور جیسے رسولِ پاکؐ کا قول ہے:

''کہو لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ صدق وعدہ نصر عبدہ''جس نے وعدہ سچّا کیا، اپنے بندے کی مدد کی، اور احزاب کو اکیلے شکست دی'' اور جس نے شکست دی وہ حضرت علی بن ابی طالبؑ تھے کیوں کہ انھوں نے عرب کے بہادروں اور شہ سواروں کو قتل کیا ہے۔

اسی طرح بعض علماء نے کہا ہے کہ ایک علوی اور بکری کے درمیان مجادلہ ہوا تو انھوں نے اہلِ ذمہ سے فیصلہ کرایا تا کہ ان دو کی طرف کوئی میلان نہ ہو، وہ ان دو میں سے کسی کو افضل نہ سمجھتے تھے۔

غیبی اخبار کی سند کے طریقے

اخبارِ غیبی پر کوئی معترض اعتراض کرسکتا ہے کہ غیبی اخبار نجوم کے طریقے سے آئی ہیں کیوں کہ نجومیوں کا اتفاق ہے کہ طالع کی اشکال میں سے ایک شکل جب کسی مولود

کے لیے واقع ہوجاتی ہے تو اس کا تقاضا ہوتا ہے کہ وہ شخص اخبارِ غیبی دینے پر تمکن رکھتا ہے۔ کبھی غیبی اخبار کاہنوں سے وارد ہوتی ہیں جیسے شطیح اور دشق اور سوار بن قارب وغیرہ تھے۔

کبھی اخبارِ غیبی پرندے اور حیوانوں کے زجر سے حاصل ہوتی ہیں جیسے بنی لہب جاہلیّت میں ان سے چیزیں لیتے تھے۔ کبھی اخبارِ غیبی قیافہ سے دی جاتی ہیں جیسے بنی مدلج سے خبریں آتی تھیں، کبھی صاحبان استخارہ، جادو اور طلسمات والوں سے غیبی خبریں آتی ہیں اور کبھی صاحبانِ نفس ناطقہ قویہ سے اخبارِ غیبی آتی ہیں جن نفوس کا مادہ روحانی فلاسفہ کے اقوال سے متصل ہوتا ہے۔

کبھی غیبی خبریں سچّے خوابوں سے دی جاتی ہیں اور اکثر لوگ یہ خبریں دیتے ہیں، کبھی غیبی خبریں مصنوعی امر جو طبعی کے مشابہ ہوتے ہیں سے حاصل ہوتی ہیں۔ جیسے ابی البیان اور ان کے بیٹے سے ہم نے دیکھا ہے۔

بہرصورت یہ غیبی اخبار کسی کے بتانے سے آتی ہیں اور کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے۔ جیسے ابوالبرکات بن ملکا اپنی کتاب المعتبرہ میں لکھتے ہیں کہ ایک اندھی عورت کو ہم نے بغداد میں تیس سال تک دیکھا کہ وہ سائل کو بلاتوقف جواب دیتی اور کسی شے کی مدد بھی نہیں۔ البتہ یہ التماس کرتی تھی کہ سائل میرے باپ کو دیکھے یا مخصوص وقت میں اس کی بات سنے اور اس کا باپ کہتا تھا کہ وہ جب بھی کوئی شے دیکھتا تھا دو کلمے کہتا تھا اور وہ عورت ہر قول میں تکرار کرتی تھی۔

ابوالبرکات کہتے ہیں کہ میں نے اس کو کئی چیزیں دکھائیں۔ اس نے ایک لفظ کہا۔ میں نے کہا: اگر تمھارے حق میں یا خلاف ہوا تو منظور ہوگا؟ وہ ناراض ہوا اور اُس نے کہا کہ تم نے گمان کیا ہے کہ میں نے اس تمام کی طرف اس ایک لفظ سے اشارہ کیا ہے۔ اب سنو! اور میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے اپنی انگلی سے کسی شے کی طرف

اشارہ کیا اور یہ کلمہ کہا تو وہ عورت کہتی تھی: یہ ایسے ہے اور یہ ایسے ہی ہے اور بار بار بغیر کسی توقف کے کہتی رہی اور وہ یہی کلمہ کہتا رہا اور وہ ایک لفظ تھا اور ایک ہی لہجہ ولحن سے کہتا رہا حتیٰ کہ وہ ہم پر غصے ہوا اور ہمارا تعجب زیادہ ہوگیا اور ہم نے دیکھا کہ اگر یہ اشارہ ان تمام اشیا کو شامل ہوتا تو وہ ہر اس بات سے عجیب تھا جو یہ اندھی کہتی ہے۔

ابوالبرکات کہتے ہیں: ہم نے اس عورت سے عجیب باتیں دیکھیں کیونکہ اس کا باپ کسی شے میں غلطی کرتا اور جو حقیقت ہے اس کے خلاف عقیدہ رکھتا تو وہ عورت اپنے باپ کو اس کی حقیقت کی خبر دیتی تھی۔

ابوالبرکات کا کہنا ہے کہ اس عورت کی بہت سی باتیں ہیں۔ ہر شخص کے پاس اس کی کوئی عجیب بات ہوتی ہے کیوں کہ وہ عورت ہر شخص کو سوال کا جواب متصل طور پر دیتی ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ ہمارے بعد والے شاید ہمارے ان چشم دید واقعات کی تصدیق نہ کریں۔

اعتراض: اس عورت کی غیبی چیزوں کے بارے میں معرفت کی وجہ بتانا مقصود ہے؟

جواب: وجہ وہ ہوتی ہے جو کیوں کے جواب میں ہو اور قیاس میں حدِ وسط ہو پس علّت فاعلی جو اس کا موجب ہے وہ اس کا قوی اور مخصوص نفس ہے۔

پس جان لو کہ ہم اس بات کے منکر نہیں کہ نوعِ بشر کے افراد غیب کی خبریں دے سکتے ہیں لیکن سب خبریں خدا کی طرف منتہا ہوتی ہیں کہ اس نے امکان دیا، قدرت دی اور اس کے اسباب مہیا کیے۔

اگر ان اخبارِ غیبی کا مخبر نبوت کا داعی ہو تو وہ خدا کے اذن اور تمکین دینے سے ہوتی ہیں تاکہ اس سے مکلفین دعوائے نبوت کی تصدیق کا استدلال کرسکیں۔ کیوں کہ اگر وہ مخبر جھوٹا ہوگا تو یہ جائز ہوگا جن کو اللہ تعالیٰ اجازت دے اور وہ اس شخص کو بتاتا ہے تاکہ مکلفین گم راہ ہوتے رہیں اور اسی طرح جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ دعوائے نبوت کے جھوٹے

حامل کو غیبی اخبار حاصل کرنے کی توفیق دے، جادو، کواکب کی تسخیر، طلسمات قیافہ وغیرہ سے، کیوں کہ اس میں بشر کا فساد مضمر ہے۔

اور جب غیب کو خبریں دینے والا نبوت کا مدعی نہ ہو تو اس کی حالت دیکھی جائے گی کہ اگر یہ شخص نیک لوگوں سے ہے تو پھر ان اخبار کو کرامت سے تعبیر کیا جائے گا جو اللہ نے اس کے ہاتھوں پر ظاہر کی ہیں تاکہ اسے دوسروں سے تمیز دی جائے اور ظاہر کیا جائے وغیرہ۔

بالجملہ اس خاصیّت والا شخص دوسروں سے ممتاز اور افضل واشرف ہوتا ہے۔ اور اگر یہ حزین عام شخص سے ہوں جو ان صفات سے خالی ہوں تو اس کی اخبار کا پہلے شخص کی اخبار سے موازنہ کیا جائے گا اور پہلے شخص کی اخبارِ غیبی کو ترجیح دی جائے گی۔

حضرت علیؑ کا شامی سائل سے یہ کلام جب اس نے سوال کیا کہ ہمارا شام کی طرف نکلنا اللہ کی قضا وقدر میں سے ہے؟ حضرتؑ نے تفصیل کے بعد یہ کلام فرمایا:

کیا تو نے قضا کو قضائے لازم اور قدر کو قدرِ حتمی سمجھا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ثواب وعتاب باطل ہیں اور وعدہ ودھمکی غلط ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اختیار دیا ہے اور ڈراتے ہوئے نہی کی ہے۔ بہت کم کی تکلیف دی ہے، مشکل کا مطالبہ ہی نہیں کیا اور قلیل کام پر کثیر ثواب دیا۔ وہ مغلوب کر کے اپنی نافرمانی اور مجبور کر کے اطاعت نہیں کراتا۔ اس نے انبیاءؑ عبث اور فضول نہیں بھیجے اور کتابِ خدا فضول نہیں آئی اور زمین و آسمان اور ان کے درمیان کو باطل پیدا نہیں کیا گیا۔

قولِ معتزلی

شیخ ابوالحسن نے اپنی کتاب "الغرر" میں اصبغ بن نباتہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص حضرت علیؑ کے سامنے اُٹھا اور کہا کہ ہمیں شام کی طرف جانے کے بارے میں بتاؤ کہ کیا یہ قضا وقدر سے ہے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: جس ذات نے دانے کو چیر کر پودا پیدا کیا اس کی قسم! کہ ہم جہاں رہیں گے اور جس وادی میں اُتریں گے، یہ سب قضا و قدرِ الٰہی سے ہوگا۔ اس بزرگ نے پھر کہا کہ میرے متعلق کیا ہے؟ کیا مجھے اس کا اجر ملے گا؟ فرمایا: اے شخص خاموش رہو، خدا نے تمھارے شام کی طرف جانے میں بہت اجر و ثواب رکھا ہے۔ جب تم چلو گے اور تمھارے واپس پلٹنے میں اجر ہے جب تم واپس پلٹو گے اور ان حالات میں تمھیں مجبور نہیں کیا گیا اور نہ ان کی طرف تمھیں مضطر کیا گیا ہے تو اس شخص نے کہا: کہ پھر قضا و قدر ہمیں کیسے یہاں لائی ہے؟

فرمایا: تم برباد ہو، کیا تم نے اسے قضائے لازم اور قدرِ حتمی سمجھ لیا ہے اور اگر ایسا ہوتا تو ثواب اور عتاب باطل ہو جاتا اور وعدہ اور وعید ختم ہو جاتے۔ امرِ خدا اور نہی نہ ہوتے اور کسی گناہ گار کی ملامت اللہ کی طرف سے نہ ہوتی اور کسی اچھائی کرنے والے کی تعریف نہ ہوتی اور اچھا شخص تعریف کے لحاظ سے بُرے شخص سے بہتر نہ ہوتا اور نہ بُرا شخص نیک شخص سے زیادہ قابلِ مذمت ہوتا۔ یہ قول بت پرستوں کا ہے اور لشکرِ شیطان اور جھوٹے گواہوں اور راہِ راست سے بھٹکے لوگوں کا قول ہے اور وہ اس اُمت کے قدریہ اور مجوسی ہیں۔ تحقیق اللہ نے اختیار کا حکم دیا اور بچنے سے نہی کی ہے، تھوڑے کی تکلیف دی، اس کی نافرمانی مغلوب ہو جانے سے نہیں ہوتی، اور اس کی اطاعت اکراہ سے نہیں کی جاتی۔ اس نے انبیاءؑ کو بندوں کی طرف فضول نہیں بھیجا اور نہ زمین و آسمانوں کو باطل قرار دیا ہے۔

اس بزرگ شخص نے کہا: یا امیرالمومنینؑ! پھر وہ کون سی قضا و قدر ہے کہ جس کی وجہ سے ہم چلے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: وہ اللہ کا امر اور حکمِ خدا ہے۔ پھر حضرتؑ نے یہ آیت تلاوت کی:

وَ قَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ (سورۂ اسراء، آیت ۲۳)

"کہ اللہ کی قضا کا حکم ہے کہ تم صرف اس کی عبادت کرو"۔

اختیار پھر بھی بندے کے پاس ہے۔ اور پھر حضرتؑ نے فرمایا: کبھی کبھی قضا وقدر کا معنی حکم اور امر بھی ہوتا ہے اور یہ الفاظِ مشترکہ سے ہیں۔ پس وہ شخص خوش ہو کر چلا گیا۔

حضرت علیؑ کا علم ان کی اپنی زبانی

اگر تم جانتے کہ میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم سے غائب ہے تو تم میدانوں کی طرف نکل جاتے اور اپنے اعمال پر روتے، اپنے نفوسوں کی مرکر پٹائی کرتے اور اپنے اموال کو بغیر کسی خلیفہ اور نگہبان کے چھوڑ دیتے۔ ہر شخص اپنی پوری ہمت لگاتا اور اپنے علاوہ کسی کی طرف توجہ ہی نہ کرتا لیکن جو تمھیں یاد کرایا گیا تھا اسے بھول گئے اور جس سے ڈرایا گیا تھا اس سے محفوظ خیال کرنے لگے۔ تمھاری رائے گم ہوگئی اور تمھارے اُمور بکھر گئے۔

میں تو اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اللہ نے مجھے اور آپ کو الگ الگ کر دیا ہے اور مجھے ان سے ملحق کر دیا ہے جو تم سب سے زیادہ حق دار تھے۔ وہ صاحب الرائے، حلم کا مرکز، حق کے اقوال کا مرکز، بغاوت کو ترک کرنے والے ہیں۔ کافی عرصہ سے صحیح راستے پر چل رہے ہیں اور دلائل رکھتے ہیں۔ یوں دائمی آخرت کی طرف کامیابی حاصل کی اور کرامت نصیب ہوئی۔

خدا کی قسم! اب تمھارے اُوپر خدا بنی ثقیف کا جوان مسلط کرے گا جو تمھارا خون بہائے گا، تمھاری سبزیاں کھائے گا اور تمھاری چربی پگھلا دے گا۔

ابن ابی الحدید المعتزلی کا قول

الصعید، یعنی مٹی جو زمین کے اُوپر والے حصّے کو کہتے ہیں اور اس کی جمع صُعُد

صُعَدَات ہے جیسے طریق کی جمع طرق اور طرقات ہیں۔ الالتدام یعنی نوحہ کرتے ہوئے عورتوں کا اپنے سینے پر ہاتھ مارنا۔

آخر میں حضرتؑ نے فرمایا کہ میری چاہت اور تمنا ہے کہ اللہ مجھے قوم سے جدا کردے اور مجھے انبیاءؑ اور صالحین اصحاب سے ملحق کر دے جیسے حمزہؓ، جعفرؓ وغیرہ۔

اوجفوا یعنی بہت جلدی۔

اور جس غلام بنی ثقیف کی طرف اشارہ کیا وہ حجاج بن یوسف ہے جو بڑا ظالم، خون بہانے والا، متکبر اور غصّے سے کاٹ کھانے والا ہوگا۔

قوله: ايه ابا وذحة، یہ ایسا حکم ہے کہ کسی فعل میں اضافہ چاہا جاتا ہے۔ دراصل یہ عبارت ہے اور وہ زیادہ کرے اور جو تیرے پاس وہ لائے اور اس کی ضد لیکھا ہے یعنی روک دینا۔

جناب رضی سید رحمہُ اللہ کہتے ہیں کہ الوذحۃ یعنی الخنفسا۔ یہ لفظ میں نے کسی بزرگ اہلِ ادب سے نہیں سنا اور اہلِ لغت کی کتب میں یہ معنی الخنفسا نہیں پایا اور میں نہیں جانتا کہ یہ معنی سید رضی رحمہ اللہ علیہ نے کہاں سے نقل کیا ہے۔

پھر سید رضی کے بعد مفسرین نے اس بھونرے کے قصے میں کئی وجوہات لکھی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ بھونرا حجاج کے مصلی کی طرف آیا، اس نے اسے دُور کیا تو وہ پھر آیا، پھر دُور کیا تو پھر آیا۔ پس حجاج نے اسے پکڑا اور ہاتھ میں دبایا۔ اس نے اس کے ہاتھ کو کاٹا تو اس کے ہاتھ پر ورم آ گیا اور اسی سے اس کی موت واقع ہوئی۔

اس لیے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی معمولی مخلوق سے اسے قتل کرایا، جس طرح نمرود بن کنعان کو مچھر سے قتل کروایا تھا، جو اس کی ناک کے سوراخ میں داخل ہوگیا اور اسی سے اس کی ہلاکت ہوگئی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جب حجاج نے بھونرے کو قریب آتے دیکھا تو نوکروں سے

کہا کہ اس کو دُور کرو اور کہا کہ یہ شیطان ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ حجاج نے بہت سارے بھونرے اکٹھے دیکھے اور تعجب کیا اس شخص کے قول پر جو کہتا ہے کہ یہ بھی اللہ کی مخلوق ہے۔ کسی نے پوچھا کہ اے بادشاہ! ان کا خالق کون ہے؟

کہا: شیطان، کیوں کہ خدا اس سے عظیم ہے کہ اس کو پیدا کرے۔ یہی قول جب فقہا کو بتایا گیا تو انھوں نے حجاج کو کافر کہا۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ حجاج کو بُری بیماری تھی، وہ زندہ بھونرے کو پکڑتا تھا تاکہ اس کی حرکت سے اسے سکون پہنچے۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ بیماری اُسے ہوتی ہے جو دشمن اہلِ بیتؑ ہو۔ یعنی ہر دشمن اہلِ بیتؑ میں یہ بیماری نہیں ہوتی بلکہ جس میں یہ بیماری ہو تو وہ دشمن اہلِ بیتؑ ہوتا ہے۔

علماء نے کہا کہ ابوعمر زاہد جو شیعہ نہیں تھا اس نے اپنی امالی میں کہا ہے کہ ہم نے اس بیماری والے شخص کی تحقیق کی وہ سب دشمن ہی نہیں۔ ابوعمر نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس قسم کی بیماری والے لوگوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا: وہ مفعول ہیں اور یہ عادت ولی اللہ میں نہیں ہوتی وہ دُور ہوتے ہیں اور یہ بیماری کفار، فساق اور ائمہ طاہرینؑ کے دشمنوں میں ہوتی ہے۔ تمام قوم سے زیادہ ابوجہل عمرو بن ہشام جناب رسولِ پاکؐ کا بہت بڑا دشمن تھا اس لیے عتبہ بن ربیعہ نے بدر کے دن اسے کہا تھا: اے وہ شخص کہ جس کی دُبر زرد ہے۔

یہ وہ مجموعۂ کلام تھا جو مفسرین نے ذکر کیا اور جو میں نے لوگوں کی زبان سے سنا اور جہاں تک میرا گمان غالب ہے کہ اس نے دوسرا معنی مراد لیا ہے اور وہ اس لیے کہ عرب کی عادت ہے کہ انسان کو کنیت سے بلاتے ہیں جب تعظیم مقصود ہو جیسے ابوالطول،

ابوالمقدام، ابوالمغوار۔

اور جب توہین اور تحقیر کرنی ہو تو توہین کی کنیت ہوتی ہے جیسے یزید کی کنیت ابوزنہ، ابوالفاوغیرہ۔

پس جب امیرالمومنین علی علیہ السلام اس حجاج بن یوسف کے گناہوں کے حال کو جانتے تھے اس لیے اسے ابوذحہ کی کنیت دی اور یہ کنیت اس لیے بھی تھی کہ وہ ذاتی طور پر پست اور حقیر ہوتا ہے اور بدخلقت تھا کیونکہ وہ کوتاہ قد، کمزور، چھوٹی آنکھوں والا، ٹیڑھی پنڈلیوں والا، چھوٹے اور کوتاہ بازوؤں والا، لمبے منہ والا، لمبے سر والا تھا اس لیے اسے حقیر شے کی کیفیت بتائی۔

بعض لوگوں نے اس لفظ کو دوسرے صیغے سے روایت کیا ہے اور انھوں نے کہا: ایہ أبا ودَجَة، جوادواج کی واحد ہے اور یہ کنیت بیان فرمائی کیوں کہ وہ بہت بڑا قاتل تھا جو تلواروں سے گلے کی رگیں کاٹتا تھا۔ بعض لوگوں نے اس کی کنیت ابووحرہ ذکر کی ہے اور یہ ایک چھوٹا کوتاہ پشت چوپایہ ہے، اس حجاج کو اس سے تشبیہ دی گئی ہے۔ لیکن اس کنیت اور سابقہ کنیت کی روایت ضعیف ہے اور جو ہم نے ذکر کیا وہ درست ہے۔

حضرت علیؑ کا بصرہ کے متعلق خبر دینا

اس کلام میں حضرت نے بصرہ کے آنے والے حالات بتائے۔ وَيلٌ لِسَكَكِكُمُ العامِرة وَالدُّورِ المُزَخرَفَةِ تمھارے اس شہر کی گلیوں کی بربادی ہے اور خرافات سے مزین گھروں کی تباہی دیکھ رہا ہوں، جن کی سونڈھ ایسی ہے جیسے ہاتھی کی سونڈھ ہوتی ہے۔ ان لوگوں کے مقتولوں پر رونے والا کوئی نہ ہوگا اور ان سے غائب ہوجانے والوں کو تلاش کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ میں دنیا کے منھ پر مارنے والا ہوں اور دنیا کو اس کی آنکھ سے دیکھتا ہوں۔

اس خطبے پر ابن ابی الحدید کا حاشیہ

اَلدُّوْرِ الْمُزَخْرَفَةِ زخرفات سے مزین یعنی سونے سے مزین مراد ہے۔

اجنحه الدور، گھروں کے پروں سے مراد برآمدے ہیں اور خراطم سے مراد ان گھروں کے پرنالے ہیں۔

قوله قتيلهم، اس سے ان کی مراد یہ نہیں کہ ان کو کون قتل کرے گا؟ بلکہ ان سے جو قتل ہوجائیں گے مراد ہیں کیونکہ اکثر زنجی جن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، بصرہ کے امیر لوگوں اور ان کی بیٹیوں کے غلام تھے اور ان کی اپنی بیویاں اور اولادیں نہ تھیں بلکہ وہ کنوارے تھے لہٰذا ان پر رونے والا کوئی نہ تھا۔

قوله: ولا يَفْقِدُ غَائِبَهُم،اس سے مراد ان کی کثرت ہے کہ جب کوئی ان سے قتل ہوگا تو دوسرا اس کی جگہ موجود ہوگا اور کسی مفقود کا اثر ظاہر نہ ہوگا۔

قوله: انا كَابُّ الدنيا لوجهها،اس قسم کے کلمات حضرت عیسیٰؑ سے نقل ہوئے ہیں کہ اَنَا الَّذِي كَبَيْتُ الدنيا على وجهها ، ليس لي زوجَةٌ تموت ولا بيتَ يخرب وسادي الحجر وفراشي المدر وسراجي القَمر، کہ میں نے دین کو واپس کردیا ہے، میری بیوی نہیں جو مرجائے، گھر نہیں جو خراب ہوجائے۔ میرا تکیہ پتھر ہے، فرش زمین ہے اور چراغ چاند ہے۔

صاحب زنج کے متعلق حضرت علیؑ کی پیش گوئیاں

بصرہ کے قریب ۲۵۵ ہجری میں ایک شخص ظاہر ہوا۔ اس کا گمان تھا کہ وہ علی بن محمد بن احمد بن عیسٰی بن زید بن علی بن الحسین ابن علی بن ابی طالبؑ ہے۔ زنجی نے اس کی اتباع کی، جو زنجی بصرہ میں صفائی کا کام کرتے تھے۔ اکثر لوگ تو اس کے نسب میں اعتراض کرتے ہیں اور خصوصاً طالبی زیادہ اختلاف کرتے ہیں بلکہ تمام نسابوں کا اتفاق ہے کہ وہ عبدالقیس سے ہے اور وہ علی بن محمد بن عبدالرحیم ہے اور اس کی ماں اسدی

(مسلمان) ہے۔ ماں کا جدّ محمد بن حکیم اسدی ہے جو اہلِ کوفہ سے تھا اور جس نے جناب زید بن علی بن الحسین علیہ السلام کے ساتھ مل کر ہشام بن عبدالملک کے خلاف خروج کیا تھا، جب زید شہید ہوگئے تو وہاں سے بھاگ کر "رے" میں آ گیا اور وہاں سے بستی ورزنین پہنچ گیا اور یہاں کافی عرصہ ساکن رہا اور اسی بستی میں علی بن محمد صاحب الزنج پیدا ہوئے اور یہاں پر تربیت پائی۔ پھر عراق آئے اور سندی کنیز خریدی جس سے محمد پیدا ہوا۔

یہ علی ہمیشہ بنی عباس کی حاشیہ نشین جماعت سے متصل رہا۔ اس جماعت میں غانم شطرنجی، سعید الصغیر اور بشیر جو منتصر کا غلام تھا شامل تھے اور انھی کے ساتھ زندگی گزارتا تھا اور حاکم کے کاتبوں میں شامل تھا جو حاکم کی تعریف اپنے اشعار میں کرتے تھے اور بچوں کو لکھائی، صَرف، نحو اور علمِ نجوم پڑھاتا تھا اور وہ بہت اچھا شاعر تھا اور فصیح الہجہ تھا۔ بڑی ہمت والا تھا، اپنے نفس کو ایسے بلند اُمور میں لگاتا تھا جن کا ظاہر کوئی راستہ نہ ہوتا تھا۔

شام کے متعلق حضرت علیؑ کی پیشین گوئی

اے لوگو! مجھ سے اختلاف کرنا تمھیں مجرم نہ بنا دے، میری نافرمانی تمھیں گم راہ نہ کر دے، مجھ سے سنی باتوں کو تم نہ جھٹلانا۔ خدا کی قسم جس نے دانے کو اُگایا اور انسان کو پیدا کیا، میرے پاس جو کچھ ہے وہ نبی پاکؐ کی طرف سے ملا، اللہ کا درود وسلام ہو ان پر، نہ مبلّغ نے جھوٹ بولا اور نہ سامع بھولا۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ شام کو ہانکا جا رہا ہے اور شہرِ کوفہ کے اردگرد جھنڈے لہرا رہے ہیں۔ جب جھنڈے لہرائیں گے تو اس شہر کو برباد کردیں گے اور جنگوں کا میدان گرم ہوگا، فتنے پر فتنے ہوں گے اور وہ فتنے تاریک رات اور متلاطم سمندر کی طرح آئیں گے۔

معتزلی شارح نہج البلاغہ نے اس خطبے میں یہ حاشیہ لگایا ہے: لایجرمنکم، یعنی تمھیں میری مخالفت اس بات پر برانگیختہ نہ کرے۔

لا تتراحوا بالابصار، ایک دوسرے کا ملاحظہ نہ کرنا۔

وبرأ النسمة، یعنی انسان کو پیدا کیا اور یہی قسم حضرت علیؑ کے مخصوص خطاب میں ہے اور ہمیشہ یہی کھاتے تھے۔

والمبلّغ والسامع، یعنی خود حضرت امیرالمومنینؑ مراد ہیں یعنی میں کبھی رسولؐ پاک کی طرف جھوٹی نسبت نہیں دیتا اور جو انھوں نے فرمایا: میں اسے کبھی نہیں بھولا اور نہ اس میں کوئی غلطی کی ہے۔

والضلیل، کثیر گم راہی جیسے زیادہ پینے والے کو شریب کہا جاتا ہے اور یہ عبدالملک بن مروان سے کنایہ ہے کیوں کہ یہ صفات اور نشانیات اس میں مکمل طور پر موجود ہیں۔ کیوں کہ جب وہ شام میں کھڑا ہوا تو لوگوں کو اپنی طرف بلایا اور نعیق کا یہی معنی ہے اور اس کے جھنڈے کوفہ میں پھیل گئے۔ کبھی جھنڈا دے کر کوئی شخص عراق بھیجا جس نے مصعب کو قتل کیا، کبھی سردار کوفہ بھیجے جیسے بشر بن مروان اور اس کے بھائی وغیرہ کو حتیٰ کہ حجاج کو کوفہ بھیجا۔

یہ زمانہ عبدالملک کی حکومت کی سختی کا تھا اور علاقوں پر قبضہ کرنے کا دور تھا اور سخت حالات ہوئے اور یہ فتنے خوارج سے مخلوط ہوگئے۔ جب عبدالملک کا وقت پورا ہوا اور یہی معنی ہے اینع زرعة کا، اور وہ ہلاک ہوگیا تو اس کے بعد تو فتنے کے علم بلند ہوتے رہے جیسے عبدالملک کی اولاد کی بنی مہلب اور زید بن علی بن الحسینؑ سے جنگیں ہیں اور جس طرح یوسف بن عمر، خالد القسری اور عمر بن ہبیرہ کے ایام میں کوفہ میں فتنے برپا ہوتے رہے اور قتل و غارت جاری رہی۔

بعض نے کہا ہے کہ اس کنایہ سے مراد معاویہ ہے اور جو اس کے زمانے میں اور اس کے بعد جو فتنے ہوئے کہ جو یزید اور عبداللہ بن زیاد نے امام حسینؑ سے کیا، لیکن پہلا قول مقدم ہے کیوں کہ معاویہ تو حضرت علیؑ کے دور میں شام پر قابض تھا اور لوگوں کو اپنی

طرف بلا رہا تھا جب کہ حضرت علیؑ آیندہ کے حالات بتا رہے تھے اور کَاَنّی اَنظُر کی لفظیں بتا رہی ہیں کہ عن قریب زمانہ میں دیکھ رہا ہوں۔

تفسیر الفاظِ غریب از طرف شارح

النعیق، یعنی گڈریا جو اپنی بھیڑوں کے لیے آواز نکالتا ہے۔

وفحص براياتِہ، جو تلاش کرنے والے تھے گویا کوفہ کے گردونواح میں جھنڈے لہرا رہے تھے۔

وکوفان، کوفہ کا نام ہے۔ کوفہ اصل میں سرخ ریت کو کہتے ہیں اور کوفہ اور اردگرد کو اس لیے کوفہ کہتے تھے کہ یہاں ریت کے ٹیلے تھے۔

وفغَرت فاغرتِہ، اس نے منہ کھولا۔ یہ استعارہ ہے یعنی جب وہ پھٹے تو منہ کھل جاتا ہے اور قتل ہو جاتا ہے جیسے شیر اس وقت منہ کھولتا ہے جب کسی شے کو پھاڑتا ہے۔

والشّکِیمۃ فی الاصل، لجام میں وہ عریض لوہا جو چوپائے کے منہ میں ہوتی ہے یعنی سخت جان جس کا جھکنا مشکل ہو۔

وثقلت وطأتہ، جس کا ظلم و جور شدید ہو۔ الکدوح، یعنی زخموں کے آثار۔ القروح جس کی واحد القرح ہے یعنی خراش۔

قولہ: من الایام اور من اللیالی سے مراد یہ ہے کہ یہ فتنہ ہمیشہ رہے گا اور زمانہ انھی دن رات سے بنتا ہے۔ واینع الزرع، یعنی پک جانا اور پہنچ جانا۔

قولہ علیہ السلام وقام علی ینعہ، یہ جمع ہے مانع کی جیسے صاحب کی جمع صحب ہے۔ یہ ابن کیسان نے ذکر کیا ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ مراد مصدر ہو، یعنی وہ اپنی صفت پر قائم ہو، یعنی اس کی پختگی ہو۔

پھر حضرتؑ نے وعدہ فرمایا کہ پھر ایک اور حکومت ظاہر ہوگی اور یہ کنایہ ہے دولتِ عباسیہ کا جو حکومت بنی اُمیہ پر ظاہر ہوگی۔

قولہ: یحصد القائم ویحطم المحصود، یہ کنایہ ہے بنی اُمیہ کے امرا کا، یعنی اُن کا جنگ میں قتل ہو جانا۔

حضرت علیؑ کی بنی اُمیہ کے بارے میں پیشین گوئی

ومن خطبة له "علیه السلام" قال فیها ما قال الی أن أخبر عن بنی أمیة فقال:

أَلَا وَ اِنَّ أَخْوَفَ اَلْفِتَنِ عِنْدِی عَلَیْکُمْ فِتْنَةُ بَنِی أُمَیَّةَ، فَاِنَّهَا فِتْنَةٌ عَمْیَاءُ مُظْلِمَةٌ عُمَّتْ خُطَّتُهَا، وَخَصَّتْ بَلِیَّتُهَا، وَأَصَابَ الْبَلَاءُ مَنْ أَبْصَرَ فِیْهَا، وَأَخْطَأَ الْبَلَاءُ مَنْ عَمِیَ عَنْهَا وایْمُ اللّٰه لَتَجِدُنَّ بَنِی أُمَیَّةَ لَکُمْ أَرْبَابَ سُوءٍ بَعْدِی کَالنَّابِ الضَّرُوسِ، تَعْذِمُ بِفِیْهَا، وَتَخْبِطُ بِیَدِهَا، وَتَزْبِنُ بِرِجْلِهَا، وَتَمْنَعُ دَرَّهَا، لَا یَزَالُونَ بِکُمْ حَتَّی لَا یَتْرُکُوا مِنْکُمْ اِلَّا نَافِعًا لَهُمْ، أَوْ غَیْرَ ضَائِرٍ بِهِمْ

وَلَا یَزَالُ بَلَاؤُهُمْ عَنْکُمْ حَتَّی لَا یَکُونَ انْتِصَارُ أَحَدِکُمْ مِنْهُمْ اِلَّا کَانْتِصَارِ العَبْدِ مِنْ رَبِّهِ، وَالصَّاحِبِ مِنْ مُسْتَصْحِبِهِ، تَرِدُ عَلَیْکُمْ فِتْنَتُهُمْ شَوْهَاءَ مَخْشِیَّةً، وَقِطَعًا جَاهِلِیَّةً، لَیْسَ فِیْهَا مَنَارُ هُدًی، وَلَا عَلَمٌ یُرَی، نَحْنُ أَهْلَ اَلْبَیْتِ مِنْهَا بِمَنْجَاةٍ، وَلَسْنَا فِیْهَا بِدُعَاةٍ، ثُمَّ یُفَرِّجُهَا اللّٰه عَنْکُمْ کَتَفْرِیجِ الادِیمِ، بِمَنْ یَسُومُهُمْ خَسْفًا، وَیَسُوقُهُمْ عُنْفًا، وَیَسْقِیهِمْ بِکَأْسٍ مُصَبَّرَةٍ لَا یُعْطِیهِمْ اِلَّا السَّیْفَ، وَلَا یُحْلِسُهُمْ اِلَّا الْخَوْفَ، فَعِنْدَ ذٰلِکَ تَوَدُّ قُرَیْشٌ بِالدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا لَوْ یَرَوْنَنِی مَقَامًا

وَاحِداً، وَلَوْ قَدْرَ جَزْرِ جَزُورٍ، لَأَقْبَلَ مِنْهُمْ مَا أَطْلُبُ الْيَوْمَ بَعْضَهُ فَلَا يُعْطُونَنِيهِ.

''حضرتؑ کا وہ خطبہ جس میں آپؑ نے بنی اُمیہ کے مستقبل کی خبر دی ہے۔ فرمایا: خبردار! میرے نزدیک سب سے خطرناک فتنہ بنی اُمیہ کا ہے کیوں کہ یہ فتنہ اندھا، تاریک ہے جس کے خطوط بھی اندھے ہیں۔ جو اس میں شامل ہو وہ ضرور آزمائش میں آجائے گا اور جو اس سے دُور ہو جائے وہ بلاؤں سے بچ جائے گا۔

خدا کی قسم! میرے بعد تم بنی اُمیہ کو بدترین ارباب پاؤ گے جیسے کتے کی ناب ہوتی ہے کہ جو اس کے منھ میں ہوتا ہے اسے ذرّہ ذرّہ کر دیتا ہے۔ جو ہاتھ میں ہوتا ہے اسے کھینچ لیتا ہے یہ تمھیں پاؤں سے رگڑ دیں گے اور ہمیشہ تمھیں قتل کریں گے حتیٰ کہ تم سے اسے چھوڑ دیں گے جو ان کے لیے نفع مند ہو یا ان کے لیے نقصان دہ نہ ہو۔

ان کی مصیبتیں تم پر ہوں گی حتیٰ کہ ان سے تمھارا انتقام لینے والا نہ ہوگا سوائے اس کے کہ عبد اپنے مالک سے اور دوست اپنے ساتھی سے انتقام لیتا ہے۔ تمھارے اُوپر ان کے فتنے چھا جائیں گے اور جاہلیّت کا دور پلٹ آئے گا۔ اس دور میں ہدایت کا کوئی مینارہ نہ ہوگا اور نہ ہدایت کا علَم نظر آئے گا۔

اور ہم اہلِ بیتؑ اس دور میں نجات دینے والے ہوں گے صرف بلانے والے نہیں۔ پھر تمھیں خدا فرج اور خوش حالی دے گا ___ الیٰ آخرہٖ''۔

حاشیہ ابن ابی الحدید

پھر حضرت علیؑ نے فرمایا: سَلُوْنِی قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ

اس لیے صاحب الاستیعاب ابوعمر محمد بن عبدالبر ایک جماعت محدثین سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ حضرت علیؑ کے علاوہ کسی صحابی نے سلونی سلونی نہیں کہا۔

اور ابوجعفر سکافی نے اپنی کتاب نقض العثمانیہ میں علی بن جعد سے روایت کی ہے کہ لوگوں میں سے کسی نے بھی سوائے حضرت علیؑ کے سلونی سلونی کا دعویٰ نہیں کیا۔

غیبی اُمور کی وہ اخبارِ علیؑ جو سچ ثابت ہوئے

تحقیق حضرت علیؑ اس فصل میں قسم کھائی خدا کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تم قیامت تک کے حالات پوچھو تو میں بتا سکتا ہوں کہ کس قدر سکڑے لوگ گم راہ ہوں گے، کئی ہدایت پائیں گے، ان کی رعایا، ان کے قائد، ان کو ہانکنے والے، لشکروں کے اُترنے کے مقامات، مقتولین کے نام، مُردوں کے نام وغیرہ۔

اور یہ دعویٰ حضرت علیؑ کی طرف سے ربوبیت کا نہیں اور نہ نبوت کا، لیکن وہ فرماتے تھے کہ مجھے یہ خبریں رسول اکرمؐ نے دی ہیں اور پھر ہم نے حضرتؑ کی اخبار کو آزمایا کہ بالکل درست اور صحیح ثابت ہوئیں۔ پس ہم نے ان اخبار کی صحت سے دعویٰ سلونی کی صحت پر استدلال کیا ہے۔ جس طرح یہ آپ کی خبر کہ ایک ضرب میرے سر پر ماری جائے گی تو میری ڈاڑھی رنگین ہو جائے گی یا اپنے بیٹے امام حسینؑ کی شہادت کی پیش گوئیاں جب کربلا کے میدان سے گزرے، اور اپنے بعد معاویہ کے حکومت پر قابض ہونے کی خبریں، حجاج اور یوسف بن عمر، خوارج نہروان کے متعلق، جو آپؑ کے صحابی قتل ہوں گے یا سولی پہ لٹکائے جائیں گے۔

اسی طرح ناکثین، قاسطین اور مارقین سے جنگ کے بارے میں یا جو لشکر کوفہ سے بصرہ کی طرف جنگ کے لیے نکلے گا کے بارے میں، عبداللہ بن زبیر کے بارے

میں کہ وہ دین کی رسّی سے دنیا کا شکار کرے گا۔ بصرہ کے غرق ہونے اور زنج سے برباد ہونے کی اخبار، خُراسان سے سیاہ جھنڈوں کے ظاہر ہونے کے بارے میں آلِ مصعب کے طاہر بن الحسین اور اس کا بیٹا اسحاق بن ابراہیم ہوگا اور یہ بنی عباسیہ کی حکومت کے داعی تھے۔

یا طبرستان میں آپ کی اولاد سے رہبروں کے ظاہر ہونے جیسے ناصر، داعی وغیرہ جس طرح فرمایا کہ طالقان میں آلِ محمدؑ کے لیے خزانہ ہے، اللہ نے جب چاہا ظاہر کرے گا حتیٰ کہ اذنِ خدا سے دینِ خدا کی طرف بلائے گا۔

یا نفسِ ذکیہ کے مدینہ میں قتل ہونے کی اخبار کہ فرمایا کہ وہ ریت کے پتھروں کے پاس قتل ہوگا یا اس کے بھائی ابراہیم جو بابِ حمزہ کے پاس قتل ہوگا کے بارے میں فرمایا: يُقتَلَ بَعْدَ اَنْ يَظهر یا مقتولین وجّ کے بارے میں فرمایا کہ هُمْ خَيرُ اَهلِ الْاَرْض۔

اسی طرح مغرب میں علوی مملکت کے بارے میں اخبار

اسی طرح بنی بویہ کے بارے میں فرمایا کہ دیلمان سے بنو الصیاد نکلیں گے کہ ان کی طرف اشارہ تھا کیوں کہ ان کا باپ مچھلی کا شکار کرتا تھا اور اپنے معاش گزارتا تھا اور اللہ نے اس کی صُلب اولاد میں سے تین بادشاہ بنائے اور ان کی ذُریت ایسی پھیلی کہ ان کے ملک کی مثال دی جاتی تھی۔

حضرت سے پوچھا گیا کہ یہ قوم کب تک معروف رہی۔ آپؑ نے فرمایا: ایک صدسال سے زیادہ تک۔ فرمایا کہ ابن الاجذم کو اس کا چچازاد دجلہ کے کنارے قتل کرے گا اور یہ اشارہ تھا عزالدولہ بختیار بن معزالدولہ ابی الحسین کی طرف اور معزالدولہ وہ ہے جس کا ہاتھ کٹ گیا تھا اور اس کا بیٹا عزالدولہ بختیار فضول خرچ تھا۔ صاحبِ لہو ولعب و شراب تھا۔ اس کو عزالدولہ نے دجلہ کے کنارے قصرِ جص میں قتل کیا، جو اس کا چچازاد تھا

اور اس سے حکومت چھین لی۔ اور ان کا خلفا کو چھوڑ دینا اس لیے ہے کہ معز الدولہ نے مستکفی کو چھوڑ دیا اور مطیع کو اس کے عوض مرتب کیا اور بہاء الدولہ ابی نصر بن عضد الدولہ نے طائع کو چھوڑ دیا اور اس کے بدلے قادر کو رکھ لیا۔

اسی طرح عبداللہ بن عباس کے متعلّق فرمایا کہ اس کی اولاد کی طرف امر منتقل ہوگا۔ جب علی بن عبداللہ بن عباس پیدا ہوئے تو ابن عباسؓ اپنے بچے کو حضرت علیؑ کے پاس لائے۔ حضرت نے اس کو پکڑا، اس کے منہ میں تھوکا اور کھجور کی گھٹی پلائی اور فرمایا: ابوالاملاک کو لے لو۔

پس اس قسم کی کس قدر اخبارِ غیبی ہیں جو اس طرح ارشاد فرمائیں اور سیرت کی کتب میں تفصیلاً مذکور ہیں۔

اعتراض: لوگوں نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی غیبی اخبار کے سچّا ہونے پر ان کی خدائی کا کیوں دعویٰ کر دیا جب کہ حضرت رسولؐ اکرم کے بارے میں یہ دعویٰ نہیں۔ حالاں کہ یہ تمام اخبار رسول پاکؐ سے وارد ہوئی ہیں اور لوگوں نے بھی اخبارِ غیبی از رسولؐ کی تصدیق کی ہے اور وہ اصل ہیں جب کہ علیؑ ان کے تابع ہیں۔ حضرت رسولِؐ اکرم کے معجزات اور اخبارِ غیبی بھی کثیر ہیں۔

جواب: رسولؐ اللہ کے صحابی، جنھوں نے حضرت کے معجزات کو دیکھے اور غیبی اخبار کی سچّائی دیکھی تو وہ مضبوط آرا اور عظیم برداشت کے مالک تھے اور بہت عقل مند تھے، جب کہ حضرت علیؑ کے دور میں لوگ عقول کے لحاظ سے ضعیف اور کم حوصلہ و کم حلم تھے۔ ان کی بصیرت کم تھی تو اس لیے انھوں نے حضرتؑ کے معجزات اور غیبی اخبار سُن کر یہ اعتقاد رکھ لیا کہ الٰہی جوہر ان میں حلول کر گیا ہے، کیونکہ ان کا یہ عقیدہ تھا یہ معجزات اور اخبارِ غیبی بشری طاقت سے باہر ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت علیؑ کے بارے میں غُلو کرنے والوں کا ایک گروہ یہود

اور نصاریٰ کی اولاد میں سے تھا اور اُنھوں نے اپنے آباء و بزرگان سے سنا ہوا تھا کہ ان کے انبیاء اور بزرگان میں اللہ حلول کر جاتا ہے، لہٰذا حضرت علیؑ کے بارے میں وہ یہی اعتقاد بنا بیٹھے۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ عقیدہ ملحدین سے آیا تھا تا کہ دین اسلام میں الحاد کو داخل کیا جاسکے، لہٰذا یہ عقیدہ داخل ہوگیا اور اگر یہی لوگ جناب رسول اکرمؐ کے زمانے میں ہوتے تو یہی عقیدہ رکھتے کہ اہلِ اسلام کو گم راہ کیا جائے اور مسلمانوں کے دلوں میں شبہات ڈالے جائیں۔

لیکن صحابہ میں اس قسم کے لوگ نہ تھے بلکہ ان میں زنادقہ اور منافقین تھے اور وہ اس فتنہ میں مبتلا نہ ہوئے اور اس سازش میں نہ پڑے۔ بعض اوقات مجھے اس قوم (غالی) اور عرب معاصرین رسولؐ کے درمیان یہ فرق بھی نظر آتا ہے کہ یہ قوم عراق اور کوفہ کے باشندے تھے اور عراقی خطہ پر ہمیشہ ارباب عقائد، نئے مذاہب اور عقائد والے پیدا ہوتے رہے ہیں۔ یہ لوگ اہلِ نظر، اہلِ وقت اور اہلِ تحقیق تھے اور عقائد اور نظریات کی بحثیں کرتے رہتے تھے اور مذاہب میں شبہات پیدا ہوتے رہتے تھے۔ جبکہ حجاز کا خطہ اور اس کی طینت ایسی نہیں، اہلِ حجاز کے ذہن ایسے اختراعی ذہن نہیں اور اہلِ حجاز پر غالب جفا و ظلم ہے۔ ان کی طبیعت میں خشونت ہے۔ اہلِ مکہ و مدینہ اور طائف کے لوگوں کی طبیعتیں دیہاتیوں کی طرح ہیں اس لیے ان میں اس سے پہلے کوئی حکیم فلسفی، صاحبِ نظر، صاحبِ مناظرہ نہیں آیا اور نہ کسی نے شبہ ڈالا اور نہ کوئی نئے نظریے والا آیا، لہٰذا حضرت علیؑ کے بارے میں غلو کرنے والے پہلے اور بعد یہی اہلِ عراق اور اہلِ کوفہ ہیں اور ایسے لوگ مدینہ میں نہیں حالاں کہ حضرت علیؑ نے زندگی کا زیادہ عرصہ مدینہ میں گزارا ہے۔

پس یہ ہے فرق ان دو قسم کے لوگوں کا اس معنیٰ مذکورہ میں۔

اعتراض: فِئَۃ (گروہ) کے بارے میں سو شخص کی ہدایت مراد کیوں لی؟ اس تعدادِ صد کی قید لگانے کی کیا ضرورت تھی۔

جواب: کیوں کہ ایک صد سے کم تعداد بہت تھوڑی ہوتی ہے۔ جس کی کوئی اعتنا اور توجہ نہیں کرتا کہ اس کا ذکر کیا جائے پس گویا انھوں نے فرمایا کہ سو سے زیادہ نے ہدایت پائی۔

جنگوں کے واقع ہونے سے پہلے حضرت علیؑ کی اشارتاً پیش گوئیاں

ایک خطبہ میں جنگوں کی طرف یوں اشارہ فرماتے ہیں:

وَأَخَذُوا يَمِيْنًا وَشِمَالًا ظَعْنًا فِي مَسَالِكِ الْغَيِّ، وَتَرْكًا لِمَذَاهِبِ الرُّشْدِ، فَلَا تَسْتَعْجِلُوا مَا هُوَ كَائِنٌ مُرْصَدٌ، وَلَا تَسْتَبْطِئُوا مَا يَجِيءُ بِهِ الْغَدُ، فَكَمْ مِنْ مُسْتَعْجِلٍ بِمَا إِنْ أَدْرَكَهُ وَدَّ أَنَّهُ لَمْ يُدْرِكْهُ، وَمَا أَقْرَبَ الْيَوْمَ مِنْ تَبَاشِيرِ غَدٍ! يَاقَوْمِ هٰذَا إِبَّانُ وُرُودِ كُلِّ مَوْعُودٍ ، وَدُنُوٌّ مِنْ طَلْعَةِ مَا لَا تَعْرِفُونَ ، أَلَا وَ إِنَّ مَنْ أَدْرَكَهَا مِنَّا يَسْرِيْ فِيْهَا بِسِرَاجٍ مُنِيْرٍ وَيَحْذُوا فِيهَا عَلٰى مِثَالِ الصَّالِحِيْنَ، لِيَحُلَّ فِيْهَا رِبْقًا، وَيُعْتِقَ فِيْهَا رِقًّا، وَيَصْدَعَ شَعْبًا، وَيَشْعَبَ صَدْعًا، فِي سُتْرَةٍ عَنِ النَّاسِ، لَا يُبْصِرُ الْقَائِفُ أَثَرَهُ، وَلَوْ تَابَعَ نَظَرَهُ، ثُمَّ لَيُشْحَذَنَّ فِيهَا قَوْمٌ شَحْذَ الْقَيْنِ النَّصْلَ ، تُجْلٰى بِالتَّنْزِيْلِ أَبْصَارُهُمْ وَيُرْمٰى بِالتَّفْسِيرِ فِي مَسَامِعِهِمْ، وَيُغْبَقُونَ كَأْسَ الْحِكْمَةِ بَعْدَ الصَّبُوحِ

"یہ لوگ گم راہی کی راہ پر چلتے ہوئے دائیں اور بائیں ہو گئے اور انھوں نے مذہبِ حق و ہدایت کو ترک کر دیا ہے۔ پس جلدی نہ

کرو جو ہونے والا ہے وہ ہو کر رہے گا اور جو کل آنے والا ہے
اس کے لیے سُستی نہ کرو۔ پس کس قدر جلدی کرنے والے کو جو
حاصل ہوتا ہے وہ چاہتا ہے کہ حاصل نہ ہوتا اور آج کا دن کل کی
بشارت سے کس قدر قریب ہے ـــــ الی آخرہ"۔

علامہ معتزلی کی اس خطبے کے بارے میں وضاحت

شرح نہج البلاغہ (جلد۹، ص ۱۲۶) میں مرقوم ہے کہ حضرت علیؑ یہاں ایک گم راہ قوم کا تذکرہ فرماتے ہیں کہ جو کتاب وسنت کی درمیانی، سیدھی راہ کو چھوڑ کر گم راہ ہوکر دائیں بائیں ہوگئے کیوں کہ ہر حق وفضیلت دونوں طرفوں سے درمیانہ راستے دُور کے قیدی ہیں۔ دونوں فریق (طرفین) افراط وتفریط کی طرف چلے گئے ہیں جیسے فطانت انتہائی تیز ذہن اور انتہائی کُند ذہن کے درمیان بند ہے اور شجاعت، جرأت اور بزدلی کے درمیان ہے اور سخاوت، فضول خرچی اور کنجوسی کے درمیان بند ہے۔

پس جس نے درمیانی راستے کو چھوڑا اور دائیں بائیں ہوگیا وہ گم راہ ہوگیا۔ پھر حضرتؑ کے قول اَخذ یمیناً وشمالاً کی تفسیر کی کہ اُنھوں نے گم راہی کے راستے کو نہ چھوڑا اور ہدایت کے راستے کو چھوڑ گئے۔

ترکاً اور ظعناً میں مصدریت کی بنا پر اور ان دونوں میں غیر لفظی عامل ہے اور وہ ہے اَخَذُوا۔

پھر حضرتؑ نے فرمایا: اے قوم! اب قیامت کا وقت قریب ہے اور قیامت سے پہلے فتنے ظہور کریں گے اور یہ فتنے اھوال جیسے دابۃ الارض الدجال، اور اس کے ہاتھ سے عجیب وغریب اور خارق عادت اُمور کا ظاہر ہونے سفیانی کا واقعہ اور ان فتنوں میں بے شمار لوگوں کا مارا جانا۔

پھر ذکر فرمایا: مہدی آلِ محمدؐ، جو مجھ سے ہیں ان کو جو پالے تو وہ ان ظلمت والے

فتنوں میں روشنی حاصل کرے گا اور وہ امام مہدیؑ ہیں۔ پھر فرمایا: فِي سَرَّةٍ عَنِ النَّاسِ، یہ کلام دلالت کرتی ہے کہ یہی مشارالیہ انسان چھپا ہوگا اور یہ جائز ہے کہ آخری زمانہ میں خدا ایسا امامؑ پیدا کرے جو ایک مدت تک چھپا رہے اور اسے بلانے والے بلاتے رہیں اور اس کے امر کو مضبوط کرتے رہیں، پھر وہ ظاہر ہو اور ممالک پر حکومت کرے اور دیگر حکومتوں پر غلبہ کرے اور زمین کو امن کا گہوارا بنادے۔

پھر فرمایا: اس قوم کی آنکھوں سے پردے ہٹ جائیں گے، ان کے دلوں میں معارف جلوہ گر ہوں گے۔ اسرار اور رموزِ باطنی کا ان کو الہام ہوگا اور معارفِ ربانی اور اَسرارِ الٰہی صبح و شام ان پر کھلتے رہیں گے۔ یہ عارف، زاہد، حکمت والے اور صاحبانِ شجاعت ہوں گے اور حقیقت میں یہی ولی اللہ کے انصار ہوں گے جن کو اللہ آخری زمانے میں پیدا کرے گا اور وہی آخری ولیؑ خاتم ہوں گے۔

حضرت علیؑ کے علم کی امثلہ

خطبہ کے چند جملات ہیں:

اَيُّهَا النَّاس غَيرِ المَغفُول عَنهُم وَالتَّارِكُون وَالمَاخُوذُ مِنهُم، مَالِي اَرَاكُم عَنِ اللّٰهِ ذَاهِبِينَ وَالٰى غَيرِهٖ رَاغِبِينَ

"اے لوگو! جو بھول نہیں گئے اور چھوڑ نہیں گئے تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ میں تمھیں خدا سے دُور بھاگتے ہوئے اور غیر اللہ کی طرف جاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں"۔

علامہ معتزلی کہتے ہیں

حضرتؑ نے یہاں تمام مکلفین کو خطاب کیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: جو ان سے مطلوب ہے اس سے یہ لوگ غافل ہیں حالاں کہ ان لوگوں سے کوئی غافل نہیں بلکہ ان

کے اعمال محفوظ ہیں۔ یہ واجبات ترک کرتے ہیں حالاں کہ ان کی عمریں گزری جا رہی ہیں، ان کی طاقتیں ختم ہوتی جا رہی ہیں، دوست چھوڑتے جا رہے ہیں اور مال کم ہوتے جا رہے ہیں۔

پھر حضرتؑ نے فرمایا: میں اگر چاہوں تو بتا سکتا ہوں کہ کب دنیا میں آیا ہے اور کس طرح آیا ہے؟ کہاں جائے گا اور کس طرح جائے گا؟ اس کے کھانے پینے، ارادے، افعال کا بتا سکتا ہوں، ابھی جو کھایا اور جو گھر میں خزانہ جمع کیا ہے میں چاہوں تو بتا سکتا ہوں۔

البتہ خوف یہ ہے کہ تم میری وجہ سے رسولؐ اللہ کا انکار کردو گے۔ یا یہ خوف ہے کہ تم میرے بارے غلو کرو گے اور مجھے رسول پاکؐ سے افضل سمجھ لو گے بلکہ یہ خوف ہے کہ تم مجھے خدا سمجھو گے۔ جس طرح نصرانیوں کو غیبی اخبار حضرت عیسیٰؑ نے بتائیں تو انھوں نے اسے خدا کا بیٹا کہہ دیا۔

پھر فرمایا: خبردار! یہ اخبارِ غیبی میں اپنے خاص اور قابلِ وثوق اصحاب کو بتاؤں گا جن کو غلو کرنے سے تحفظ ہوگا اور مجھے علم ہوگا کہ میری وجہ سے رسولؐ اللہ کا انکار نہیں کریں گے کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ یہ اخبار مجھے رسولؐ خدا ہی نے بتائی ہیں۔

پھر حضرتؑ نے دوسری قسم کھائی کہ میں سچ بولتا ہوں کہ رسول پاکؐ نے سب کچھ مجھے بتایا اور ہر صحابی کے انجام کا بتایا اور دیگر لوگوں کی اموات کا بتایا اور جو نجات پائیں گے وہ بھی بتا دیے ہیں۔ اور اسلام و خلافت اور حکومت کا معاملہ بھی جہاں تک جائے گا وہ بھی بتا دیا ہے اور جس چیز نے بھی علیؑ سے گزرنا ہے وہ سب کچھ بتا دیا۔

غالیوں کے بعض اقوال

تحقیق یہ ہے کہ یہ محال نہیں کہ بعض نفوس کو غیبی چیزوں کی خبر حاصل کرنے کی صلاحیت ہو، اس بارے میں قدرے بات ہو چکی ہے۔ لیکن یہ ممکن نہیں کہ تمام غیبی اُمور

کا درک کر سکیں کیوں کہ نفس کی محدود قوت غیر محدود غیبی چیزوں کو درک نہیں کر سکتی۔ پس ہر قوت اسی حادثہ و واقعہ میں محدود ہے۔ پس واجب ہے کہ حضرت علیؑ کے کلام کو عمومِ عالمیت پر عمل نہ کریں بلکہ اُمورِ محدود کی عالمیت پر حمل کریں۔ جن اُمور کو بتانا حکمت و مصلحت تھی۔ اسی طرح جنابِ رسولِؐ خدا کا اُمورِ غیبی کے متعلق علم بھی محدود تھا۔ اس کے باوجود حضرت علیؑ نے اپنے اس علم کو چھپایا تا کہ لوگ رسولؐ کا انکار نہ کردیں بلکہ پھر بھی کچھ لوگوں نے رسولؐ اللہ کی رسالت کا انکار کر دیا اور بعض نے کہا کہ حضرت علیؑ رسالت میں شریک ہیں اور بعض نے کہا: وہ خود رسولؐ ہیں، لیکن فرشتے نے غلطی کی۔ بعض نے کہا: حضرت علیؑ نے ہی رسولِ پاکؐ کو نبی بنا کر بھیجا ہے۔

بعض نے کہا کہ خدا حضرت علیؑ میں حلول کر گیا ہے۔ بعض نے کہا کہ حضرت علیؑ اور خدا کا اتحاد ہے، دونوں ایک ہیں۔ ہر ایک نے کوئی نہ کوئی گم راہی اپنائی ہوئی ہے اور عقیدہ بنایا ہوا ہے۔

اُمورِ غیبی کی خبریں

ایک خطبے میں فرمایا:

ینتحلون لنَا الحُب والهویٰ ویضمرون لنا البغض والقلی وَایۃُ ذٰلِکَ قَتلُھم وَرّاثنَا وَھجرَھُم احداثنا

اور یہی خبرِ صحیح ثابت ہوئی کہ قرامطہ نے آلِ ابی طالب علیہ السلام کے کافی لوگوں کو قتل کیا جن کے اسمائے گرامی مقاتل الطالبین میں مذکور ہیں۔

میں نے بعض کتب میں یہ خطبہ بھی دیکھا جس میں فرمایا: جب تمیم بن اسامۃ بن زُہیر بن درید التمیمی نے اِعتراض کیا۔ اُس نے حضرتؑ خطبہ کے دوران میں فرما رہے تھے کہ سَلُونِی قَبلَ اَن تَفقِدُونِی ”خدا کی قسم! جو سوال کرو گے بتاؤں گا“۔

اگر تم اس گروہ کے بارے میں پوچھو جو سیکڑوں کو ہدایت اور سیکڑوں کو گم راہ

کر دے گا تو بتا سکتا ہوں کہ کون اس گروہ کی قیادت کرنے والا ہوگا اور کون اسے پیچھے سے ہانکنے والا ہوگا۔ اگر میں چاہوں تو تمھارے خارج ہونے کی جگہ، داخل ہونے کا مقام اور تمام جزئیات بتا سکتا ہوں۔

تو اس وقت (کسی کی طرف سے) سوال کیا گیا کہ میرے سر کے بال کتنے ہیں؟

فرمایا: خدا کی قسم! میں یہ تعداد جانتا ہوں لیکن تم کیسے مانو گے کہ یہ تعداد ٹھیک بتائی ہے، البتہ میں تمھیں بتاتا ہوں کہ تمھارے ہر بال کے اُوپر ایک فرشتہ ہے جو تجھ پر لعنت کرتا ہے اور ہر ہر بال پر ایک شیطان ہے جو تجھے شاباش دیتا ہے اور اس کی وجہ یہ نشانی ہے کہ تیرے گھر میں ایک بچہ ہے جو فرزندِ رسولؐ کو قتل کرے گا اور دوسروں کو قتل کرنے پر اُکسائے گا۔

اس خبر کی تصدیق اس وقت ہوئی جب اس کا بیٹا حصین جو اس وقت دودھ پینے والا بچہ تھا، جوان ہوا تو عبیداللہ بن زیاد کی فوج میں شامل ہو گیا اور میدانِ کربلا میں امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے کے لیے عمر سعد کے پاس گیا۔ وہ اپنی زبان سے لوگوں کو قتلِ امام حسینؑ پر اُکساتا تھا۔ ایک رات کو حصین کربلا میں وارد ہوا اور دوسری صبح کو امام حسینؑ شہید کر دیے گئے۔

اسی لیے حضرتؑ نے براء بن عازب سے ایک دن فرمایا تھا کہ اے براء! اگر حسینؑ سے جنگ ہو جائے اور تو زندہ ہو تو کیا ان کی مدد نہیں کرے گا؟

براء نے عرض کیا: ایسا نہیں ہوگا اے امیر المومنینؑ! پس جب امام حسینؑ شہید ہو گئے تو براء یہی کہا کرتا تھا کہ میری سب سے بڑی حسرت تھی کہ میں ان کے پاس کیوں نہیں پہنچ سکا۔ کاش میں ان کے ساتھ شہید ہو جاتا۔

تذکرہ

آپ جانتے ہیں کہ آئمہ اہلِ بیتؑ سے علمِ غیب کی نفی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ

بذاتِ خود وہ نہیں جانتے بلکہ اللہ کی تعلیم سے علمِ غیب رکھتے ہیں خواہ وہ تعلیم الہام براہِ راست ہو یا وحی سے (بالواسطہ) ہو۔ کیوں کہ عمدہ معجزات انبیا و آئمہ اسی قسم سے ہیں اور قرآن کے اعجاز کی وجوہات سے ایک وجہ بھی یہی ہے کہ یہ اخبارِ غیبی پر مشتمل ہے۔

ہم بھی اللہ کے بتائے ہوئے غیبی اُمور کے علم کو جانتے ہیں جیسے قیامت، جنت و جہنّم، رجعت، قیامِ قائم، نزولِ عیسیٰؑ وغیرہ۔ اور آیت میں جن پانچ چیزوں کا کہا گیا اس کی کئی وجوہ ہیں:

پہلی وجہ: شاید ان اُمور کو خصوصی تحقیق اور تخصیص کے ساتھ سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا، مراد ہو۔

دوسری وجہ: ان اُمور کا علم اللہ کی تعلیم کے بغیر کسی کے پاس نہ ہو، یہ مراد ہو تو اس صورت میں یہ دوسرے اُمورِ غیبی کی طرح ہو جائیں گے۔

تیسری وجہ: شاید یہ مراد ہے کہ ان اُمور کا حتمی علم صرف خدا سے مخصوص ہے جو اللہ نے بتایا ہے، وہ احتمالی ہے کیونکہ بدا ہو سکتی ہے۔

چوتھی وجہ: اللہ نے ان اُمور کی اِطلاع کسی مخلوق سے کسی کو نہیں دی۔ اس میں بدا نہیں بلکہ ان کا علم حتمی طریقہ پر قریبی زمانہ میں حاصل کرنے پر چھوڑ دیا ہے جیسے لیلۃ القدر۔

یہ قریبی وجہ ہے جس پر کثیر اخبار دلالت کرتے ہیں جیسے ملک الموت کو مخصوص وقت میں اس کا علم ضروری ہوتا ہے جیسے اخبار میں آیا ہے۔ اسی طرح بادلوں کے فرشتے اور بارش کے فرشتوں کو بارش کے نزول کے وقت کا علم ہوتا ہے اور اسی طرح حوادث کو واقع کرنے والے مدبرات فرشتوں کو بھی ہر وقت معلوم ہوتا ہے۔

پس کلام کو یہاں روک دیا کیوں کہ قدموں کے پھسلنے کا مقام ہے۔ پس غور و تامّل کی ضرورت ہے اور پھر یہ مسئلہ اہلِ بیتؑ کے حوالے ہے، کیوں کہ اہلِ بیتؑ گھر کی

بات کو زیادہ جانتے ہیں اور دوست کے دوست کے ساتھ راز کو قلم حکایت نہیں کرسکتا۔

حضرت علیؑ تعلیمِ خدا سے عالمِ غیب تک

حضرت علی علیہ السلام نے ایک کلبی شخص کو فرمایا: یہ ترکوں والی خبر علمِ غیب نہیں کیوں کہ میں نے یہ خبر صاحبِ علم جناب رسول پاکؐ سے سنی ہے بلکہ علمِ غیب تو ان پانچ چیزوں کا علم ہے جن کی طرف سورۂ لقمان میں اشارہ ہوا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ السَّاعَةِ وَ يُنَزِّلُ الۡغَيۡثَ وَ يَعۡلَمُ مَا فِي الۡاَرۡحَامِ وَ مَا تَدۡرِيۡ نَفۡسٌ مَّاذَا تَكۡسِبُ غَدًا وَ مَا تَدۡرِيۡ نَفۡسٌۢ بِاَيِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌ خَبِيۡرٌ

ان پانچ اُمور کا علم مخصوص بہ خدا ہے: (۱) وقتِ قیامت کا علم (۲) نزولِ بارش کے وقت اور مقام کا علم (۳) اَرحام میں جو بچے ہیں ان کا علم (۴) کل کیا ہوگا؟ اس کا علم (۵) کہاں موت آئے گی؟ اس کا علم۔

یعنی قیامت کے برپا ہونے کا وقت صرف خدا کو معلوم ہے اور مخلوق میں سے کسی کو علم نہیں اور وہ اللہ بارش کے نزول کے وقت اور مقام کو جانتا ہے اور وہ حاملہ عورتوں کے حمل کو جانتا ہے کہ ان کے اَرحام میں مذکر ہے یا مونث، بدصورت ہے یا خوب صورت، سخی ہے یا بخیل، شقی ہے یا سعید، جہنمی ہے یا نبیوں کا پڑوسی۔

اور کل کے متعلّق سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا، اچھا گزرے گا یا بُرا، جس پر عزم ہے اس کے خلاف کرے گا۔ اور اسی طرح کوئی شخص نہیں جانتا کہ کہاں موت آئے گی، یعنی جب ایک قدم اُٹھاتا ہے تو قدم رکھنے سے پہلے نہیں جانتا کہ قدم رکھنے سے پہلے مرجائے گا یا نہیں۔

پس ان پانچ اُمور کا علم وہ علمِ غیب ہے جو سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ اس کے علاوہ وہ علم ہے جس کی اللہ نے رسولِ پاکؐ کو تعلیم دی اور رسولؐ پاک نے مجھے

تعلیم دی اور میں نے اپنے سینے میں محفوظ رکھا اور پسلیوں میں مضبوط تھامے رکھا۔

اَقُولُ: ان کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ ترکوں والی خبر اور دیگر اخبار، جو آیندہ زمانے میں وقوع پذیر ہوں گی وہ علمِ غیب نہیں بلکہ علمِ غیب تو اُن پانچ اُمور کا علم ہے جو آیت میں مذکور ہیں۔لیکن یہ بات دو وجہ سے قابلِ اعتماد نہیں۔

پہلی وجہ: ان سے علمِ غیب کی نفی کرنا کیسے ممکن ہے جبکہ نویں خطبہ کی شرح میں بتایا ہے کہ غیب وہ ہوتا ہے جس کا علم مخلوق سے غائب اور مخفی ہو۔اور یہ واضح ہے کہ جو حوادثات واقع ہوتے ہیں اور جو جنگیں آیندہ زمانے میں ہوتی ہیں تو وہ بھی لوگوں کی نظر اور حواس سے غائب ہوتی ہیں۔

دوسری وجہ: علمِ غیب کو ان پانچ اُمور میں منحصر کرنا کب صحیح ہے جب کہ ملاک اور معیار صاحبِ علم سے تعلیم ہے تو ان اُمورِ خمسہ اور دیگر اُمور میں فرق نہیں کیوں کہ ان پانچ کے بارے بھی امکان ہے کہ صاحبِ علم تعلیم دے بلکہ یہ بھی واقع ہوا ہے۔پس اس کی تحقیق ایک بسیط کلام چاہتی ہے کیوں کہ یہاں قدموں کے پھسلنے کا خطرہ ہے۔

اَقُولُ: اللہ تعالٰی پر توکل اور آئمہؑ کے دامن سے تمسک کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ بعض اَدِلہ کا تقاضا ہے کہ علمِ غیب اللہ سے مخصوص ہے اور غیر اللہ کے پاس علمِ غیب نہیں ہوتا اور بعض اَدِلہ کی بنا پر علمِ غیب غیر اللہ کے پاس بھی ہوسکتا ہے۔انبیا، ملائکہ، آئمہ وغیرہ اور تیسری قسم کے دلائل میں تفصیل ہے۔

پہلے قول کے دلائل: فرمانِ خدا، سورۂ انعام: مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ

سورۂ اعراف: لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَ مَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ

سورۂ یونس: اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ

سورۂ ہود و سورۂ نحل: وَ لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ

سورۂ نمل: قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ

دوسرے قول کے دلائل: جو دلائل دلالت کرتے ہیں کہ ملائکہ جو مدبرات ہیں وہ وقوع حوادث کے اوقات کو جانتے ہیں یا ملک الموت کا اموات کے اوقات کا علم ہے یا انبیاؑ کے غیبی خبر دینے والے دلائل ہیں اور جو دلائل نبی، ائمہ کے علم ماضی، حال اور مستقبل کے بارے میں بتاتے ہیں:

(۱) جس طرح بصائر الدرجات میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ سے نبی پاکؐ کے علم کے بارے میں سوال ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ نبی کا علم تمام انبیاؑ کا علم، ماضی کا علم اور قیامت تک کا علم ہے۔

پھر فرمایا: مجھے خدا کی قسم! کہ میرے پاس علمِ نبیؐ موجود ہے اور علمِ ماضی اور قیامت تک کا علم موجود ہے۔

(۲) اسی طرح بصائر الدرجات کی دوسری روایت ہے کہ چند بزرگ اور قابلِ اعتماد اشخاص مثلاً عبدالاعلی، عبیدہ بن عبداللہ بن بشر اور عبداللہ بن بشیر نے امام ابوعبداللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ نے فرمایا: میں آسمانوں اور زمینوں جنت اور جہنّم میں جو کچھ ہے سب جانتا ہوں اور ماضی اور مستقبل سب کا علم رکھتا ہوں۔ پھر تھوڑی دیر سکوت کیا اور محسوس کیا کہ سننے والوں پر یہ گراں گزرے گا تو آپؐ نے فرمایا: میں نے یہ سب علم قرآن سے لیا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ فِیْهِ تِبْیَانُ کُلِّ شَئْیٍ۔

(۳) تیسری روایت بصائر میں مصباح الانوار سے مفضل سے مروی ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس گیا تو مجھے فرمایا: اے مفضل! کیا تم حضرت محمد مصطفیؐ، حضرت علی مرتضیٰؑ، فاطمۃ الزہراءؑ، امام حسن اور حسین علیہم السلام کی حقیقی معرفت رکھتے ہو؟

پھر آپؑ نے فرمایا: جو شخص ان کی حقیقت کی معرفت رکھتا ہو تو وہ اعلیٰ ترین ایمان کے درجے پر فائز ہے۔

میں نے عرض کیا: مولاؑ! مجھے ان کی معرفت کرائیں۔

فرمایا: اے مفضل! یہ جان لو کہ یہ اللہ کی تمام مخلوق کو جانتے ہیں۔ ذرّے ذرّے کا علم رکھتے ہیں۔ یہ تقویٰ کا کلمہ، زمین و آسمانوں، پہاڑوں، ریت اور سمندروں کے خزانوں کا علم رکھتے ہیں اور وہ یہ بھی علم رکھتے ہیں کہ ہر آسمان پر کتنے ستارے اور فرشتے ہیں اور وہ تمام پہاڑوں کے وزن کا علم رکھتے ہیں۔ اور سمندروں، نہروں، چشموں کے پانی کی مقدار کا علم رکھتے ہیں۔ زمین پر جو پتا گرتا ہے اسے جانتے ہیں کیونکہ زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ ہو یا کوئی رطب و یابس ہو وہ سب قرآن میں ہے اور وہ اس قرآن کے عالم ہیں اور ان تمام چیزوں کا علم رکھتے ہیں۔

میں نے عرض کیا: اے میرے آقا! میں سمجھ گیا۔ میں اقرار کرتا ہوں اور ایمان رکھتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: ہاں اے مفضل! ہاں اے مکرم! ہاں اے طیب! تم پاکیزہ ہو اور تمھارے اور ہر مومن کے لیے پاکیزہ جنت ہے۔

اُصولِ کافی میں ابی حمزہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا کہ انھوں نے فرمایا: خدا کی قسم! کبھی عالم جاہل نہیں ہوتا یعنی کسی شے کا عالم ہو اور کسی شے سے جاہل ہو۔

پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ اجل، اعز اور اکرم ہے کہ یہ فرض کیا جائے کہ عبد کی اطاعت سے آسمان و زمین کا علم چھپ جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اس عبد سے یہ علم دُور نہیں ہوتا۔

ان روایات کے علاوہ بھی کئی احادیث متواترہ ہیں جو دلالت کرتی ہیں کہ آئمہ کا علم عمومِ آفاق و انفس کا علم ہے اور وہ زمین کے راستوں سے آسمانوں کے راستے زیادہ

جانتے ہیں اور وہ لوگوں پر گواہ ہیں اور گواہی علم کی ایک فرع ہے۔

اور لوگوں پر ان کی معرفت ایمان اور کفر کی حقیقت کے لیے ہے اور ان کو اہلِ جنت اور اہلِ جہنّم کی تعداد کا علم ہے اور ان کے پاس تمام ماضی اور قیامت تک کا علم موجود ہے۔ اور اس قسم کی احادیث سابقہ خطبے کی شرح میں گزر چکی ہیں۔ اب ان کی تکرار کی ضرورت نہیں۔

تیسرے قول کے دلائل

ان دلائل سے تفصیل کا استفادہ ہوتا ہے اس لیے پہلے دونوں اقوال کے دلائل کو جمع کر کے ان کے اِطلاق کو مقید کیا جاتا ہے یا ان کے عموم کی تخصیص کی لگائی جاتی ہے اور ان دلائل کو جمع کرنے کی تین وجوہات ہیں:

پہلی وجہ: غیب کا علم خدا کے علاوہ کسی کو نہیں تو وہ ان سے یہ مراد لی جائے کہ اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو بذاتِ خود جانتا ہے، کوئی اور اسے تعلیم نہیں دیتا۔ پس دوسرے قول کے دلائل سے مراد یہ لی جائے کہ غیر اللہ کو علمِ غیب کی تعلیم خدا دیتا ہے اور وہ تعلیم خواہ وحی یا الہام، دلوں پر مطلب کے نزول اور کانوں میں سنا دینے والا ہو یا کوئی ذریعۂ تعلیم ہو اور اس جمع پر یہ فرمانِ خدا دلیل ہے:

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (سورۂ آلِ عمران)

پھر ارشاد ہوتا ہے:

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ○ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (سورۂ جن)

تفسیر صافی میں خرائج سے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

رسولِ خدا اللہ کے نزدیک مرتضٰی ہیں اور ہم اسی رسولؐ کے وارث ہیں جس کو اللہ نے اپنے غیب سے جو چاہا مطلع کردیا، پس ہم نے ماضی اور مستقبل کا قیامت تک علم حاصل کرلیا۔

بصائر الدرجات میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کے ذیل میں روایت ہے کہ حضرت محمدؐ ان ہستیوں سے ہیں جنھیں چن لیا گیا ہے اور خطبہ نمبر چھیاسی کی شرح میں بحار سے ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے جنابِ سلمان فارسیؓ سے فرمایا: اے سلمانؓ! کیا آپ نے یہ آیتِ مجیدہ تلاوت کی ہے:

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ○ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (سورۂ جن)

سلمان کہتے ہیں کہ ہاں امیر المومنینؑ! تو حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں وہی مرتضٰی (مِنْ رَّسُوْلٍ) ہوں۔

اَقُولُ: اس روایت میں مِنْ رَّسُوْلٍ مِن ابتدائیہ ہے جس طرح پہلی دونوں روایتوں سے مِن بیانیہ کا استفادہ ہوتا ہے اور ان میں منافات نہیں کیوں کہ یہ روایت باطن کی تاویل ہے اور جو پہلے والی روایات تھیں وہ ظاہر کی تفسیر ہیں۔

علامہ طبرسی نے اسی آیت کی تفسیر میں بیان کیا کہ استثنٰی اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ یعنی رسولؐ کیونکہ انبیاء کی نبوت پر اس بات پر استدلال کیا جاتا ہے کہ غیب کی خبریں دیں اور ان کے لیے معجزہ اور نشانی قرار پائے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جس کو نبوت و رسالت کے لیے چن لیا تو اسے جس قدر چاہے مطلع علی الغیب کردیا۔

اور علامہ طبرسی نے اِس آیت لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کا یوں معنی کیا ہے کہ جو کچھ زمین و آسمان میں غائب ہے، اللہ اسے جانتا ہے اور اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

اور میں نے بعض مشائخ کی تفسیروں میں دیکھا ہے کہ انھوں نے شیعہ امامیہ پر ظلم کرتے ہوئے کہا کہ یہ آیت علمِ غیب کے اللہ سے مخصوص ہونے پر دلالت کرتی ہے اور یہ رافضیوں کے عقیدے کے خلاف ہے جو یہ کہتے ہیں کہ آئمہ علیہم السلام علمِ غیب جانتے ہیں۔ اور اس میں شک نہیں۔ یہاں رافضیوں سے مراد یہی شیعہ دوازدہ امامی مراد ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ حضرات آئمہ علیہم السلام نبی اکرمؐ کے بعد تمام لوگوں سے افضل ہیں۔ اسی طرح انھوں نے اپنی کتاب میں کافی مقامات پر شیعوں پر طعن و تشنیع کی اور بہت سارے نقائص اور برائیوں کو شیعوں کی طرف منسوب کیا ہے۔ حالاں کہ شیعہ کبھی غیر اللہ کو عالمِ الغیب نہیں کہتے کیوں کہ اس علمِ غیب کی صفت کا حامل وہ ہے جس کا علم ذاتی ہو، مستفاد نہ ہو اور یہ صفت قدیم ہے کہ وہ عالم لذاتہٖ بذاتہٖ ہے اور مخلوق میں سے کوئی بھی اس کا شریک نہیں اور جس کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ کے علاوہ کوئی شخص اس صفت میں شریک ہو تو وہ اسلام سے خارج ہے۔

اور جو حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام سے غیبی اخبار منقول ہوئی ہیں اور ہر خاص و عام نے روایت کی ہیں جیسے صاحبِ زنج، حکومت مروان الحکم کی اخبار یا آئمہ علیہم السلام سے اسی فن میں منقول اخبارِ غیبی، یہ تمام کی تمام جناب رسولؐ اللہ کی طرف سے القا ہوئی ہیں اور انھیں اللہ تعالیٰ نے مطلع کیا ہے۔ پس یہ نسبت شیعوں کی طرف دینا غلط ہے کہ وہ حضرات ائمہ کے عالمِ غیب ہونے کے قائل ہیں۔ یہ بالکل گمراہی ہے بلکہ کفر ہے اور کوئی بھی اس کو اختیار نہیں کرتا، پس اللہ تعالیٰ شیعوں اور ایسے مشائخ کے درمیان فیصلہ کرے گا۔

بحار الانوار میں بصائر الدرجات سے جو روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! میں زمین، آسمانوں، جنت، جہنم اور ماضی سے لے کر قیامت تک کا تمام علمِ غیب جانتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ یہ تمام علم مجھے کتابِ خدا سے ملتا ہے

پھر دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے اور فرمایا کہ ارشادِ قدرت ہوتا ہے:

وَاَنزَلنَا اِلَیکَ الکِتَابَ فِیہِ تِبیَانُ کُلِّ شَیءٍ

اسی طرح بحار میں مجالس مفید علیہ الرحمہ سے نقل کرتے ہوئے ابی مغیرہ سے روایت ہے کہ میں اور یحییٰ بن عبداللہ ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام کے پاس پہنچے تو یحییٰ نے عرض کیا: میری جان قربان ہو آپ پر، لوگ کہتے ہیں کہ آپ علمِ غیب رکھتے ہیں تو آپؑ نے فرمایا: سبحان اللہ! تم میرے سر پر اپنا ہاتھ رکھو، خدا کی قسم آپ کے اور میرے جسم کے سارے بال کھڑے ہوگئے تو آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! یہ علم مجھے رسولؐ اللہ سے وراثت میں ملا ہے۔

اُصولِ کافی میں معمر بن خلاد سے روایت ہے کہ اہلِ فارس کے شخص نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا آپ علمِ غیب جانتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: جب ہم پر علم کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے تو ہم جانتے ہیں اور جب دروازہ بند ہوتا ہے تو ہم نہیں جانتے۔ یہ علم رازِ الٰہی ہے جو حضرت جبرئیلؑ کے ذریعے حضرت رسول پاک تک پہنچا اور حضرت رسول پاکؐ نے وہ راز اس کو دیا جسے اللہ چاہتا تھا۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ''المسائل'' میں لکھا ہے کہ حضرات ائمہ علیہم السلام بعض لوگوں کے دلوں کے حالات کو جانتے تھے اور اس سے پہلے کے بھی حالات جانتے ہیں لیکن یہ ان کی واجب صفات میں شامل نہیں اور امامت کی شان میں داخل نہیں اور یہ عقلاً بھی واجب نہیں البتہ سماعی لحاظ سے واجب ہے، اور یہ کہنا کہ وہ علی الاطلاق علمِ غیب رکھتے ہیں، بالکل غلط اور نادرست ہے۔ کیوں کہ یہ وصف وہاں مناسب ہے جہاں علم ذاتی ہو، مستفاد نہ ہو اور علمِ ذاتی اللہ کے علاوہ کہیں نہیں۔

اور میرے اس نظریہ پر اہلِ دھامہ کی جماعت قائم ہے البتہ ان میں سے کچھ مفوضہ اور غالی ہوئے ہیں۔

اب اس وضاحت کے بعد حضرت علی علیہ السلام کے کلام پر اشکال کا دفاع کیا جاسکتا ہے کہ حضرت نے خبر اِتراک کے بارے میں اپنے سے علمِ غیب کی نفی کی ہے۔ کیوں کہ حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے کلبی بھائی! یہ علمِ غیب نہیں ہے۔ یہاں حضرتؑ علمِ غیب کی نفی نہیں فرما رہے بلکہ جو کلبی کے ذہن میں علمِ غیب مراد ہے اس کی نفی فرما رہے ہیں۔ کیوں کہ اس کے ذہن میں تھا کہ یہ ذاتی علم سے غیبی اخبار دیتے ہیں بغیر کسی معلم کے جیسے غالیوں کا عقیدہ ہے تو اس کی نفی فرماتے ہیں کہ وہ علمِ غیب ذاتی نہیں بلکہ صاحبِ علم سے مستفاد ہے۔

اعتراض: سائل کا قول تھا کہ کیا آپ کو علمِ غیب عطا ہوا ہے کیوں کہ اس کا عقیدہ تھا کہ یہ علم اللہ نے آپ کو عطا کیا ہے نہ کہ ذاتی علم کا۔

جواب: لفظ اعطاء اس علمِ غیب کی نفی نہیں کرتا کیوں کہ ممکن ہے کہ سائل کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ نے آپ کو ایسی قوت عطا کی ہے جس سے علمِ غیب پر قدرت رکھتے ہیں اور یہ نبی یا الہامِ، یا الٰہی لیلۃ القدر میں نزولِ ملائکہ وغیرہ کے واسطے کے بغیر ہے اور کوئی تعلیم دینے والا نہیں۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ حضرات آئمہ علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی تعلیم ہی سے علمِ غیب جانتے ہیں اور اللہ کی تعلیم ہر آن میں جاری ہوتی ہے۔ پس اگر ہر آن ان پر تعلیم جاری نہ رہے تو وہ نہیں جانتے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ تعلیم حضرتِ محمد مصطفیٰؐ کے واسطے سے دی ہے اور یہ ان کا برحق قول ہے جو کافی میں زرارہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت امام باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارے علم میں ہمیشہ اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

میں نے عرض کیا: کیا رسولؐ اللہ کے دیئے ہوئے علم کے علاوہ آپ کو اضافی علم ملتا رہتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: یہ اضافہ پہلے رسولؐ گرامی پر ہوتا ہے پھر ہم تک پہنچتا ہے۔

جنابِ یونس نے امام ابی عبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جو چیز بھی خدا

سے آتی ہے پہلے رسول اکرمؐ کے پاس آتی ہے، پھر حضرت امیرالمومنینؑ کے پاس اور پھر یکے بعد دیگرے ہم تک پہنچتی ہے اور ہمارا آخری سابقہ آئمہ سے اعلم نہیں ہوتا۔

پس خلاصۂ کلام اور ہماری مراد یہ ہے کہ جو اخبار وارد ہوئی ہیں اور بزرگ علماء نے ذکر کیا ہے کہ وہ علمِ غیب نہیں رکھتے تو یہ ان کی طرف سے مختلف اُمور کی غیبی اطلاع کے منافی نہیں ہیں کیوں کہ یہ وحی سے خبریں ملتی ہیں جو حضرت رسولِ پاکؐ پر نازل ہوتی تھیں اور رسولِ پاک بحکمِ خدا سے آئمہ کو بتاتے تھے اور ان کے پاس قرآن کا علم ہے اور قرآن میں ہر شے کا بیان اور تفصیل موجود ہے۔ وہ قرآن غیروں سے چھپا ہوا ہے۔ اسے صرف حضرت محمد مصطفیؐ اور آئمہ اطہارؑ کے لیے کشف کیا ہے اور اسی لیے اسی مستور قرآن سے غیبی خبریں دیتے ہیں اور ان کے پاس اسمِ اعظم و اکبر بھی ہوتا ہے اور اسی اسم سے جو چاہیں معلوم کر لیتے ہیں جیسے ان کی احادیث میں وارد ہوا ہے۔

اس لیے اگر کہا جائے کہ وہ علمِ غیب نہیں رکھتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ذاتی طور پر علمِ غیب نہیں رکھتے اور یہ حق ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ وہ علمِ غیب کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتے تو یہ غلط ہے کیوں کہ یہ علمِ غیب انھوں نے زیادہ تر رسولؐ پاک سے حاصل کیا اور بعض علم اسمِ اعظم و اکبر کے ذریعے حاصل کیا۔

اور بعض علم قرآن، مصحفِ فاطمہ، جامعہ اور جفر سے حاصل کیا اور بعض علم لیلۃ القدر میں ملائکہ کے خود پر نزول سے حاصل کیا اور بعض علم ملائکہ کے علاوہ مخلوق سے حاصل کیا اور بعض علم اپنے خادم جنوں سے حاصل کیا اور وہ جن آئمہ کے لیے غیبی چیزوں کا علم بھی لاتے تھے۔

پس ان تمام ذرائع سے حاصل شدہ علم پر اُن کی احادیث ہیں اور اُمورِ غیبی کا علم جس کا اشارہ اس آیت میں ہے:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ○ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی

مِنۡ رَّسُوۡلٍ (سورہ جن)

اور اسی طرح یہ ارشادِ قدرت ہے: وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجۡتَبِیۡ مِنۡ رُّسُلِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ

اور زیارتِ جامعہ میں بھی یہی مراد ہے: وَاصۡطَفَاكُمۡ بِعِلۡمِهٖ وَارۡتَضَاكُمۡ لِغَيۡبِهٖ وَاخۡتَارَكُمۡ لِسِرِّهٖ ''اللہ نے اپنے علم کے لیے تمھیں چنا، اپنے غیب کے لیے انھیں منتخب کیا اور اپنے رازوں کے لیے تمھیں منتخب کیا''۔

دوسری وجہ: اگر یہ کہا جائے کہ غیب کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم وہ غیب ہے جو ہر ایک سے غائب ہے۔ دوسری قسم وہ غیب ہے جو بعض سے غائب اور بعض کے لیے شاہد ہے۔

تو پہلی قسم کا غیب جسے علمِ مکفوف بھی کہا جاتا ہے تو یہ خدا تعالیٰ سے مختص ہے اور ان الغیب لِلّٰہِ والے دلائل اس قسم پر حمل کیے جائیں۔

اور دوسری قسم غیب جسے علم مبذول بھی کہا جاتا ہے اور جو دلائل غیب آئمہؑ کے لیے ثابت کرتے ہیں تو ان کو اس قسم پر حمل کر دیا جائے اور یہ قسم اخبارِ کثیرہ سے مستفاد ہے۔

جیسے بحارالانوار میں بصائر الدرجات سے بشیر دھان کی روایت موجود ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ کا ایک خاص علم ہے جسے اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور ایک ایسا علم ہے جو اس نے اپنے ملائکہ اور رسولوں کو دیا ہے اور ہم بھی وہ علم جانتے ہیں۔

اسی طرح سماعہ سے امام علیہ السلام کا فرمان مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک علم ہے جو اس نے اپنے ملائکہ، رسولوں اور انبیاؑ کو دیا اور ہم بھی اسی کو جانتے ہیں اور خدا کا ایک علم ہے جو خدا کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں۔

سدیر کی روایت ہے کہ میں نے حمران بن اعین سے سنا کہ انھوں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے اس ارشادِ خداوندی کے بارے میں پوچھا: بَدِيۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ تو امام علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر شے کو ایسا بنایا کہ اس سے پہلے

اس کی کوئی مثال نہ تھی۔ جب زمین و آسمان بنائے تو اس سے پہلے زمین و آسمان نہ تھے۔ کیا تم نے یہ ارشادِ قدرت نہیں سنا: وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ۔

حمران نے کہا: عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ، اللہ غیب کسی کو نہیں بتاتا۔ تو امامؑ نے فرمایا: اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ یعنی مگر جس کو چن لے۔ اور اللہ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چن لیا تھا۔ اور جو خدا نے فرمایا کہ "عالم الغیب" ہے تو اللہ ہر اس شے کا عالم ہے جو اس نے اپنی مخلوق کے لیے مقدر اور فیصل کیا ہے اور مخلوق سے غائب ہے۔

اس لیے اے حمران! یہ علم موقوف ہے اسی کے پاس، جب ارادہ کرتا ہے تو فیصلہ کرتا ہے اور ظاہر کرتا ہے اور کسی کو بتاتا نہیں۔ لیکن وہ علم جو خدا مقدر کرتا ہے اور فیصلہ کرتا ہے اور اسے بتا دیتا ہے تو وہ رسولؐ اللہ کے پاس آتا ہے اور پھر ہمارے پاس آتا ہے۔

اُصولِ کافی میں سدید سے یہی روایت ہے مگر يُقْضِيهِ فِي عِلْمِهٖ کے بعد فرمایا: خلقت سے پہلے اور ملائکہ کو بتانے سے پہلے فیصلہ کرتا ہے۔

بحارالانوار میں بصائر الدرجات سے نقل کرتے ہوئے ابی بصیر سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کے دو علم ہیں: ایک علم مکنون و مخزون ہے جس کو اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، اسی لیے اس میں بدا ہوتی ہے اور دوسرا علم وہ ہے جو اس نے ملائکہ، انبیاء اور اپنے رسولوں کو دیا اور ہم بھی وہی جانتے ہیں۔

علامہ مجلسی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اس قول مِنْ ذٰلِكَ الْبَدَاء کے بارے میں لکھتے ہیں کہ بداء اس میں ہوتی ہے جس پر انبیاءؑ اور رسولوں کو حتمی طور پر مطلع نہیں کیا جاتا تاکہ ان کی خبر کو جھٹلایا نہ جائے۔

بعض اوقات ایسی روایات بھی ملتی ہیں کہ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ کبھی اللہ علمِ مخزون سے آئمہ علیہم السلام کو وہ کچھ عطا کرتا ہے جو کسی اور کو عطا نہیں کرتا جیسے بصائر

الدرجات سے بحار الانوار میں برقی سے مرفوعہ روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے دو علم ہیں: ایک علم جو ملائکہ اور اپنے رسولوں کو دیا۔ ایک علم وہ ہے جو خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ اور جو علم ملائکہ اور رسولوں کو دیا ہے، اسی سے ہم بھی جانتے ہیں۔ اور جو علم خدا نے کسی کو نہیں دیا تو وہ بھی اللہ نے ہمیں دیا ہے۔

اور اس پر ہماری وہ دلیل ہے جو ہم نے دوسرے خطبہ کی فصول کی چوتھی فصل کی شرح میں سرّ (راز) کی تشریح میں بیان کی ہے۔

توضیح المرام میں بعض اَعلام نے کہا ہے کہ غیب سے مراد وہ علم ہے جو حواس سے غائب ہے، پس جب کہا جاتا ہے غیبُ اللہ تو مراد وہ ہوتا ہے جو بعض مخلوق یا تمام مخلوق سے غائب ہو کیوں کہ اللہ تعالیٰ سے تو کوئی شے غائب نہیں، لہٰذا اس سے کوئی غائب نہیں۔

ہاں اس کی مخلوق کے لیے غیب اور حضور ہے، کیوں کہ مخلوق کے نزدیک بعض غائب اور بعض مشاہد ہوتے ہیں اور کبھی تمام مخلوق سے یہ اُمور غائب ہوتے ہیں۔ پس وہ غیب جس کے لیے آئمہ علیہم السلام کو منتخب کیا ہے وہ ان کے علاوہ مخلوق کے لیے غائب ہے اور ان کے لیے شاہد ہے۔

اور دوسرا وہ علم جو تمام مخلوق سے غائب ہوتا ہے وہ علم ہے جو اِمکان میں داخل ہو اور مشیت جیسے احاطہ کرے ورنہ اس سے بھی تکوین کا تعلّق قائم نہیں ہوسکتا۔ اور یہ علم کبھی ختم نہیں ہوتا اور ہمیشہ کے لیے جاری ہے کیونکہ یہ اس کا وہ خزانہ ہے جو کبھی فنا پذیر نہیں اور اس کے زیادہ خرچ ہونے سے اس میں نقص کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، اللہ جیسے چاہے اس خزانے کو خرچ کرتا ہے اور جو اس سے خرچ کے اوقات اور امکانات میں اِتفاق ہوتا ہے تو یہ بارانِ علم ان گھروں پر ہوتی ہے جنھیں اپنے غیب کے لیے چُن لیتا ہے اور ان گھروں کے دروازہ سے وہی نکلتا ہے جو وہ چاہتا ہے اور جو علم مخزون ہے، وہ

حتمی ہے اور اسی سے موقوف ہے۔ اس میں تغیّر نہیں ہوتا۔ وہ جیسے ہے ویسا ہوتا ہے کیوں کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ کہے کہ ہو اور وہ نہ ہو۔ اور اس حتمی علم سے کچھ ایسا ہوتا ہے جس میں تغیّر ممکن ہوتا ہے لیکن اس کا وعدہ ہے کہ وہ تبدیل نہیں کرے گا کیوں کہ وہ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے حتمی خیر کے بارے میں فرمایا: فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ وَ اِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ "یعنی اس کی محنت کا انکار نہیں کرتے بلکہ لکھ لیتے ہیں"۔

اور حتمی شر کے بارے میں ارشادِ قدرت ہے: وَ لٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ "یعنی سچ تو یہ ہے کہ میں جنوں اور انسانوں سے جہنم کو بھر دوں گا"۔

تو یہ ایسا حتمی علم ہے کہ اگر چاہے تو تبدیل کر دے اور اسے مٹا دے۔ اور موقوف مشروط بھی اسی طرح ہوگا، اگر اس نے یہ کہا تو۔ اور اگر ایسا نہ کیا تو پھر اس کی جزا یہ اور یہ ہوگی۔ شرط وہ سبب ہے۔

اور مانع کبھی غیب و شہادت میں ہوتا ہے اور کبھی صرف غیب میں ہوتا ہے، شہادت میں نہیں ہوتا کیوں کہ جب شہادت میں مانع ہے تو غیب میں بھی ہوگا لیکن اس کے برعکس لازم نہیں۔ پس جب مقتضی موجود ہو اگر مانع بھی ہو اور دونوں برابر ہوں تو وہ موقوف ہے اور ایک رجحان رکھتا ہو تو حکم اسی کے مطابق لگے گا۔

پس جب مقتضی موجود ہو اور مانع مفقود ہو تو اگر مانع کی مفقودیت غیب اور شہادت دونوں میں ہے تو اس کا وجود حتمی ہوتا ہے۔ پس اس کو قبول کرنے والے مکمل ہوں تو وہ موجود ہوگا اور اس کا علم ان تک آئے گا کیوں کہ جو اس نے چاہا۔ اگر انتظار کرنا پڑے تو حکمت میں جائز ہے ان کی خبر دینا اور اس کی خبر حتمی طور پر دی جائے گی۔ اور یہ ضروری ہے کہ لوحِ محفوظ کے دوسرے صفحہ میں اس کے ہونے سے پہلے ہو اور اسی قسم کے علم کی طرف آئمہ علیہم السلام نے اپنی اخبار و احادیث میں اشارہ فرمایا ہے کہ ہمارے

پاس ماضی اور قیامت تک کا علم موجود ہے۔

اگر غیب میں صرف مانع مفقود ہو تو حکمت میں ان کی خبر دینا جائز ہے، البتہ خبر غیر حتمی ہوگی، کیوں کہ یہ کبھی ہوگا اور کبھی نہ ہوگا۔

اسی قسم کی اخبار و احادیث کا فائدہ یہ ہے کہ اللہ خود بھی جھوٹ نہیں بولتا اور نہ اپنے انبیا، رسولوں اور حجتوں کو جھٹلاتا ہے۔ اور یہ ہے مخلوق پر توحید اور ملک کی حکومت مستقل اور مخلوق کے بداء کے بارے میں عقیدے کی طرف ہدایت۔ کیوں کہ کسی چیز نے اللہ کی اطاعت نہیں کی جس طرح بداء نے اطاعت کی ہے، لہٰذا حجج خدا ان کے لیے اُمور کی خبر دینا جائز ہے البتہ حتمی طور پر نہیں بلکہ ان پر فرض ہے کہ وہ تعارف کروائیں، ان کو جو معرفت نہیں رکھتے کہ اللہ جو چاہے کرتا ہے۔ جو مٹانا چاہے مٹا سکتا ہے اور جو لکھنا چاہے لکھ سکتا ہے۔ اس کے پاس اُم الکتاب ہے۔

اسی لیے حضرات آئمہ علیہم السلام نے فرمایا کہ جب ہم کوئی خبر دیں اگر وہ ایسے ہی ہو جائے جس طرح ہم نے کہا تو کہو صَدَقَ اللّٰہُ وَ رَسُولُہ اور اگر ہمارے کہنے کے خلاف ہو تو بھی کہو صَدَقَ اللّٰہُ وَ رَسُولُہ، تو دو مرتبہ اجر کے مستحق بن جاؤ گے۔

حضرات آئمہ علیہم السلام پر یہ واجب نہیں کہ وہ کسی خصوصی واقعہ میں کسی ناواقف کو معرفت کرائیں کیوں کہ اکثر لوگوں کے نزدیک ان کی تصدیق میں شکوک پیدا ہو جائیں گے اور ان پر اللہ کا یہ حکم لازم آجائے گا کہ اللہ نے ہر واقعہ میں اس کا حکم نہیں دیا۔ اگرچہ بعض اوقات حکم دے بھی دیتا ہے جیسے حضرت موسیٰؑ کو تیں اور چالیس کے درمیان تورات دینے کا وعدہ کیا اور کبھی بیان سے اخبار کے مقصود کا عکس لازم آتا ہے اور یہ قسم کبھی شہادت میں مانع قرار پاتی ہے جیسے حتمی بلا کو صدقہ سے روک دیا جاتا ہے کیونکہ یہ مصیبت غیبت میں لکھی تھی کیوں کہ وہاں مانع کوئی نہ تھا یا مصیبت کے ٹالنے میں دعا مؤثر ہے۔ اسی طرح بعض افعال بلکہ کُلی اطاعت اسی طرح ہیں کہ اگر اطاعات انجام

دے گا تو حتمی مصیبتیں ٹل جائیں گی۔

تیسری وجہ: علمِ غیب کو صرف اللہ کے لیے محصور کرنے والے دلائل کو پانچ اور مذکورہ پر حمل کیا جائے اور غیر اللہ کے لیے علمِ غیب ثابت کرنے والے دلائل کو ان پانچ اُمور کے علاوہ پر حمل کیا جائے اور اسی قسم کے دلائل کی جمع پر کلامِ امیر المومنینؑ ہے۔

اسی پر بحار الانوار میں تفسیر قمی سے اس آیت کے بعد روایت ہے کہ حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: یہ پانچ چیزیں ایسی ہیں جن پر کوئی مقرب فرشتہ، کوئی نبیٔ مرسل مطلع نہیں اور یہ صفات خدا سے ہیں۔

خصال میں ابی اُسامہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: مجھے میرے والد نے فرمایا تھا کہ کیا میں تمھیں ان پانچ اُمورِ غیبی کے بارے میں بتاؤں جو اللہ نے کسی کو نہیں بتائے؟

تو میں نے عرض کیا: ہاں! تو امامؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ (سورۂ لقمان، آیہ ۳۴)

بصائر الدرجات میں اصبغ بن نباتہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اِنَّ لِلّٰهِ عِلْمَيْنِ "اللہ کے دو علم ہیں"۔

ایک ایسا علم ہے جو اللہ سے مختص ہے اور کسی نبی یا فرشتے کو نہیں دیا گیا اور وہ علم جیسے ارشادِ قدرت ہے:

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ

(سورۂ لقمان، آیہ ۳۴)

دوسرا اللہ کا وہ علم ہے جو اس نے ملائکہ اور حضرات محمدؐ و آلِ محمدؑ کو عطا فرمایا ہے

اور جو محمدؐ و آلِ محمدؐ کو عطا فرمایا ہے، وہ مجھے عطا فرمایا۔

اس جمع پر اعتراض

اخبار اسی پر دلالت کرتی ہیں کہ پانچ اُمور خدا سے مخصوص ہیں لیکن پھر بھی اس جمع پر دو اعتراض ہیں:

❶ اکثر اشیا کے متعلّق ان سے پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: ہم نہیں جانتے جب کہ ان پانچ اُمور سے بھی نہیں ہیں۔

❷ کثیر اخبار میں ان آئمہ علیہم السلام نے ان پانچ اُمور سے اطلاع دی ہے جو مختص کیے تھے:

① جیسے بیت الطشت کے معروف واقعہ میں ہے کہ ایک لڑکی کے بارے میں قوم میں اختلاف ہو گیا اور حضرت علیؑ نے بتایا کہ اس لڑکی کے پیٹ میں علقہ ہے جس کا وزن ایک صد ستر درہم اور دو دوانق ہے۔ اور جب وزن کیا گیا تو ویسا ہی وزن نکلا۔ اس لڑکی کے والد نے کہا: میں گواہ ہوں کہ آپ ارحام کا علم جانتے اور دلوں کی بات سمجھتے ہیں۔ آپ ہی دین کا ستون اور دروازہ ہیں۔

② حضرت امیر علیہ السلام نے اپنے قتل ہونے کا وقت، مقام اور قاتل بتایا۔

③ حضرت امام حسینؑ نے اپنے قتل ہونے کا وقت، مقام اور قاتل بتایا۔

④ لوگوں کی اموات کی خبریں بھی دیں جیسے اسحاق بن عمار سے روایت ہے کہ میں نے عبد صالح (امام موسیٰ کاظمؑ) سے سنا کہ ایک شخص اس کی موت کی خبر دے رہے تھے تو میں نے دل میں کہا کہ یہ شخص اپنے شیعوں کو جانتا ہے کہ کب مرے گا تو انھوں نے مجھے غضب ناک نظروں سے دیکھا اور فرمایا: اے اسحاق! رُشید ہجری مصیبتوں، اموات کے آنے کا علم رکھتا تھا تو امامؑ اس سے بدرجہا اولیٰ ہے۔

پھر فرمایا: اے اسحاق! جو کام کرنا ہے کر لے، پس تیری عمر ختم ہونے والی ہے اور

تو دو سال تک مر جائے گا اور تیرے بھائی اور گھر والے بھی تھوڑا عرصہ گزارنے کے بعد جدا جدا ہو جائیں گے۔ ایک دوسرے کی خیانت کریں گے اور ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے۔ اس کے بعد اسحاق بہت تھوڑا عرصہ زندہ رہا اور مر گیا اور اس کی قوم پر بنو عمار نے حملہ کر کے ان کے اموال لوٹ لیے۔

اسحاق نے احمد بن محمد سے روایت کی ہے کہ میں نے امام ابی محمد علیہ السلام کو خط لکھا جب مھتدی عباس نے اپنے غلام قتل کر دیے کہ اے میرے آقا! خدا کی حمد ہے کہ اللہ نے مھتدی کو ہمیں بھلا کر اپنے مسائل میں مصروف کر دیا ہے اور مجھے معلوم ہوا کہ وہ آپؑ کو بھی قتل کی تہدید کر رہا ہے تو حضرتؑ نے اپنی تحریر میں لکھا: اس کی عمر بہت کم ہے، آج سے پانچ دن شمار کرو اور چھٹے دن بڑی ذلت و خواری سے قتل کر دیا جائے گا۔ اور اسی طرح ہوا جیسے امام علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

کتاب العیون میں امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ حضرتؑ نے ایک شخص کو دیکھا اور فرمایا: اے شخص! تم جو چاہتے ہو وصیّت کر لو اور جو بہت ضروری ہے اس کے لیے آمادہ ہو جاؤ، پس وہ تین دن کے بعد مر گیا۔

احتجاج طبرسی میں چوتھے نائب ابی الحسن السمری کی طرف سے توقیع مبارک میں آئی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یاعلی بن محمد السمری اعظم اللّٰہ اجر اخوانك فیك، آپ چھے دن کے اندر اندر فوت ہو جائیں گے، لہٰذا اپنے اُمور کو سمیٹ لو اور اپنے بعد کسی کو اپنا قائم مقام بنانے کی وصیّت نہ کرو کیوں کہ اب غیبتِ تامہ کا وقت آ گیا ہے اور اس وقت ظہور ہوگا جب حکمِ خدا ہوگا اور یہ حکمِ ظہور ایک طولانی عرصہ کے بعد ہوگا جب دل بہت سخت ہو جائیں گے اور زمین ظلم و جور سے پُر ہو جائے گی۔ عن قریب میرے شیعہ ہوں گے جو میرے مشاہدہ کا دعویٰ کریں گے۔ خبردار! جو شخص بھی میرے مشاہدے کا دعویٰ کرے، آسمانی صدا اور سفیانی کے خروج سے پہلے تو وہ شخص جھوٹا ہے

لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔

اس توقیعِ مبارک کو چھپا دیا گیا اور مومنین جناب سمری کے گھر سے چلے گئے۔

جب چھٹے دن واپس ان کے پاس آئے تو وہ قریب المرگ تھے۔

کسی نے پوچھا کہ آپؑ کے بعد وصی کون ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا: اب معاملہ خدا کے حوالے ہے جو فیصلہ وہ کرے گا اور یہ آخری کلام تھی جو جنابِ سمری سے سنی گئی۔

پس حضرت آئمہ علیہم السلام کی طرف سے اموات، مصائب و حوادثات اور انساب کے متعلق اخبار و روایات موجود ہیں۔ انھوں نے بتایا: کون کب مریں گے، ارحام میں کیا ہے؟ آیندہ کون کون سی مصیبتیں آنے والی ہیں، آیندہ لوگ کیا کمائیں گے۔ اور بارش کب اور کہاں نازل ہوگی؟ تو ایسی اخبار کثرت سے وارد ہوئی ہیں۔

جناب ابوبصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا کہ اگر امام آئندہ کے حالات نہ جانتا ہوتو پھر لوگوں پر حجت قائم نہیں ہوسکتی۔

حضرت علیؑ لوگوں کے تمام اُمور سے آگاہ

''خدا کی قسم! اگر میں چاہوں کہ ہر شخص کو اس کے نکلنے اور داخل ہونے کا مقام بتاؤں اور اس کے تمام حالات بتاؤں تو بتا سکتا ہوں''۔ یعنی ہر ایک کے متعلق جانتا ہوں کہ وہ کہاں سے آیا ہے اور کہاں جا رہا ہے؟ اُس نے کیا پیا ہے، کیا کھایا ہے؟ گھر میں کیا ذخیرہ بنایا، دلوں میں کیا چھپا رکھا ہے اور جو دلوں کے راز ہیں وہ بھی جانتا ہوں جس طرح حضرت عیسٰیؑ نے فرمایا:

وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ

لیکن مجھے خوف ہے کہ تم میری وجہ سے (ختمی مرتبتؐ) رسول اکرمؐ کا انکار کردو گے، یعنی بقولِ شارح معتزلی: تم مجھ میں غلو کرتے ہوئے مجھے رسول اکرمؐ سے افضل مان

لو گے بلکہ تم میرے بارے میں خدائی کا دعویٰ کر دو گے جیسے نصرانیوں نے حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں کیا۔ کیوں کہ انھوں نے بھی لوگوں کو اُمورِ غیبی کی خبریں دی تھیں۔

اس لیے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے اپنے علم کو چھپائے رکھا تا کہ لوگ رسول اللہ کا انکار نہ کریں لیکن پھر بھی کافی لوگوں نے کفر کیا اور حضرتؑ کے بارے میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ بعض نے آپ کے شریکِ نبوت ہونے کا دعویٰ کیا اور بعض نے کہا کہ حضرت امیرؑ ہی نبی تھے لیکن فرشتے نے پیغام رسانی میں غلطی کی۔

بعض نے دعویٰ کیا کہ حضرت امیرؑ نے جنابِ رسولؐ خدا کو بھیجا ہے۔ بعض نے حضرت علیؑ میں خدا کے حلول کر جانے کا دعویٰ کیا۔ بعض نے حضرت علیؑ کے خدا سے متحد ہونے کا دعویٰ کیا۔ غرض کہ لوگوں نے گم راہی کی ہر قسم کو اپنایا اور اعتقاد رکھا۔

اَقُولُ: ممکن ہے کہ حضرت علیؑ کا لوگوں کے کافر ہو جانے سے یہ مراد ہو کہ لوگ اس تفسیر کو نبیؐ کی طرف منسوب کرنے میں کافر ہو جائیں گے کہ نبیؐ پاکؐ نے حضرت علیؑ کی اتنی شان، بلند مقام اور جلالت کا بیان کیوں کیا ہے؟ اس لیے کہ جب نبیؐ پاکؐ نے حضرت علیؑ کے بعض فضائل بیان کیے تو منافقوں نے رسولؐ پاک کو گم راہ کہنا شروع کر دیا اور کہا کہ یہ تو اپنے جذبات کے تحت بولتا ہے۔ اور اسی کو مدد کرنے کے لیے خداوندِ عالم نے ارشاد فرمایا ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○

تفسیر صافی میں ابن عباس سے مروی ہے کہ ہم نے ایک رات نمازِ عشاء رسولؐ پاک کی اقتدا میں پڑھی، جب سلام پڑھا تو ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: عن قریب ایک ستارہ طلوعِ فجر کے وقت آسمان سے اُتر کر تم میں سے کسی کے گھر اُترے گا، پس جس کے گھر میں وہ ستارہ آئے گا وہی میرا وصی، خلیفہ اور میرے بعد امام ہوگا۔

جب طلوعِ فجر کا وقت آیا تو ہم سب اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ کر اُس ستارے

کا انتظار کرنے لگے اور اس ستارے کے گھر اُترنے کا سب سے زیادہ شوق و حرص حضرت عباس بن عبدالمطلب کو تھا۔ جب طلوع فجر ہوئی تو ایک ستارہ آسمان سے ہوا میں ظاہر ہوا اور وہ حضرت علیؑ کے گھر اُتر آیا۔

پس حضرت رسولؐ پاک نے حضرت علیؑ سے فرمایا: یا علیؑ! اس خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اب تمھارے لیے وصایت، امامت اور میرے بعد خلافت کا اعلان کرنا واجب ہو گیا ہے۔

منافقوں سے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں نے کہنا شروع کر دیا کہ اب حضرت محمدؐ اپنے عم زاد کی محبت میں اغوا اور گم راہ ہو چکا ہے اور ہر بات اپنی خواہشِ محبت سے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ○ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى

یعنی اللہ فرماتا ہے کہ جب ستارا اُترا تو تمھارا صاحب اپنے چچازاد علی بن ابی طالبؑ کی محبت میں گم راہ اور اغوا نہیں ہوا۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى وہ علیؑ کی محبت میں نہیں بولتا بلکہ وحی کے حکم سے بولتا ہے۔

اور اسی طرح اُصولِ کافی میں ابی بصیر سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسولؐ پاک تشریف فرما تھے کہ حضرت امیر المومنینؑ تشریف لائے تو رسولؐ پاک نے فرمایا: آپ میں حضرت عیسیٰؑ کی ایک شباہت ہے، اگر میری اُمت کے کچھ لوگ آپ کے بارے میں نہ کہتے جو نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں کہا تو میں آپ کے بارے میں ایسی بات کہتا کہ آپ جہاں سے گزرتے، لوگ آپ کے قدموں کی خاک کو اُٹھاتے۔ اس بات پر دو اِعرابی غضب ناک ہوئے (ان اعتراض کرنے والوں میں مغیرہ بن شعبہ اور قریش کا ایک گروہ تھا) اور کہا کہ رسولؐ بھی اپنے عم زاد علیؑ کے لیے وہی چاہتے ہیں جو عیسیٰؑ کے لیے تھا۔ تو خداوند عالم کی یہ آیت نازل ہوئیں:

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ○
وَقَالُوْٓا ءَ اٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ
هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ○ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ
مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ ○ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ

(یعنی بنی ہاشم سے) مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ یعنی بنی ہاشم سے ملائکہ ہوتے جو زمین پر خلیفہ ہوتے۔ (سورۂ زخرف، آیہ ۵۷-۵۹)

راوی کہتا ہے: حارث بن عمرو الفہری نے غضب ناک ہو کر کہا: اے اللہ! اگر یہ حق ہے کہ بنی ہاشم یکے بعد دیگرے بادشاہ بنتے آرہے ہیں تو آسمان سے ہمارے اُوپر پتھر برسا، یا کوئی دردناک عذاب دے۔ پس خدا نے حارث کا قول رسولؐ پاک پر نازل کیا اور یہ آیت نازل ہوئی:

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ
مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ○ (سورۂ انفال، آیہ ۳۳)

پھر حضرتؑ نے فرمایا: اے فرزند عمرو! یا توبہ کرو یا یہاں سے چلے جاؤ۔ پس وہ اپنی سواری پر سوار ہو کر چلا۔ جب مدینہ کے عقب میں پہنچا تو ایک نوک دار پتھر آیا جو اس کے سر میں لگا۔ تو رسولؐ پاک نے اس کے ساتھی منافقین سے فرمایا کہ جاؤ اپنے سردار کی طرف کہ اس پر عذاب آیا ہے اور وہ رسوا ہو گیا ہے۔ اور ارشاد قدرت ہوا:

وَ اسْتَفْتَحُوْا وَ خَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ (ابراہیم، آیہ ۱۴)

جس طرح پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ اُمورِ غیبی کی خبریں کفر و گمراہی تک لے جاتی ہیں کیوں کہ لوگوں کی اَسرار الٰہیہ کو تحمل کرنے، قابلیت اور استعداد نہیں ہے اس لیے حضرتؑ نے اسی طرح اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ان اُمورِ غیبی کی اطلاع ہر ایک کو نہیں دی جاسکتی بلکہ صرف اپنے خاص اصحاب کو جو صلاحیتِ تحمل رکھتے ہیں ان کو بتائیں جن

سے کفر و غلو اختیار کرنے کا خطرہ نہ تھا۔

خدا کی قسم! جس نے رسولؐ کو برحق نبی بنایا اور مخلوق پر چُن لیا، جو ہمیشہ سچ بولتا ہے اور مجھ سے رسولِ پاکؐ نے عہد لیا اور سب کچھ بتایا کہ کون ہلاک ہوگا اور کون نجات پائے گا اور ان کے مقامِ ہلاک و نجات کا بھی بتایا۔ ہلاکت سے مراد یا دنیاوی ہلاکت ہے جیسے موت، قتل وغیرہ یا اُخروی ہلاکت ہے جیسے گم راہی و بدبختی وغیرہ۔

اسی طرح نجات ہے اور اس خلافت یا دین اور اسلامی حکومت اور اس کے انتہائی مقصد ظہورِ قائمؑ یا جو کچھ آخری زمانے میں ہوگا اور رسولؐ اللہ کے بعد جو مجھ پر گزرے گی، یعنی غصبِ خلافت، ناکثین، قاسطین، مارقین سے لڑائیاں، ضربتِ ابن ملجم مرادی وغیرہم، یہ سب باتیں رسولؐ اللہ نے مجھے بتائی تھیں۔

تبصرہ

اس خطبے کا ذیلی حصہ علمِ غیب پر مشتمل ہے اور اس کی تشریح ہو چکی ہے۔ اب مدینۃ المعاجز کے مناسب مقامات سے کچھ اخبار پیش کی جاتی ہیں:

① ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ نے براء بن عاذب سے فرمایا: اے براء! میرا بیٹا حسینؑ قتل ہوگا اور تو زندہ ہوگا لیکن ان کی مدد نہیں کرے گا۔ پس جب امام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے تو براء کہتا تھا کہ صدق واللہ امیرالمومنین اور بہت افسوس کرتا تھا۔

② طاؤس یمانی نے روایت کی ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ نے حُجر سے کہا: اے حُجر! تو صنعاء کے تخت کے سامنے ہوگا اور تجھے حکم دیا جائے گا کہ مجھ پر سَب و شتم کرو اور برأت کرو۔ اس نے کہا کہ میں اللہ کی پناہ مانگوں گا تو حضرتؑ نے فرمایا: یہ ہوگا۔

پس جب ایسا وقت آ جائے تو مجھ پر سَب و شتم کر لینا لیکن مجھ سے برأت نہ کرنا کیوں کہ جس نے مجھ سے دنیا میں برأت کی، میں آخرت میں اس سے برأت کروں گا۔

طاؤس کہتے ہیں کہ جب اس کو حجاج نے گرفتار کیا اور کہا کہ علیؑ پر سب وشتم کرو تو وہ منبر پر گیا اور کہا: اے لوگو! تمھارے امیر نے مجھے علیؑ پر لعنت کرنے کو کہا ہے پس تم سارے اِس لعنتی پر لعنت کرو۔

۳ عبداللہ بن ابی رافع سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے جب موسیٰ اشعری کو حکمیت کے لیے روانہ کیا تو فرمایا: کتابِ خدا پر فیصلہ کرنا اس سے تجاوز نہ کرنا۔ جب موسیٰ اشعری چلا گیا تو فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ دھوکا کھائے گا۔

میں نے عرض کیا: یاامیرالمومنینؑ! پھر کیوں بھیج رہے ہو جب کہ آپ جانتے ہیں کہ دھوکا کھائے گا تو فرمایا: اے بیٹے! اگر خدا اپنی مخلوق میں اپنے علم پر عمل کرتا تو ان کے لیے رسول نہ بھیجتا۔

۴ ابن شہرآشوب نے روایت کی ہے کہ حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام نے ایک جماعت کے شہید کیے جانے کی پیشن گوئی فرمائی۔ اس جماعت میں حُجر بن عدی، رشید ہجری، کمیل بن زیاد، میثم بن تمار، محمد بن اکثم، خالد بن مسعود، حبیب بن مظاہر، جویریہ، عمرو بن الحمق اور مرزع وغیرہ شامل تھے اور ان کے قاتل کے ساتھ ساتھ ان کے قتل کی کیفیت بھی بتائی۔

مرزع بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کو میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ خدا کی قسم! ایک لشکر آئے گا جب بیداء میں پہنچے گا تو زمین دھنس جائے گی۔

۵ محمد بن سنان سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اے عمر بن خطاب! اے مغرور! میں تجھے دنیا میں ایک غلام کے ہاتھوں قتل ہوتے دیکھ رہا ہوں تو اُس پر ظلم کا حکم کرے گا اور ڈر کے مارے تجھے قتل کرے گا اور تیری مرضی کے خلاف چلے گا وہ اسی وجہ سے جنت میں داخل ہوگا۔

(۶) خصیبی نے اپنی ہدایہ میں فضیل بن زبیر سے روایت کی ہے کہ جناب میثم تمار گھوڑے پر جارہے تھے کہ راستے میں محلۂ بنی اسد کے قریب حبیب بن مظاہر سے ملاقات ہوگئی۔ آپس میں گفتگو کرتے ہوئے حبیب نے کہا: میں ایک نیک شخص کو دارالزرق کے پاس سولی پر لٹکتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اُس کا جرم محبتِ علیؑ اور اس کے پیٹ کو لکڑی پر لٹکا کر چیرا جارہا ہے۔

پس میثم نے کہا: میں ایک سرخ شکل اور دو گیسوں والے شخص کو دیکھ رہا ہوں جو اپنے نبیؐ کی بیٹی کے بیٹے کی نصرت کے لیے نکل رہا ہے اور قتل ہوجائے گا اور اس کے سر کو کوفہ میں پھرایا جارہا ہے اور جو شخص سر لایا ہے اسے انعام دیا جارہا ہے۔

یہ گفتگو کرکے چلے گئے تو سننے والوں نے کہا: ہم نے حضرت علیؑ کے صحابہ جیسے عجیب صحابی نہیں دیکھے کہ وہ کہتے ہیں ہمیں ابوتراب نے غیب سے آگاہ کردیا ہے۔ ابھی لوگ وہاں ہی کھڑے تھے کہ ان کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے رُشید ہجری آگئے اور لوگوں سے ان دو کے بارے میں پوچھا کہ کہاں چلے گئے تو لوگوں نے کہا: ابھی آپس میں اس قسم کی گفتگو کرتے کرتے چلے گئے ہیں۔

تو رُشید ہجری نے کہا: اللہ رحم کرے میثم پر اور حبیب پر کہ میثم یہ بھول گئے کہ جو حبیب کا سر لائے گا تو اس کو دوسروں کے مقابل سو درہم زیادہ ملے گا۔ پھر رُشید بھی یہ کہہ کر چلے گئے تو لوگوں نے کہا: یہ تو ان سے بھی بہت بڑا جھوٹا تھا۔ لیکن تھوڑا ہی عرصہ گزرا کہ انھی لوگوں نے جناب میثم تمار کو عمرو بن حریث کے دروازے کے قریب سولی پر چڑھتے دیکھا اور حبیب بن مظاہر کا سر کربلا سے لایا گیا جو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شہید ہوگئے تھے اور یہ سر ابن زیاد کے دربار میں لایا گیا اور جنابِ حبیب کا سر اُٹھانے والے کو صد درہم زیادہ دیا گیا اور وہ سب کچھ لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا جو حضرت علیؑ کے اصحاب نے کہا تھا اور اُنھوں نے وہی کہا تھا جو انھیں حضرت علیؑ نے غیب

کی اخبار سنائی تھیں۔

(۷) جناب جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے لشکر بھیجا اور فرمایا: تم فلاں وقت پر پہنچو گے اور رات کے وقت ایسی زمین پر پہنچو گے تو راستہ گم کر بیٹھو گے، جب اس زمین میں پہنچنا تو بائیں طرف ہو جانا اور چلتے رہنا۔ راستے میں ایک شخص ملے گا، اس سے رہنمائی لینا وہ تمھاری رہنمائی کرے گا حتیٰ کہ تمھیں اپنا کھانا کھلائے گا۔ تمھارے لیے بکرا ذبح کر کے تمھیں کھلائے گا، پھر تمھارے ساتھ چل پڑے گا۔ تمھیں ایک راستے پر پہنچائے گا تو اسے میرا اسلام کہنا اور بتانا کہ میں نے مدینہ میں ظہور کیا ہے۔

پس یہ چلے گئے، جب اس زمین پر پہنچے تو راستہ گم کر بیٹھے۔ کسی شخص نے کہا: تمھیں رسول پاکؐ نے نہیں فرمایا تھا کہ بائیں طرف ہو جانا، پس وہ بائیں طرف ہوئے اور ایک شخص کو دیکھا جس کی رسولؐ پاک نے تعریف کی تھی۔ اس شخص سے راستے کی رہنمائی طلب کی تو اس نے کہا کہ پہلے کھانا کھاؤ پھر راستہ بتاؤں گا۔ پس اس نے بکرا ذبح کیا اور انھوں نے کھانا کھایا۔ پھر ان کے ساتھ چلا اور اسے راستے تک پہنچایا۔ اس دوران میں پوچھا کہ کیا نبی کا مدینہ میں ظہور ہو گیا ہے تو انھوں نے کہا: ہاں، اور حضرت کے سلام پہنچائے تو وہ شخص رسولؐ پاک کے پاس آیا اور عمرو بن الحمق الخزاعی بن الکاھن بن حبیب بن عمرو بن القین بن درّاج بن عمرو بن سعد بن کعب تھا اور وہ رسولؐ پاک کے پاس کافی عرصہ رہ چکا تھا۔

پھر حضرت رسول پاکؐ نے اسے فرمایا کہ تم ادھر چلے جاؤ جہاں سے ہجرت کر کے آئے ہو اور جب میرے بھائی حضرت علیؑ کوفہ میں ہجرت کر کے چلے جائیں تو ان کے پاس آنا۔ پس عمر بن الحمق چلا گیا اور جب حضرت علیؑ کوفہ تشریف لائے تو وہ بھی کوفہ آیا اور اُس نے حضرتؑ کے پاس قیام کیا۔

ایک دن حضرت امیرؑ تشریف فرما تھے اور عمرو بن الحمق بھی سامنے بیٹھا تھا تو حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا: کیا تمھارا یہاں گھر ہے؟

اس نے کہا: ہاں، حضرتؑ نے فرمایا: اسے بیچ دو اور ازد کے پاس رقم رکھ دو اور موصل کی طرف چلے جاؤ۔

تم ایک نصرانی شخص کے پاس سے گزرو گے۔ اس کے پاس بیٹھ جانا۔ وہ تجھے پانی پلائے گا، تیرا احوال پوچھے گا تو اسے اسلام کی دعوت دینا۔ وہ اسلام قبول کرے گا پھر تم اس کے گھٹنوں پر ہاتھ رگڑنا تو وہ صحیح و سالم اُٹھ کھڑا ہوگا اور تیرے ساتھ چل پڑے گا۔

پھر تمھیں راستے میں بیٹھا ایک نابینا شخص نظر آئے گا، اس سے پانی طلب کرنا۔ وہ تمھیں پانی پلائے گا اور تجھ سے احوال پوچھے گا اور پوچھے گا کہ تم کس چیز سے ڈر کر جا رہے ہو تو اسے بتا دینا کہ معاویہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے اور میرا مُثلہ کرے گا کیوں کہ تم اللہ اور رسولؐ پر ایمان رکھتے ہو اور میری اطاعت کرتے ہو اور میری ولایت کے بارے میں مخلص ہو۔ وہ تجھے دین کی اصلاح کی نصیحت کرے گا۔ پھر تم اس شخص کو اسلام کی دعوت دینا، پس وہ مسلمان ہو جائے گا، تم اس کی آنکھوں پر اپنا ہاتھ پھیرنا تو اس کی آنکھیں ٹھیک ہو جائیں گی۔ پس یہ دونوں شخص تمھاری اتباع کریں گے اور تمھارے ساتھ رہیں گے اور تمھارے جسم کو یہی دفن کریں گے۔

پھر چلتے چلتے تم دجلہ کے کنارے ایک دیر (کلیسا) کے پاس پہنچو گے تو اس دیر میں ایک ایسا صدیق شخص موجود ہوگا جس کے پاس حضرت عیسیٰؑ کا علم ہوگا، وہ تمھارا مددگار ہوگا کیوں کہ اللہ نے اسے تمھارے بارے میں ہدایت دی ہے۔ جب تجھے ابن اُم حکم کی پولیس پکڑنے کے لیے گھیر لے، ابن اُمِ حکم اس جزیرہ میں معاویہ کا خلیفہ ہوگا جس کا مسکن موصل ہے تو اس وقت موصل کی بلندی میں واقع اس دیر میں صدیق کے

پاس جانا اور اللہ کے نام سے جو تجھے سکھانا صدا کرنا وہ تمھاری خدمت کرے گا۔ وہ صدیق اپنے شاگرد سے کہے گا کہ یہ مسیح کا دشمن نہیں بلکہ یہ شخص شریف ہے حضرت محمدؐ کو ماننے والا ہے۔ وہ فوت ہوگئے ہیں اور اُن کا خلیفہ کوفہ میں شہید ہوگیا ہے۔ یہ ان کے حواریوں میں سے ہیں۔ تو پھر وہ پوچھے گا کہ میں تمھاری کیا خدمت کرسکتا ہوں تو کہنا کہ میرے ان دو شاگردوں کو اپنے دیر میں پناہ دو، پھر جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ وہ کہے گا کہ دشمن کے گھوڑے تیری طرف آرہے ہیں۔ وہ تمھارے شاگردوں کو تباہ کردے گا اور تم گھوڑے پر سوار ہوکر ایک غار میں، جو دجلہ کے کنارے ہے، چھپ جانا۔ اس نماز میں فاسق جن و انسان رہتے ہیں۔ جنوں میں سے ایک فاسق جن تجھے پہچان لے گا اور تمھیں ڈرائے گا، تمھارا گھوڑا بھاگ جائے گا۔ اس وقت غار سے باہر آکر ابن اُم حکم کی فوج سے دجلہ اور سڑک کے درمیان جنگ کرنا اور اس بلندی پر ان کو روکنا کیوں کہ یہاں ہی تیری قبر اور حرم بنے گا۔

ان سے جنگ کرو، لڑتے لڑتے شہید ہوجاؤ گے۔ پھر وہ تمھارا سر جدا کریں گے اور نوکِ نیزہ پر چڑھائیں گے اور معاویہ کی طرف لے جائیں گے۔ اور اسلام میں تمھارا پہلا سر ہوگا جو ایک شہر سے دوسرے شہر میں پھرایا جائے گا۔

پھر حضرت امیرالمومنینؑ نے رو کر فرمایا: میرے رسولؐ کی خوشبو، ان کے دل کا میوہ اور آنکھوں کی ٹھنڈک میرا بیٹا حسینؑ! میں دیکھ رہا ہوں کہ تمھارے بعد میرے بیٹے حسینؑ اور ان کے اہلِ بیتؑ کے سروں کو کربلا سے یزید کی طرف لے جایا جائے گا۔ پھر تمھارے اندھے اور اپاہج ساتھی دیر سے نکلیں گے اور تمھارے جسم کو اس مقام پر دفن کریں گے اور وہ مقام دیر اور موصل کے درمیان ہے جو دیر سے ایک صد پچاس قدم کے فاصلے پر ہے۔

ان اخبار کے علاوہ بھی کئی پیش گوئیاں ہیں جو صد در صد صحیح ثابت ہوئیں۔

تاریخ یعقوبی (ج ۲، ص ۱۶۹) میں حضرت امیر علیہ السلام کا خطبہ ہے جس میں فرمایا: سَلُوْنِي قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِيْ۔ میں عن قریب مارا جاؤں گا اور میری ڈاڑھی میرے سر کے خون سے رنگین ہوگی۔ خدا کی قسم! مجھ سے جو پوچھو میں بتاؤں گا، قیامت تک کے حالات بتاؤں گا اور اس گروہ کا بھی بتاؤں گا جس کی وجہ سے سیکڑوں ہدایت یافتہ ہوں گے اور سیکڑوں گم راہ ہوں گے اور اس کے قائد، اور ہانکنے والے کا پوچھو تو بتا سکتا ہوں۔

اسی قسم کا کلام خطبہ نمبر ۹۹ میں گزر چکا ہے کہ فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں ایک گم راہ شخص کو جو شام میں لشکر جمع کر کے کوفہ پر حملہ آور ہوگا اور میں زمین کے راستوں سے آسمانوں کے راستے بہتر جانتا ہوں۔

پھر فریقین نے اپنی جوامع میں لکھا ہے کہ حضرت رسولؐ پاک نے حضرت علیؑ سے فرمایا: وہ ناکثین، قاسطین اور مارقین سے لڑیں گے۔ (ناکثین اصحابِ جمل ہیں، قاسطین اصحابِ معاویہ، مارقین خوارجِ نہروان ہیں)

حضرت علیؑ کی مستقبل کی پیش گوئیاں

کتبِ فریقین میں کثیر اخبار موجود ہیں کہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے لوگوں کو یہ خبر دی کہ کوفہ سے کئی باوقار لوگ ان کی مدد اور بیعت کے لیے آئیں گے۔ البتہ ان لوگوں کی تعداد کے بارے میں روایات میں اختلاف ہے۔

ارشاد مفید (ص ۱۴۹، طبع ۱۳۷۷ھ تہران) میں ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام نے ایک باوقار شخص جو بیعت لے رہا تھا سے فرمایا کہ تمھارے پاس کوفہ سے ہزار شخص آئیں گے، نہ کم نہ زیادہ، اور وہ موت تک میری بیعت کریں گے۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں: مجھے پریشانی ہوئی کہ شاید یہ تعداد کم یا زیادہ ہو جائے اور حضرت علیؑ کی صداقت اور علم پر اعتراض کیا جائے۔ میں اسی پریشانی میں رہتا تھا۔ جب

وہ لوگ آنے شروع ہو گئے، میں نے شمار کرنا شروع کیا۔ جب ان کا شمار کیا تو نوصد ننانوے شخص تھے، بے ساختہ منہ سے نکلا: انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ تو ایک کم ہے میں اسی پریشانی میں تھا کہ ایک شخص آیا جس نے اُون کی قبا، تلوار اور آلاتِ جنگ لگائے ہوئے تھے اور وہ حضرت امیر علیہ السلام کے قریب آ کر عرض کرنے لگا: یا علیؑ! اپنا ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں آپؑ کی بیعت کروں۔

حضرت امیرؑ نے پوچھا کہ کس حد تک بیعت کرنا ہے؟

اس نے کہا: آپؑ کی اطاعت اور آپؑ کی حمایت میں اس قدر جنگ کروں گا کہ یا خود شہید ہو جاؤں گا یا آپ کو فتح نصیب ہو گی۔

حضرت امیر علیہ السلام نے پوچھا: تمھارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا: اویس۔

حضرتؑ نے پوچھا کہ تم اویس قرنی ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں وہی ہوں۔

حضرتؑ نے اللہ اکبر کہہ کر فرمایا: مجھے میرے حبیب جناب رسولؐ خدا نے فرمایا تھا کہ میں ان کی اُمت کے ایک شخص کو پاؤں گا جسے اویس قرنی کہتے ہیں، وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے گروہ سے ہوگا اور اسے شہادت نصیب ہوگی اور اس کی شفاعت سے ربیعہ اور مُضر قبیلے کی تعداد کے برابر لوگ داخلِ جنت ہوں گے۔

ابنِ عباسؓ کہتے ہیں: خدا کی قسم! وہ دنیا سے چلا گیا۔

جنگِ جمل میں جب اہلِ بصرہ کی سُستی کی خبر حضرت علیؑ کو دی تو فرمایا: اے ابن عباسؓ! خاموش ہو جاؤ، خدا کی قسم! ان دو دنوں میں کوفہ سے چھے ہزار چھے صد نفر پر مشتمل لشکر آئے گا اور وہ اہلِ بصرہ پر غالب آئے گا، طلحہ و زبیر کو قتل کر دے گا۔ پس میں ہر طرف سے خبریں وصول کرتا تھا کہ اچانک ایک شخص آیا اور اس نے بتایا کہ چھے ہزار چھے صد لوگ آ گئے ہیں، ایک شخص بھی کم نہ تھا۔

تاریخ طبری (ج ۳، ص ۵۱۳، طبع مصر ۱۳۵۷ھ) میں ہے کہ ابی طفیل کی روایت

ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ کوفہ سے تمھارے پاس بارہ ہزار اور ایک شخص آئے گا۔ میں ایک بلند مقام پر بیٹھ گیا وہ لشکر آیا تو میں نے شمار کیا تو وہی تعداد تھی نہ کم اور نہ زیادہ۔

ابو مخنف نے کلبی سے روایت کی ہے کہ ایک وادی میں ہم حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ تھے تو فرمایا کہ کوفہ سے چھے ہزار پینسٹھ شخص آئیں گے، نہ کم اور نہ زیادہ۔ ابن عباسؓ نے کہا: مجھے تو حضرتؑ کے قول میں شک ہوا کہ شاید کم و بیش ہو جائیں۔ میں نے دل میں کہا کہ جب وہ آئیں گے تو میں ان کو شمار کروں گا۔

ابو مخنف نے عبدالرحمٰن بن یسار سے روایت کی ہے۔ کوفہ میں مقامِ قار پر سمندر اور خشکی میں چھے ہزار پینسٹھ شخص آئے۔ حضرت علیؑ نے اس وادی میں پندرہ دن قیام کیا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ انھوں نے ان کو شمار کیا ان کی تعداد وہی تھی جو حضرت علیؑ نے بتائی تھی۔ تو میں نے اللہ اکبر کہا اور ہم چل پڑے۔

مروج الذہب میں مسعودی نے کہا کہ حضرت علیؑ کے پاس کوفہ سے سات ہزار، یا چھے ہزار پانچ سو ساٹھ شخص آئے اور کہا: جنگِ جمل میں اصحابِ علیؑ سے پانچ ہزار قتل ہوئے۔

جو اخبار وارد ہوئی ہیں کہ حضرت علیؑ کے ساتھ مدینہ سے جو لوگ نکلے اور جو وادیِ قار میں ساتھ شامل ہوئے اُن کی تعداد بارہ ہزار تک ہے۔ اور جنگِ جمل میں حضرتؑ کے ساتھ شہید ہونے والوں کی تعداد وغیرہ کے بارے میں مفید نے ارشاد میں کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ یہ اخبار کی کثرت کے باوجود تعداد کے بارے میں کوئی موافقت نہیں رکھتیں۔

نہج البلاغہ کے شارح جنابِ خوئی کا قول

حضرت علی علیہ السلام نے ایمان کی دو قسموں کے ذکر کے بعد فرمایا:

اَيُّهَا النَّاس! سَلُونِي قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُونِي

یہ کلام اور دعویٰ صرف حضرت علیؑ نے کیا۔

اَقُوْلُ ھنا: حضرت علیؑ نے تمام مخاطبین کو حکم دیا کہ ہر موقف، ہر مکان، ہر وقت اور ہر زمانہ کے متعلق پوچھو اور پھر جس چیز کے متعلق پوچھو کوئی قید نہیں لگائی۔ تو یہ ان کی علمی بلندی کی دلیل ہے اور علیؑ علم کا وہ سمندر ہیں جس کا کنارہ معلوم نہیں ہے۔ وہ تمام علوم کے عالم ہیں، میدانوں کے شجاع، مشکلات کو حل کرنے والے، علمی گتھیوں کو سُلجھانے والے اور صاحبِ بیان ہیں۔

گھمسان کی جنگ میں سب سے پہلے گھوڑا ڈال دینے والے اور سب سے آخر میں گھوڑے کو نکالنے والے ہیں۔ اس فضیلت میں تمام کائنات سے افضل ہیں۔ ہم نے آج تک ان جیسا شجاع اور بہادر نہ سنا، نہ دیکھا۔

اور ان کے علم کی وضاحت کے لیے ان کا یہی جملہ ہی کافی ہے کہ رسول پاکؐ نے مجھے ہزار بابِ علم عطا کیے اور ہر باب سے میں نے ہزار ہزار بابِ علم کھولا۔ جب معلم اور سکھانے والے رسولِ خدا ہوں جو تمام عالمین سے درجاتِ عرفان میں اعلیٰ اور اکمل ہیں اور شاگرد حضرت علیؑ جیسا ذہین و فطین ہو تو حق بنتا ہے کہ وہ کمال کی انتہا کو پہنچے اور علم و معرفت کے انتہائی درجہ پر فائز ہو۔ ایسا شخص ہی سلونی سلونی کا دعویٰ کرنے کا حق دار ہے۔

شارح نہج البلاغہ جناب معتزلی کا قول

حضرتؑ کے اس قول سے مراد وہ علم ہے جو مستقبل اُمور سے مربوط ہے خصوصاً حکومتوں اور آزمایشوں کے بارے میں۔

اور بعض نے کہا: حضرتؑ کا ارادہ (انا بطرق السماء اعلم منی بطرق الارض) یہ ہے کہ میں احکامِ شرعیہ اور فقہی فتاویٰ میں دنیاوی اُمور سے بھی اعلم ہوں۔ اس لیے ان کو طرقِ سماء سے تعبیر کیا ہے کیوں کہ وہ احکامِ الٰہی ہیں اور جن کو طرق الارض

بسے تعبیر کیا ہے وہ اس لیے کہ یہ اُمورِ ارضی ہیں لیکن پہلی مراد اظہر ہے کیوں کہ کلام کا انداز اور اُدلّہ اسی پر دلالت کرتی ہیں۔

شارحِ نہج البلاغہ آقائے بحرانی کا قول

حضرتؑ کی مراد طرقِ سماء سے ملائے اعلیٰ میں ساکنینِ سماء کی معرفت کے لیے ہدایت کے راستے ہیں اور ان کی ذات رب کے نزدیک مقام و مرتبہ کی معرفت کی ہدایت ہے اور انبیاؑ اور اوصیاؑ کے اللہ کے نزدیک مقامات کی معرفت کی ہدایت ہے۔ اور حضرت علیؑ کا نفسِ قدسی فلک، مدبرات اور اُمورِ غیبیہ سے، جن کا تعلّق مستقبل کے واقعات اور امتحان سے ہے، آگاہ ہے اور ان کا اتصالِ تام ان مبادی سے ہوتا ہے جن میں ان چیزوں کا علم ہے۔ لہٰذا ان کا علم طرقِ ارض سے زیادہ مکمل اور تمام ہونا چاہیے۔

پھر اُنھوں نے وبری سے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؑ کا ارادہ اس جملہ سے یہ ہے کہ ان کا دین کے متعلق علم دنیاوی علوم سے زیادہ اور وسیع ہے۔

اَقُولُ: کسی لائق اور فطین شخص پر اس عبارت کے نکات مخفی نہیں ہیں کہ امامؑ کی مراد کی معرفت میں اپنی اپنی فہم و فراست سے شرح کی گئی ہے اور پھر بھی کلام کے مغز سے ان کے اَذہان خالی ہیں۔ کیوں کہ امام علیہ السلام نے لوگوں کو اپنے فقدان سے پہلے سوال کرنے کا حکم دیا اور کہا کہ فتنوں کے ظہور سے سوال کرو تاکہ گمراہی سے بچ جاؤ۔ اور اس کی علّت یہ بیان فرمائی کہ میں زمینی راستوں سے زیادہ آسمانی راستوں کی معرفت رکھتا ہوں اور یہی حضرتؑ کے کلام کا خلاصہ ہے۔

پس اس بنا پر اس معنٰی کا جو شارحِ معتزلی نے کسی سے نقل کیا ہے اور اس معنٰی کا جو شارح بحرانی نے وبری سے نقل کیا ہے اس مقام سے اصلاً ربط ہی نہیں اور ان دونوں معانی سے کوئی معنی بھی کلامِ امامؑ سے مراد نہیں۔

ہاں جو بحرانی نے کہا ہے کہ حضرت علیؑ کے طرقِ سماء سے ''وجوہِ ہدایت'' مراد لیا

جائے تو اس پر اشکال وارد ہوتا ہے کہ یہ ہدایت کے راستے تو ساکنینِ سماوات کے منازل، انبیاءؑ کے مقام اور فلک اور اس کے مدبرات کے احوال سے متعلّق ہیں اور ان کا اس مقام سے ربط ہی نہیں ہے۔ تو اس کو سلونی سلونی کے دعویٰ کی وجہ کیسے بنایا جاسکتا ہے۔

ہاں اُمورِ غیبیہ کی طرف ہدایت کے راستے مراد لیے جائیں تو مقام کے مناسب ہے لیکن کلامِ امام سے یہ مفہوم نہیں نکلتا۔

اعتراض: اگر ان سب علما کے احتمالِ مرادی کو رد کر دیا جائے تو پھر کس کا ارادہ کیا ہے؟ اور کون سی مراد نقض و اِبرام سے سالم رہ سکتی ہے۔

قُلتُ: جو چیز نورِ توفیق اور نظر دقیق سے ذہن میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ جب حضرت علیؑ اپنے بعد والے فتنوں اور آزمایشوں کو جانتے تھے تو ان کا مقصد از بابِ لطف یہی تھا کہ مخاطبین کو ان فتنوں کے وقت صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کر سکیں اور ان کے لیے مناسب پناہ گاہ بتا سکیں۔

پس حکم دیا کہ میرے چلے جانے سے پہلے ہر قسم کا سوال کر کے حقیقتِ احوال پوچھ لو تا کہ ان فتنوں سے پہلے تمھاری ایسی ہدایت کر دوں کہ فتنوں کے ظہور کے وقت گم راہ نہ ہوسکو اور اس کی وجہ و علّت یہ بیان فرمائی کہ میں طرقِ ارض سے طرقِ سماء کو زیادہ بہتر جانتا ہوں۔

اور اس علّت کا معنیٰ سمجھنے اور اس معنیٰ کو معلول سے مرتبط کرنے میں ایک مقدمہ کی تمہید کی ضرورت ہے اور وہ یہ ہے کہ جو عالم الملک والشہادہ میں قضا و قدر کے معاملات جاری ہوتے ہیں تو وہ عالمِ امر و ملکوت میں ثابت اور قلمِ ربانی سے اُم الکتاب میں لکھے ہوتے ہیں۔ جیسے ارشاد رب العزت ہے:

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝

یا ارشادِ قدرت ہوتا ہے:

وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ○

ان اُمور کا اِس عالم میں ظاہر ہونے سے پہلے اُس عالم میں ثابت ہونا مسلّم ہے۔ اور اُسی طرف اشارہ ہے، اس ارشادِ قدرت میں:

وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ

پس یہاں خزانے وہ ہیں جنھیں اعلیٰ قلم نے پہلے کلّی طور پر لوحِ قضا پر لکھا ہے (جو تبدیلی سے محفوظ ہے) وہی لوحِ قدر میں ثابت ہیں جس لوح میں محو و اثبات تنزیل تک ہوتا رہتا ہے۔ پس پہلے کی طرف اشارہ کیا۔ اس آیت میں وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ اور اس آیت کے جملے میں وعندہ اُم الکتاب اور دوسرے کی طرف اِس آیت میں اشارہ کیا: وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ اور اسی سے نازل ہوتے ہیں اور عالمِ شہادت میں ظاہر ہوتے ہیں۔

اس مقدمہ کے بعد میں کہتا ہوں کہ حضرت علیؑ نے طرقِ سماء سے مراد اُمورِ مقدرہ کے جاری ہونے کا مقام لیا ہے اور عالمِ شہود میں خدا کے قضا و امر کو ملائکہ میں سے مدبرات ملائکہ کے توسط سے عالمِ امر میں نازل ہونے کے راستے مراد لیا ہے۔ اور طرقِ ارض سے مراد ان اُمور کا اسی عالم میں جاری ہونے کے مقام اور ان کے ظاہر ہونے کا محل ہے۔ اور انھی اُمور کے نازل ہونے کی طرف ارشادِ قدرت ہے:

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ

کیوں کہ كُلِّ اَمْرٍ عام لفظ ہے جس کے بعد کوئی شے باقی نہیں جیسے ابوجعفر ثانی علیہ السلام کی روایت میں ہے اور جس کی طرف نازل ہوتے ہیں وہ رسولِ گرامیؐ ہیں۔ اور ان کے نائب و وصی امیر المومنین علی علیہ السلام ہیں اور ان کے بعد آئمہ علیہم السلام اُن کے قائم مقام ہیں۔

جس طرح بحار میں تفسیر عیاشی سے جناب ابی عبداللہ علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے روح القدس کو پیدا کیا اور کوئی مخلوق اس سے زیادہ قرب کی منزل پر پیدا نہ کی اور اس سے زیادہ مکرم کوئی شے نہیں ہے۔ پس جب ارادہ کرتا ہے تو اس روح میں القا کر دیتا ہے اور وہ روحِ قدسی نجوم کی طرف القا کر دیتی ہے اور وہ کل جاری ہو جاتا ہے۔

علامہ مجلسی نے بیان کیا ہے کہ ظاہراً نجوم سے مراد آئمہ علیہم السلام ہیں اور ان کا جاری کرنا آئمہ کے علم سے کنایہ ہے جو ان میں القا کیا جاتا ہے اور پھر مخلوق سے نشر ہو جاتا ہے۔

تفسیر صافی میں تفسیر قمی سے منقول ہے کہ ملائکہ اور روح القدس امامِ زمانہؑ پر نازل ہوتے ہیں اور جو ان کے پاس لکھا ہوتا ہے وہ امامؑ کے حوالے کرتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب لیلۃ القدر ہوتی ہے تو ملائکہ اور روح القدس اور لکھے ہوئے اُمور آسمانِ دنیا کی طرف نازل ہوتے ہیں۔ پس اللہ کے فیصلوں کو جو اس سال میں ہونے ہوتے ہیں لکھ دیتے ہیں۔ پھر جب اللہ ارادہ کرتا ہے کہ کسی چیز کو مقدم کرے یا مؤخر کرے یا کم کر دے تو فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ مٹا دے اور پھر جب ارادہ کرتا ہے، لکھ دیتا ہے۔

اُصولِ کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ لیلۃ القدر میں فرماتا ہے: فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ، یعنی اس رات میں ہر امر حکیم نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ لیلۃ القدر میں سال بہ سال کے لیے اُمور کی تفسیر اولی الامر پر نازل کرتا ہے کہ یہ اُمور اُولی الامر کے بارے میں اس طرح اور اس طرح انجام پائیں گے اور لوگوں کے بارے میں یوں اور یوں ہوگا۔ ان کے علاوہ ہر روز اولی الامر کے لیے اللہ کا نیا علم آتا رہتا ہے۔ جو علم حاضر، مکنوں اور مخزون ہوتا ہے۔ جس طرح لیلۃ القدر میں

نازل ہوتا ہے۔ پھر حضرتؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَ لَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّ الْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ○ (سورۂ لقمان، آیہ ۲۷)

اب ان روایات سے ظاہر ہے کہ جو عالمِ امر سے نازل ہوتا ہے وہ پہلے اُولی الامر کے پاس نازل ہوتا ہے اور پھر وہ مواد مقدرہ میں جاری ہوتا ہے اور اس کا لازمہ ہے یہ کہ ولی امر اس کا عالم ہوتا ہے اور ان کا اپنے مسالک اور مجاری علوی و سفلی میں نازل ہونا اولی الامر کے لیے کافی ہے۔

ان تمام روایات سے سب سے واضح دلالت روایتِ مفضل ہے جو بصائر الدرجات سے بحار میں منقول ہے کہ مفضل نے امامؑ سے عرض کیا: آپؑ پر میری جان قربان، کیا اللہ بندوں پر ایک شخص کی اطاعت فرض کرتا ہے تو اس سے آسمان کی خبر چھپا دیتا ہے؟

امامؑ نے فرمایا: اللہ اپنے بندوں پر زیادہ کریم اور مہربان ہے کہ اپنے ایک بندے کی اطاعت لوگوں پر واجب قرار دے اور پھر صبح و شام آسمان کی خبریں اس سے چھپائے۔

بحار میں بصائر سے، ثمالی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا ہے: خدا کی قسم! عالم کبھی جاہل نہیں ہوتا کہ ایک شے کا عالم ہو اور اسی سے جاہل ہو۔ اور پھر فرمایا: اللہ کریم، عظیم ہے کہ ایک بندے کی اطاعت لوگوں پر فرض کر دے اور پھر اس بندے سے آسمان و زمین کی خبریں چھپا لے۔

بلکہ بعض اخبار سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آئمہ علیہم السلام کا علم تمام سماوی اُمور کے بارے میں اسی طرح سے ہوتا ہے جس طرح زمینی اُمور کا ان کو مکمل علم ہوتا ہے:

① بحار میں تفسیر قمی سے منقول ہے کہ امام ابا عبداللہ علیہ السلام سے جب آیت
وَ كَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ
کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا: ابراہیمؑ کو زمین اور اس کے اندر تمام اُمور اور آسمان اور اس کے اندر تمام اُمور دکھائے تاکہ علمِ یقین حاصل ہوجائے اور یہی چیز حضرت رسولؐ اللہ سے اور امیرالمومنینؑ سے سرزد ہوئی۔

② بصائر الدرجات میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ امامؑ نے فرمایا: حضرت ابراہیمؑ کے لیے ساتوں آسمان کھولے گئے حتیٰ کہ اُنھوں نے عرش تک اور اُوپر تک دیکھا اور زمین کے تمام طبقات کھولے گئے حتیٰ کہ ہوا کو بھی دیکھا اور حضرت محمد مصطفیؐ سے بھی ایسے ہوا اور ان کے بعد آئمہؑ سے بھی ایسے کیا۔

③ بصائر الدرجات میں بُریدہ اسلمی سے روایت ہے کہ رسولِؐ پاک نے فرمایا: یاعلیؑ! آپ کو اللہ تعالیٰ نے سات مقامات پر میرے ساتھ رکھا۔ جب دوسرے مقام پر پہنچا تو جبرئیلؑ آیا اور مجھے آسمانوں کی سیر کرانے لے گیا اور کہا کہ آپؐ کے بھائی کہاں ہیں؟ میں نے کہا: میں تو اسے اپنے پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔ تو جبرئیلؑ نے کہا: اللہ سے دعا کریں کہ وہ اُنھیں آپؐ کے پاس پہنچا دے، پس میں نے اللہ سے دعا کی تو آپ میرے ساتھ تھے۔ پھر مجھ پر ساتوں آسمان، ساتوں زمین کے اُمور کھول دیے گئے حتیٰ کہ میں نے ساکنین اور بنانے والوں کو دیکھا اور زمین و آسمانوں کے تمام ملائکہ کو دیکھا اور جو کچھ میں نے دیکھا وہی کچھ آپؐ نے دیکھا۔

④ بصائر میں روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: میں جو کچھ آسمانوں، زمینوں، جنتوں، جہنموں میں اور جو آج تک ہوا ہے اور جو قیامت تک ہوگا وہ سب جانتا ہوں۔

پھر فرمایا: سب کچھ میں نے کتاب اللہ سے حاصل کیا اور پھر ہاتھ پھیلائے اور

فرمایا: خدا فرماتا ہے: وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

پس ان مطالب کے لحاظ سے بہت زیادہ احادیث مروی ہیں جن کا شمار نہیں ہوسکتا، لہٰذا ان کثیر احادیث کے ذکر کی ضرورت نہیں اور ان تمام احادیث کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اور آئمہ معصومین علیہ السلام کے علم سے تمام آسمان، ان کے ساکنین، ان کے راستے، دروازے اور تمام احوال میں سے کوئی شے مخفی نہیں ہے۔

اعتراض: ان احادیث سے جو ظاہر ہوتا ہے کہ امام آسمان اور ان کے اندر تمام چیزوں کے اسی طرح عالم ہیں جس طرح زمین اور اس کے اندر چیزوں کو جانتے ہیں۔ لیکن احادیث سے اس افضلیت اور اعلمیت کا استفادہ نہیں جو حضرت علیؑ کے قول میں ہے کہ میں زمین کے راستوں سے آسمانوں کے راستے بہتر جانتا ہوں۔ پس تم پر ضروری ہے کہ اس اعلمیت اور افضلیت کی وجہ بیان کرو۔

جواب: حضرت علیؑ کا یہ فرمانا کہ میں طرقِ سماء کو زیادہ جانتا ہوں اس کے دو احتمال ہیں:

(۱) حضرت علیؑ کو آسمانوں کا علم پہلے سے ہو، کیوں کہ عالمِ شہود میں مقدرہ اُمور کی ابتدا آسمانوں پر ہوتی ہے اور انتہا زمین پر ہوتی ہے اور ابتدا مقدم ہوتی ہے انتہا سے۔ نیز اس سے پہلے ہوتی ہے پس ابتدا کا علم بھی پہلے ہوتا ہے اور انتہا کا علم بعد میں ہوتا ہے۔

(۲) حضرت علیؑ کا آسمانوں کے بارے میں علم اکمل اور اتم (مکمل) ہو، کیوں کہ رسولؐ اکرم اور آئمہ علیہم السلام ایسے انوار ہیں جنھیں خدا نے آدمؑ اور اس عالم سے دو ہزار سال یا چودہ ہزار سال یا پندرہ ہزار سال یا چالیس ہزار سال یا چار لاکھ سال یا ۲۴ لاکھ سال (باختلافِ روایات) پہلے پیدا کیا۔

اور اس طولانی مدت میں وہ سراوقاتِ عزت اور حجاباتِ عظمت عرشِ الٰہی اور

علوی سما کے سایے میں رہے اور پھر تکلیف کی مصلحتوں اور بندوں کی ہدایت کے لیے عالمِ شہود میں اُترے اور بشری لباس لینے اور زمین پر تھوڑی سی مدت رہے اور پھر اپنے اصلی وطن اور نورانی مسکن کی طرف لوٹ گئے (اور اس پر صحیح احادیث دلالت کرتی ہیں)۔ پس طولانی مدت جو انھوں نے ملاے اعلیٰ میں گزاری تو ان کا علم عالمِ ملکوت کے بارے میں زیادہ کامل اور اکمل ہے جب کہ عالمِ ناسوت میں بہت قلیل عرصہ رہے۔ لہٰذا یہاں کے بارے میں علم قدرے کم ہے۔

طرقِ سماء کا سلونی سے ارتباط

اب کلام یہ ہے کہ علّت کا معلول سے یعنی "میں طرقِ سماء کا اعلم ہوں" کا قول سَلُوْنِی قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ سے کیا ارتباط ہے۔

تو ارتباط کی وجہ یہ ہے کہ جب حضرتؑ نے لوگوں کو فتنوں اور آزمایشوں کے بارے میں سوال کا کہا تو اپنے دعویٰ کی علّت یہ بیان فرمائی کہ میں آسمانوں کے راستے زیادہ جانتا ہوں، کیوں کہ نیا فتنہ بھی تمام مقدر اُمورات کی طرح اپنے حدوث اور ظہور سے پہلے لوحِ سماوی میں لکھا ہوتا ہے اور اس کا علم لیلۃ القدر وغیرہ میں امامؑ پر نازل ہوتا ہے جس طرح ارشادِ قدرت ہے:

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتَابٍ (سورۂ حدید، آیہ۲۲)

"یعنی جو مصیبت آتی ہے اور جو زمین پر ہوتا ہے یا تمھارے نفوس میں ہوتا ہے ہم نے لکھا ہوا ہے اور اس کا حکم اس میں مصیبت یا واقعہ ہونے سے پہلے لکھا ہوتا ہے"۔

قمی نے روایت کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت میں فرمایا کہ صدق اللّٰہ کہ اپنے رسولوںؑ کو کتابِ آسمان کا علم دیا اور زمین میں لکھے ہوئے کے

فرمایا کہ صدق اللہ کہ اپنے رسولوںؑ کو کتابِ آسمان کا علم دیا اور زمین میں لکھے ہوئے کے بارے میں لیلۃ القدر وغیرہ میں ہمارے علوم ہوتے ہیں۔ پس حضرت علی علیہ السلام کا علم فتنوں وغیرہ کے بارے میں وہ ہے جو ان کو مبادی عالیہ اور طرفِ سماوی سے حاصل ہوتا ہے اس لیے حضرتؑ نے بہت اچھی علت بیان کی کہ میں آسمانی راستے سے زیادہ جانتا ہوں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آنے والے حوادث سے کتابِ قرآن میں جو آسمان سے زمین تک ایک لمبی رسّی ہے میں اپنے نبیؐ کو آگاہ کیا۔ بعض حوادث میں ظاہری آیات میں اور بعض حوادث کی باطنی آیات میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کو آگاہ فرمایا۔

جن حوادث سے ظاہر میں آگاہ کیا جیسے ارشادِ قدرت ہے:

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ○ (سورۂ عنکبوت، آیہ ۲)

مجمع میں جنابِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی پاکؐ نے فرمایا: ضرور فتنے آئیں گے جس سے اُمت کی آزمائش ہوگی تاکہ سچے کو جھوٹ سے تمیز دی جاسکے کیوں کہ وحی تو منقطع ہوجائے گی اور تلوار باقی رہے گی اور قیامت تک اختلاف رہے گا۔

اسی طرح ارشادِ قدرت ہے:

وَ مَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ

اس آیت میں بنی اُمیہ کے فتنے اور ان کی حکومت کی اخبار ہے۔ اور جو آیت دلالت کرتی ہے کہ آنے والے حوادث وغیرہ آیات کے مفاہیم میں درج ہیں اور وہ آیت ہے:

وَمَا مِنْ غَآئِبَۃٍ فِی السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ

''یعنی جو بھی اپنی مخلوق سے چھپایا ہے وہ تمام کا تمام اس کتابِ مبین میں موجود ہے''۔

بحارالانوار میں بصائر الدرجات سے امام ابوالحسن الاول کا فرمان ہے کہ قرآن میں ایسی آیات ہیں جن سے وہ تمام اُمور مراد ہیں جو اللہ نے گزشتہ نبیوں اور رسولوں کو عطا کیے ہیں۔ وہ تمام اُمور اُم الکتاب میں سے عطا کیے ہیں۔

ارشادِ قدرت ہے:

وَمَا مِنْ غَآئِبَۃٍ فِی السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ

اور پھر ارشادِ قدرت ہوتا ہے:

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا

پس ہم ہیں جنھیں خدا نے چن لیا ہے اور ہمیں اس قرآن کے علم کا وارث بنایا جس میں ہر شے کا ذکر موجود ہے۔

یہ وہ کلام تھا جس کی طرف میں نے ولایتِ علیؑ کے تمسک سے ہدایت حاصل کی اور حمدِ خدا ہے کہ اس نے ہمیں ولایتِ علیؑ کی ہدایت دی اور اگر وہ خدا ہدایت کی توفیق نہ دیتا اور ہم کبھی ہدایت حاصل نہ کرسکتے۔

اب اس کلام امیرالمومنینؑ کے معنی واضح ہوجانے کے بعد اس جملہ کی شرح کی طرف پوری توجہ کریں اور وہ قبل اَن تَشغُرَ بِرِجلِھَا فِتْنَۃ تَطَاءَ فِی خُطامِھَا۔

شارح بحرانی کا قول کہ اس فتنہ سے مراد بنی اُمیہ کا فتنہ اور ان کے ظالم حکمران ہیں اور جو لوگوں کو ان کے دورِ حکومت میں تکلیفیں آئیں گی۔ بشغرِ رِجلِھَا کنایہ ہے کہ یہ فتنہ اپنے مدبر سے خالی ہوگا جو اس میں کوئی تدبیر کرے، اُمور کو بچائے، جور کے وقت دین کو منظم کرسکے۔

اَقُولُ: اس فتنہ کو بنی اُمیہ کے فتنہ پر حمل کرنا درست ہے، کیوں کہ یہ اثبات کے سیاق میں نکرہ ہے جو عموم کے لیے مفید نہیں ہے۔ اور اس کے حضرت علیؑ کے زمانے سے بہت زیادہ قریب ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو مخاطبین پر ہی حمل کیا جائے۔ یہ زیادہ مناسب اور اولیٰ ہے تا کہ اس کے بارے میں لوگ پوچھیں اور اس سے نجات کے لیے چارا جوئی پوچھیں۔

ہاں بِشغرِ بِرجلِهَا کو اس فتنہ کے مدبر سے خالی ہونے سے کنایہ قرار دینا درست نہیں کیوں کہ ان کے خیال میں تشغر شغرة البلدة سے ماخوذ ہے۔ شہر کے محافظ کا نہ ہونا تو یہ درست نہیں۔ اس پر دو اِشکال ہیں:

① حضرتؑ کا قول بِرجلِهَا قرینہ ہے اس بات پر کہ یہاں شغر سے مراد مدبر سے خالی ہونا معنی درست نہیں۔

② اگر یہ قبول بھی کر لیں تو بھی فتنہ بنی اُمیہ کسی مدبر سے خالی نہیں۔ اس فتنے کے مدبر معاویہ بن ابی سفیان، عمرو بن العاص اللعین ہیں۔ مروان بن حکم، اموی حکمران جیسے گم راہ اور کافر لعنتی حکمران تھے اور ملائکہ اور لوگ اس فتنے کے مدبر تھے بلکہ ان حکمرانوں اور بنی اُمیہ کے رہبروں کے اوقات اسی فتنہ کی تدبیر اور ترویج میں خرچ ہوتے تھے۔

ہاں دینی اور شرعِ مُبین کے احکام، ان کے ایام میں معطل، دور شدہ اور اضطراب کی حالت میں تھے جن کا کوئی مدبر اور محافظ نہ تھا کیوں کہ خوف غالب تھا اور آئمہؑ حق کو دنیا بالکل ترک کر چکی تھی لہٰذا وہ شریعت کے ستونوں کے قائم کرنے اور شریعت کے مراسم کی حفاظت اور اصلاح کرنے کے امکان نہ رکھتے تھے۔

اعتراض: عن مدبر یُدبرھا سے شارح کی مراد ہے کہ اس فتنے کو دُور کرنے والا کوئی مدبر نہ تھا نہ کہ اس کی ترویج اور تقویت کرنے والا مدبر مراد ہے۔ اور اس پر فتنہ

شارح کا قول یحفظ الاُمور ویننتظم الدین ہے۔ جو اس مراد پر مخفی نہیں ہے۔

جواب: ہم تسلیم کرتے ہیں کہ شارح کے کلام کا ظہور دو جملوں کے معطوف کے قرینہ سے یہی ہے مگر حضرت علیؑ کا فرمان: قَبلَ اَنْ تَشغَرَ بِرِجلِهَا فِتنَةٌ تو اس مرادِ شارح پر اصلاً دلالت نہیں کرتا۔

اس فقرہ کی شرح میں میرا نظریہ یہ ہے کہ آپ نے فتنہ کو استعاریہ کے طور پر کنایۃً سرکش اُونٹ سے تشبیہ دی ہے جو پاؤں اُٹھاتا اور اپنے سامنے والے کو رگڑ دیتا ہے اور جو اس کے قریب ہو تو اسے رگڑ دیتا ہے کیوں کہ اسے پکڑنے والا کوئی نہیں ہوتا اور روکنے والا بھی نہیں ہوتا۔

اس اُونٹ سے استعارہ اس لیے ہے کہ وہ ہر ایک کو نقصان پہنچاتا ہے، کوئی روکنے والا نہیں ہوتا۔ اسی طرح بنی اُمیہ والا فتنہ بھی جب ظاہر ہوگا تو اس کے نقصان اور مفاسد سے روکنے والا کوئی نہ ہوگا۔

اور اس فتنہ سے مراد یہ ہے کہ بہت شدید ہوگا اور اس میں باطل کی قوت مضبوط ہوگی اور حق کمزور ہوگا اور اہلِ حق پر بھی گم راہی غالب آجائے گی۔

صاحبانِ عقل کی عقل بھی چلی جائے گی اور وہ بھی معرفتِ حق میں مشکوک ہوں گے اور ہدایت کا راستہ نہ پائیں گے اور اصلاح کی کوئی تدبیر نہ ہوگی۔ مگر جسے خدا اپنے فضل سے بچالے اور وہ صراطِ مستقیم پر قائم رہے اور وہ اللہ ہی صحیح راستے اور صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کرنے والا ہے۔

حضرت علیؑ کا چار صحابہ کے انجام کی خبر دینا

بحارالانوار میں الخصال اور امالی شیخ صدوقؒ سے نقل کرتے ہوئے جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت علیؑ نے خطبہ دیا تو حمد وثناء کے بعد فرمایا: لوگو! تمھارے منبر کے سامنے رسولؐ اللہ کے چار اصحاب موجود ہیں۔ یہ انس بن

مالک، والبراء بن عازب انصاری، والاشعث بن قیس الکندی اور خالد بن یزید البجلی۔
پھر حضرت نے انس بن مالک کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

تو نے رسولِ گرامی قدر کا یہ فرمان سنا تھا: من کُنتُ مولاہ فھذا علیٌ مولاہ لیکن تو نے آج ولایت کی گواہی نہیں دی، لہٰذا خدا تجھے برص میں مبتلا کرے گا۔

اے اشعث! تم نے (بھی) رسول اللہ کا یہ فرمان سنا تھا: من کُنتُ مولاہ فھذا علیٌ مولاہ اللّٰھم وَالِ مَن والاہ وعَادِ مَن عَادَاہُ پھر تو نے آج ولایت کی گواہی نہیں دی، پس چہرے کی کرامت ختم ہو جائے گی اور اے خالد بن یزید! تو نے بھی رسولِ پاک کا یہ فرمان سنا تھا نا: من کُنتُ مولاہ فھذا علیٌ مولاہ اللّٰھم وَالِ مَن والاہ وعَادِ مَن عَادَاہُ پھر بھی تو نے آج ولایت کی گواہی نہیں دی۔ پس تو جاہلیّت کی موت مرے گا۔

اے براء بن عازب! تو نے رسول پاک کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا نا: من کُنتُ مولاہ فھذا علیٌ مولاہ اللّٰھم وَالِ مَن والاہ وعَادِ مَن عَادَاہُ پھر بھی تو نے ولایت کی گواہی نہیں دی، پس تجھے موت وہاں آئے گی جہاں سے آئے تھے۔

جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں: خدا کی قسم! میں نے انس بن مالک کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ برص میں مبتلا ہوا، اشعث بن قیس کا چہرہ بدبخت ہو گیا اور وہ کہتا تھا کہ اللہ کی حمد ہے کہ حضرت علیؑ نے دنیا میں اندھا ہو جانے کی بدعا کی لیکن آخرت کے عذاب کی بددعا نہیں کی ورنہ عذاب (ضرور) ہوتا۔

اور خالد بن یزید مرا تو بنوکندہ گھوڑوں پر آئے اور اس کو زخمی کر کے مار دیا اور یہ جہالت کے زمانے کی موت تھی اور براء بن عازب کو معاویہ نے یمن کا حاکم بنایا اور وہ وہاں ہی مر گیا جہاں سے ہجرت کر کے آیا تھا۔

اس سے ظاہر ہوا کہ حفاظت کرنے والے مکلّف ہوتے ہیں کہ وہ دینی معاملات

میں اُمورِ مہمہ کی حفاظت کریں اور ان کی علم سے تخصیص اس لیے ہوتی ہے کہ اگر ان خطا کرنے والے ان کی طرف رجوع کریں تو اپنے علم کو نہیں چھپاتے۔

سَلُونِی قَبلَ اَن تَفقِدُونِی کا فرمان

شیخ صدوقؒ کا بیان ہے کہ اصبغ بن نباتہ نے روایت کی ہے کہ جب حضرت علیؑ کو خلافت نصیب ہوئی اور لوگوں نے بیعت کی تو مسجد نبویؐ میں اس شان سے تشریف لائے کہ رسولِ پاکؐ کا عمامہ، رسولِ پاک کی عبا، رسولِ پاک کے نعلین پہنے اور رسولؐ پاک کی تلوار لگاء ہوئے تھے۔ پس منبر پر تشریف لے گئے، اطمینان سے بیٹھنے کے بعد اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

اے لوگو! سَلُونِی قَبلَ اَن تَفقِدُونِی میرے سینے میں جو علم کا سمندر موج زن ہے یہ رسولؐ اللہ نے اپنے لعاب سے مجھے ایسے علم کی غذا دی جیسے پرندہ اپنے بچے کو غذا دیتا ہے۔ پس مجھ سے جو پوچھنا چاہو پوچھو کیوں کہ میرے پاس اوّلین اور آخرین سب کا علم ہے۔

اور خدا کی قسم! اگر ایک علمی مسند بچھا دی جائے اور میں تکیہ لگا کر بیٹھ کر علم بیان کروں تو اہلِ تورات کو ان کی تورات کے مطابق ایسا علم بیان کروں گا کہ تورات بول کر کہے گی کہ حضرت علیؑ نے سچ فرمایا اور وہی بتایا جو اللہ نے مجھ میں نازل کیا ہے۔ اور اہلِ انجیل کو ان کی انجیل کے مطابق ایسا جواب دوں گا کہ انجیل بول کر کہے گی کہ علیؑ صادق ہے، وہی جواب دیا جو مجھ میں خدا نے نازل کیا ہے۔

اور اہلِ قرآن کو قرآن کے مطابق ایسا بیان دوں گا کہ قرآن بول اُٹھے گا کہ علیؑ سے بڑا صادق نہیں، وہی بولا جو مجھ میں نازل ہوا ہے۔ تم تو اس قرآن کی صبح و شام تلاوت کرتے ہو، کیا تم میں سے کوئی ایک ہے جو بتا سکے کہ یہ کس کے بارے میں نازل ہوا۔ اگر قرآن میں ایک یہ آیت یَمحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَ یُثبِتُ وَ عِندَہٗٓ اُمُّ

الْکِتٰبِ نہ ہوتی تو میں تمھیں ماضی، حال اور قیامت تک کے حالات سے آگاہ کرتا۔

پھر فرمایا: سَلُوْنِی قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ پس خدا کی قسم! جس نے انگوری پیدا کی اور انسان کو خلق کیا، اگر تم مجھ سے ایک ایک آیت کے بارے میں پوچھو کہ رات کو نازل ہوئی یا دن کو، مکہ میں یا مدینہ میں نازل ہوئی، سفر میں یا حضر میں نازل ہوئی۔ ناسخ ہے یا منسوخ ہے، محکم ہے یا متشابہ، اس کی تاویل کرنی ہے یا تنزیل بتاتی ہے تو سب کا علم میرے پاس ہیں۔

پس ایک شخص اُٹھا جسے ذعلب کہتے تھے اور جو بلیغ خطیب اور دل کا شجاع تھا، اور کہا کہ آج ابوطالبؑ کے بیٹے نے بڑی بلندی اور مشکل ترین مقام کا دعویٰ کیا ہے، لہٰذا آج ایک مشکل سوال کر کے تمھارے سامنے اسے لاجواب اور شرمندہ کر دیتا ہوں۔

اس نے کہا: اے امیرالمومنینؑ! کیا آپؑ نے اپنا رب دیکھا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اے ذعلب! تجھ پر ہلاکت ہو میں کیسے اس رب کی عبادت کرتا ہوں جس کو دیکھا ہی نہ ہو۔

اس نے کہا: دیکھا ہے تو اس کی تعریف اور صفت بیان کرو؟

آپؑ نے فرمایا: اے ذعلب! میرا رب دُوری اور قرب سے تعریف نہیں کیا جاسکتا۔ نہ وہ حرکت کرتا ہے اور نہ سکون، نہ وہ قائم ہے اور نہ (متحرک) آتا جاتا ہے۔ لطافت کا ایسا لطیف ہے کہ اس کے لطف کی توصیف نہیں ہوسکتی۔ عظمت کا ایسا عظیم ہے کہ عظمت کی تعریف نہیں ہوسکتی۔ سب کبریاؤں سے کبیر ہے لیکن کبر سے اس کی توصیف کرنا ممکن نہیں۔ جلالتوں سے جلیل ہے لیکن سختی سے اس کا وصف بیان نہیں ہوسکتا۔ رحمتوں پر رحیم ہے لیکن نرمی سے اس کی توصیف ناممکن ہے۔

وہ مومن ہے لیکن عبادت کے ذریعے نہیں۔ بولتا ہے لیکن لفظوں سے نہیں۔ وہ ایک شے ہے لیکن کسی شے کی طرح نہیں۔ ان اشیاء سے خارج ہے لیکن ان سے جدا

نہیں۔ ان اشیاء میں داخل ہے لیکن ان میں ممزوج ومخلوط نہیں۔ وہ ہر شے سے بلند ہے مگر کوئی شے اس سے بلند نہیں ہے۔ وہ ہر شے کی طرف رہنمائی کرتا ہے مگر اس کا کوئی راہنما نہیں۔ وہ اشیاء میں داخل ہے لیکن ایسے نہیں جیسے ایک شے دوسری شے میں داخل ہو جاتی ہے۔

پس یہ سن کر ذعلب بے ہوش ہو کر گرا اور پھر کہا: خدا کی قسم! آج تک میں نے ایسا جواب نہیں سنا۔ خدا کی قسم! اب میں اس قسم کا سوال کبھی نہ کروں گا۔

پھر حضرت علیؑ نے فرمایا: سَلُوْنِی قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ۔

اب اشعث بن قیس اُٹھا اور کہا: اے امیر المومنینؑ! مجوسیوں سے جزیہ کس طرح لیں گے جب کہ ان پر نہ کتاب نازل ہوئی ہے اور نہ کوئی نبی آیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ہاں، اے اشعث! ان پر بھی کتاب نازل ہوئی ہے اور ان پر رسولؐ بھی آیا تھا لیکن اس قوم کے مست بادشاہ نے اپنی بیٹی سے زنا کیا اور قوم نے بادشاہ کے اس فعلِ بد پر چشم پوشی کی اور بادشاہ کو کہا: اے بادشاہ! تو نے ہمارے دین کو برباد کر دیا اب گھر سے باہر نکلو تاکہ تجھے پاک کریں اور تجھ پر حد جاری کریں۔

بادشاہ نے کہا: تم سب میری بات غور سے سنو، اگر اپنی بیٹی سے مباشرت کر کے میں نے فعلِ بد کیا ہے تو تم بتاؤ کہ اللہ کی سب سے مکرم مخلوق حضرت آدمؑ اور حواؑ ہیں۔

لوگوں نے کہا: بالکل تو نے سچ کہا۔

بادشاہ نے کہا: کیا اُنھوں نے اپنے بیٹوں کی شادی اپنی بیٹیوں سے نہیں کی تھی؟

لوگوں نے کہا: ہاں یہ تو دینی بات ہے، اور پھر وہ بادشاہ سے راضی ہو گئے جس کی وجہ سے ان کے دلوں سے خدا نے علم کو محو کر دیا اور کتاب کو اُٹھا لیا۔ پس یہ کافر ہو گئے اور جہنّم میں بغیر حساب کے جائیں گے اور منافقین کا حال ان سے زیادہ بُرا ہوگا۔

اشعث نے کہا: خدا کی قسم! آج تک میں نے ایسا کوئی جواب نہیں سنا اور پھر

میں کبھی یہ سوال نہیں کروں گا۔

پھر حضرتؑ نے فرمایا: سَلُونِی قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُونِی

تو ایک شخص دُور والوں سے اُٹھا جس نے عصا کی ٹیک لگائی ہوئی تھی اور چلتا ہوا حضرت امیر علیہ السلام کے قریب آیا اور کہا: اے امیر المومنینؑ! مجھے ایسا عمل بتائیں کہ اس پر عمل کرنے سے میں جہنم سے بچ جاؤں۔

حضرت علیؑ نے اُسے جواب دیا کہ اے شخص! پہلے سنو پھر سمجھو اور پھر یقین کرلو کہ دنیا تین چیزوں پر قائم ہے۔ ایک وہ عالم جو اپنے علم پر عمل کرتا ہے۔ دوسرا غنی اور دولت مند جس کی دولت سے اہلِ دین اور مستحق لوگ فائدہ حاصل کریں۔ تیسرا صابر فقیر ہے۔

پس جب عالم اپنا علم ظاہر کرے گا، غنی دولت مند شخص بخل کرے گا اور فقیر صبر نہ کرے گا تو پھر بربادی اور تباہی ہے۔ اس سے عارفین کی معرفت ہوتی ہے اور گھر اپنی ابتدا کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ یعنی ایمان کے بعد کفر اختیار کرلیتے ہیں۔

اے سائل! تمھیں مساجد کی کثرت دھوکے میں نہ رکھے اور قوم کے اجتماع دیکھ کر مطمئن نہ ہونا کیوں کہ ان کے جسم تو جمع ہیں لیکن دل مختلف ہیں۔

اے لوگو! لوگ تین طرح کے ہیں: زاہد، راغب اور صابر۔

زاہد وہ ہوتا ہے کہ دنیاوی شے جب حاصل ہوجائے تو خوش نہیں ہوتا اور دنیاوی شے ضائع ہوجائے تو غمگین نہیں ہوتا۔

ہاں راغب وہ ہوتا ہے کہ جو دنیاوی مال اُسے مل جائے اس کی پروانہ کرے کہ حلال سے آیا ہے یا حرام سے۔

اور صابر وہ ہوتا ہے جو دل میں تمنا دنیا کی کرتا ہے لیکن اگر دنیا میں کچھ حاصل ہوجائے تو اس سے اپنے آپ کو روک لیتا ہے جب کہ اس کے بُرے انجام کو نہیں جانتا۔

اس شخص نے کہا: اے امیر المومنینؑ! آج کے زمانے میں مومن کی کیا نشانی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ دیکھتا ہے کہ جو حق اللہ نے اس پر واجب قرار دیا تو اسے ادا کرتا ہے اور جو چیز خدا کی مخالفت میں ہے اس سے برأت حاصل کرتا ہے اگرچہ اس کا شدید حاجت مند ہو۔

اس شخص نے کہا: اے امیر المومنینؑ! آپؑ نے سچ فرمایا۔

پھر وہ شخص غائب ہوگیا اور ہم نے نہ دیکھا تو لوگوں نے تلاش کیا لیکن نہ پایا۔

پھر حضرت علیؑ مسکرائے اور فرمایا: تم کیا ڈھونڈ سکتے ہو یہ میرے بھائی خضر علیہ السلام تھے۔

پھر فرمایا: سَلُونِی قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُونِی

اب کوئی شخص نہ اُٹھا اور اپنے بیٹے حسن علیہ السلام سے فرمایا: اے حسنؑ! اُٹھو اور منبر پر آؤ اور ایسا خطبہ دو کہ قریش میرے بعد تجھے بھلا نہ دیں اور یہ کہیں کہ حسنؑ بن علیؑ نے کوئی کلام نہیں کیا۔

امام حسین علیہ السلام نے عرض کیا: بابا کیف اصعد۔ میں کیسے منبر پر آؤں اور بولوں اور آپ لوگوں میں بیٹھے مجمع میں سنتے اور دیکھتے رہیں (یعنی میں خطاب کروں اور آپ سامع بنیں)۔

آپؑ نے فرمایا: میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوجائیں، میں آپ سے چھپ جاؤں گا میں آپ کی تقریر سنوں گا اور دیکھوں گا جب کہ آپ مجھے نہ دیکھ سکیں گے۔ پس امام حسن علیہ السلام منبر پر تشریف لائے، اللہ کی حمد وثنا اور نبی پاکؐ اور آل پر درود وسلام کے بعد فرمایا:

ایّھا الناس! اے لوگو! میں نے اپنے نانا سے خود سنا ہے کہ فرمایا: اَنَا مَدِینَۃُ العِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا، کیا دروازے کے بغیر کوئی شہر میں آسکتا ہے؟ پھر منبر سے اُترے تو حضرت علیؑ نے ان کو گلے سے لگایا اور سینے سے سینہ لگایا۔

پھر حضرت علیؑ نے اپنے بیٹے حسینؑ نواب کربلا سے فرمایا: بیٹے اُٹھو اور برسرِ منبر

کچھ کلام کروتا کہ قریش کو میرے بعد تمھاری معرفت ہو جائے اور یہ نہ کہیں کہ امام حسینؑ نے ہمیں کوئی کمال نہیں دکھایا لیکن تمھاری تقریر اپنے بھائی کی تقریر کی تکمیل میں ہو۔

امام حسینؑ منبر پر تشریف فرما ہوئے، خداوند قدوس کی حمد وثنا کی اور محمدؐ و آلِ محمدؑ پر درود وسلام پڑھا، پھر فرمایا:

اے لوگو! میں نے خود رسولؐ اللہ سے سنا ہے کہ علیؑ ہدایت کا شہر ہیں اور جو اس شہر میں داخل ہو گیا، نجات پا گیا جب کہ جو اس شہر میں داخل نہ ہوا وہ ہلاک ہو گیا۔

پس منبر سے اُترے تو حضرت علیؑ نے بڑھ کر ماتھا چوما اور اپنے سینے سے لگایا اور پھر فرمایا: اے لوگو! اب گواہی دو اور ہمیشہ کے لیے گواہ بن جاؤ کہ یہ دونوں رسولؐ کے فرزند اور ان کی دو امانتیں ہیں جو انھوں نے مجھے سونپی تھیں اور اب ان دونوں کو میں تم میں بطور امانت چھوڑتا ہوں۔

اے لوگو! بروزِ قیامت رسول اکرمؐ ان دونوں کے بارے میں تم سے ضرور پوچھیں گے۔ (انتھی کلام)

شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے یہی روایت اپنی امالی میں مجلس نمبر ۵۵ میں ذکر کی ہے اور اسی سند کے ساتھ اپنی کتابِ توحید میں بھی تذکرہ کیا ہے۔ اور یہ بھی جان لینا چاہیے کہ حضرت امیر علیہ السلام کی ذعلب کے جواب میں جاری شدہ کلام نہج البلاغہ میں بھی موجود ہے اور وہ ہے خطبہ نمبر ۱۷۷، جس کی ابتدا میں یہ لکھا ہے کہ حضرت کی وہ کلام جو ذعلب یمانی کے سوال کے جواب میں جاری ہوئی۔ جب ذعلب یمانی نے کہا تھا کہ کیا آپ نے رب کو دیکھا ہے؟ تو حضرتؑ نے جواب دیا: میں کیسے عبادت کرتا ہوں ایسے رب کی جسے دیکھا بھی نہ ہو۔ پھر اس نے پوچھا کہ اگر دیکھا ہے تو وہ کیسا ہے؟

سَلُوْنِی عَنْ طُرُقِ السَّمَاءِ

حضرت علی علیہ السلام ایک دن خطبہ دے رہے تھے کہ آپؑ نے فرمایا: سَلُوْنِی

عَنْ طُرُقِ السَّماواتِ فَاِنِّی اَعرف بها من یطرق الارض "مجھ سے آسمان کے راستے پوچھوں کہ میں آسمانی راستوں کو بہتر جانتا ہوں"۔

فقام رجل من القوم فقال یا أمیر المؤمنین أین جبرائیل هذا الوقت؟ فقال علی (علیه السلام) دعنی أنظر فنظر الی فوق، و اِلی الارض. ویمنة ویسرة. فقال (علیه السلام) أنت جبرائیل فطار من بین القوم وشقَّ سقف المسجد بجناحه فکبّر النَّاس وقالوا الله اکبر! یا أمیر المؤمنین من أین علمت أن هذا جبرائیل؟ فقال (علیه السلام) أنی لما نظرت الی السماء بلغ نظری اِلی ما فوق العرش والحجب، ولما نظرت الی الارض خرق بصری طبقات الأرض الی الثری، ولما نظرت یمنة ویسرة رأیت ما خُلق، ولم أر جبرائیل فی هذه المخلوقات فعلمت انه هو؟

"ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا: اے امیرالمومنینؑ! جبرئیلؑ کہاں ہے؟ مجھے کائنات میں دیکھنے دو، پس اُوپر دیکھا، پھر زمین کی طرف دیکھا، پھر دائیں اور بائیں دیکھا تو فرمایا کہ انت جبرئیلؑ "تم ہو جبرئیلؑ"۔ تو وہ وہاں سے پرواز کر گیا اور مسجد کی چھت میں سوراخ ہوگیا۔ تو لوگوں نے تکبیر کہی اور عرض کیا: یا امیرالمومنینؑ! آپ نے کیسے معلوم کیا کہ یہ جبرئیلؑ ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جب میں نے آسمان کی طرف نظر اُٹھائی تو عرش اور حجاب ہائے قدرت تک دیکھا اور جب زمین کی طرف نظر

دوڑائی تو تحت الثریٰ تک دیکھا، پھر دائیں بائیں دیکھا اور پوری
کائنات میں نظر دوڑائی لیکن مجھے کہیں بھی جبرئیلؑ نظر نہ آئے،
لہٰذا مجھے یقین ہو گیا کہ یہی جبرئیلؑ ہیں"۔

جناب شیخ مفیدؒ نے "الاختصاص" میں عبداللہ بن مسعود سے روایت بیان کی ہے کہ میں نے جناب سیدہ فاطمۃ الزہراءؑ سے پوچھا: اَینَ بَعلُكِ آپ کے شوہر کہاں ہیں؟ تو اُنھوں نے فرمایا: وہ آسمانوں پر عروج کر گئے ہیں۔

میں نے عرض کیا: وہ کیوں؟

آپؑ نے فرمایا: کچھ ملائکہ کا آپس میں اختلاف ہو گیا ہے۔ انھوں نے کسی شخص کو فیصل بنانے کا سوال کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو وحی کی کہ جس آدمی کو چاہتے ہو اختیار کرو تو ملائکہ نے حضرت علیؑ کو چنا ہے۔

علم کی تعریف برائے حضرت کمیلؒ

جناب کمیل بن زیاد نخعی فرماتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے ایک دن میرا ہاتھ پکڑا اور صحرا میں لے گئے۔ ایک لمبی سانس لی اور فرمایا:

یَا کُمَیلُ اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوبَ اَوْعِیَةٌ فَخَیرُهَا اَوْعَاهَا
فَاحفَظ عَنِّي مَا اَقُولُ لَكَ:

النَّاسُ ثَلَاثَةٌ: فَعَالِمٌ رَبَّانِيٌّ، وَمُتَعَلِّمٌ عَلَى سَبِيلِ نَجَاةٍ
وَهَمَجٌ رَعَاعٌ اَتبَاعُ كُلِّ نَاعِقٍ يَمِيلُونَ مَعَ كُلِّ رِيحٍ،
وَلَمْ يَستَضِيئُوا بِنُورِ العِلمِ وَلَمْ يَلجَأُوا اِلَى رُكنٍ وَثِيقٍ
يَاكُمَيلُ ، اَلعِلمُ خَيرٌ مِنَ المَالِ، اَلعِلمُ يَحرُسُكَ وَاَنتَ
تَحرُسُ المَالَ وَالمَالُ تَنقُصُهُ النَّفَقَةُ، وَالعِلمُ يَزكُو عَلَى
الاِنفَاقِ، وَصَنِيعُ المَالِ يَزُولُ بِزَوَالِهٖ

يَاكُمَيْلُ ، الْعِلْمُ دِينٌ يُدَانُ بِهِ ، بِهِ يَكْسِبُ الْإِنْسَانُ الطَّاعَةَ فِي حَيَاتِهِ ،وَجَمِيلَ الْأُحْدُوثَةِ بَعْدَ وَفَاتِهِ ، وَالْعِلْمُ حَاكِمٌ وَالْمَالُ مَحْكُومٌ عَلَيْهِ.

يَاكُمَيْلُ ، هَلَكَ خُزَّانُ الْأَمْوَالِ وَهُمْ أَحْيَاءٌ وَالْعُلَمَاءُ بَاقُونَ مَا بَقِيَ الدَّهْرُ أَعْيَانُهُمْ مَفْقُودَةٌ، وَأَمْثَالُهُمْ فِي الْقُلُوبِ مَوجُودَةٌ ، هَا إِنَّ هَهُنَا لَعِلْمًا جَمًّا، واشار بيده الى صدره، لَوْ أَصَبْتُ لَهُ حَمَلَةً، بَلٰى أُصِيبُ (أَصَبْتُ) لَقِنًا غَيْرَ مَأْمُونٍ عَلَيْهِ مُسْتَعْمِلًا آلَةَ الدِّينِ لِلدُّنْيَا، وَمُسْتَظْهِراً بِنِعَمِ اللهِ عَلٰى عِبَادِهِ، وَبِحُجَجِهِ عَلٰى أَولِيَائِهِ ، أَوْ مُنْقَاداً لِحَمَلَةِ الْحَقِّ لَا بَصِيرَةَ لَهُ فِي أحنائِهِ، يَنْقَدِحُ الشَّكُّ فِي قَلْبِهِ لِأَوَّلِ عَارِضٍ مِنْ شُبْهَةٍ أَلَا لَاذَا وَلَا ذَاكَ، أَو مَنْهُومًا بِاللَّذَّةِ سَلِسُ الْقِيَادِ لِلشَّهْوَةِ ، أَوْ مُغْرَمًا بِالْجَمْعِ وَالْإِدِّخَارِ، لَيْسَا مِنْ رُعَاةِ الدِّيْنِ فِي شَيءٍ أَقْرَبُ شَيءٍ شَبَهًا بِهِمَا الْأَنْعَامُ السَّائِمَةُ، كَذَلِكَ يَمُوتُ الْعِلْمُ بِمَوْتِ حَامِلِيهِ.

اے کمیلؓ! یہ دل ظرف ہیں اور بہترین ظرف وہ ہے جو سب سے زیادہ مظروف کی حفاظت کر سکے، پس جو کہہ رہا ہوں اسے یاد کرلو کہ لوگ تین قسم کے ہیں:

(۱) عالم ربانی (۲) طالب علم برائے نجات (۳) جاہل، جو ہر آواز کے پیچھے دوڑتے ہیں جیسے ہوا کے جھونکے کے ساتھ اسی رُخ پر جھک جاتے ہیں وہ نورِ علم سے روشنی حاصل نہیں کرتے اور کسی

باوثوق رکن کی طرف پناہ نہیں لیتے۔
اے کمیلؓ! علم مال سے بہتر ہے، علم تمھاری حفاظت کرتا ہے اور مال کی تمھیں حفاظت کرنا پڑتی ہے۔ مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے جب کہ علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔ مال اور دولت سے عزت عارضی ہوتی ہے (جب کہ علم سے دائمی)۔
اے کمیلؓ! علم ایسا دین ہے جس کا بدلہ دیا جائے گا اس علم کے ذریعے دنیا میں اللہ کی اطاعت حاصل کی جاسکتی ہے اور مرنے کے بعد نئے نئے تمغے حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ نیز علم حاکم ہے اور مال محکوم۔
اے کمیلؓ! اموال کے خزانوں والے ہلاک ہوگئے جب کہ اہلِ علم زندہ ہیں۔ علماء اس وقت تک باقی ہیں جب تک زمانہ باقی ہے۔ ان کے جسم تو غائب ہوگئے لیکن ان کی یادیں دلوں میں موجود ہیں۔
ہاں ان پسلیوں کے درمیان علم کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے۔ (ہاتھ سے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) کاش اس علم کو لینے والے اور برداشت کرنے والے ہوتے، لیکن افسوس ہے کہ ایسے لوگ نہیں۔ اگر ہیں تو غیر محفوظ اور دین کو دنیا کے لیے استعمال کرنے والے۔ اللہ کی نعمت کے ذریعے لوگوں پر تکبر کا اظہار کرتے ہیں۔ اللہ کے اولیا (دوستوں) پر حجت بن جاتے ہیں یا ایسے اہلِ حق پائے جاتے ہیں جن کی بصیرت نہیں ہوتی۔ ایک شبہ عارض ہوتے ہی اس کے دل میں شک پیدا

ہو جاتا ہے۔

خبردار! نہ وہ درست ہیں اور نہ یہ درست ہیں۔ یا پھر لذتوں میں مدہوش لوگ موجود ہیں یا دنیا کو جمع اور ذخیرہ کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی دین کی رعایت کرنے والا نہیں۔ اسی طرح اہلِ علم کے مرنے سے علم مر جاتا ہے''۔

توضیح معانی

کمیل بن زیاد حضرت علی علیہ السلام کے خواص اور راز دان شمار ہوتے ہیں۔ ان کی صحیح معرفت نہیں حاصل کی گئی اور کسی نے ان کو ظاہر نہ کیا پس وہ راز کا راز ہی رہے۔

رجالِ کبیر میں ہے کہ کمیل بن زیاد نخعی حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے یمن کے رہنے والے خاص صحابی ہیں۔

ان کی طرف منسوب دعا بھی مشہور ہے۔ انھیں حجاج نے قتل کیا اور حضرت امیر علیہ السلام نے ان کو ان کی شہادت کی خبر دے دی تھی کیوں کہ یہ ان کے خواص میں تھے اور علامہ بہبانی نے رجالِ کبیر میں اپنے حاشیہ میں لکھا کہ کمیل حضرت علیؑ کی طرف سے عراق کے نواہی علاقوں کے والی بھی تھے۔

اور جنابِ کمیل کے مقام کی غماز ان کی مشہور دعا ہے جو تمام دنیا میں جاری و ساری ہے اور اس دعا کو شب ہائے جمعہ میں بلند آواز اور آہستہ آواز سے پڑھا جاتا ہے اور دوسری چیز ان کی معرفت وہ حدیث ہے جس میں نفس اور اس کی اقسام کا بیان ہے جسے شیخ بہائی نے اپنے کشکول میں ذکر کیا ہے۔

اور تیسری معترف وہ حدیث ہے جس میں حقیقت کا سوال ہے اور یہ بہت نادر حدیث ہے، البتہ اس کی ند معلوم نہیں۔ اگرچہ اس کا متن اعلیٰ ہے اور یہ عرفان کے مراتب میں دقیق اسرار میں سے ہے۔

جناب کمیل کی حضرت امیر المومنینؑ سے صحبت مشہور بین الفریقین ہے جس سے یقین ہو جاتا ہے کہ یہ بات صحیح ہے اور اس سے جنابِ کمیل کا عظیم المرتبہ ہونا بھی مسلّم ہے۔ حضرت امیر علیہ السلام نے اس حدیث میں ایک خاص مکتب بنایا ہے اور حضرت نے ہی اُمت اسلامیہ میں اس قسم کے مکاتب کی بنیاد رکھی اور ادب، عرفان، فقہ اور تفسیر سے مختلف علوم کی تدریس کو شروع کیا۔ پس تمام علمی اسلامی طریقے انھیں تک منتہی ہوتے ہیں۔

اور حضرت امیر علیہ السلام کا مسجدِ کوفہ میں عمومی مکتب تھا جس میں ہر مذہب و مسلک کا شخص خواہ دوست ہو یا دشمن، علم حاصل کرتا تھا۔

اور حضرت امیر علیہ السلام نے ایک خصوصی مکتب اپنے شیعوں، معتقدوں، دوستوں اور اپنے معتمدین کے لیے بنایا تھا جس میں حضرت ان کے لیے حق کے معارف اور مذہب امامیہ کے اصول کی تشریح کرتے تھے اور یہ خصوصی مکتب جنابِ کمیل بن زیاد کے لیے بنایا گیا تھا۔ نیز یہ اجنبیوں، غیروں، عامیوں کی نظروں سے اوجھل تھا۔

یہ خصوصی مکتب صحرائی مکتب تھا جو صاف آسمان کے نیچے ہوتا تھا اور ایسی زمین پر مزین ہوتا تھا جو کسی صنعت اور بشری فنون سے خالی طبعی زمین ہوتی تھی۔ اس میں حقیقت اور حق کے علاوہ کچھ نہ تھا اور کتاب کون و مکان اور طبقہ مؤلف کے صفحات قدرتِ الٰہی کے ہاتھ میں تھے۔

یہ مکتب مشائی تھا جو ارسطا طالیس کی سیرت کو اپنے شاگردوں کے لیے اعلیٰ تعلیمات کی تمثیل ظاہر کرتا تھا۔ یہ مکتب اشراقی، افلاطون کی مخلوق سے دُور رہ کر حقائق کو کشف کرنے کی تمثیل کی خبر دیتا تھا۔

یہ مکتب تربوی ایسا اخلاقی مکتب تھا کہ ترک وسقوط سے اکثر طلبہ اور اصحاب دعویٰ کو وہم وگمان کا نشانہ بنا دیتا تھا اور یہ مکتب حق کی طرف رہنمائی کرتا تھا۔ (فیما غورث کی

حکایت کے مطابق) کہ اس نے طالب علم کے لیے ایسا مکتب اخلاقی بنایا جسے کئی درجوں میں تقسیم کیا، ایک جماعت حلم کی تربیت کے لیے، ایک جماعت عفت کی تربیت دینے کے لیے حتیٰ کہ طالب علم ان صفوں میں کامیابی کے بعد ایسی جماعت تک پہنچ جاتا تھا جو موت کی کلاس تھی اور پھر وہ مرجاتا تھا پس اس کو کفن دیا جاتا اور کچھ عرصہ کے لیے سرداب میں دفن کیا جاتا۔

اور یہ انتہائی امتحان ہوتا تھا، پس اگر اس امتحان میں کامیاب ہو جاتا تو پھر استاد فیثاغورث کی کلاس میں جاتا تھا جنھوں نے اپنے اسرارِ عالم کو دیوار پر لکھا ہوا تھا اور وہ کہتا تھا کہ اے بیٹا! اب تیرے لیے ان علم سطروں اور اسرارِ عرفانیہ سے استفادہ کرنا آسان ہوگا۔

اس حدیث میں یہ ذکر نہیں کہ حضرت علیؑ جناب کمیلؒ کو صحرا میں رات کی تاریکی میں لے گئے لیکن غور کرنے سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ خلوت روحانی رات میں ہی حائل ہوتی ہے اور اس صحبت کے متعلق یہ بھی معلوم نہیں کہ صفین کی جنگ سے پہلے تھی یا بعد میں ہوئی۔ اگرچہ حضرت علیؑ کے ٹھنڈے سانس لینے اور صحرا میں لے جانے سے یہ استشمام ہوتا ہے کہ یہ صحابیت صفین، خوارج کے فتنے اور اہلِ کوفہ کی ذلت کے بعد ہوئی کیوں کہ اسی صحبت کے دوران میں حضرت افسوس کی آہیں بھرتے رہے۔ اور ظاہر ہے کہ کمیل اپنے ایمان اور عقیدہ کی راہ میں جہاد کرتے کرتے شہید ہو گئے اور اپنی زندگی فاضل آزاد مردوں کے لیے نمونہ بنا دی۔ ایسی زندگی کہ جو ایک عقیدہ اور جہاد ہے۔

حضرت امیر المومنینؑ اس خلوت کی محفل میں استادِ اجتماعی کے مقام پر تھے جو اُمت کے مزاج کو جانتے تھے اور اُمت کی گہری تحلیل کی اور اسی اُمت کو تین قسم کے لوگوں میں منقسم قرار دیا۔

❶ العالم الربانی، جس پر اللہ پردۂ غیب سے یا کتاب کی وحی سے یا رسول کے ذریعے یا اس رسول کے قائم مقام کے ذریعے علم دل میں القاء کرتا ہے۔ اور ان انبیا و اوصیاء کا شاگرد۔ صحیح روایت اور نجات کے راستے پر ہوتا ہے۔

❷ اور عام لوگ جو بھیڑیوں کی طرح اِدھر اُدھر بھاگتے رہتے ہیں اور ہر ہوا کے جھونکے کے سامنے جھک جاتے ہیں اور ہر آواز کے پیچھے بھاگ پڑتے ہیں، ان کے دل تاریک ہوتے ہیں اور ساری زندگی شک اور حیرانی میں گزارتے ہیں۔

پھر حضرت امیر علیہ السلام نے علم اور مال کے فرق ظاہر کرنے کے لیے عمدہ فضائل بیان فرمائے۔ علم کی تحصیل کی ترغیب دی اور مال و ذخیرہ کے جمع کرنے سے پرہیز کرنے کو کہا۔

❸ پھر طلابِ علم کے لیے اخلاقی برتاے کو منظم کرنے کا پروگرام بنایا اور ان پروگراموں سے چار قسم کے لوگوں کو چھوڑ دیا اور ان کو اپنے مکتبِ روحانی سے نکال دیا۔

① منافق جس کا اپنی معلومات پر ایمان نہیں ہوتا بلکہ اس کی یہ تعلیم اور علم صرف زبان پر ہوتا ہے، دل میں نہیں ہوتا اور اس کے علم حاصل کرنے کا مقصد دنیا کی تلاش ہوتا ہے۔ وہ بلند مرتبوں پر فائز ہو کر لوگوں پر تسلط جماتا ہوتا ہے جیسے طلحہ، زبیر، معاویہ وغیرہ۔

انھی لوگوں کی کثرت لشکر کی مشکل میں جنگِ جمل، صفّین میں حضرت علیؑ کے مدمقابل تھی، انھوں نے ملّتِ اسلامی میں تفرقہ ڈالا اور اپنے علم سے حضرت علیؑ کے خلاف احتجاج کیا اور عام بے خبر لوگوں کو دھوکا دیا اور ان کو اپنے ساتھ ملا لیا۔

② بے وقوف دین دار، جن میں اپنے علم کو حوادث پر تطبیق کرنے کی بصیرت نہیں ہوتی، حوادثات سے ان کے دلوں میں شک پیدا ہو جاتا ہے اور وہ خوارج (کے مثل) ہیں جو حکمین کے فیصلے کے بعد حضرت علیؑ کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور یہ لوگ حضرتؑ کے بڑے صحابیوں میں سے تھے جو لوگوں کے لیے کوشش کرتے تھے۔

ساری رات عبادت کرنے والے اور دن کو روزہ رکھنے والے تھے لیکن عجب بے وقوفی میں مبتلا ہوئے اور عجب کاموں کا ارتکاب کیا جن کی طرف ہم بطورِ نمونہ اشارہ کرتے ہیں۔

یہ لوگ حضرت علیؑ سے جدا ہوئے تو مسلمانوں کو قتل کیا اور جاہلیّت کی طرح قتل وغارت کے بعد مخالفین کے اموال کو غنیمت سمجھ کر لوٹتے رہے۔ یہ اکثر نجد کے علاقہ سے تھے۔

۲ قیدیوں کو محکم سمجھتے تھے اور ان سے حضرت امیر علیہ السلام کے بارے میں سوال کرتے تھے کہ کیا وہ کافر ہیں یا مسلمان؟ اگر وہ جواب دیتے کہ کافر ہے تو انھیں چھوڑ دیتے اور مصافحہ بھی کرتے اور اپنے ساتھ شامل کر لیتے تھے۔

اگر وہ جواب دیتے کہ وہ مسلمان ہیں ان کو فوراً قتل کر دیتے۔ یہ ان کی واضح بے وقوفی تھی۔

۳ نہروان کے علاقہ میں ایک باغ میں داخل ہوگئے اور ایک شخص نے کھجور کے دانوں کو جو خود بخود زمین پر گرے پڑے تھے، اُٹھا کر کھانے کا ارادہ کیا تو اسے نحر کر دیا کہ غیر کا مال بغیر اجازت کے کھانا حرام ہے۔ انھیں راستے میں ایک بزرگ عبداللہ بن خباب ابن الارث ملے جن کے ساتھ اُس کی حاملہ بیوی بھی تھی تو انھیں اور ان کی حاملہ بیوی کو قتل کر دیا۔ یہ ان کی بے وقوفی کی انتہا تھی۔

یہ بے وقوفی ایک خفت ہے اور فکر کی کمزوری ہے جسے حضرت امیرالمومنین نے علم کے طور پر بے بصیرت اور واقعات کی صحیح تحلیل کرنے سے عاجز ہونے سے تعبیر کیا، جب کہ عالم، مجتہد، مرجع اور مقلد بھی تھے کیوں کہ اکثر خوارج فاضل علما اور مجتہدین تھے جنھوں نے علم رسولؐ پاک اور حضرت علیؑ سے حاصل کیا تھا۔

۴ تیسرے وہ لوگ جن پر شہوت خصوصاً جنسی شہوت اس قدر غالب تھی کہ شہوت کے مناظر اور محل کی طرف کھینچ دیے جاتے تھے اور اپنی اس شہوت کو روکنے پر قادر

نہ تھے پس وہ شہوت کے قیدی تھے جس طرح اُونٹ اسی کے پیچھے چلتا ہے جو اس کی مہار کھینچ رہا ہو، خواہ وہ صحرائی چرواہا ہی کیوں نہ ہو۔

جیسے مغیرہ بن شعبہ کیوں کہ ایسے لوگ اپنی شہوتوں کے آگے عاجز ہو گئے اور ان کا علم ان کو شہوت رانی سے روک نہیں سکتا تھا۔ اور کتب تاریخ میں یہ ثابت ہے کہ جب یہ کوفہ پر عمر کی جانب سے جوانی میں عامل تھے تو اُم جمیل شوہر دار عورت سے کچھ صحابیوں کے سامنے زنا کیا اور اس کا معاملہ بذاتِ خود عمر نے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ عمر کے اشارے سے زیاد بن ابیہ نے ایک گواہ پیش کر کے اسے نجات دلائی۔

جو اس واقعہ کی تفصیل چاہتا ہے وہ کتبِ تاریخ کا مطالعہ کرے۔

۴ چوتھے ایسے لوگ جو علم کے طالب تو ہیں لیکن اموالِ دنیا جمع کرنے کے لیے، پس یہ لوگ دراصل درہم و دینار کے طالب ہیں اور ان پر زردی اور سفیدی (سونے چاندی) کی محبت اس قدر غالب آ گئی تھی کہ ان کے علاوہ ہر چیز کو بھول گئے تھے اور فرمایا کہ اگر مانع کوئی نہ ہو تو ان لوگوں میں یہ سارے اوصاف جمع تھے۔

پس جن لوگوں کے عمومی روحیہ کی اس گہری اجتماعی تحلیل اور طلابِ علم جن کی ہدایت کی امید وہ بھی خصوصی طور پر اس قسم کی رعایا ہو تو نتیجہ منفی اور نا اُمیدی کا موجب ہے کیوں کہ مخلص علما اور مخلص طلاب کی قلت ہے، پس دین کے مٹ جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اہلِ علم کی موت سے علم کے مٹ جانے کا مطلقاً خطرہ ہے۔

پس اپنی کلام کے آخر میں حضرت امیر المومنینؑ نے استدراک کیا جس سے بقا، علم، عالم، دوامِ حق و معالم ثابت کیے خواہ وہ قلیل جماعت ہو، حتیٰ کہ حضرت ولی عصر کا ظہور ہو گا اور دین کی اپنی مکمل حقیقت سے ظاہر ہو گا خواہ مشرکین ناپسند بھی کریں۔

پس حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے اللہ! زمین کبھی تیرے لیے حجت قائم کرنے والے سے خالی نہیں ہوئی اور پھر تصریح فرمائی کہ ان (اہلِ

علم) کی تعداد کم ہوتی ہے لیکن ان کا مرتبہ اور اجر عظیم ہوتا ہے۔ اور انھی قلیل لوگوں کے ذریعے خدا اپنی حجت اور دلائل کی حفاظت کرتا ہے، حتیٰ کہ وہ اس امانت کو آیندہ اپنے جیسوں کے سپرد کریں گے پھر ان کے علم و یقین کی تعریف کی اور صریحاً امامیہ پر امر دین کو مقدر کر دیا۔

مختلف علوم اور ادیان کی حضرت امیرؑ کی طرف سے تردید

حضرت علیؑ کے دو یہودیوں کو جواب

شیخ صدوق نے خصال میں عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ یہودیوں کے سرداروں میں سے دو بھائی یہودی مدینہ میں آئے اور کہا کہ لوگو ہمیں ہمارے نبی نے بتایا تھا کہ تہامہ کی سرزمین پر ایک نبی ظہور کرے گا جو تمھارے دین کو منسوخ کر دے گا۔ اب ہمیں ڈر ہے کہ کہیں وہ ہمیں اپنے آبا کے دین سے زائل نہ کردے، وہ نبی کہاں ہے؟ اگر وہ نبیؐ ایسا ہے جیسے حضرت داوٗدؑ نے بشارت دی تھی تو ہم ایمان لائیں گے اور اگر وہ ایسا نہ ہوا تو ان سے جانوں اور اموال سے جہاد کریں گے وہ نبی کہاں ہے؟

مہاجرین اور انصار نے کہا: وہ دنیا سے رحلت فرما گئے ہیں تو دونوں یہودیوں نے کہا: الحمدللہ اب ان کا وصی کون ہے؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی نبی بھیجا ہے اس کا وصی بنایا ہے جو ان کے بعد تمام احکامِ الٰہی کو مخلوق تک پہنچاتا ہے۔

پس مہاجرین و انصار کے لوگوں نے جنابِ ابوبکر کی طرف اشارہ کیا کہ هٰذَا وَصِيُّهٗ۔

اُنھوں نے ابوبکر سے کہا: ہم آپ سے کچھ سوال کرتے ہیں جو اوصیا سے کیے جاتے ہیں۔

جنابِ ابوبکر نے کہا: بتاؤ میں ان شاء اللہ تعالیٰ تمھارے ہر سوال کا جواب دوں گا۔

ایک یہودی نے کہا:

(۱) اللہ کے نزدیک اَنَا وَاَنتَ کیا ہیں؟
(۲) وہ ایک نفس جو دوسرے نفس میں ہے لیکن ان میں رحم اور قرابت نہیں؟
(۳) وہ کون سی قبر ہے جو اپنے صاحب کو لے کر چلتی رہی؟
(۴) سورج کہاں سے طلوع کرتا ہے اور کہاں غروب ہوتا ہے؟
(۵) وہ کون سی جگہ ہے جہاں سورج صرف ایک بار چمکا ہے؟
(۶) جنت کہاں ہے اور جہنّم کہاں ہے؟
(۷) تمھارے رب کو اٹھایا جاتا ہے یا وہ تمھیں اٹھاتا ہے؟
(۸) تمھارے رب کا چہرہ کہاں ہے؟
(۹) وہ دو گواہ کون سے ہیں، دو غائب اور دو ایک دوسرے کے مخالف کون ہیں؟
(۱۰) ایک، دو، تین، چار، پانچ، چھے، سات، آٹھ، نو، دس کیا ہیں؟
(۱۱) گیارہ اور بارہ کیا ہیں؟
(۱۲) بیس، تیس، چالیس، پچاس، ساٹھ، ستر، اسّی، نوے اور سو کیا ہیں؟

جناب ابوبکر سوال سن کر خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دیا۔

ابن عباسؓ نے کہا: مجھے خوف لاحق ہوا کہ لوگوں کے اسلام کے بارے میں عقیدے کمزور ہو جائیں گے۔ پس میں حضرت علیؑ کے پاس آیا اور انھیں بتایا کہ یہودیوں نے ابوبکر سے سوال کیے ہیں جن کا وہ جواب نہیں دے سکے۔

پس حضرتؑ مسکرائے اور فرمایا: آج کا دن وہی دن ہے جس کے بارے میں مجھے رسول پاکؐ نے بتایا تھا، لہٰذا حضرتؑ چل پڑے۔ میں ان کے پیچھے چلا، ان کی رفتار رسولؐ اللہ جیسی تھی۔ مسجد میں آئے اور وہاں بیٹھے جہاں رسولؐ پاک تشریف رکھتے تھے۔ پھر یہودیوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے یہودیو! میرے قریب آؤ اور اب وہ سوال مجھ سے کرو جو تم نے اس بوڑھے سے کیے ہیں؟ ایک یہودی نے اپنے سوال دہرائے۔

❁ حضرتؑ نے فرمایا: اَنَا سے مراد میں علیؑ مومن ہوں اور اَنتَ سے مراد تم یہودی ہو۔

یہودی نے کہا: وہ کون سا نفس دوسرے نفس میں ہے کہ دونوں میں رحم اور قرابت ہی نہیں؟

❁ فرمایا: وہ نفس حضرت یونس علیہ السلام ہیں جو مچھلی کے پیٹ میں تھے۔

یہودی نے کہا: وہ کون سی قبر ہے جو صاحبِ قبر کو لے کر چلتی رہی۔

❁ فرمایا: وہ حضرت یونس علیہ السلام ہیں جنھیں مچھلی اپنے پیٹ میں لے کر سات سمندروں کے چکر لگاتی رہی۔

یہودی نے کہا: سورج کہاں سے طلوع ہوتا ہے اور کہاں غروب ہوتا ہے؟

❁ فرمایا: شیطان کے سر کے اُوپر سے طلوع کرتا ہے اور حامۂ میں غروب کرتا ہے۔ اور مجھے رسولؐ پاک نے فرمایا تھا: طلوع اور غروب کے وقت نماز نہ پڑھو، البتہ جب سورج دو نیزے یا ایک نیزے کی بلندی پر ہو تو پھر کوئی حرج نہیں۔

یہودی نے کہا: وہ کون سی جگہ ہے جہاں سورج ایک مرتبہ چمکا؟

❁ فرمایا: دریائے نیل میں وہ مقام جہاں حضرت موسیٰؑ نے عصا مار کر دریا کو روک دیا اور سورج نے خشک کیا، پھر جب بنی اسرائیل گزر گئے تو پانی مل گیا۔

یہودی نے کہا: تیرا رب اُٹھاتا ہے یا کوئی رب کو اٹھاتا ہے؟

❁ فرمایا: میرا رب عزوجل ہر چیز کو اپنی قدرت سے اٹھاتا ہے اور کوئی شے اس کو نہیں اُٹھا سکتی۔

یہودی نے کہا: پھر اس آیت کا کیا معنی ہے؟ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ

❁ فرمایا: تمھیں معلوم ہے کہ آسمانوں اور زمین حتی تحت الثریٰ میں جو کچھ ہے

جو اللہ کا ہے تو ہر چیز تحت الثریٰ پر ہے اور ثری قدرت پر ہے اور اسی قدرت سے ہی ہر چیز اٹھائی جاتی ہے۔

یہودی نے کہا: جنت اور جہنّم کہاں ہیں؟

❁ فرمایا: جنت آسمانوں پر ہے اور جہنّم زمین پر ہے۔

یہودی نے کہا: تیرے رب کا چہرہ کہاں ہے؟

❁ حضرت علیؑ نے فرمایا: اے ابن عباس! لکڑیاں اور آگ لاؤ اور لکڑیوں کو جلاؤ۔ جب آگ جلی تو فرمایا: اب تم بتاؤ کہ اس آگ کا چہرہ کس طرف ہے اور کہاں ہے؟

یہودی نے کہا: مجھے تو اس کا چہرہ نظر ہی نہیں آتا۔

❁ فرمایا: خدا بھی اسی طرح ہے اس کی مغرب مشرق ہمیں جس طرف جاؤ ہر طرف اللہ کا چہرہ ہے۔

یہودی نے کہا: دو گواہ، دو غائب اور مخالف کون کون سے ہیں؟

❁ فرمایا: دو گواہ وہ زمین و آسمان ہیں جو ایک لحظہ بھی غائب نہیں ہوتے۔ دو غائب وہ موت وحیات ہیں جو ایک دوسرے کے پاس ذرا بھی نہیں ٹھہرتے اور غائب ہو جاتے ہیں۔ دو مخالف دن اور رات ہیں۔

یہودی نے کہا: ایک، دو تین، چار، پانچ، چھے، سات، آٹھ، نو اور دس گیارہ اور بارہ کیا ہیں؟

❁ فرمایا: ایک اللہ ہے، آدمؑ و حواؑ دو ہیں، تین کے بارے میں نصرانیوں نے غلط کہا ہے کہ اللہ تیسرا ہے حالانکہ اللہ کی نہ بیوی ہے نہ اولاد، اور چار کتابیں القرآن، زبور، تورات اور انجیل ہیں اور پانچ وہ فرض نمازیں ہیں، چھے وہ ہے کہ خدا نے فرمایا: زمین و آسمانوں کو چھے دن میں بنایا، سات وہ ہیں جہنّم کے دروازے جو برابر ہیں۔ آٹھ وہ ہیں جو جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ نو وہ ہیں کہ جو نو شخص زمین میں فساد برپا کرنے

والے ہیں۔ دس ایامِ عشر ہیں۔ اور گیارہ وہ ہے جب یوسف نبیؑ نے اپنے بابا سے کہا: یَآبَتِ اِنِّیۡ رَاَیۡتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوۡکَبًا وَّ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ میں نے گیارہ وہ ستارے دیکھے اور چاند جو مجھے سجدہ کرتے ہیں۔ رَاَیۡتُهُمۡ لِیۡ سٰجِدِیۡنَ اور بارہ وہ ہیں جو سال کے بارہ مہینے ہوتے ہیں۔

یہودی نے کہا: بیس، تیس، چالیس، پچاس، ساٹھ، ستر، اسّی، نوے اور سو کیا ہیں؟

❋ فرمایا: بیس وہ ہیں کہ حضرت یوسفؑ بیس درہموں میں بیچ دیے گئے تھے۔ اور تیس ماہِ رمضان کے فرض روزے ہیں جو ہر شخص پر واجب ہیں اور چالیس وہ ہیں کہ جنابِ موسیٰؑ کا میقات تیس دن تھے تو اللہ نے دس دن اور بڑھائے تو چالیس راتوں کے ان میقات کو حضرت موسیٰؑ نے پورا کیا۔ اور یہ پچاس وہ ہیں کہ حضرت نوحؑ نے اپنی قوم میں ہزار سال سے ۵۰ سال کم زندگی گزاری اور ساٹھ وہ ہیں جو ظہار کے کفارے میں اللہ نے فرمایا: جو شخص ساٹھ روزے نہیں رکھ سکتا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

اور ستر وہ ہیں جو حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم سے رب دیکھنے کے لیے ستر آدمی منتخب کیے اور اسّی وہ ہیں کہ جزیرہ میں ایک دیہات ہے جس کا نام ثمانون ہے اور اسی شہر سے حضرت نوحؑ کشتی میں بیٹھے اور وہ جودی پہاڑ کے برابر ہوگئی اور قومِ نوحؑ غرق ہوگئی۔ اور نوے وہ ہیں کہ حضرت نوحؑ نے اپنی کشتی میں حیوانات کے نوے گھر بنائے تھے اور سو وہ ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی زندگی تو ساٹھ سال تھی لیکن حضرت آدمؑ نے اپنی زندگی سے چالیس سال ان کو ہبہ کیے تھے۔

اس یہودی نے کہا: اب حضرت محمدؐ کی تعریف کرو تاکہ میں پہچان سکوں اور ایمان لاؤں۔

حضرت امیر علیہ السلام نے رو کر فرمایا: اے یہودی! تم نے میرے غم کو تازہ کر

دیا، میرے حبیب رسولؐ پاک کشادہ پیشانی والے، خوب صورت ابرو والے، بڑی آنکھوں والے، نرم رخساروں والے، سرخ ناک والے، سینہ سے ناف تک باریک بالوں والے، گھنی ڈاڑھی والے، چمکتے ہوئے دانت رکھنے والے، خوب صورت چاندی جیسی گردن والے، لمبے اور گھنگریالے بالوں والے، میانہ قد، خوب صورت جسم والے تھے۔ جب لوگوں کے ساتھ چلتے تو آپ کا نوران لوگوں کو ڈھانپ لیتا تھا۔ جب اکیلے چلتے تو گویا چٹان سے یا کسی ڈھلوان سے نیچے آرہے ہوں۔ آپؐ گول کعبین والے، لطیف قدموں والے، پتلی کمر والے، سحاب (آسمانی) عمامے والے لزاز (بہادر) گھوڑے والے، لمبے اور پتلے عصا والے، ذوالفقار تلوار والے، دُلدل نامی خچر والے، یعفور گدھے پر سواری کرنے والے، غضباء ناقہ کی کوہان کو زینت بخشنے والے تھے اور آپؐ تمام لوگوں پر مہربان تھے اور لوگوں سے بہت نرمی سے پیش آتے تھے۔ آپؐ کے کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی اور اس مہرِ نبوت کی دو سطریں تھیں: پہلی سطر یہ تھی لا الٰہ الا اللّٰہ اور دوسری سطر محمد رسول اللّٰہ تھی۔

اے یہودی! یہ تھوڑی سی تعریف میں کر سکا ہوں۔

پس دونوں یہودیوں نے کہا: نشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وان محمدًا رسول اللّٰہ، اور آپ حضرت محمد مصطفیؐ کے حقیقی وصی ہیں۔ انھوں نے اسلام قبول کیا اور اپنے اسلام کو حسین بنایا اور امیر المومنینؑ کی صحبت اختیار کی۔

جنگِ جمل میں یہ بھی بصرہ کی طرف گئے۔ ان میں ایک جنگ جمل میں شہید ہوئے اور دوسرے جنگِ صفین میں مرتبۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

ایک اور روایت میں یوں آتا ہے کہ خیبر کے یہودی آئے تو ان کے پاس تورات تھی۔ نبی پاکؐ کی تلاش کے دوران اُنھیں معلوم ہوا کہ وہ دنیا سے جا چکے ہیں تو وہ ابوبکر کے پاس آئے اور کہا کہ ہم نے تمھارے نبی سے چند سوالات کرنے تھے، اب تم

اُن کے وصی بن گئے ہو تو ہم تم سے سوال کرنا چاہتے ہیں۔

ابوبکر نے کہا: کون سے سوال ہیں؟

یہودیوں نے پوچھا کہ ہمیں ایک، دو، تین، چار، پانچ، چھے، سات، آٹھ، نو، دس، بیس، تیس، چالیس، پچاس، ساٹھ، ستّر، اسّی، نوے اور سو کے بارے میں بتاؤ، ان سے کیا مراد ہے؟

جناب ابوبکر نے کہا: میرے پاس ان سوالوں کا جواب نہیں ہے۔ کوئی انھیں حضرت علیؑ کے پاس لے آیا۔ انھوں نے یہی سوال حضرت علیؑ سے کیے جب کہ تورات ان کے پاس کھلی ہوئی حالت میں موجود تھی۔

حضرتؑ نے فرمایا: تمھاری یہ تورات تصدیق کرے تو تسلیم کر لو گے؟

انھوں نے کہا: جی ہاں۔

پس فرمایا کہ ایک اللہ ہے اور دو سے مراد وہ فرمانِ خدا ہے: لَا تَتَّخِذُوٓا اِلٰهَیْنِ اثْنَیْنِ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ

اور تین، چار، پانچ، چھے، سات اور آٹھ سے مراد یہ فرمانِ خدا ہے جو اصحاب کے بارے میں ہے: وَسَیَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَیَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَیْبِ وَیَقُوْلُوْنَ سبعةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ۔

اور نو سے مراد یہ فرمانِ خدا ہے: وَ كَانَ فِی الْمَدِیْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ یُّفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَلَا یُصْلِحُوْنَ۔

اور دس سے مراد یہ فرمانِ خدا ہے: تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ۔

اور بیس سے مراد یہ فرمانِ خدا ہے: اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ ''اگر تم سے بیس شخص صابر ہوں تو دو صد پر غالب ہو جائیں گے اور تیس اور چالیس سے مراد یہ ارشادِ قدرت ہے: وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً وَّاَتْمَمْنَا

بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً "ہم نے موسیٰؑ سے تیس رات کا وعدہ کیا لیکن دس راتیں اور ملا کر چالیس رات کا وقت مکمل کیا"۔

اور پچاس سے مراد یہ ارشادِ قدرت ہے: فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ "وہ دن جس کی مقدار ۵۰ ہزار سال کے برابر ہوگی"۔

اور ساٹھ سے مراد یہ ارشادِ قدرت ہے: فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا

اور ستر سے مراد فرمانِ الٰہی ہے: وَ اخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا کہ جنابِ موسیٰؑ نے رب کے دیدار کے لیے اپنی قوم کے ستّر افراد کو منتخب کیا اور اسی سے مراد یہ ارشادِ خداوندی ہے: وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً "وہ لوگ جو شوہر دار عورتوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں اور چار گواہ ثابت نہیں کر سکتے تو ان کو (تہمت لگانے والوں کو) اسّی کوڑے حدِ قذف لگائی جائے"۔

اور نوے سے مراد یہ ارشادِ قدرت ہے: اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ "یہ میرے بھائی کی ننانوے بکریاں ہیں"۔

اور سو سے مراد یہ فرمانِ الٰہی ہے: اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ

راوی کہتا ہے کہ وہ دونوں یہودی حضرت امیرالمومنینؑ کے ہاتھوں مسلمان ہو گئے۔

جنابِ طاؤس سے دوسری سند سے یہ روایت ہے کہ یہودیوں کے کچھ لوگ جنابِ عمر کے زمانہ میں ان کے پاس آئے اور کہا کیا تم نبی کے بعد ان کے خلیفہ ہو؟ کہا: ہاں۔ تو انھوں نے کہا: ہم کچھ سوال کرنا چاہتے ہیں۔ اگر صحیح جواب دیے تو

تمھاری اتباع اور تصدیق کرتے ہوئے ایمان لائیں گے۔

عمر نے کہا: جو پوچھنا ہے پوچھ لو۔

یہودیوں نے کہا:

(۱) آسمانوں کے تالے کون سے ہیں اور ان کی کنجیاں کون سی ہیں؟

(۲) وہ کون سی قبر ہے جو مقبور و مدفون کو لے کر چلتی رہی؟

(۳) وہ کون تھا جس نے اپنی قوم کو ڈرایا، لیکن نہ جن تھا اور نہ انسان؟

(۴) وہ کون سا مقام ہے جہاں سورج صرف ایک دفعہ چمکا؟

(۵) وہ کون سی پانچ چیزیں ہیں جو پیدا ہوئیں لیکن کسی رحم سے پیدا نہیں ہوئیں؟

(۶) ایک، دو، تین، چار، پانچ، چھے، سات، آٹھ، نو، دس، گیارہ، بارہ کیا ہیں؟

حضرت عمر نے سوالات سنے اور آنکھیں بند کر کے زمین کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر آنکھیں کھولیں اور کہا کہ تم نے مجھ سے وہ سوال کیے جن کا جواب عمر کے پاس نہیں ہے لیکن رسولؐ پاک کے چچازاد ابھی آپ کو تسلی بخش جواب دیں گے۔

حضرت علیؑ کو پیغام ملا، حضرتؑ تشریف لائے تو عمر نے کہا: یہ یہودی لوگ کچھ سوالات کے جواب چاہتے ہیں، میں تو یہ جواب دینے سے عاجز ہوں اور انھوں نے یہ وعدہ بھی دیا ہے کہ اگر ان کو صحیح جواب مل گئے تو وہ مسلمان ہو جائیں گے۔

حضرت علیؑ نے ان یہودیوں سے فرمایا: اب مجھے اپنے سوالات سے مطلع کرو۔ انھوں نے وہی سوالات دُہرائے جو حضرت عمر کو بتائے۔

حضرتؑ نے فرمایا: کیا ان کے علاوہ بھی کوئی سوالات ہیں؟

انھوں نے کہا: نہیں اے ابو شبیر و شبر۔

حضرتؑ نے فرمایا:

(۱) آسمانوں کے تالے شرک کرنے سے ہیں اور ان کی کنجیاں لا الٰہ الا اللہ ہیں۔

② وہ قبر جو چلتی رہی وہ مچھلی ہے جو حضرت یونسؑ کو پیٹ میں رکھ کر سات سمندروں میں چالیس دن تک چلتی رہی۔

③ جس نے اپنی قوم کو ڈرایا تھا وہ چیونٹی تھی جس نے قوم کو حضرت سلیمانؑ کے لشکر سے ڈرایا تھا۔

④ جس جگہ صرف ایک دفعہ سورج چمکا وہ جگہ وہ ہے جہاں سے اللہ نے موسیٰؑ کو نجات دی اور فرعون کو لشکر کے ساتھ اسی جگہ پر غرق کر دیا۔

⑤ پانچ چیزیں جو کسی رحم سے نہیں وہ ہیں آدمؑ، حواؑ، موسیٰؑ کا عصا، جنابِ صالحؑ نبی کی ناقہ، اور حضرت اسماعیلؑ کے لیے لایا گیا دُنبہ۔

⑥ ایک سے مراد: اللہ وحدہ لاشریک ہے۔ دو سے مراد: آدمؑ و حواؑ ہیں۔ تین سے مراد: جبرئیلؑ، میکائیلؑ اور اسرافیلؑ ہیں۔ چار سے مراد: چار کتابیں: تورات، زبور، انجیل اور قرآن ہیں اور پانچ سے مراد پانچ واجب نمازیں ہیں۔ چھے سے مراد: ارشادِ قدرت ہے: وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ "ہم نے زمین و آسمان کو اور ان کے درمیان تمام چیزوں کو چھے دن میں پیدا کیا"۔ اور سات سے مراد: یہ ارشادِ قدرت ہے: وَبَنَیْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا اور آٹھ سے مراد: یہ ارشادِ قدرت ہے: وَیَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ یَوْمَئِذٍ ثَمٰنِیَةٌ اور نو سے مراد: وہ آیات ہیں جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئیں اور دس سے مراد: یہ ارشادِ خداوندی ہے: وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ، اور گیارہ سے مراد: ارشاد خداوندی ہے: اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا اور بارہ سے مراد یہ ارشاد قدرت ہے: وَاضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا (اے موسیٰؑ! اپنا عصا پتھر پر مارو پس اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑیں گے)۔

پس یہودیوں نے کلمہ پڑھا: نَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ اِنَّكَ اِبْنُ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ''اللہ ایک ہے اور محمدؐ اس کے رسول اور آپ رسولؐ کے چچازاد ہیں۔ پھر یہ تازہ مسلمان عمر کے پاس آئے اور کہا کہ ہم گواہ ہیں کہ یہ رسولؐ خدا کا چچازاد بھائی ہیں اور یہی وہ خلافت کے حق دار ہیں۔

ایک اور سند سے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر فوت ہوگئے اور حضرت عمر خلیفہ بنے تو مسجد میں آئے اور منبر پر بیٹھ گئے۔ ان کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا: اے امیر! میں یہودی عالم ہوں۔ میں چند سوال کرنا چاہتا ہوں، اگر تم نے جواب دے دیے تو میں اسلام قبول کروں گا۔

حضرت عمر نے کہا: بتاؤ سوال کیا ہیں؟

اس نے کہا: تین اور تین اور ایک اگر تم بتا سکتے ہو تو ٹھیک ورنہ اپنے سے اَعلم کی طرف رہنمائی کرو۔ پس حضرت عمر نے کہا: وہ سامنے جوان جن کا نام علی ابن ابی طالبؑ ہے، کے پاس جاؤ۔ وہ پہنچا تو حضرتؑ نے اُس کے سوال پوچھے۔ اس نے بتائے تو حضرتؑ نے فرمایا: تم نے تین، تین اور ایک کیوں کہا، جب کہ سات ہی کہہ دیتا تو بہتر تھا۔

اس نے کہا: میں اَن پڑھ شخص ہوں اگر آپ نے پہلے تین کا جواب نہ دیا تو پھر اور سوال ہی نہیں کروں گا۔

حضرتؑ نے فرمایا: اگر میں جواب دے دوں تو اسلام قبول کرے گا۔

اس نے کہا: ہاں! حضرتؑ نے فرمایا: پھر پوچھو۔

اس نے کہا: ① وہ پہلا پتھر جو زمین پر رکھا گیا، کون سا ہے؟

② وہ پہلا چشمہ جو زمین پر جاری ہوا وہ کون سا ہے؟

③ وہ پہلا درخت جو زمین پر اُگا وہ کون سا ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: اے یہودی! تم کہتے ہو کہ پہلا پتھر وہ ہے جو بیت المقدس

میں پڑا ہے اور یہ جھوٹ ہے، جب کہ سچ یہ ہے کہ پہلا پتھر وہ ہے جو آدمؑ جنت سے لائے تھے۔

یہودی نے کہا: خدا کی قسم! آپ نے سچ کہا کیونکہ ہماری تورات میں ہارونؑ کی تحریر اور حضرت موسیٰؑ کی املاء یہی ہے۔

پھر حضرتؑ نے فرمایا: تم کہتے ہو کہ پہلا چشمہ وہ ہے جو بیت المقدس میں ہے اور یہ جھوٹ ہے۔ سچ یہ ہے کہ عین الحیاۃ ہے جس میں یوشع بن نون نے مچھلی کو دھویا تھا، جس سے خضرؑ نے پانی پیا ہوا ہے اور جو بھی وہ پانی پی لے وہ زندہ رہتا ہے۔

یہودی نے کہا: خدا کی قسم! آپ نے سچ فرمایا۔ پس ہماری تورات میں ہے اور حضرت ہارونؑ نے حضرت موسیٰؑ کی املا کو تحریر کیا ہے۔

پھر فرمایا: تم کہتے ہو کہ پہلا درخت جو زمین پر اُگا وہ زیتون کا ہے تو یہ جھوٹ ہے بلکہ یہ عجوہ کھجور ہے جو آدمؑ جنت سے لائے تھے۔

یہودی نے کہا: خدا کی قسم! یہی حضرت ہارونؑ نے حضرت موسیٰؑ کی املا سے تحریر کیا ہے۔

اب جو مولا علیؑ نے فرمایا: اب دوسرے تین سوال بتاؤ اور جواب لو تو یہودی نے کہا: اس اُمت کے ایسے ہادی امام کتنے ہیں جو نہ ماننے والوں کو نقصان نہ دیں گے۔

فرمایا: وہ امامؑ بارہ ہیں۔

یہودی نے کہا: آپؑ نے سچ فرمایا۔ ہماری تورات میں یہی تحریر ہے۔

یہودی نے کہا: آپ کے نبیؐ کا مسکن جنت میں کہاں ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: عدن کی جنات میں سے اعلیٰ اور اشرف ترین درجہ میں ان کا مسکن ہے۔

یہودی نے کہا: آپؑ نے سچ فرمایا: یہی تورات کہہ رہی ہے۔

پھر یہودی نے چھٹا سوال کیا کہ آپؐ کے نبیؐ کے ساتھ اس مقام پر اور کون لوگ ہوں گے؟

فرمایا: بارہ امامؑ۔ یہودی نے کہا: آپؐ نے سچ فرمایا، یہی ہارونؑ کی تحریر ہے۔

پھر یہودی نے ساتواں سوال کیا کہ آپ کے نبیؐ کے بعد وصی کی زندگی کتنی ہے؟ فرمایا: تیس سال۔

یہودی نے کہا: پھر کیا ہوگا وہ قتل ہوں گے یا طبعی موت فوت ہوں گے؟

فرمایا: وہ قتل ہوں گے، ان کے سر میں ضرب لگائی جائے گی، جو ان کی ڈاڑھی کو رنگین کر دے گی۔

یہودی نے کہا: خدا کی قسم! آپ نے بالکل وہی جواب دیے ہیں جو تورات میں حضرت ہارونؑ کی تحریر حضرت موسیٰؑ کی املا میں موجود ہے۔ آخرکار یہودی مسلمان ہوگیا۔

ایک یہودی کا حضرت علیؑ کے ہاتھوں مسلمان ہونا

شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے کتاب ''توحید'' میں امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک یہودی نے حضرت امیرؑ سے سوال کیا کہ وہ کیا چیز ہے جو اللہ کے پاس نہیں، جو اللہ کے لیے نہیں اور جسے اللہ نہیں جانتا؟؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: جسے اللہ نہیں جانتا وہ تمھارا یہ کہنا ہے کہ عزیر ابن اللہ ہے، جبکہ اللہ کی کوئی اولاد نہیں، وہ لم یلد ولم یولد ہے۔

اور تیسرا سوال کہ جو چیز اللہ کے لیے نہیں وہ شریکِ باری تعالیٰ ہے اور تیرا یہ قول کہ جو اللہ کے پاس نہیں وہ ظلم ہے۔

پس یہودی نے فوراً کہا: اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ واشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ۔

امالی شیخ طوسیؒ میں امام حسن عسکری سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت

امیرالمومنینؑ کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے بتاؤ وہ کیا چیز ہے جو اللہ کے لیے نہیں اور جو اللہ کے پاس نہیں اور جسے اللہ نہیں جانتا؟

فرمایا کہ جسے اللہ نہیں جانتا وہ تمھارا عقیدہ کہ اس کا بیٹا ہے۔ یہ جھوٹ ہے کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے۔ اور جو اللہ کے پاس نہیں تو وہ ظلم ہے۔ جو اللہ کے لیے نہیں وہ اس کا شریک نہیں۔

پس یہودی مسلمان ہوا اور کلمہ پڑھا: اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اور اَشْهَدُ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ حق ہیں اور اہلِ حق میں سے ہیں اور آپؑ نے حق بات کی ہے چنانچہ وہ حضرتؑ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔

ایک یہودی کے سوال کا جواب

علل الشرائع میں شیخ صدوق نے روایت کی ہے کہ ایک یہودی حضرت امیر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: یا امیرالمومنینؑ! میں چند سوالوں کے جواب چاہتا ہوں۔ اگر آپ جواب دیں گے تو مسلمان ہو جاؤں گا۔

حضرتؑ نے فرمایا: پوچھو! ہم اہلِ بیتؑ سے کوئی بھی اعلم (زیادہ علم والا) نہیں ہے۔ پس یہودی نے عرض کیا:

1. یہ زمین کس چیز پر مستقر ہے؟
2. اس بچے کے بارے میں بتائیں جو اپنے چچوں اور ماموں کے ساتھ مشابہت رکھتا ہو؟
3. مرد اور عورت کے دو نطفوں میں سے کس نطفے سے بال، گوشت، ہڈیاں اور اعصاب بنتے ہیں؟
4. آسمان کو سما کیوں کہتے ہیں؟
5. دُنیا کو دنیا کیوں کہا جاتا ہے؟

⑥ آخرت کو آخرت کیوں کہا جاتا ہے؟

⑦ آدمؑ کو آدم کیوں کہا جاتا ہے؟

⑧ حواؑ کو حواؑ کیوں کہا جاتا ہے؟

⑨ درہم کو درہم کیوں کہا جاتا ہے؟

⑩ دینار کو دینار کیوں کہا جاتا ہے؟

⑪ گھوڑے کو اَجد کیوں کہا جاتا ہے؟

⑫ خچر کو عد کیوں کہا جاتا ہے؟

⑬ گدھے کو حر کیوں کہا جاتا ہے؟

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

① یہ زمین ایک فرشتے کے کندھے پر مستقر ہے اور اس فرشتے کے قدم ایک چٹان پر ہیں اور چٹان ایک بیل کے سینگ پر مستقر ہے اور اس بیل کی ٹانگیں نچلے ترین سمندر میں ہیں اور سمندر تاریکی پر ہے اور تاریکی عقیم پر اور عقیم ثریٰ پر مستقر ہے۔ اس سے آگے ثریٰ کے نیچے کے بارے میں اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

② دوسرا سوال کہ بچہ جب اپنے چچاؤں اور ماموں سے مشابہ ہوتا ہے، اگر رحم میں مرد کا نطفہ عورت کے نطفے سے پہلے داخل ہو تو بچہ اپنے چچا کی مشابہت ہوتا ہے۔ اگر عورت کا نطفہ مرد کے نطفے سے پہلے رحم میں داخل ہو جائے تو بچہ ماموں سے مشابہت رکھتا ہے۔

③ مرد کے نطفے سے ہڈیاں اور اعصاب بنتے ہیں اور عورت کے نطفے سے بال، جلد اور گوشت بنتا ہے کیوں کہ عورت کا نطفہ پتلا اور زردی مائل ہوتا ہے۔

④ سما کو سما اس لیے کہتے ہیں کہ پانی کی سما ہے اور سما کا معنی معدن ہے۔

⑤ دنیا کو دنیا اس لیے کہتے ہیں کہ یہ ہر شے سے کم تر ہے۔

⑥ آخرت کو آخرت اس لیے کہتے ہیں کیوں کہ اس میں جزا اور ثواب ملنا ہے۔

⑦ آدمؑ کو آدم اس لیے کہتے ہیں کہ زمین کے جلد سے بنائے گئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جبرئیلؑ کو زمین پر بھیجا کہ زمین سے چار قسم کی اُوپر والی گیلی مٹی اُٹھا لائے۔ سفید، سرخ، سیاہ اور خاکی رنگ کی مٹی آئی اور یہ مٹی زمین کے نرم حصّے سے آئی۔ پھر جبرئیلؑ کو چار پانی لانے کا حکم دیا۔ میٹھا، نمکین، کڑوا اور بدبودار پانی لایا گیا اور پھر حکم دیا کہ یہ پانی اس مٹی میں چھوڑ دو اور اللہ نے اپنی قدرت سے سب چیزوں کو مخلوط کر دیا۔ مٹی سے کوئی شے پانی سے خالی نہ رہی اور پانی کا کوئی قطرہ مٹی کے بغیر نہ رہا۔ پس میٹھے پانی کو اس کے حلق میں رکھا، نمکین کو آنکھوں میں اور کڑوے کو کانوں میں اور بدبودار کو ناک میں رکھ دیا۔

⑧ جنابِ حوّاؑ کو حوا اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کو زندہ سے خلق کیا گیا (باقی بچی ہوئی مٹی سے)

⑨ درہم کو درہم اس لیے کہا جاتا ہے کہ جو ان کو جمع کرتا ہے اور اطاعتِ خدا میں خرچ نہیں کرتا یہ اُسے جہنّم کا وارث بناتے ہیں۔

⑩ دینار کو دینار اس لیے کہتے ہیں کیوں کہ نار دائر ہو جاتی ہے اس کے جمع کرنے والے پر اور اطاعتِ خدا میں ان کو خرچ نہیں کرتا تو نار کا وارث بنتا ہے۔

⑪ گھوڑے کے لیے اُجد کا لفظ اس لیے بولا جاتا ہے کہ قابیل نے سب سے پہلے گھوڑے کی سواری کی جب اُس نے اپنے مقتول بھائی ہابیل کو اُٹھایا اور گھوڑے پر سوار ہو کر کہا: اَجِد الیوم وَمَا تَرکِے النّاس دمًا، پس اسی وجہ سے گھوڑے کو اُجد کہا جاتا ہے۔

⑫ خچر کو عدا اس لیے کہا جاتا ہے کہ حضرت آدمؑ سب سے پہلے خچر پر سوار ہوئے کیوں کہ حضرت آدمؑ کا ایک بیٹا تھا جسے معد کہتے تھے۔ وہ چوپاؤں سے بہت

محبت کرتا تھا۔ اور حضرت آدمؑ کے ساتھ حیوانات کو پانی پلاتا تھا، پس جب حضرت آدم علیہ السلام کا خچر رُک جاتا تو اپنے بیٹے معد کو آواز دیتے کہ بیٹے آؤ اسے پانی پلاؤ۔ پس وہ خچر اس معد نام سے مانوس ہوگیا، پھر لوگ اسے معد کی بجائے عد کہنے لگے۔

⑬ اور گدھے کو حر اس لیے کہتے ہیں کیونکہ سب سے پہلے گدھی پر جنابِ حواؑ سوار ہوئیں اور گدھی پر سوار ہو کر وہ اپنے بیٹے ہابیل کی قبر کی زیارت کے لیے جاتی تھیں۔ اور وہ دورانِ سفر گرمی کی وجہ سے یہی کہتیں: واحرّاہ۔ جب یہ لفظ کہتیں تو گدھی چلتی رہتی جب وہ یہ لفظ کہنا بند کر دیتیں تو وہ گدھی بھی رُک جاتی۔ لیکن بعد میں لوگوں نے اس لفظ کو چھوٹا کر دیا اور حر کہنا شروع کر دیا۔

پس یہودی نے کہا: یا امیر المومنینؑ! آپؑ نے سچ فرمایا، کیوں کہ ہماری تورات میں یہی باتیں لکھی ہوئی ہیں۔ پس وہ مسلمان ہوا اور جنگِ صفّین میں شہید ہوا۔

علامہ مجلسی مرحوم کی تحقیق

وضاحتی بیان: حضرت امیرؑ کا یہ فرمان لِاَنَّہٗ وَسَمُ الْمَاءِ دلالت کرتا ہے کہ سماء مشتق ہے سمت سے جس کی اصل وسم بمعنی نشانی ہے اور اسے معدن سے تعبیر اس لیے کیا گیا ہے کہ ہر شے کی کان اس کی علامت ہوتی ہے۔

جوہری نے کہا: بعض اوقات زمین کے اُوپر والے حصّے کو ادیم (جلد) کہا جاتا ہے اور آدمؑ یعنی الفت، محبت اور اِتفاق۔

جیسے کہا جاتا ہے: اَدَمَ اللّٰہُ بَیْنَھُمَا، یعنی ان کے درمیان صلح کی اور اُلفت پیدا کی اور ان کا یہ قول "اِجدا الیوم" گویا یہ عمدگی سے ہے یعنی میں نے بہت عمدہ کوشش کی کیونکہ لوگ تو خون نہیں چھوڑتے بلکہ اگر مجھ پر کامیاب ہوجاتے تو ضرور مطالبہ کرتے۔

یا اُجد وجدان سے ہے کہ آج میں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ خون کو نہیں

چھوڑتے۔ یَا اجِدّ تشدید دال جدّیت اور سعی تو پھر وہی پہلا معنی ہوگا اور ممکن ہے کہ اصل وما کے بجائے دمًا ہو، یعنی میں نے اپنے لیے خون حاصل کرلیا ہے اور اپنے دشمن سے انتقام لے لیا ہے اور ترث الناس دمًا خود امام کا کلام ہو۔

پھر گھوڑے کو اَجد کا قول ظاہر زجر وسختی کے وقت گھوڑے کو بولا جاتا ہے۔

جناب فیروز آبادیؒ نے کہا: اِجد (دو کسرے اور دال کی فتح سے) اُونٹ پر سختی کرتے وقت بولی جاتی ہے اور جِدعِد خنجر پر جھڑکنے کے لیے بولا جاتا ہے اور حضرتؑ کا یہ فرمان کہ درہم کو درہم اس لیے کہتے ہیں کہ یہ دَارُہُمّ، غم وھم لانے والا ہے گویا درہم کی اصل ہی دار ھم ہو اور پھر کثرتِ استعمال کی وجہ سے درہم ہوگیا۔

حضرت علیؑ کا عاقل یہودیوں کو حیران کردینا

امام حسن عسکری بن علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب علیہم السلام وصلوات اللہ علیہم اجمعین سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: قریش اور یہود نے قرآن کے بارے میں بہت جھوٹ بولا ہے کہ اس کے اقوال میں واضح جادو ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا: الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ یا محمدؐ! جو کتاب تم پر نازل ہوئی ہے وہ انھی حروفِ مقطعات سے مرکب ہے جن حروف سے الف لام میم ہیں اور یہ تمھاری لغت اور لہجہ کے الفاظ ہیں۔

لہٰذا فرمایا: فَأْتُوْا بِمِثْلِهٖ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اور اس میں تمام موجود ہیں کو اپنا معاون بنا لو، پھر خود ہی فرمایا کہ تمام دنیا کے فُصحاء بھی اس پر قادر نہیں ہیں۔ ارشادِ قدرت ہے:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ
هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا

پھر فرمایا: الٓمّٓ، یعنی یہ قرآن جو الف لام میم سے شروع ہوتا ہے یہ وہی کتاب

ہے جس کی موسیٰؑ نے خبر دی تھی پھر جو بھی ان کے بعد انبیاؑ آئے سب نے بنی اسرائیلؑ کو خبر دی کہ میں عن قریب تیرے اُوپر کتابِ عزیز نازل کروں گا جس کے آگے اور پیچھے سے باطل نہیں آ سکے گا۔ یہ ربِّ حکیم وحمید کی طرف سے تم پر نازل ہوگا۔

لاریب فیہ یعنی اس کتاب میں کوئی شک نہیں کیوں کہ یہودیوں کے نزدیک اس کے ظہور میں کوئی شک نہیں جس طرح ان کے انبیاؑ نے ان کو خبر دے دی تھی کہ حضرت مصطفیؐ پر ایک کتاب نازل ہوگی اسے باطل نہیں مٹا سکے گا۔ وہ اور اس کی اُمت ہر حال میں اس کی تلاوت کریں گے۔ ھُدًی گم راہی کا بیان ہے۔

لِلْمُتَّقِیْنَ وہ ہیں جو ہلاک کر دینے والے اُمور سے بچتے ہیں اور اس سے بھی بچنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کے نفوس پر سُستی مسلط نہ ہو، اور جو اِن کو علم حاصل کرنا واجب ہے، حاصل کرلیں تو اس علم پر ایسے عمل کریں جس سے رب کی رضا حاصل ہو۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: پھر الف تمھارے قول اللہ کے حروف میں سے ایک حرف ہے اور اللہ نے الف سے تیرے قول اللہ پر دلالت کی اور لام سے دلالت کی تیرے قول الملك العظیم القاھر للخلق اجمعین پر اور ہم سے دلالت کی کہ وہ اپنے تمام افعال میں مجید ومحمود ہے۔ اور اس قول کو یہودی کے لیے بطورِ استدلال قائم کیا۔

اور وہ اس لیے کہ جب اللہ نے جنابِ موسیٰؑ بن عمران کو مبعوث کیا پھر اس کے بعد بنی اسرائیل کی طرف نبیؑ بھیجے اور ہر نبیؑ نے اپنی اُمت سے عہد و پیمان لیا کہ جب بھی وہ ظاہر ہوں گے تو ان پر ایمان لانا اور وہ محمد مصطفیؐ ہوں گے جو مکہ میں مبعوث ہوکر مدینہ کی طرف ہجرت کر جائے گا۔

اور وہ اپنے ساتھ کتاب لائے گا جو انھی حروفِ مقطعات جو بعض سورتوں کی ابتداء میں ہیں، سے مرکب ہے اور اس کی اُمت اس کتاب کی حفاظت کرے گی وہ اس

قرآن کو قیام، قعود اور چلتے پھرتے ہر حال میں پڑھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر اس کتاب کو حفظ کرلینا آسان کر دیا۔ اس طرح حضرت مصطفیؐ کے ساتھ ان کے بھائی اور وصی حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ ہوں گے کہ اُنھوں نے تمام علوم مصطفیؐ سے لیے اور اس کی رکھی ہوئی امانتوں کو واپس کرے گا۔ اور وہ حضرت محمد مصطفیؐ کے ہر دشمن کو اپنی تلوارِ شرر بار سے ذلیل و رسوا کر دے گا جو ان سے سوال کرے گا ان کو لاجواب کرے گا اور اپنے مضبوط و محکم دلائل سے مناظرہ کرے گا اور وہ تنزیل کے مطابق لوگوں سے سخت جنگ کرے گا حتیٰ کہ تمام لوگ اسے قبول کریں گے خواہ مجبور ہو کر یا دل کی مرضی سے۔

جب حضرت محمدؐ اس دنیا سے چلے جائیں گے تو کافی لوگ جو ظاہراً اہلِ ایمان تھے مرتد ہو جائیں گے اور قرآن کی تاویلات میں تحریف کی، اور اس کے معانی تبدیل کر دیے اور اس کے معانی کو نامناسب مقام پر رکھا ہے۔

پھر ان سے وہ قرآن کی تاویل پر لڑائی کرے گا حتیٰ کہ ابلیس ان لوگوں کو گم راہ کرنے والا ہوگا اور وہی نقصان دینے والا ذلیل ہے۔

اور فرمایا کہ جب رسولؐ پاک کو مکہ میں مبعوث فرمایا۔ پھر انھوں نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور ان پر قرآن نازل کرنا شروع کیا تو (قرآن کی) سب سے بڑی سورۃ کا افتتاح الٓمّٓ سے یعنی الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ سے کیا۔ یہ وہی کتاب ہے جس کے بارے میں مَیں نے سابقہ انبیاؑ کو مطلع کیا تھا کہ میں اس کتاب کو آپ پر یا محمدؐ پر نازل کروں گا جس میں کوئی شک نہیں، بس اس پر وہی کتاب نازل کی جسے باطل مٹا نہیں سکتا اور محمدؐ کو اور اس کی اُمت کو تمام سابقہ انبیاؑ کے احوال بتا دیے۔

یہودی ایک جہت سے اس میں تحریف کرنے کی کوشش کرتے رہے اور بغیر وجہ کے تاویلیں کرنے لگے اور اس اُمت کی مدت کا علم حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ پھر یہودیوں کی ایک جماعت رسولِ اکرمؐ کے پاس آئی اور رسولؐ اللہ نے اپنے

ولی علیؑ کو ان سے گفتگو کرنے کے لیے بھیجا۔ ان میں سے ایک نے کہا: اگر محمدؐ رسول اللہ سچ بولتے ہیں تو ہمیں ان کی حکومت کا علم ہے اور وہ اکہتر سال ہے۔ الف ایک، لام تیس اور میم چالیس۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: خدا نے تو المصٓ بھی نازل کیا ہے اس کا کیا کرو گے تو انھوں نے کہا: یہ تو ایک سو اکسٹھ سال بنتے ہیں۔

پھر حضرتؑ نے فرمایا: الرٓ کا کیا بنے گا یہ بھی نازل ہوا ہے؟

یہودیوں نے کہا: یہ دوصد اکتیس سال بنتے ہیں۔

پس حضرت علیؑ نے فرمایا: خدا نے المرٓ بھی نازل کیا اس کا کیا کرو گے؟

انھوں نے کہا: یہ تو صد وصد اکہتر سال بنتے ہیں۔

پس حضرت علیؑ نے فرمایا: ان عمروں میں کوئی ایک عمر ہے یا تمام عمریں ان کے لیے ہیں، تو یہودیوں کی کلام میں اختلاف ہوگیا۔

بعض نے کہا: ان میں سے ایک عمر ہے۔

بعض نے کہا: یہ ساری عمریں ان کے لیے ہیں۔

اور یہ تمام عمریں جمع کر کے سات سو چونتیس سال بنتی ہیں۔

اور پھر حکومت ہم یہودیوں کی طرف پلٹ آئے گی۔

پس حضرت علیؑ نے فرمایا: کیا اللہ کی نازل شدہ کتابوں میں سے کسی نے کوئی عمر بتائی ہے یا تمھاری اپنی رائے ہے۔

بعض نے کہا: کتاب اللہ میں یہ عمر ہے؟

بعض نے کہا: ہماری رائے میں یہ ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: وہ کتاب لاؤ جس میں خدا نے یہ عمر بتائی ہے؟

پس وہ اس کا جواب دینے سے عاجز ہوگئے اور دوسرے یہودیوں سے فرمایا: تم

اپنی رائے کی دُرستی کی دلیل لاؤ، تو یہودیوں نے کہا: ہماری رائے کی دُرستی کی دلیل ان حملوں کا (مجموعی) حساب ہے۔

حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا: تمھاری رائے پر یہ کیسے دلیل بن سکتے ہیں جبکہ ان حروف میں کوئی وضاحت یا بیان نہیں ہے؟

کیا تم یہ بات سن سکو گے کہ ان حروفِ مقطعات میں اُمت محمدیؐ کی حکومت کی مدت کے بارے میں کوئی دلالت نہیں بلکہ ان حروف سے ہر ایک حرف تمھارے اس حساب سے اسی مقدار میں تم پر لعنت کرتا ہے۔ یا تم میں سے ہر ایک کا دین اس حساب سے درہم و دینار کا ہے یا تمام دین اسی حساب سے ہے۔

یہودیوں نے کہا: یا ابوالحسنؑ! جو آپ کہہ رہے ہیں یہ بھی تو الٓمّ میں مذکور نہیں۔ المص، الر، المر بھی اس سے خالی ہیں؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: تم جو کہہ رہے ہو وہ بھی ان حروفِ مقطعات میں منصوص نہیں ہے۔ اگر تمھارے کہنے سے ہماری رائے باطل ہے تو ہمارے کہنے سے تمھاری رائے بھی باطل ہے۔

ان یہودیوں سے بڑے سخن ور اور خطیب نے کہا: یا علیؑ! اگر ہمارے پاس اپنے دعوے کی دلیل نہیں ہے تو آپ کے پاس بھی ہمارے عاجز ہونے کے علاوہ کوئی دلیل نہیں ہے جس طرح ہمارے پاس دلیل نہیں تو آپ کے پاس بھی دلیل نہیں ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: ایسا نہیں ہے بلکہ ہمارے پاس دلیل و حجت ہے اور وہ ظاہر معجزہ ہے۔ پھر یہودیوں کے اُونٹ کو آواز دی کہ اے یہودیوں کے اُونٹ! حضرت محمدؐ اور ان کے وصی کی صداقت کی گواہی دے۔ تو اُونٹ نے فوراً گواہی دی: اے محمدؐ کے وصی! آپؑ اور محمدؐ سچے ہیں اور یہ یہودی جھوٹے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: یہ بھی گواہی کی ایک جنس ہے۔ اے یہودیوں

کے لباس تم بھی محمد مصطفیٰؐ اور میری صداقت کی گواہی دو تو ان کے لباس جو اُنھوں نے لیے ہوئے تھے، بول پڑے کہ یا علیؑ! آپؑ نے سچ کہا۔ آپؑ سچے ہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمد رسولؐ اللہ ہیں اور آپ یا علیؑ اُن کے وصی ہیں۔ آپ دونوں اللہ کے نزدیک مشرف ومکرم ہیں۔ تمام فضائل میں شریک ہیں مگر صرف یہ کہ محمدؐ کے بعد نبی کوئی نہیں ہے۔

پس یہاں پر یہودی مبہوت ہوگئے اور بعض نے اسلام قبول کرلیا اور بعض پر شقاوت غالب رہی اسی لیے اللہ نے فرمایا ہے: لَا رَیْبَ فِیْهِ۔ پھر فرمایا: هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ کہ قرآن ہدایت وشفا ہے ان کے لیے جو حضرت محمد مصطفیٰؐ اور علی مرتضیٰؑ کے شیعہ ہیں، پس انھوں نے انواع کفر کو چھوڑ دیا اور ہلاک کر دینے والے گناہوں سے اپنے آپ کو بچالیا اور حضرت محمد مصطفیٰؐ کے بعد ان کے اوصیا اور اللہ کے رازوں کو چھپالیا اور اہل لوگوں سے علم کو نہیں چھپایا اور ان کے لیے نشر کر دیا۔

شیخین کی خاموشی اور حضرت علیؑ کے جواب

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ دو یہودی ہمیشہ رسولؐ اللہ کے پاس آتے اور علم حاصل کرتے تھے جب کہ پہلے سے وہ تورات اور صحفِ ابراہیمی کے عالم تھے۔ جناب رسالت مآبؐ کی وفات کے بعد وہ مدینہ آئے تو ان کا جانشین کون ہے؟ کیوں کہ کوئی نبیؑ اس وقت تک فوت نہیں ہوتا جب تک اُمت سے جو سب سے زیادہ اس کا قریبی، رشتہ دار ہے کو اپنا قائم مقام نہ بنالے۔

ایک نے دوسرے سے کہا: کیا تم ان کے جانشین کو جانتے ہو؟

دوسرے نے کہا: میں تو تورات میں لکھی صفات سے اس کے جانشین کو جان سکتا ہوں۔ وہ صلح پسند، نیک سیرت، مخلص اور حضرت محمدؐ کا سب سے قریبی ہیں۔ پس اُنھوں نے لوگوں سے خلیفہ کے بارے میں پوچھا تو ابوبکر کی طرف رہنمائی کی گئی۔

جب یہ ابوبکر کے پاس آئے اور ان کو دیکھا تو کہا کہ یہ خلیفہ نہیں ہوسکتا۔ پھر پوچھا کہ حضرت محمدؐ سے اُس کا کیا رشتہ ہے؟ تو کہا کہ ہم ایک ہی خاندان یعنی قریش سے ہیں اور وہ حضرت محمدؐ میری بیٹی عائشہ کے شوہر تھے۔

انھوں نے کہا: کوئی اور رشتہ؟ انھوں نے کہا: نہیں۔

اُنھوں نے کہا: بیٹی دینا کوئی رشتہ داری نہیں۔ پھر یہودیوں نے پوچھا: تمھارا رب کہاں ہے؟

انھوں نے کہا: سات آسمانوں کے اُوپر۔ انھوں نے کہا: کوئی اور جواب ہے؟

انھوں نے کہا: نہیں۔ تو اُنھوں نے کہا: اپنے سے اَعلم کی طرف رہنمائی کرو کیوں کہ تم وہ شخص نہیں ہو جس کے بارے میں ہم نے توارات میں دیکھا ہے اور جو محمدؐ کا خلیفہ ہے۔ حضرت ابوبکر غصّے میں آگئے اور ان کو جھڑکا اور حضرت عمر کی طرف بھیج دیا۔

کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ اگر یہ حضرت عمر کے پاس گئے تو وہ ان پر سختی کریں گے۔ جب یہ حضرت عمر کے پاس آئے اور پوچھا کہ تمھاری حضرت محمدؐ سے کیا قرابت ہے؟

اس نے کہا: وہ ہمارے قریش سے ہیں اور میری بیٹی حفصہ کے شوہر تھے۔

اُنھوں نے کہا: کوئی اور رشتہ داری ہے تو حضرت عمر نے کہا: نہیں۔

اُنھوں نے کہا: یہ کوئی رشتہ داری نہیں اور یہ صفت محمدؐ کے خلیفہ کی نہیں ہے۔

پھر پوچھا: تمھارا رب کہاں ہے؟

اس نے کہا: سات آسمانوں کے اُوپر ہے۔

انھوں نے کہا: کوئی اور جواب ہے؟

اس نے کہا: نہیں۔ تو انھوں نے کہا: اپنے سے اَعلم کے بارے میں بتاؤ۔

حضرت عمر نے ان کو حضرت علیؑ کی طرف بھیجا۔ جب حضرت علیؑ کے پاس آئے اور آپؑ کو دیکھا تو ایک دوسرے سے کہا کہ یہ شخص وہی ہے جس کی تعریف

توراۃ میں موجود ہے، یہ محمدؐ کا جانشین ہے اور محمدؐ کی بیٹی کا شوہر ہے اور سبطین کا باپ ہے اور رسولؐ اللہ کے بعد حق قائم کرنے والا ہے۔

پھر ان دونوں نے کہا: اے شخص! تمھاری رسولؐ سے کیا قرابت داری ہے؟

فرمایا: وہ میرے بھائی ہیں اور میں ان کا وارث اور وصی ہوں نیز سب سے پہلے ایمان کو ظاہر کرنے والا ہوں اور ان کا داماد ہوں۔

ان دونوں نے کہا: یہ رشتہ داری قابلِ فخر ہے اور قربت حقیقی ہے جو توراۃ میں مذکور ہے۔ پس تمھارا رب کہاں ہے؟

فرمایا کہ اگر تم چاہو تو حضرت موسیٰؑ تمھارے نبیؑ کے زمانے کے مطابق بتاؤں یا پھر تمھاری خواہش ہے تو رسولؐ پاک اپنے نبیؐ کے زمانے کے مطابق سمجھاؤں؟

انھوں نے کہا: ہمیں اپنے نبی حضرت موسیٰؑ کے زمانے کے مطابق سمجھاؤ تو فرمایا: چار فرشتے حضرت موسیٰؑ کے پاس آئے۔ ایک فرشتہ مشرق سے، ایک مغرب سے، ایک آسمانوں سے اور ایک زمین سے۔

مشرقی مَلک نے مغربی مَلک سے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟

اس نے کہا: میں اپنے رب کی طرف سے آیا ہوں۔

پھر آسمان سے آنے والے فرشتے نے زمین سے نکلنے والے فرشتے سے پوچھا: تم کہاں سے آئے ہو؟

اس نے کہا: میں اپنے رب کی طرف سے آیا ہوں۔ تو یہ تمھارے نبی حضرت موسیٰؑ کے زمانے کے مطابق جواب تھا اور ہمارے نبیؐ کے مطابق جواب یہ ہے، جو ارشاد خداوندی ہے:

مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ

أَيْنَ مَا كَانُوْا (المجادلہ، آیہ ۷)

''جہاں تین ہوں، وہ چوتھا ہوتا ہے، پانچ ہوں تو چھٹا وہ رب ہوتا ہے اس سے کم ہو یا زیادہ ہر مقام پر وہ ایک ضرور ہوتا ہے، جہاں بھی تم ہو''۔

یہودیوں نے کہا: تمھارے دو شیخین نے آپ کو اس مسند پر کیوں بیٹھنے نہیں دیا جس کے آپ اہل ہو؟ اس ذات کی قسم جس نے تورات کو موسیٰؑ پر نازل کیا، آپ ہی برحق خلیفہ ہیں، آپؑ کی صفات ہماری کتب میں موجود ہیں جو ہم اپنے کلیساؤں میں پڑھتے ہیں لہٰذا آپؑ ہی خلافتِ محمدؐ کے زیادہ حق دار ہیں تو حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ دونوں شیخ مقدم ہو گئے اور ہمیں پیچھے ہٹا دیا۔ ان کا حساب خدا کے سپرد ہے وہ ان سے پوچھے گا۔

قولِ مجلسی

حضرت مفیدؒ کا یہ قول قَدّما یعنی جسے اللہ نے رتبۂ امامت سے پیچھے ہٹایا تو انھوں نے آگے کر دیا اور قولِ علیؑ: اَخّرا، یعنی جو امامتِ اُمت کا اہل تھا اُسے پیچھے ہٹا دیا۔

جنابِ عمر کا حضرت علیؑ کی طرف اشارہ کرنا

ابی طفیل عامر بن واثلۃ سے روایت ہے کہ ہم جناب ابوبکر کی نماز میں بھی حاضر تھے اور حضرت عمر کی بیعت بھی کی اور مسجد میں آنا جانا بھی تھا، ہمارا وہاں کچھ دنوں کا قیام تھا، تو معلوم ہوا کہ لوگوں نے عمر کو امیر المومنین کہنا شروع کر دیا۔

ایک دن ہم اس کے پاس موجود تھے کہ مدینہ کا ایک یہودی آیا، اس کا کہنا تھا کہ وہ حضرت ہارونؑ کی اولاد میں سے ہے، وہ مسجد میں عمر کے سامنے آ کر کہنے لگا: اے امیر المومنین! تم میں سے نبیؐ کے علم اور کتابِ خدا کے علم میں اَعلم کون ہے تا کہ میں چند

سوال پوچھ لوں تو عمر نے حضرت علیؑ کی طرف اشارہ کیا۔

یہودی نے کہا: اے علیؑ! کیا ایسا ہی ہے؟ تو فرمایا: ہاں! تو پوچھ جو پوچھنا چاہتا ہے۔

یہودی نے کہا: میں تین، تین اور ایک ایک کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں۔

حضرتؑ نے فرمایا: سات چیزوں کا سوال کیوں نہیں کرتا؟

یہودی نے کہا: پہلے تین سوال کروں گا اگر ان کے جواب صحیح ہوئے تو پھر تین اور سوال کروں گا۔ اگر ان تین کا بھی جواب صحیح ہوا تو پھر ایک سوال کروں گا اور اگر پہلے تین سوالوں کے جواب صحیح نہ ہوئے تو مزید کوئی سوال نہ کروں گا۔

حضرتؑ نے فرمایا: میرے جواب کی درستی کا تجھے کیسے معلوم ہوگا؟

اس نے اپنی بغل سے ایک کتاب نکالی اور کہا: یہ مجھے اپنے آباؤ اجداد سے میراث میں ملی ہے۔ جو حضرت موسیٰؑ کی املاء سے حضرت ہارونؑ کی تحریر ہے اور اس کتاب میں ان سوالات کے جواب موجود ہیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: اگر میں نے جواب صحیح دیے تو کیا اسلام قبول کرلو گے؟

اس نے کہا: فوراً اسلام قبول کرلوں گا۔

حضرتؑ نے فرمایا: اب پوچھو۔ یہودی نے کہا:

① وہ کون سا پہلا پتھر ہے جو زمین پر رکھا گیا؟

② وہ کون سا درخت ہے جو سب سے پہلے زمین پر اُگا؟

③ وہ کون سا چشمہ ہے جو سب سے پہلے زمین پر جاری ہوا؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: ایک پتھر کا یہودی کہتے ہیں کہ وہ زمین پر آیا اور بیت المقدس میں ہے تو یہ جھوٹ ہے بلکہ وہ پتھر جو سب سے پہلے زمین پر آیا وہ ہے جو آدمؑ جنت سے اپنے ساتھ لائے تھے اور کعبہ کے کونے پر رکھ دیا۔ لوگ اسے مَس کرتے ہیں،

بوسے دیتے ہیں، تجدید عہد کرتے ہیں۔

یہودی نے کتاب دیکھ کر کہا کہ آپؑ نے صحیح جواب دیا۔

پھر حضرت علیؑ نے فرمایا: سب سے پہلا درخت تم یہودی زیتون کا درخت سمجھتے ہو حالانکہ یہ جھوٹ ہے بلکہ سب سے پہلا درخت عجوہ کھجور کا ہے جو آدم علیہ السلام جنت سے لائے تھے پس تمام کھجوروں کے درخت اسی عجوہ سے ہیں۔

یہودی نے کہا: یہ جواب صحیح ہے۔

پھر حضرت علیؑ نے فرمایا: سب سے پہلا چشمہ تمھارے نزدیک وہ ہے جو بیت المقدس کے پتھر کے نیچے سے جاری ہوا، جو جھوٹ ہے۔ پہلا چشمہ حیات وہ ہے جس کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ساتھی مچھلی بھول آیا تھا اور جب یہ پانی مچھلی تک پہنچا تو وہ زندہ ہوگئی اور پانی میں چلنے لگی، اسی کو تلاش کرتے کرتے حضرت موسیٰؑ اور ان کا ساتھی جناب خضرؑ سے جا ملے۔

یہودی نے کہا: آپ نے صحیح جواب دیا ہے۔

حضرت امیرؑ نے فرمایا اور پوچھو؟

یہودی نے کہا:

① اس اُمت (مسلمانوں) کے نبیؐ کے بعد کتنے عادل امامؑ ہیں؟

② جنت میں حضرت مصطفیٰؐ کا مسکن کہاں ہوگا؟

③ ان کے ساتھ اور کون کون ہوں گے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: اس اُمت کے اپنے نبیؐ کے بعد بارہ عادل امامؑ ہیں جو کسی مخالف کو (بھی) نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

یہودی نے کہا: جواب صحیح ہے۔

پھر یہودی نے مسلمانوں کے نبیؐ کا جنت میں مسکن دریافت کیا تو حضرت علیؑ

نے فرمایا: حضرت محمد مصطفیٰؐ کا مسکن، جنت العدن میں ہوگا جو تمام جنتوں کے درمیان ہے اور عرشِ رحمٰن کے قریب ترین ہے۔ یہودی نے کہا: جواب صحیح ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: حضرت محمد مصطفیٰؐ کے ساتھ (اُن کے مقام پر) جنت میں بارہ عادل امام بھی ہوں گے تو یہودی نے کہا: جواب صحیح ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: اب اور پوچھو؟

یہودی نے کہا: حضرت محمد مصطفیٰؐ کے وصی جو اُن کے اہل سے ہوں گے رسولؐ کے بعد وہ کتنا عرصہ زندہ رہیں گے اور کیا وہ بھی طبعی موت مریں گے یا شہادت سے دنیا سے کوچ کریں گے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: اے یہودی! وہ وصیِ رسولؐ کے بعد تیس سال زندہ رہیں گے اور سر کے خون سے ان کی ڈاڑھی رنگین ہوگی (اپنی طرف اشارہ کیا)۔

راوی کہتا ہے کہ یہودی فوراً قریب آیا اور کلمہ پڑھا:

اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد انّ محمداً رسولُ اللّٰہ آپؑ ہی رسولؐ خدا کے وصی ہیں۔

حضرت ابوبکر خاموش اور حضرت علیؑ کے جوابات

جناب ابی ایوب جو امام جعفر صادق علیہ السلام کی اولاد کے معلم و مؤدب تھے، نے بیان کیا ہے کہ جب رسولؐ اللہ کی وفات ہوگئی تو ایک شخص یہودی حضرت داؤدؑ کی اولاد سے مدینہ آیا تو دیکھا کہ مدینہ کی گلیاں کوچے ویران ہیں۔ کسی سے پوچھا تو پتہ چلا کہ حضرت رسولؐ پاک کی وفات ہوگئی۔

اس یہودی داؤدی نے کہا: ہاں ان کی وفات کا یہی دن ہماری کتاب میں لکھا ہے۔

پھر پوچھا کہ لوگ کہاں ہیں؟

کہا گیا کہ مسجد میں ہیں وہ مسجد میں آیا تو ابوبکر، عمر، عثمان، عبدالرحمٰن بن عوف، ابوعبیدہ بن الجراح اور دیگر لوگوں سے مسجد بھری ہوئی تھی۔

اس نے کہا: مجھے راستہ دو، تاکہ اندر آؤں اور مجھے میری اپنے خلیفہ کی طرف رہنمائی کرو جسے تمھارے نبیؐ نے خلیفہ بنایا ہے۔ تو لوگوں نے اسے ابوبکر کے حوالے کیا۔

اس یہودی نے ابوبکر سے کہا کہ میں حضرت داؤدؑ کی اولاد میں سے یہودی ہوں۔

میں آپ سے چار حروف کے بارے میں سوال کرنے آیا ہوں۔ اگر تم نے صحیح جواب دیے تو اسلام قبول کروں گا۔ لوگوں نے کہا: تھوڑا انتظار کرو۔

حضرت علی علیہ السلام مسجد کے دروازے سے آئے تو لوگوں نے یہودی سے کہا: اس آنے والے جوان سے پوچھو! یہودی حضرتؑ کے قریب آیا اور کہا: کیا آپ علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: کیا تو اولادِ داؤدؑ میں سے فلاں شخص ہے؟

اس نے کہا: ہاں، پس حضرتؑ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور ابوبکر کے پاس لے آئے۔ یہودی نے کہا: میں نے ان سے یہ سوال کیا تو انھوں نے آپ کی طرف رہنمائی کی۔ فرمایا: پوچھو!

یہودی نے کہا:

① جب اللہ نے تمھارے نبی کو معراج کرائی تو اللہ سے کلام ہوئی تو بتایئے کلامِ الٰہی کا پہلا حرف کون سا تھا؟

② وہ کون سا فرشتہ ہے جس نے نبیؐ خدا کو دھکیلا اور ان پر سلام نہ کیا؟

③ وہ چار کون ہیں جن سے جہنم کے فرشتے نے طبقِ نار ہٹایا اور انھوں نے تمھارے نبیؐ سے کلام کیا؟

④ تمھارے نبیؐ کا جنت میں منبر کہاں ہے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا:

① پہلا حرف اور کلمہ جو خدا نے بولا وہ یہ ارشادِ قدرت اٰمَنَ الرَّسُولَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِن رَّبِّہٖ ہے۔ یہودی نے میری یہ مراد نہیں فرمایا کہ رسولؐ اللہ کا قول ہے: الْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ۔

یہودی نے کہا: یہ بھی میری مراد نہیں۔

فرمایا: پس اس امر کو چھپا ہی رہنے دے۔

یہودی نے کہا: مجھے یہ بتاؤ کہ کیا وہ آپ نہ تھے؟

فرمایا کہ جب رسولؐ خدا کے سامنے سے سارے پردے ہٹا دیے گئے تو مقام جبرئیلؑ سے پہلے ایک فرشتے نے آواز لگائی: یا احمدؐ! حضرتؐ نے جواب میں لبیک کہا تو فرشتے نے کہا: اللہ آپ کو سلام کہہ رہا ہے اور فرماتا ہے کہ میرا اسلام سید ولی کو بھی دینا۔

پس فرشتے نے کہا: (سید ولی) یعنی علی بن ابی طالبؑ!

یہودی نے کہا: تم نے سچ کہا اور ہماری کتاب میں یونہی لکھا ہے۔

① پھر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: جس فرشتے نے رسولؐ خدا کو دھکیلا وہ ملک الموت تھا جو دنیا کے ایک جابر بادشاہ سے ہو کر آیا تھا۔ اُس بادشاہ نے کوئی بات کی جس سے یہ فرشتہ غضب ناک ہو گیا اور اسی عالم میں رسولؐ خدا کو نہ پہچانتے ہوئے دھکیلا۔ جبرئیلؑ نے کہا: اے ملک الموت! یہ اللہ کے رسول اکرمؐ احمد حبیب ہیں، پس وہ فرشتہ واپس آیا اور قدموں سے لپٹ گیا اور معافی مانگی اور عرض کیا: میں اللہ کے لیے اُس بادشاہ پر غضب ناک تھا اور مجھے آپ کا خیال نہ رہا لہٰذا معاف فرما دیں تو حضرتؐ نے اسے معاف کر دیا۔

③ پھر حضرت علیؑ نے فرمایا کہ وہ چار شخص جنھوں نے جہنّم سے ہمارے نبیؐ سے کلام کی۔ جب رسولؐ پاک جہنّم کے خازن مالک فرشتے کے پاس سے گزرے جو کبھی مسکرایا

نہیں تو جبرئیلؑ نے اُسے کہا کہ اے مالک! یہ رحمت للعالمین نبیؐ ہیں تو وہ مسکرانے لگا۔

حضرتؐ نے حکم دیا کہ آگ کا ایک طبق ہٹائے تو اس نے طبق ہٹایا۔ نیچے قابیل، نمرود، فرعون اور ہامان موجود تھے۔ انھوں نے عرض کیا:

اے محمدؐ! اپنے رب سے دعا کریں کہ ہمیں واپس دنیا میں پلٹا دے تا کہ ہم عملِ صالح کریں۔ پس جبرئیلؑ غضب ناک ہوئے اور اپنے پاؤں کی نوک سے ان پر طبق نار دوبارہ ڈال دیا۔

④ پھر حضرتؑ نے فرمایا: رسولؐ خدا کا مسکن جنت عدن ہے جسے اللہ نے اپنی خاص مہربانی سے پیدا کیا ہے اور اسی جنت میں ان کے ساتھ بارہ امام اور وصی ہوں گے۔ ان کے اُوپر ایک گنبد ہوگا جسے رضوان کہتے ہیں اور اس رضوانی گنبد کے اُوپر ایک مقام ہوگا جسے وسیلہ کہتے ہیں اور جنت میں اس جیسا عمدہ اور بلند مقام کوئی اور نہیں اور وہیں پر رسولؐ خدا کا منبر ہوگا۔

یہودی نے کہا: خدا کی قسم! آپ کے جواب درست ہیں کیوں کہ داوٗد نبیؑ کی کتاب موجود میں ہیں جو نسل درنسل چلتے چلتے مجھ تک پہنچی ہے اور اب میں کلمہ پڑھتا ہوں:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ اِنَّكَ عَالِمُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَ وَصِيُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ

پس حضرت علی علیہ السلام نے اس شخص کو دینی شریعت سے آگاہ کیا۔

یہودی پوچھتا ابوبکر سے اور جواب علیؑ سے ملتا ہے؟

انس بن مالک سے روایت ہے کہ ایک یہودی حضرت ابوبکر کے زمانے میں مدینہ آیا اور خلیفہ کا پوچھا۔ لوگوں نے اُسے حضرت ابوبکر کی طرف روانہ کیا۔ یہودی نے ابوبکر سے پوچھا: کیا تم رسولؐ خدا کے خلیفہ ہو؟ اس نے کہا: ہاں! کیا تم مجھے اس مقام اور

محراب میں نہیں دیکھ رہے جو رسولِ خدا کے تھے۔

یہودی نے کہا: اگر تو خلیفہ ہے تو میں چند سوال کرتا ہوں ان کے جواب دے۔

حضرت ابوبکر نے کہا: جو جی چاہے پوچھو۔

یہودی نے کہا:

① وہ کیا چیز ہے جو اللہ کے لیے نہیں ہے؟

② وہ کون سی چیز ہے جو اللہ کے پاس نہیں؟

③ اور وہ کون سی شے ہے جسے اللہ نہیں جانتا۔

حضرت ابوبکر نے سوال سنتے ہی غصے میں آ کر کہا: اے یہودی! یہ تو زندیقوں کے سوال ہیں۔ اس وقت ابوبکر کے حواریوں نے اسے قتل کرنا چاہا تو حاضرین میں موجود ابن عباسؓ نے لوگوں کو جھڑک دیا اور کہا: اے ابوبکر! اس کے قتل کرنے میں جلدی نہ کرو۔

حضرت ابوبکر نے کہا: کیا تم نے نہیں سنا کہ یہ کیا کہہ رہا ہے؟

ابن عباسؓ نے کہا: اگر تمھارے پاس جواب نہیں ہیں تو اسے یہاں سے نکال دو۔ پس اس نے نکالنے کا حکم دیا اور وہ یہودی جا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ خدا ہدایت کرے اس قوم پر جو غصبی مقام پر بیٹھ گئی اور ایک شخص کو قتل کرنے کا ارادہ ہے جسے خدا نے حرام قرار دیا ہے۔

راوی کہتا ہے کہ یہودی چلا گیا اور وہ کہتا جا رہا تھا کہ اے لوگو! اب اسلام ختم ہو گیا ہے۔ اب یہ جواب بھی نہیں دے سکتے، اب کہاں ہیں رسولِ خدا اور کہاں ہے ان کا خلیفہ؟

ابن عباسؓ اس کے پیچھے گئے اور اُسے کہا کہ تم نبوت کے علم کے دروازے پر جاؤ یعنی حضرت علیؑ کے دروازے پر جاؤ۔ اسی اثنا میں یہودی کی تلاش میں ابوبکر اور دیگر لوگ بھی پہنچ گئے۔ انھوں نے اس کو پکڑا اور حضرت علیؑ کی خدمت میں لے گئے۔

حضرت علیؑ نے اذنِ دخول لیا، حضرت نے اجازت دی، مکان لوگوں کی بھیڑ

سے بھر گیا۔ کچھ مسکرا رہے تھے اور کچھ رو رہے تھے۔

ابوبکر نے کہا: یا علیؑ! یا ابا الحسنؑ! اس یہودی نے مجھ سے زندیقوں والے سوال کیے ہیں۔

حضرت امیر علیہ السلام نے پوچھا: اے یہودی! آپ کیا کہتے ہیں؟

یہودی نے کہا: اگر میں سوال کروں تو آپ بھی میرے ساتھ وہی کریں گے جو انھوں نے کیا۔

حضرتؑ نے پوچھا: انھوں نے کیا سلوک کیا؟

یہودی نے کہا: وہ میرا خون بہانا چاہتے تھے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: اب ان باتوں کو چھوڑ و اور اپنے سوال کرو۔

یہودی نے کہا: میرے ان سوالوں کا جواب یا نبیؐ دے سکتا ہے یا نبی کا وصی دے سکتا ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا: پوچھو! یہودی نے سوال دُہرائے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: ایک شرط ہے کہ اگر جواب صحیح ہوئے تو کلمۂ اسلام پڑھے گا۔

یہودی نے کہا: شرط منظور ہے۔

فرمایا: اللہ کی بیوی اور اولاد نہیں۔ اس نے کہا: صحیح ہے پھر فرمایا: اللہ کے پاس ظلم نہیں۔ اس نے کہا: یہ بھی صحیح ہے۔ پھر فرمایا: اللہ کا شریک اور وزیر اس کے علم میں نہیں وہ علٰی کُل شیٍ قدیر ہے۔

اب یہودی نے کہا: اپنا ہاتھ بڑھائیں تا کہ میں بیعت کروں اور کلمہ پڑھوں۔

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ وَ اِنَّكَ خَلِيْفَةُ

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے

رسول ہیں جب کہ آپؑ ان کے خلیفہ، وارثِ علم اور وصی ہیں''۔

خدا آپ کو جزائے خیر دے۔ لوگوں نے تکبیر بلند کی اور ابوبکر نے کہا:

یا کاشف الکربات، یا علیؑ! آپ ہی پریشانیاں دُور کرنے والے ہیں۔

پھر ابوبکر منبر پر گئے اور کہا: اَقِیْلُونِی اَقِیْلُونِی اِقِیْلُونِی ''میری رہنمائی کرنا، میری ہدایت کرنا، میری ہدایت کرنا کیوں کہ میں تم سے بہتر نہیں جبکہ علیؑ تمھارے اندر موجود ہیں''۔

پھر عمر اُٹھے اور کہا: ابوبکر یہ باتیں نہ کرو ہم نے آپ کو اپنے نفوس کے لیے منتخب کیا ہے۔ پھر انھیں منبر سے اُتار لیا۔

ہمارے نبیؐ اعظم الانبیاؑ

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک یہودی شام سے آیا۔ وہ توراۃ، انجیل، زبور اور صحفِ ابراہیمؑ کا عالم تھا نیز ان کتب کے دلائل سے آگاہ تھا۔ اصحابِ رسولؐ ایک جگہ جمع تھے ان میں حضرت علیؑ بھی موجود تھے۔ ابن عباسؓ اور ابومعبد بھی تھے۔

اس یہودی نے کہا: اے محمدؐ کی اُمت! نبی کا کوئی درجہ اور رسولؐ کی کوئی فضیلت ایسی نہیں جو تمھارے نبیؐ میں نہ ہو، کیا تم میرے سوالوں کا جواب دے سکتے ہو؟

تمام لوگ خاموش رہے، فقط حضرت علیؑ نے فرمایا: ہاں ہمارے نبیؐ کے درجات اور فضائل تمام انبیاؑ سے کئی گنا زیادہ ہیں۔

یہودی نے کہا: کیا آپ مجھے جواب دیں گے؟

حضرتؑ نے فرمایا: ہاں، آج میں رسولؐ کے وہ فضائل ذکر کروں گا جن سے مومنین کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اور شک کرنے والوں کے شکوک کا ازالہ ہوگا۔ اور جب ایک فضیلت اپنے نبی کی کرتے تو ساتھ یہ بھی کہتے کہ میں فخر محسوس نہیں کرتا کہ

تمھارے لیے اپنے نبیؐ کے فضائل ذکر کروں اور باقی انبیاؑ کے فضائل کم کروں اور نہ ان میں نقص ڈالوں بلکہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ محمدؐ کو وہ فضائل عطا ہوئے جو اُن کو عطا کیے تھے۔

ہمارے نبیؐ اور آدم علیہ السلام

پس یہودی نے کہا: اب میں آپ سے سوال کرتا ہوں، جواب دینے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ حضرتؑ نے فرمایا: سوال کیا ہے؟

یہودی نے کہا: آدمؑ کو ملائکہ سے خدا نے سجدہ کرایا کیا محمدؐ کے لیے ایسا ہوا؟

امامؑ نے فرمایا: ملائکہ کا سجدہ اطاعت کا سجدہ نہ تھا کیوں کہ اگر یہ اطاعت کا سجدہ ہوتا تو یہ غیر اللہ کی عبادت تھی۔ یہ تو ملائکہ کا آدمؑ کی فضیلت کے اعتراف میں سجدہ تھا۔ اور محمدؐ کو اس سے کہیں زیادہ خدا نے فضائل عطا کیے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی جبروت میں ان پر درود وسلام پڑھا اور ملائکہ نے پڑھا اور مومنین نے درود وسلام پڑھ کر عبادت کی تو یہ اضافی فضیلت ہے۔

یہودی نے کہا: اللہ نے آدمؑ کی غلطی کے بعد توبہ قبول کی۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ درست ہے اور محمدؐ کا مقام بغیر کسی گناہ کے اس سے کہیں زیادہ ہے جیسے ارشاد خداوندی ہے:

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ

پس محمد مصطفیٰؐ بروزِ قیامت کوئی بوجھ اٹھانے والے نہیں اور نہ کسی گناہ میں مطلوب ہیں۔

ہمارے نبیؐ اور ادریس علیہ السلام

یہودی نے کہا: حضرت ادریسؑ کو خدا نے بلند مقام پر فائز کیا اور ان کی وفات

کے بعد جنت کے تحائف سے انھیں کھلانا کھلایا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: ایسا ہی ہوا لیکن ہمارے نبیؐ کو ان سے افضل عطا فرمایا گیا کہ خود خدا نے فرمایا:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ "اللہ کی طرف سے یہ بلندی کافی ہے"۔

اگر ادریسؑ کو جنت کے تحائف کھلائے تو محمدؐ کو تحائفِ جنت سے زندگی میں کھلایا۔ جب حضرتؐ کو بھوک لگتی تو جبرئیلؑ جنت سے جام لاتے جس میں تحفہ ہوتا۔ پس وہ جام اور تحفہ بھی حضرت کے ہاتھ میں آ کر تسبیح، تکبیر اور حمدِ خدا کرتا تھا اور اسے اہلِ بیتؑ کھاتے تھے اور پھر وہ بعض اصحاب کو دینے لگے تو جبرئیلؑ نے کہا: یہ جنتی تحفہ ہے جو نبی یا وصیِ نبیؐ ہی استعمال کر سکتا ہے۔ پس حضرتؐ نے کھایا اور ہم نے بھی ان کے ساتھ کھایا اور میں آج بھی اس کھانے کی مٹھاس اور ذائقہ محسوس کرتا ہوں۔

ہمارے نبیؐ اور نوح علیہ السلام

یہودی نے کہا: حضرت نوح علیہ السلام نے راہِ خدا میں کس قدر صبر کیا جب قوم نے انھیں جھٹلایا۔

پس حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ ٹھیک ہے لیکن محمد مصطفیؐ نے راہِ خدا میں یوں صبر کیا کہ جب قوم نے انھیں صرف جھٹلایا ہی نہیں بلکہ شہر بدر بھی کیا، پتھر مارے۔ ابولہب نے بکری کی اُوجھ اُوپر پھینک دی۔ پس اللہ نے پہاڑوں کے فرشتے جابیل کو وحی کی کہ پہاڑ کو حکم دے کہ محمدؐ کے پاس جائے اور وہ محمد مصطفیؐ کے پاس آیا اور کہا کہ میں آپؐ کی اطاعت کے لیے آیا ہوں۔ اگر آپ اجازت دیں تو ان پر پہاڑوں کا ایک طبق آ جائے جس سے یہ سب ہلاک ہو جائیں تو ہمارے رسولؐ نے فرمایا: میں رحمت بن کر آیا ہوں، میرے اللہ! میری اُمت کو معرفت عطا کر کہ وہ مجھے پہچان لے۔

اے یہودی! تجھ پر افسوس ہے کہ جب نوحؑ نے قوم کو غرق ہوتے دیکھا تو

قرابت پر رحم آیا اور مہربانی ظاہر کی اور کہا: رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِی اور رب نے جواب دیا: وَ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ اس سے خدا نے نوحؑ کو تسلی دی لیکن حضرت محمد مصطفیؐ نے جب اپنی قوم کی (خدا سے) دشمنی دیکھی تو ان پر (خدا کے) انتقام کی تلوار لٹکا دی اور ان کے بارے کبھی رحم یا نرمی یا کسی اور قرابت کا ذرا بھر احساس نہ ہوا۔

یہودی نے کہا: حضرت نوحؑ نے رب سے دعا کی تو آسمانوں سے پانی برسنے لگا۔ حضرت نے فرمایا: نوحؑ کی دعا غضب کی دعا تھی، لہٰذا فوراً برسات ہوئی لیکن محمد مصطفیؐ نے دعا کی کہ آسمانوں سے رحمت کی بارش برسے اور جب انھوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو اہلِ مدینہ جمعہ کے دن حضرتؐ کے پاس آئے اور عرض کیا: یارسولؐ اللہ! بارشیں بند ہیں، کھیتیاں زرد پڑ گئی ہیں، پتے خشک ہونے لگے ہیں، پس حضرتؐ نے ہاتھ دعا کے لیے بلند کیے اور اس قدر بلند کیے کہ بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی تو آسمانوں پر بادل نظر نہ آنے کے باوجود فوری طور پر بارش شروع ہوگئی اور تمام پانی کی قلت ختم ہوگئی۔

اس قدر بارش ہوئی کہ مضبوط سے مضبوط جوان بھی اپنے گھر کی طرف واپس آنے میں شدید بارش کی وجہ سے سخت مشکلات کا شکار ہوئے اور پورا ایک ہفتہ بارش ہوتی رہی۔ پھر لوگ دوسرے جمعہ کو آئے اور عرض کیا کہ اب تو دیواریں گرنے لگی ہیں، سفر اور سواریاں رُک چکی ہیں پس رسولِؐ خدا مسکرائے اور فرمایا: یہ ابن آدم جلدی تھک جاتا ہے۔ پھر فرمایا: اے اللہ! ہمارے اُوپر نہیں ہمارے اردگرد بارش برسا، اے اللہ! پودوں کی جڑوں میں اور بقیع کے کھیتوں میں برسا تو لوگوں نے دیکھا کہ مدینہ سے باہر بارش کی وجہ سے پانی ہی پانی تھا جب کہ مدینہ میں ایک قطرہ پانی بھی موجود نہ تھا۔ یہ تھی رسولِؐ خدا کی کرامت۔

ہمارے نبیؐ اور حضرت ہود علیہ السلام

یہودی نے آپ سے کہا کہ خداوند متعال نے حضرت ہود علیہ السلام کے دشمنوں سے سخت آندھی کے ذریعے انتقام لیا تو کیا حضرت محمدؐ کے لیے خدا نے ایسا کیا؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدؐ کو اس سے افضل عطا فرمایا کہ جنگِ خندق میں حضرت محمدؐ کے دشمنوں کے مقابلے میں اللہ نے حضورؐ کی ایسی ہوا سے مدد کی کہ جس نے ان کے کھانے کی دیگوں تک کو اُلٹا دیا، نیز ایسا لشکر بھیجا جسے وہ دیکھ نہ سکتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدؐ پر حضرت ہودؑ سے اسّی ہزار فرشتے زیادہ بھیجے اور حضرت ہودؑ پر فضیلت یہ دی کہ حضرت ہودؑ کے دشمنوں پر آنے والی ہوا غضبِ الٰہی کی آندھی تھی اور حضرت محمدؐ کی مدد کے لیے آنے والی ہوا رحمت کی ہوا تھی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآئَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا

حضرت صالح علیہ السلام اور ہمارے نبی آخر الزمان علیہ السلام

یہودی نے کہا: خداوند عالم نے حضرت صالحؑ کے لیے ایک ناقہ کو پتھر سے نکال کر قوم کے لیے عبرت بنا دیا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: حضرت محمدؐ کو ان سے افضل تحفہ عطا فرمایا کہ حضرت صالحؑ کی ناقہ نہ بولتی تھی اور نہ ہی اس نے حضرت صالحؑ کی نبوت کی گواہی بول کر دی جب کہ ہمارے نبی پاکؐ سے ایک جنگ میں اُونٹ نے کلام کیا اور قریب آ کر کہا کہ مجھے فلاں شخص نے استعمال کیا اور میں بوڑھا ہوگیا ہوں، اب وہ مجھے نحر کرنا چاہتا ہے، میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔ پس رسولؐ پاک نے مالک سے لے کر اُس اُونٹ کو آزاد کر دیا۔ پھر حضرتؐ کے پاس ایک شخص کو اُونٹ کے ساتھ لایا گیا تو اس شخص کے

خلاف گواہوں نے اُونٹ چوری کی گواہی دی۔ لیکن یہ اُونٹ خود بولا کہ اے رسولؐ خدا! اس شخص نے مجھے چوری نہیں کیا بلکہ فلاں یہودی میرا چور ہے اور اِس کے خلاف گواہوں نے جھوٹی گواہی دی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہودی نے کہا: حضرت ابراہیمؑ معرفتِ خدا پر پوری بیدار مغزی سے قائم تھے اور اطمینانِ قلب کے دلائل کو محیط تھے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: ہمارے رسولؐ کو ان سے افضل عطا ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ کی یہ کیفیت پچیس سال کی عمر میں ہوئی اور ہمارے رسولؐ پاک نو سال کی عمر میں تھے تو ایک نصرانی تاجر نے صفا و مروہ کے درمیان حضرت کو پہچان لیا اور آپ کے مبعوث ہونے کی خبر دیتے ہوئے یوں کہا:

اے بچے! تمھارا کیا نام ہے؟ فرمایا: میرا نام محمدؐ ہے۔

تاجروں نے کہا: تمھارے باپ کا کیا نام ہے؟

فرمایا: میرے والد کا نام عبداللہ ہے۔

تاجر نے کہا: (زمین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کہ اس کا کیا نام ہے؟
فرمایا: یہ زمین ہے۔ تاجر نے کہا: (آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کہ وہ کیا ہے؟

فرمایا: وہ آسمان ہے۔

تاجر نے کہا: ان (زمین و آسمان) کا رب کون ہے؟

فرمایا: اللہ۔ پھر تاجر کو تنبیہہ کرتے ہوئے فرمایا: کیا تم مجھے اللہ کے بارے میں شک میں ڈالنا چاہتے ہو۔

اے یہودی! ہمارے رسولؐ تو اس وقت دلائل اطمینان پر فائز تھے جب یہ قوم کافر تھی اور بتوں کی پوجا کرتی تھی اور تیروں سے اپنی قسمت معلوم کرتی تھی اور ہمارے

رسولؐ اس وقت فرماتے تھے: لا الہ الا اللہ۔

یہودی نے کہا: حضرت ابراہیمؑ کو اللہ نے نمرود سے تین مقامات پر بچایا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: رسولؐ پاک کو پانچ مقامات پر بچایا، تین کے بدلے تین اور دو حجاب سے حضرت رسولؐ پاک کو ان پر فضیلت حاصل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے خود ایک مقام پر رسولؐ پاک کی تعریف میں فرمایا کہ وَ جَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا یہ پہلا حجاب اور مانع ہے۔

وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا یہ دوسرا حجاب اور مانع ہے۔

فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ یہ تیسرا حجاب مزید مانع اور بچاؤ ہے۔

پھر فرمایا: وَ اِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَ بَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا یہ چوتھا حجاب اور مانع ہے۔

پھر فرمایا: فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ یہ پانچواں حجاب اور بچاتا ہے۔

پھر یہودی نے حضرت علیؑ سے کہا: حضرت ابراہیمؑ کے برہان لانے سے کافر مبہوت ہو گیا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے نبیؐ کے پاس ایک شخص آیا جو موت کے بعد اُٹھنے کا منکر تھا جس کا نام ابی بن خلف تھا، اس کے پاس ایک بوسیدہ ہڈی تھی، اس کو ہاتھ سے رگڑتے ہوئے کہا کہ اے محمدؐ! مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ تو اللہ تعالیٰ نے ہمارے رسولؐ کو محکم آیت کا استدلال دیا اور حضرت نے اپنی نبوت کے برہان سے اسے مبہوت کر دیا، یعنی یہ آیت پڑھی: يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ تو وہ شخص مبہوت ہو گیا۔

یہودی نے کہا: حضرت ابراہیمؑ نے غضبِ الٰہی سے قوم کے بتوں کو توڑ دیا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ درست ہے اور حضرت محمدؐ نے کعبہ کے بتوں کو توڑ کر

پھینک دیا اور وہ تین سو ساٹھ بت تھے اور ان بتوں کو پورے عرب کے علاقہ سے دُور کر دیا اور جنھوں نے بتوں کی پرستش کی ان کو تلوار سے ذلیل کر دیا۔

یہودی نے کہا: حضرت ابراہیمؑ نے تو عشقِ خدا میں اپنے بیٹے کے گلے پر چھری پھیر دی۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: یہ درست ہے لیکن حضرت ابراہیمؑ کو بیٹے کے گلے پر چھری رکھنے کے بعد اس کا بدلا عطا فرمایا جبکہ رسولؐ پاک کو اس سے زیادہ دُکھی کر دینے والے مصائب میں ڈالا گیا، حضرتؐ اپنے چچا حضرت حمزہؓ کے پاس کھڑے تھے جو اللہ، اور رسولؐ کے شیر تھے، ان کے دین کے ناصر تھے، جب ان کی روح نکلی تو نبی پاکؐ نے نہ دُکھ کا اظہار کیا نہ آنسو بہائے اور نہ حضرت حمزہؓ کے، اپنے دل اور اہلِ بیتؑ کے دل میں، مقام کی طرف دیکھا تا کہ صبر کے ذریعے خدا کی خوشنودی حاصل ہو اور تمام افعال میں اپنے معاملے کو خدا کے سپرد کر دیا اور یہی فرمایا کہ اگر مجھے صفیہ کا ڈر نہ ہوتا تو ان کو یہاں اس حالت میں چھوڑ جاتا تا کہ بروزِ محشر درندوں اور پرندوں کے بطون سے محشور ہوں۔ اور اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ میرے بعد یہ سنت بن جائے گا تو ان کو یہاں اسی حالت میں چھوڑ جاتا اور دفن نہ کرتا۔

یہودی نے کہا: حضرت ابراہیمؑ کو اپنی قوم نے آگ میں ڈالا تو اُنھوں نے صبر کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان پر آگ کو سرد اور باعثِ سلامتی بنا دیا۔ حضرت محمدؐ کے لیے بھی خدا نے ایسا کیا؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: یہ درست ہے البتہ حضرت محمد مصطفیؐ جب خیبر میں آئے اور ایک یہودیہ عورت نے اُنھیں کھانے میں زہر کھلایا تو اس زہر نے آپؐ کے شکم کو سالم اور ٹھنڈا کر دیا، حالانکہ زہر جب شکم میں جاتا ہے تو جلا دیتا ہے جس طرح آگ جلاتی ہے اور یہ اللہ کی قدرت سے ہوا جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

حضرت یعقوبؑ اور ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہودی نے کہا: حضرت یعقوب علیہ السلام کو اللہ نے نیکی میں بہت نصیب قرار دیا ہے، کیوں کہ کئی نبیؑ ان کی پشت وصلب سے قرار فرمائے اور جنابِ مریمؑ بنت عمران بھی انہی کی اولاد میں سے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: یہ درست ہے البتہ حضرت محمدؐ کو اس سے زیادہ عطا فرمایا کہ جناب فاطمہ زہراءؑ کو جو تمام عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں، ان کی بیٹی بنایا اور حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ کو ان کا نواسہ قرار دیا۔

پھر یہودی نے آپؑ سے عرض کیا: حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے فراق پر اس قدر صبر کیا کہ دائمی مریض بن گئے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: یہ درست ہے البتہ حضرت یعقوبؑ کے اسی غم و حزن کے بعد انھیں آسودگی مل گئی جبکہ حضرت محمد مصطفیٰؐ کا بیٹا ابراہیمؑ فوت ہوا اور اللہ نے امتحانِ خصوصی لیا تا کہ ان کے لیے ذخیرہ کو عظیم کردے تو رسول کریمؐ نے فرمایا:

میرے نفس کو غم لاحق ہوا ہے، دل بہت دکھی ہے لیکن اے ابراہیمؑ! وہ بات نہ کروں گا جو رب کی ناراضگی کا باعث ہو اور ان تمام چیزوں میں ابراہیمؑ کو یاد کرنے کے بجائے رضائے خدا کو یاد کرتے تھے اور اپنے تمام اُمور کو خدا کے سپرد کر دیا۔

حضرت یوسفؑ اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پس یہودی نے کہا: حضرت یوسفؑ نے جدائی کی تلخی برداشت کی، معصیتِ خدا سے بچنے کے لیے زندان میں قید ہوئے، کنویں میں ڈالے گئے۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: یہ بالکل صحیح ہے البتہ حضرت محمد مصطفیٰؐ نے مسافرت کی تلخی، اپنے اہل وعیال اور اموال سے جدائی برداشت کی۔ جب مکہ حرمِ الٰہی سے ہجرت کی۔ جب حضرت رسولؐ اکرم کے غم واندوہ کو خدا نے دیکھا تو ان کو بھی حضرت یوسفؑ کی طرح خواب میں

دکھایا اور اس خواب کی تصدیق پوری دنیا نے کی جو ارشادِ قدرت ہے:

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ

''اللہ نے رسولؐ پاک کے خواب کو سچّا کر دکھایا کہ ہم مسجدِ حرام میں امن کے ساتھ، حلق و تقصیر (مناسکِ حج) سے داخل ہوں''۔

اگر حضرت یوسفؑ قید میں رہے تو رسولِؐ اکرم بھی شعب ابی طالب میں تین سال محبوس رہے اور رشتہ داروں سے منقطع رہے۔ نیز شدید تر تکلیف میں مبتلا رہے اور ان رشتہ داروں کی سازشوں کو خداوندعالم نے ظاہر کیا جب اپنی ایک معمولی مخلوق کو بھیجا جس نے قریش سے قطع تعلقات کے عہدنامے کو کھالیا اور عہدنامہ خودبخود ختم ہوگیا۔

اور جہاں تک حضرت یوسفؑ کے تنہا کنویں میں ڈالنے کی بات ہے تو جنابِ رسولؐ اللہ نے اپنے دشمن سے تحفظ کے لیے غار میں محبوس رہے اور اپنے ساتھی سے کہا: لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا، اور اللہ نے اپنی کتاب میں رسولؐ پاک کے اس فعل کی تعریف کی ہے۔

حضرت موسیٰؑ اور نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پھر یہودی نے کہا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خدا نے تورات عطا فرمائی جس میں حکمتیں ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: یہ واقعی درست ہیں لیکن جو حضرت محمدؐ کو عطا فرمایا۔ وہ اس سے افضل ہے کیوں کہ سورۂ بقرہ اور سورۂ مائدہ انجیل کے برابر، طور، سین، طٰہٰ اور حوامیم تورات کے برابر اور سورۂ تسابیح زبور کے برابر اور سورۂ بنی اسرائیل اور برأت صحائف ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے برابر اور اس سے زیادہ حضرت محمد مصطفیؐ کو سات بڑی

سورتیں اور سورۂ فاتحہ جو دو مرتبہ نازل فرمائی گئی اور قرآنِ عظیم عطا فرمایا اور اس کے علاوہ کتاب اور حکمت بھی عطا فرمائی۔

پھر یہودی نے عرض کیا: حضرت موسیٰؑ نے پہاڑ طور پر خدا سے مناجات کیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: خدا نے سدرۃ المنتہیٰ پر رسولؐ پاک پر وحی فرمائی۔ پس آپ کا مقام آسمانوں پر محمود ہے اور عرش پر مذکور ہے۔

پھر یہودی نے کہا: حضرت موسیٰؑ پر خدا نے اپنی محبت اِلقا فرمائی۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے رسولؐ پاک کو اس سے کہیں زیادہ عطا فرمایا۔ اللہ نے اس قدر محبت اِلقا کی کہ کوئی بھی اس میں شریک نہیں۔ اللہ کی گواہی مکمل نہیں ہوتی جب تک رسولؐ اللہ کی رسالت کی گواہی نہ دی جائے اور جہاں اللہ کا نام منبروں پر بلند آواز سے ذکر کیا جاتا ہے تو ساتھ ہی حضرت محمدؐ کا نام لیا جاتا ہے۔

پھر یہودی نے کہا: حضرت موسیٰؑ کے خدا کے نزدیک افضل ہونے کی وجہ سے حضرت موسیٰؑ کی ماں پر وحی کی گئی۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ درست ہے لیکن حضرت محمدؐ کی ماں پر یہ اللہ کا لطفِ خاص ہے کہ مادرِ مصطفیٰؐ کو ان کا نام بھی بتایا حتیٰ کہ بی بی نے فرمایا: میں گواہی دیتی ہوں اور تمام عالم گواہ ہیں کہ محمدؐ آنے والے ہیں اور ملائکہ انبیاؑ بھی گواہ ہیں اور یہ تورات میں لکھا ہے۔

اور یہ اللہ کا لطف ہے کہ مادرِ مصطفیٰؐ کو ان کا نام موصول ہوگیا اور یہ بھی ان کی فضیلت ہے کہ جب انھوں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ اے بی بی! آپ کے بطنِ مبارک میں ایک سردار ہے، جب وہ پیدا ہو جائے تو اس کا نام محمدؐ رکھنا کیوں کہ یہ نام اللہ نے اپنے اَسما سے مُشتق کیا ہے کہ وہ اللہ محمود ہے اور یہ محمدؐ ہیں۔

پھر یہودی نے آپ سے عرض کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خدا نے فرعون کی

طرف بھیجا تو اسے آیت کبریٰ دکھائی۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ایسا ہی تھا جب کہ حضرت محمد کو اللہ نے کئی فراعنہ کی طرف بھیجا جیسے ابوجہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ، ابی البختری، النضر بن الحارث، ابی بن خلف و منبہ اور اس کی اولاد ابن حجاج اور پانچ مسخروں کی طرف بھیجا۔ جیسے الولید بن المغیرہ المخزومی، العاص بن وائل السہمی والاسود بن عبدیغوث، اسود بن مطلب، والحارث بن الطلاطلۃ۔

ان سب فراعنہ کو کائنات اور اپنے نفوس میں اللہ کی نشانیاں دکھائیں تب جا کر ان کے لیے حق ظاہر ہوا۔ پھر یہودی نے عرض کیا کہ اللہ نے حضرت موسیٰؑ کے لیے فرعون سے انتقام لیا حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: یہ تو ٹھیک ہے جب کہ اللہ نے حضرت محمدؐ کے فرعونوں سے انتقام لیا اور جو پانچ مسخرے تھے تو ان کے بارے میں خدا نے فرمایا: اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ کہ ان پانچوں کو جنگ کے علاوہ ایک ہی دن میں قتل کر دیا"۔

پس ولید بن مغیرہ خزاعی شخص کے تیرانداز سے گزرا جس نے ایک تیر راستے پر پھینک دیا جو اس کا ایک ٹکڑا اس کے بازو کی رگ میں لگا اور وہ مر گیا اور مرتے وقت کہہ رہا تھا: قَتَلَنِي رَبُّ مُحَمَّدٍ "مجھے محمدؐ کے رب نے قتل کیا ہے"۔

اور عاص بن وائل جائے پاخانہ میں گیا تو اس کے نیچے سے پتھر متحرک ہوا جس سے وہ گرا اور مر گیا اور اس نے کہا: مجھے محمدؐ کے رب نے قتل کر دیا۔

اور اسود بن عبدیغوث اپنے بیٹے زمعہ کے استقبال کے لیے نکلا، ایک درخت کے سایے میں آیا تو جبرئیلؑ نے اس کے سر کو درخت سے ٹکرا دیا۔ تو اس نے اپنے نوکر سے کہا کہ اس کو مجھ سے روک، اس نے کہا: یہاں تو کوئی بھی تمھارے علاوہ نہیں ہے۔ پس وہ ٹکریں کھا کھا کر مر گیا اور کہا کہ مجھے محمدؐ کے رب نے قتل کیا اور اسود بن عبدالمطلب

کو حضرت نبی پاکؐ نے بددعا کردی کہ یہ اندھا ہو جائے اور اولاد سے محروم ہو جائے۔ پس ایک دن کسی مقام پر آیا تو حضرت جبرئیلؑ سبز ورق لے کر آئے اور اس کے منہ پر مارا تو وہ اندھا ہو گیا اور ساری زندگی اولاد سے محروم رہا۔

اور حارث بن طلاطلہ اپنے گھر سے گرم ہوا چلنے کے دوران میں نکلا تو وہ حبشی (سیاہ) بن گیا۔ جب گھر آیا تو کہا کہ میں حارث ہوں۔ گھر والوں نے اجنبی سمجھ کر اسے قتل کر دیا اور وہ بھی مرتے وقت یہ کہتا تھا کہ مجھے محمدؐ کے رب نے قتل کر دیا۔

(دوسری روایت میں ہے) کہ حضرتؐ نے فرمایا: اسود بن حارث نے ایک نمکین بُھنی ہوئی مچھلی کھائی، تو سخت پیاس لگی وہ پانی پیتا رہا اور اس قدر پانی پیا کہ شکم پھٹ گیا اور وہ مر گیا اور کہا: مجھے ربِ محمدؐ نے قتل کیا اور یہ پانچوں مسخرے ایک ہی دن اور ایک ہی وقت میں مرے کیوں کہ انھوں نے حضرت رسولِؐ پاک کو سامنے کھڑے ہو کر کہا کہ ہم تمھیں ظہر تک مہلت دیتے ہیں اگر تم اپنی بات سے پیچھے ہٹ گئے تو ٹھیک ورنہ تمھیں قتل کر دیں گے۔

پس رسولِؐ پاک گھر میں گئے اور ان ظالموں کے شر سے بچنے کے لیے دروازہ بند کر دیا، پس فوراً جبرئیلؑ آئے اور کہا: اے پاک محمدؐ! تجھ پر سلامتی ہو۔

اللہ فرماتا ہے: اِصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِکِیۡنَ یعنی اہلِ مکہ پر اپنا امر ظاہر کرو اور ان کو ایمان کی دعوت دو۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان مسخروں کا کیا کروں جنھوں نے مجھے ابھی قتل کر دینے کی دھمکی دی ہے۔ جنابِ جبرئیلؑ نے عرض کیا: اِنَّا کَفَیۡنٰکَ الۡمُسۡتَھۡزِئِیۡنَ۔

حضرتؐ نے فرمایا: جبرئیلؑ! وہ ابھی میرے دروازے کے سامنے کھڑے ہیں تو جبرئیلؑ نے کہا: میں ان کے لیے کافی ہوں۔ چنانچہ اس وقت سارے قتل ہو گئے اور باقی

فراعنہ تو بدر کے دن تلوار سے قتل کر دیے گئے اور ان دشمنوں کو شکست ہوئی اور وہ پشت پھیر کر بھاگ گئے۔

پھر یہودی نے عرض کیا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا عصا دیا تھا جو اژدھا بھی بن جاتا تھا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: یہ درست ہے البتہ حضرت محمدؐ کو اس سے افضل (معجزہ) عطا فرمایا کیونکہ ایک شخص ابوجہل بن ہشام سے اپنی ناقہ کی قیمت کا مطالبہ کرتا تھا اور وہ لاپروا ہو کر شراب پینے میں مشغول ہو گیا۔

یہ شخص قدرت مند نہ تھا، لہٰذا اس کو کسی مسخرے نے کہا: تم رقم کس سے مانگتے ہو؟ اس نے کہا: ابوجہل بن ہشام سے۔ اس نے مجھے اُونٹنی کی قیمت دینی ہے۔ تو مسخرے نے کہا: میں تجھے ایک شخص کا بتاتا ہوں وہ تجھے اس سے رقم لے کر دے گا۔

اس نے کہا: بتاؤ؟ تو مسخرے نے اس شخص کو رسولؐ پاک کے پاس بھیج دیا اور ابوجہل اکثر کہا کرتا تھا کہ کاش کبھی محمدؐ کو مجھ سے کوئی واسطہ پڑے تو میں ان سے مسخری کروں اور ٹھکرا دوں۔

پس وہ شخص جنابِ رسولِؐ خدا کے پاس آیا اور کہا: یا محمدؐ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ اور ابوجہل بن ہشام کے درمیان اچھے تعلقات ہیں، آپ میری سفارش کریں تاکہ مجھے اپنی قیمت مل جائے۔

تو رسولؐ پاک اس کے ساتھ ابوجہل کے پاس آئے اور فرمایا کہ اُٹھو اور ابھی اس کی رقم ادا کرو (اس دن حضرتؐ نے اسے ابوجہل کی کنیت سے پکارا) تو وہ جلدی سے اُٹھا اور اس شخص کا حق ادا کر دیا۔

جب ابوجہل اپنے ساتھیوں میں آیا اور انھوں نے پوچھا تو بتایا کہ تم مجھے معاف کرو کہ جب محمدؐ میرے پاس آئے تو میں نے دیکھا کہ ان کے دائیں جانب کئی ایسے

بہادر جوان ہیں جن کے ہاتھوں میں جنگ کے ہتھیار چمک رہے ہیں اور ان کے بائیں جانب دو اژدہے ہیں جن کے دانت کھلے ہوئے اور ان کی آنکھوں سے آگ نکل رہی تھی اگر میں رقم دینے سے انکار کرتا تو مجھے ڈر تھا کہ مجھ پر وہ بہادر جوان حملہ کر کے میرے پیٹ کو چیر پھاڑ دیں گے اور دونوں اژدہا مجھے کاٹ کاٹ کر کھا جائیں گے۔

اے یہودی! یہ حضرت موسٰیؑ کے اژدھا سے بڑے تھے اور محمدؐ کو حضرت موسٰیؑ سے زیادہ اژدہا اور آٹھ افلاک کے لشکر عطا کیے اور حضرت نبی اکرمؐ اپنی بددعا سے قریش سے انتقام لیتے تھے۔

پس جناب رسولؐ پاک اُٹھے، ان کے عقلا کو احمق کہا، ان کے دین کو غلط اور عیب دار کہا، ان کے بتوں کو بُرا بھلا کہا۔ ان کے آبا کو گم راہ قرار دیا تو تمام قریشیوں کو اس بات کا شدید غم و غصہ لگا تو ابوجہل نے کہا: میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اب زندگی میں موت ہمارے لیے بہتر ہے۔ کیا تم قریش میں سے کوئی ایسا شخص نہیں جو محمدؐ کو قتل کر دے اور اس کے بدلے اسے قتل کیا جائے۔ قریش نے کہا: نہیں۔ ابوجہل نے کہا: پس اب میں اس کو قتل کروں گا۔ اگر بنی عبدالمطلب نے قتل کرنا چاہا تو قتل کر دیں گے ورنہ چھوڑ دیں گے۔

قریش نے کہا: اگر تو نے یہ کام کیا تو اہلِ وادی کے لیے ایسی نیکی کرے گا کہ ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

ابوجہل نے کہا: محمدؐ کثیر السجود ہے۔ جب وہ سجدہ میں جائے گا تو اسے پتھر مار کر زخمی کر دوں گا۔ پس رسولؐ پاک بیت اللہ آئے، طواف کیا، پھر نماز پڑھی اور طولانی سجدہ کیا اور ابوجہل نے پتھر اٹھایا اور سر کی طرف آیا لیکن جب قریب ہوا تو رسولؐ اللہ کی طرف سے غراتا ہوا نر بیل سامنے آیا جس نے منہ کھولا ہوا تھا۔ جب ابوجہل نے اس بیل کو دیکھا تو خوف زدہ ہو گیا۔ اس کے ہاتھ کانپنے لگے اور پتھر گر گیا جو اس کے پاؤں پر

جا لگا اور پاؤں سرخ ہوگیا۔ اس کے جسم سے پسینہ جاری ہوگیا۔ ساتھیوں نے ابوجہل سے پوچھا کہ آج تو کانپ رہا ہے۔

اس نے کہا: تم ہلاک ہوجاؤ۔ میں نے ایک بیل کو حملہ آور دیکھا جو مجھے قتل کر دیتا، لہٰذا ڈر گیا اور پتھر گر گیا جس سے پاؤں زخمی ہوگیا۔ پھر یہودی نے حضرت علیؑ سے عرض کیا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کوتو اللہ تعالیٰ نے ید بیضا عطا فرمایا تھا تو کیا حضرت محمدؐ کے لیے بھی کوئی ایسی چیز تھی؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: حضرت محمدؐ کو اس سے بھی زیادہ اور افضل عطا فرمایا۔ ایک نور تھا جو حضرتؐ کے بیٹھنے کے وقت دائیں طرف سے روشن ہوتا اور جب تک بیٹھے رہتے تو بائیں طرف کو روشن ہوتا اور تمام لوگ اس کو دیکھتے تھے۔

پھر یہودی نے کہا: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے دریا میں راستہ بنایا تھا لیکن تمھارے رسولؐ کے لیے کوئی ایسا کام ہوا؟ حضرت علیؑ نے فرمایا: آپ کو اس سے افضل عطا ہوئی۔ کیونکہ جب ہم آپؐ کے ساتھ جنگ حنین کے ساتھ نکلے، تو وادی میں پہنچے جہاں پانی بہہ رہا تھا جس کی گہرائی چوبیس ہاتھ (اڑتالیس فٹ) تھی۔ صحابیوں نے کہا: یارسولؐ اللہ! پیچھے دشمن ہے اور آگے پانی والی وادی ہے۔ جس طرح اصحابِ موسیٰؑ نے کہا: ہم اب تک تو پکڑے جائیں گے۔

پس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُترے اور فرمایا: اے میرے اللہ، تو نے ہر رسول کو کوئی دلیل دی ہے، اب ہمیں بھی اپنی قدرت دکھا۔

پھر حضرتؐ گھوڑے پر سوار ہوئے اور آپؐ کے پیچھے دوسرے گھوڑے بھی روانہ ہوگئے جب کہ کسی گھوڑے کے سُم اور کسی اُونٹ کا پاؤں بھی تر نہ ہوئے۔ پس ہم گزر گئے اور فتح کر کے واپس بھی چلے آئے۔

پھر یہودی نے کہا: حضرت موسیٰؑ علیہ السلام کو خدا نے ایسا پتھر عطا فرمایا تھا جس

سے بارہ چشمے ظاہر ہوئے تھے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: حضرت محمد مصطفیٰؐ جب حدیبیہ میں حاضر ہوئے اور اہلِ مکہ نے محاصرہ کرلیا تو اللہ نے موسیٰؑ سے افضل عطا فرمایا یعنی جب صحابہ نے پیاس کی شکایت کی تو حضرتؐ نے اپنا یمنی عصا زمین میں گاڑا اور اس پر ہاتھ رکھا تو آپ کی انگلیوں سے پانی سے چشمے نمودار ہوئے اور ہم نے اور ہمارے گھوڑوں سے سیر ہوکر پیا اور ہر شخص نے مشکیں اور برتن بھی پُر کیے۔ اور ہم حضرتؐ کے ساتھ حدیبیہ میں تھے، وہاں ایک خشک کنواں تھا تو حضرتؐ نے ایک تیر براء بن عازب کو دیا اور فرمایا: یہ تیر اس کنویں میں پھینکو! جب تیر پھینکا تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔

اور یہ دن منکرین نبوت کے لیے بہت بڑی دلیل تھی جیسے حضرت موسیٰؑ کا پتھر ان کی نبوت کی دلیل تھی۔ پھر حضرتؐ نے اس کنویں پر اپنا ہاتھ رکھا تو پانی کی سطح بلند ہوئی اور کنارے پر بیٹھ کر آٹھ ہزار افراد نے وضو کیا اور سیر ہوکر پیا اور حیوانوں کو پلایا اور اپنے ساتھ بھی پانی اُٹھالیا۔

یہودی نے کہا: حضرت موسیٰؑ کو من و سلویٰ عطا ہوئے کیا محمدؐ پر ایسا معجزہ ہوا تو حضرت علیؑ نے فرمایا: محمدؐ کو اس سے بڑھ کر عطا ہوئے کہ حضرتؐ کے لیے اور آپ کی اُمت کے لیے خدا نے غنیمت کو حلال قرار دیا جو اس سے پہلے کسی کے لیے یہ حلال نہ تھی اور یہ من و سلویٰ سے افضل ہے۔ پھر حضرت اور آپ کی اُمت کی نیت کو عملِ صالح کا درجہ عطا فرمایا اور اس سے پہلے کسی کے لیے نیت کو عملِ صالح کا درجہ نہیں ملا۔ لیکن اُمت محمدؐ پر احسان کیا کہ نیت اچھائی کی ہو تو ایک نیکی اور اگر اچھائی کا عمل کرے تو دس نیکیاں گنی جائیں گی۔

یہودی نے کہا: حضرت موسیٰؑ پر بادل سایہ کرتے تھے تو کیا حضرت محمدؐ کے لیے بھی ایسا تھا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: حضرت محمدؐ کو اس سے افضل عطا فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ کو گرمی میں یہ بادل سایہ کرتا تھا جب کہ رسولِؐ پاک ولادت سے شہادت تک ساری زندگی حضر میں ہوں یا سفر میں ہوں، بادل سایہ کرتا تھا۔

حضرت داؤدؑ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہودی نے کہا: حضرت داؤدؑ خوفِ خدا میں اس قدر روئے کہ پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہوگئے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: حضرت محمدؐ کو اس سے افضل مقام حاصل تھا۔ جب حضرتؐ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو شور بکا کی۔ آپ کے سینے اور جوف سے آوازیں سنی جاتی تھیں حالانکہ خدا نے آپ کو عذاب سے امان دی ہوئی تھی لیکن پھر بھی رسولِؐ خدا اپنے رب کے سامنے خشوع کرتے ہوئے روتے تھے اور ہر مقتدی کے امام تھے۔ حضرتؐ دس سال اپنے پاؤں کی انگلیوں پر ایسے کھڑے رہے کہ آپ کے پاؤں پر ورم آگئے اور چہرہ زرد ہوگیا اور ساری رات عبادت میں کھڑے رہے حتیٰ کہ خدا نے فرمایا:

طٰهٰ ○ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ○

"تجھے زیادہ تکلیف کے لیے قرآن نازل نہیں کیا بلکہ تمھاری تسکین کے لیے نازل کیا"۔

اور حضرتؐ ایسا روتے تھے کہ حضرت پر غشی طاری ہوجاتی۔ حضرتؐ سے کہا گیا کہ کیا اللہ نے آپ کو کہہ نہیں دیا کہ میں نے تمھارے سابقہ اور آیندہ سب گناہ معاف کردیے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: ہاں مگر کیا میں عبدِ شکور نہ بنوں۔ اور پہاڑ بھی حضرتؐ کے ساتھ چلتے اور تسبیح پڑھتے تھے۔ پس یہ عمل محمدؐ افضل ہے کہ جب ہم ان کے ساتھ حرا پہاڑ پر تھے کہ پہاڑ متحرک ہوا تو آپؐ نے فرمایا: اے پہاڑ! قرار پکڑ، تیرے اُوپر نبی اور صدیق و

شہید ہیں تو پہاڑ آپؐ کے حکم کی اتباع کرتے ہوئے قرار پکڑ گیا۔ پھر ایک مرتبہ ایک پہاڑ سے گزرے تو وہ رو رہا تھا۔ نبی پاکؐ نے فرمایا: اے پہاڑ کیوں روتے ہو؟ پہاڑ نے کہا: میرے پاس سے مسیحؑ نبی گزرے اور وہ لوگوں کو اس آگ سے ڈرا رہے تھے جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے اور میں خوف زدہ ہوں کہ وہ پتھر میں ہی نہ ہوں۔

حضرتؐ نے پہاڑ سے فرمایا: اے پہاڑ! تم خوف نہ کرو وہ پتھر کبریت کے ہوں گے۔ یہ سن کر وہ پہاڑ خاموش ہو گیا۔

حضرت سلیمانؑ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہودی نے کہا: حضرت سلیمانؑ کو ایسا ملک عطا ہوا کہ کسی کو اس قدر عظیم بادشاہی نصیب نہیں ہوئی۔

حضرت علی نے فرمایا: یہ ٹھیک ہے مگر ہمارے نبی حضرت محمدؐ کو اس سے افضل عطا ہوا کہ آپ کے پاس میکائیلؑ فرشتہ آیا جو کسی کے پاس بھی زمین پر نہیں آیا اور اس نے کہا: اے محمدؐ! بادشاہوں کی زندگی چاہتے ہو تو یہ میں زمین اور آسمان کے خزانوں کی چابیاں دے دوں۔ آپ کے ساتھ سونے اور چاندی کے پہاڑ چلیں گے اور آپ کا آخرت سے بھی کوئی مقام اور مرتبہ کم نہ ہوگا۔ پھر اس نے جبرئیلؑ کی طرف اشارہ کیا کہ یہ ہمیشہ آپؐ کی خدمت میں رہیں گے۔

رسولِؐ پاک نے فرمایا: میں عبد نبی بن کر زندگی گزاروں گا۔ میں ایک کھاؤں گا اور دو دن نہ کھاؤں گا اور سابقہ نبیوں سے ملحق ہوں گا۔

پھر اللہ نے ان کو کوثر دے کر اضافہ کیا، شفاعت کا حق دیا اور یہ چیزیں دنیا کی اوّل سے آخر تک ستر مرتبہ کی دنیا سے افضل اور عظیم ہیں اور آپ کو مقامِ محمود کا وعدہ جب قیامت کا دن ہوگا تو خدا آپ کو عرش پر بٹھائے گا اور یہ سب سے افضل مقام ہے۔

یہودی نے کہا: سلیمانؑ نبی کے لیے ہوا مسخر تھی جو ان کو مختلف شہروں کی سیر کراتی

تھی۔ صبح ایک شہر میں تو شام دوسرے شہر میں ہوتے تھے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ ٹھیک ہے لیکن محمدؐ کو اس سے بہتر عطا کیا گیا کہ آپ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی گئی جو ایک ماہ کی مسافت تھی۔ پھر ملکوتِ اعلیٰ سماوات کی سیر کرائی گئی جو پچاس ہزار سال کی مسافت ہے لیکن یہ تمام سفر رات کے آخری تہائی حصّے میں طے کرائے حتیٰ کہ ساقِ عرش تک پہنچے اور جنت کی سیر کرائی۔ پھر عالمِ نور کی سیر کرائی گئی کہ حضرتؐ کی آنکھوں پر نورِ الٰہی نے پردہ ڈال دیا اور حضرتؐ نے رب کی عظمت کو دل سے دیکھا اور حضرتؐ اور حق کے درمیان قوس کا فاصلہ تھا یا اس سے بھی کم تر تھا اور جو وحی کرنا تھی وہ کردی۔ جب خدا عرش تک لے گیا تو اللہ نے مکرر کلام کی تاکہ فہم وادراک ہوجائے۔ اٰمَنَ الرَّسُولُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِن رَّبِّهٖ

پس رسولؐ پاک نے اپنی اور اپنی اُمت کی طرف سے یہ جواب دیا۔ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ

تو خدائے متعال نے فرمایا: ان کے لیے جنت اور مغفرت ہے کہ اگر انھوں نے اس پر عمل کیا تو رسالت مآبؐ نے فرمایا: اے اللہ! کیا ہمارے ساتھ ایسا ہوگا۔ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ

تو آوازِ قدرت آئی: وَقَدْ فعلت ذٰلِكَ لَكَ وَبِاُمَّتِكَ۔ پھر اللہ نے فرمایا: جب سابقہ اُمتوں نے اس کو اٹھانے سے انکار کیا اور تمھاری اُمت نے قبول کیا تو میرے اُوپر حق ہے کہ تمھاری اُمت سے اسے اُٹھالوں اور فرمایا: لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ

جب رسالت مآبؐ نے یہ سنا تو عرض کیا: میری اُمت پر مزید احسان فرما۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا

تو آوازِ قدرت آئی کہ میں تم سے اور تمھاری اُمت سے نسیان، غلطی وغیرہ کا تمھاری وجہ سے مؤاخذہ نہ کروں گا کیوں کہ سابقہ اُمتیں اگر بھول جاتیں تو ان پر عذاب آجاتا تھا مگر یہ عذاب تمھاری اُمت سے اُٹھا لیا گیا ہے۔ اسی طرح جب سابقہ اُمتیں غلطی کرتیں تو ان کو عتاب ہوتا تھا لیکن یہ عقوبت بھی تمھاری وجہ سے میں نے اُٹھالی ہے۔

پھر نبی پاکؐ نے فرمایا: میرے اللہ یہ تو عطا کر دیا ہے، اس سے مزید عطا فرما۔ تو اللہ نے فرمایا: مانگو تو نبی پاکؐ نے فرمایا: رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا جوابِ قدرت آیا کہ یہ بھی تم سے اُٹھا لیا گیا ہے کیوں کہ سابقہ اُمتوں کی نماز کسی مخصوص مقام پر پڑھنے سے قبول ہوئی تھی۔

خواہ وہ کسی قدر دُور ہی کیوں نہ ہوتی لیکن تمھاری اُمت کے لیے میں نے تمام زمین کو مسجد اور پاک بنا دیا ہے۔ سابقہ اُمتوں میں سے کسی پر نجاست لگ جاتی تو وہ اس کو کُرید تے لیکن تمھاری اُمت کے لیے پانی کو پاک کنندہ بنا دیا ہے۔

سابقہ اُمتوں پر نماز رات کی تاریکی اور نصف نہار میں فرض تھی اور یہ ان پر سختی تھی لیکن تمھاری اُمت پر اطرافِ شب اور اطرافِ روز میں نمازیں فرض کی گئی ہیں۔ سابقہ اُمتوں پر پچاس نمازیں پچاس وقتوں میں فرض تھیں لیکن اے محمدؐ! میں نے تمھاری وجہ سے تمھاری اُمت پر نرمی کی اور صرف پانچ نمازیں پانچ وقتوں میں فرض کیں اور اکاون رکعتیں اور ان پانچ نمازوں کو سابقہ اُمتوں کی پچاس نمازوں کے برابر باعثِ ثواب قرار دیا ہے۔ سابقہ اُمتوں کو ایک نیکی کے بدلے ایک نیکی ملتی تھی اور ایک برائی کے بدلے ایک برائی شمار کی جاتی تھی۔ لیکن تمھاری اُمت پر ایک کے بدلے دس نیکیاں شمار کیں، جب کہ ایک برائی کا بدلہ ایک ہے۔ سابقہ اُمتیں جب تک عملِ خیر نہ کرتی تھیں اس وقت تک ان کو اجر نہ ملتا تھا، لیکن تمھاری اُمت اگر عملِ خیر کی نیت کرے تو اسے ایک نیکی کا اجر مل جاتا ہے اور اگر وہ عملِ خیر انجام دے تو دس نیکیوں کا برابر ثواب

مل جاتا ہے۔

سابقہ اُمتوں نے برائی کا ارادہ کیا تو نہیں لکھا جاتا۔ اور اگر برائی کو انجام دیتی تو ایک برائی لکھی جاتی تھی لیکن تمھاری اُمت اگر برائی کا ارادہ کرے اور برائی نہ کرے تو اسے ایک نیکی کا ثواب ملتا ہے۔

سابقہ اُمتیں جب گناہ کرتیں تو وہ گناہ ان کے دروازوں پر لکھ دیا جاتا تھا اور ان کی توبہ بہت قبول ہوتی تھی کہ توبہ کے بعد وہ کبھی لذیذ کھانا نہیں کھائیں گے لیکن تمھاری اُمت کے گناہوں کو صرف مَیں جانتا ہوں اور تمھاری اُمت کے گناہوں پر پردے ڈال دیتا ہوں اور ان کی توبہ کو بغیر کسی سزا سے قبول کر لیتا ہوں اور ان کو بطورِ سزا ان لذیذ تمناؤں سے نہیں روکتا۔

سابقہ اُمتیں اپنے ایک گناہ کی توبہ سو سال یا اسّی سال یا پچاس سال تک کرتی رہی تھیں اور جب تک دنیا میں ان کو اس گناہ کی سزا نہ ملتی تھی ان کے گناہ معاف نہ ہوتے لیکن تیری اُمت پر میرا احسان ہے کہ اگر تمھارا اُمتی تیس سال یا چالیس سال یا سو سال کے گناہوں کی توبہ ایک مرتبہ ایسے کرے کہ شرمندہ ہو اور آنکھ جھپکنے کے وقت تک بھی نادم و پشیمان ہو جائے تو اس کے سارے گناہ معاف کر دیتا ہوں۔

نبی پاکؐ نے فرمایا: اے میرے رب! تو نے مجھ پر اور میری اُمت پر بہتر احسان کیا ہے اور مزید احسان فرمایا۔ تو خدا نے فرمایا: اے محمدؐ! مانگو، تو رسولؐ پاک نے فرمایا: رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ خدا کی آواز آئی: یہ بھی قبول ہے کہ تیری اُمت سے دوسروں کے گناہوں کا بوجھ اُٹھا لیا ہے۔

یہودی نے کہا: سلیمان نبیؑ کے لیے تو شیطان اور جن مسخر تھے جو اس کے لیے تماثیل اور محاریث بنائے، کیا تمھارے رسول کو یہ فضیلت دی گئی؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: میرے رسول کو اس سے افضل نعمتیں عطا ہوئیں کہ سلیمانؑ

نبی کے دورِ نبوت میں شیطان مسخر نہ تھے اور وہ اپنے کفر پر قائم تھے لیکن محمدؐ کی نبوت پر شیطان ایمان لے آئے اور جنوں کے قبائل میں سے سات بڑے قبیلوں کے سرداروں نے بھی اسلام قبول کرلیا۔ وہ جن نصیبین، یمین، صقان، مضان، ہلکان، مرزبان، مازمان، نضان، ھاحب ھاحب عمرو غیرہ جن کے بارے خدا فرماتا ہے:

واذا صرفنا الیك نفرًا من الجن اور وہ جن تھے۔ جو رسولؐ پاک کے پاس ہیں جب کہ اس وقت رسولؐ خدا ایک کھجور کے نیچے تھے، پھر اے ہزار جنوں نے نماز، روز، زکوٰۃ، حج، جہاد اور مسلمانوں کی نصیحت پر بیعت کی۔ پس یہ چیز افضل ہے اس سے جو سلیمانؑ نبی کو ملی تھی۔ پاک ہے وہ ذات جس نے جنوں کو نبوتِ محمدؐ پر مسخر کیا حالانکہ وہ بہت مغرور اور بغاوت کرنے والے تھے اور خیال کرتے تھے کہ خدا کا بیٹا بھی ہے۔

ہمارے نبیؐ اور زکریا علیہ السلام

یہودی نے کہا: جناب یحییٰ بن زکریاؑ کو بچپن میں حلم وفہم اور حکمت عطا ہوئی اور وہ بغیر گناہ کیے روتے تھے اور ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ درست ہے لیکن حضرت محمد مصطفیٰؐ کو اس سے زیادہ اور افضل عطا ہوا۔ جنابِ یحییٰ علیہ السلام اس دور میں تھے جب بت پرستی تھی اور نہ جاہلیت لیکن حضرت محمدؐ کے دور میں بت پرستی موجود تھی اور شیطان کے گروہ موجود تھے تو اس دور میں حضرت کو بچپن میں ہی حکمت عطا ہوئی کہ حضرتؐ نے کبھی بت پرستوں کی طرف میلان نہیں رکھا اور نہ ان کی عیدوں میں شامل ہوئے اور نہ کبھی جھوٹ بولا۔ وہ امین، صادق اور حلیم تھے، وہ کبھی پورا ہفتہ روزہ رکھتے اور کبھی کم اور کبھی زیادہ اور خود فرماتے کہ میں تمھاری طرح کا شخص نہیں ہوں، میں اپنے رب کے سایہ میں ہوں وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور حضرت خوفِ خدا سے اس قدر روتے کہ مصلّٰی تر ہوجاتا جبکہ حضرت کا کوئی گناہ بھی نہ ہوتا تھا۔

ہمارے نبیؐ اور عیسیٰ علیہ السلام

یہودی نے کہا: لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریمؑ نے بچپن میں کلام کیا اور وہ گہوارے میں تھے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ درست ہے لیکن حضرت محمدؐ پیدا ہوئے تو اپنا بایاں ہاتھ زمین پر رکھا اور دایاں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھایا اور اپنے ہونٹوں پر کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ جاری کیا اور آپؐ کے منہ سے ایک نور نکلا جسے اہلِ مکہ نے دیکھا اور اسی نور کی چمک میں شام کے قریب کے محلات دیکھ لیے اور یمن کی زمین کے قریب سرخ محلات دیکھے اور اصطخر کے سفید محل بھی دیکھے۔ تحقیق شبِ ولادتِ رسولؐ دنیا روشن ہوئی حتیٰ کہ جن و انس اور شیطان ڈر گئے اور کہا کہ شاید زمین پر کوئی حادثہ ہوگیا ہے۔ اس رات ملائکہ کو دیکھا گیا، اُوپر جاتے ہیں اور نیچے اُترتے ہیں، تسبیح کرتے ہیں اور تقدیس کرتے ہیں، نجوم مضطرب ہیں اور ساقط ہو رہے ہیں یہ سب حضرتؐ کی ولادت کی وجہ سے ہوا۔ اسی رات ابلیس نے عجائبات دیکھے تو آسمان میں گھس جانے کا ارادہ کیا کیوں کہ اس کی نشست سابقہ دور میں تیسرے آسمان پر تھی اور شیاطین چھپ کر آسمانوں کی باتیں سنتے تھے۔ جب انھوں نے عجائب دیکھے تو ارادہ کیا کہ چھپ کر آسمانوں میں جائیں اور وہاں کے حالات معلوم کریں۔ جب وہاں جانے کا ارادہ کیا تو آسمانوں میں گھسنے سے روک دیے گئے اور ان کو شہاب تیر لگے اور یہ سب نبوت کی علامتیں ہیں۔

یہودی نے کہا: حضرت عیسیٰؑ گونگوں کو بولنے کی طاقت دیتے ہیں اور مبروص کی برص کی بیماری ختم کرتے تھے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ درست ہے لیکن محمدؐ کو اس سے افضل عطا ہوا۔ فرمایا کہ حضرت محمدؐ بیٹھے ہوئے تھے کہ اپنے ایک صحابی کا پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ یارسولؐ اللہ! وہ شخص تو مصیبتوں کی وجہ سے تازہ چوزے کی طرح ہوگیا ہے جس پر کوئی بال نہ ہو۔ پس

رسولؐ اللہ اس کے پاس آئے تو وہ شدید مصائب اور تکالیف کی وجہ سے تازہ چوزے کی طرح تھا تو فرمایا کہ کیا تو اپنی صحت کے لیے کوئی دعا مانگتا ہے۔ اس نے کہا: ہاں میں کیا کرتا ہوں کہ اے رب، وہ مصیبت جس سے آخرت میں مجھے عذاب دے گا وہ مصیبت مجھے اسی دنیا میں دے دے۔ تو نبی پاکؐ نے فرمایا: تو نے یہ کیوں نہ کہا: اَللّٰھُمَّ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الۡاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ

جب اس نے یہ دعا پڑھی تو اس کے حالات بہتر ہونے لگے اور جلد ٹھیک ہوگئی، بال اُگ آئے اور سیدھا اُٹھ کھڑا ہوا اور ہمارے ساتھ چلنے لگا۔

ہمارے نبیؐ کے پاس جہینہ سے ایک شخص آیا جو جذام سے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کے قریب تھا۔ اس نے اپنے مرض کا بتایا تو حضرتؐ نے ایک پیالا پانی کا بھرا اور اس میں تھوکا، پھر فرمایا کہ اس پانی سے اپنے جسم کا مسح کرو، اس نے ایسا کیا تو ایسی شفا ملی کہ گویا جذام کا مرض تھا ہی نہیں۔

ہمارے نبیؐ کے پاس برص کا ایک مریض آیا تو آپؐ نے اس پر اپنا لعابِ دہن ڈالا تو فوراً شفایاب ہوگیا۔ ہمارے رسولؐ کے پاس ایک عورت آئی اور کہا کہ میرا بیٹا قریب المرگ ہے۔ جب اس کے پاس کھانا لاتی ہوں تو وہ بے ہوش ہوجاتا ہے۔ پس نبی پاکؐ اس کے پاس آئے اور کہا کہ اے اللہ کے دشمن دُور ہوجا، یہ ولی اللہ ہے اور میں رسولؐ اللہ ہوں۔ پس شیطان اس سے دُور ہوگیا اور وہ شخص صحیح ہوگیا۔ اور پھر وہ ہمارے ساتھ لشکر میں شامل رہا۔

اے یہودی اگر تمھارا یہ خیال ہے کہ حضرت عیسٰیؑ اندھوں کو شفا دیتے تھے تو حضرت محمدؐ نے بہت زیادہ اندھوں کو شفا دی جیسے قتادہ بن ربعی صحیح و سالم شخص تھا تو جنگ اُحد میں اسے نیزہ لگا جس سے آنکھ نکل کر باہر گر گئی تو اس نے ہاتھ سے اپنی آنکھ کو اٹھایا اور نبیؐ کے پاس آیا اور عرض کیا: اس حالت میں تو میری بیوی میری دشمن بن جائے گی۔

رسولؐ خدا نے اس کے ہاتھ سے آنکھ کا ڈیلا لیا اور اسے اپنے مقام پر رکھ دیا اور ایسی آنکھ بن گئی کہ سب سے زیادہ خوب صورت اور تیز تھی اور دوسری آنکھ سے زیادہ روشن دکھانے والی تھی۔

اسی طرح عبداللہ بن عتیک زخمی ہوا، اُس کا ہاتھ جدا ہوگیا تو رات کو وہ نبی پاکؐ کے پاس آیا۔ حضرتؐ نے ہاتھ کو ساتھ لگا کر اپنا ہاتھ پھیرا تو دوسرے ہاتھ سے مضبوط ہوگیا۔ اسی طرح محمد بن مسلمہ اور عبداللہ بن انیس کی آنکھیں اندھی ہوگئیں تو حضرتؐ نبی پاک نے ان پر ہاتھ پھیرا اور وہ شفایاب ہوگئے۔

یہودی نے کہا: حضرت عیسیٰؑ تو مُردے زندہ کرتے تھے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ درست ہے مگر حضرت محمدؐ وہ ہیں کہ سات کنکریوں نے آپ کے ہاتھ پر تسبیح پڑھی اور ان کے جمود کے باوجود تسبیح کی آواز سنی جاتی تھی حالانکہ ان میں روح نہ ہی تھی اور یہ نبوت کی دلیل ہے۔

پھر مُردوں نے آپ سے کلام کی اور مُردوں نے آپ سے استغاثہ کیا۔ ایک دن حضرتؐ نے نماز پڑھائی اور فرمایا: یہاں کوئی بنی نجار کا شخص بیٹھا ہے۔ ان کا سردار جنت کے دروازے پر قید ہے کیوں کہ اس نے ایک یہودی کے تین درہم دینے ہیں۔

اے یہودی! تمھارا خیال ہے کہ عیسیٰؑ نے مُردوں سے کلام کیا تو محمدؐ کو اس سے افضل مقام عطا فرمایا گیا جو عجیب سے عجیب تر ہے۔ جب نبی پاکؐ طائف میں آئے تو اہلِ طائف نے آپؐ کا محاصرہ کرلیا اور ایک بکری کی ران بھون کر اس میں زہر ملا کر بھیج دی کہ کھائیں۔ اس ران نے بول کر کہا: یارسولؐ اللہ! لاَ تاکلنی، مجھے نہ کھانا کیوں کہ میں مسموم ہوں، اگر حیوان کلام کرے اور وہ زندہ ہو تو بہت بڑا معجزہ ہوتا ہے جبکہ یہاں تو بکری ذبح ہونے کے بعد آگ پر بھُن جانے کے بعد بولتی ہے اور آپؐ جب درختوں کو بلاتے تھے تو وہ جواب دیتے تھے، حیوان بولتے، درندے بولتے اور یہ سب حضرتؐ کی

نبوت کی گواہی دیتے تھے اور لوگوں کو آپ کی نافرمانی سے روکتے تھے۔

یہودی نے کہا: حضرت عیسٰیؑ تو اپنی قوم کو یہ تک بتاتے تھے جو انھوں نے کیا کھایا ہے اور کیا ذخیرہ رکھا ہوا ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ درست ہے لیکن محمدؐ کو اس سے زیادہ عطا ہوا، حضرت عیسٰیؑ نے تو قوم کو وہ بتایا جو دیوار کے پیچھے تھا اور حضرتؐ نے وہ بتایا جو غائب تھا۔ ان کی جنگ کا بتایا۔ جو شہید ہوں گے جبکہ اس وقت ابھی جنگ میں ایک ماہ پڑا تھا۔

جب حضرتؐ کے پاس کوئی شخص سوال کرنے آتا تو آپ فرماتے کہ تم پوچھو گے یا میں بتاؤں۔ تو وہ کہتا کہ آپ بتائیں تو آپؐ فرماتے کہ تم یہ سوال کرنے آئے ہو حتیٰ کہ اس کی حاجت پوری کر دیتے۔

یہودی نے کہا: لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے مٹی کا پرندہ بنایا، اس میں روح پھونکی تو باذن اللہ وہ پرندہ بن گیا اور اُڑنے لگا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ درست ہے لیکن محمدؐ نے اس کے مشابہہ کام بھی کیے اور اس سے افضل بھی کیے۔ مثلاً یومِ حُنین آپ نے ایک پتھر ہتھیلی پر اٹھایا تو ہم نے اس پتھر کی تسبیح و تقدیس سُنی اور پھر اس پتھر سے فرمایا کہ ٹوٹ جا تو اس کے تین ٹکڑے ہوئے تو ہر ٹکڑے سے علیحدہ علیحدہ تسبیح و تقدیس کی آواز سنی گئی۔

یوم بطحا درخت کی طرف پیغام بھیجا کہ اِدھر آؤ تو اس نے عمل کیا اور اس کی ہر شخص سے تسبیح و تہلیل کی آواز آتی تھی۔ پھر درخت کو فرمایا: ٹوٹ جا تو اس کے دو حصے ہو گئے۔ پھر فرمایا: آپس میں جڑ جا تو دو حصے آپس میں مل گئے اور ایک درخت بن گیا۔ پھر درخت سے فرمایا: میری نبوت کی گواہی دو تو اس نے گواہی دی۔ پھر اس سے فرمایا کہ اپنے مقام پر پلٹ جا تو وہ تسبیح و تہلیل اور تقدیس کرتا ہوا اپنے مقام پر چلا گیا۔

یہودی نے کہا: حضرت عیسٰیؑ تو بہت بڑے سیاح تھے لیکن حضرت محمدؐ کو یہ فضیلت

حاصل نہ تھی؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ درست ہے لیکن حضرت محمدؐ کی سیاحت جہاد میں تھی، اور بیس سال تک بے شمار مقامات کی سیاحت کی۔ اپنی تلوار کی طاقت منوائی، صرف کلام سے نہیں تلوار سے بھی طاقت منوائی۔ وہ نہیں سوتے تھے مگر بدلہ لینے سے۔ اور سفر میں ہمیشہ دشمن جنگ پر آمادہ رہتے تھے۔

یہودی نے کہا: حضرت عیسیٰؑ بہت بڑے زاہد تھے کیا محمدؐ بھی زاہد تھے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ درست ہے کہ حضرت عیسیٰؑ زاہد تھے لیکن حضرت محمدؐ تمام انبیاؑ سے بڑے زاہد تھے حالانکہ آپ کی تیرہ بیویاں تھیں، کبھی آپ کے لیے دستر خوان نہیں بچھایا گیا۔ آپؐ نے کبھی گندم کی روٹی نہ کھائی اور جو کی روٹی بھی سیر ہو کر تین رات متواتر نہ کھائی۔ وفات پائی تو آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس چار درہم کے بدلے رہن میں پڑی تھی۔ آپؐ نے کوئی زرد سفید کو ترک نہ کیا، ہر شہر میں گئے۔ ان کے لیے لوگوں کے منافع سے حاصل کرنا ممکن تھا اور شام کو دروازے پر سائل آتا تو آپ کہا کرتے تھے: قسم اس ذات کی جس نے محمد کو نبی بنا کر بھیجا کہ آل محمدؐ کے گھر میں ایک صاع جو شام کو نہ ہوں گے اور نہ گندم کا ایک صاع اور نہ درہم اور نہ دینار۔

یہودی کا مسلمان ہونا

یہودی نے کہا: اس نے ان گذشتہ سوالات کے بعد پڑھا:

اَشهَدُ اَن لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ وَاَشهَدُ اَنَّه مَا اَعطَى اللّٰه نَبِيًّا دَرَجَةً وَلَا مُرسَلا فضيلة الا قد جمعها لمحمد

''میں گواہی دیتا ہوں کہ جو اللہ نے انبیاؑ کو درجات اور فضائل دیے ہیں وہ سب محمدؐ کو عطا کر دیے ہیں بلکہ سابقہ انبیا علیہم السلام

سے کہیں زیادہ درجات عطا فرمائے ہیں"۔

ابن عباسؓ نے حضرت علیؑ سے عرض کیا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ راسخین فی العلم میں سے ہیں۔

حضرتؑ نے فرمایا: افسوس ہے تم پر، میں کون ہوں، یہ ان کے بارے کہو جن کی عظمت کا تذکرہ خدا نے یوں کیا ہے: وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ

حضرت علیؑ کا راہب نصرانی پر اعتراض اور ابوبکر کے جملے کا علیؑ کی طرف سے جواب

روایت ہے کہ حضرت ابوبکر کے دور میں روم سے مدینہ میں ایک وفد آیا اور ان میں نصاریٰ کا ایک راہب تھا۔ وہ وفد مسجد نبویؐ میں پہنچا جبکہ ان کے ساتھ سونے اور چاندی سے بھری ایک تھیلی تھی۔ ابوبکر انصار اور مہاجرین کے اجتماع میں بیٹھا تھا۔ وہ رومی وفد آیا تو سلام کیا، حاضرین نے مرحبا کہا۔

سب لوگوں کی توجہ اس وفد کی طرف ہوئی تو وفد نے کہا: تم میں سے رسولِ پاک کا خلیفہ اور تمھارے دین کا امین کون ہے؟ ابوبکر کی طرف اشارہ کیا گیا تو راہب نصرانی نے ابوبکر سے مخاطب ہو کر کہا:

ایها الشیخ ما اسمك، "اے شیخ! آپ کا نام کیا ہے؟"

قال اسمی عتیق "میرا نام عتیق ہے"۔

اس نے کہا: پھر کیا ہے تو کہا کہ صدیق۔ اس نے کہا اور کیا ہے تو ابوبکر نے کہا: اس کے علاوہ میرے لیے کوئی نام نہیں ہے۔ تو راہب نے کہا: تم میری مراد نہیں ہو۔

ابوبکر نے کہا: تمھیں کام کیا ہے؟

اس نے کہا: میں بلادِ روم سے آیا ہوں، سونا چاندی ساتھ لایا ہوں اور اس اُمت کے امین سے چند سوال کرنا چاہتا ہوں۔ اگر اس نے صحیح جواب دیے تو اسلام قبول کروں

گا اور اس کے حکم کی اطاعت کروں گا اور ان اموال کو یہاں ہی تقسیم کر دوں گا۔ اور اگر صحیح جواب نہ دیے تو اپنے اموال کے ساتھ واپس چلا جاؤں گا اور اسلام قبول نہ کروں گا۔

ابوبکر نے کہا: جو پوچھنا ہے پوچھو، ہم جواب دیں گے۔

راہب نے کہا: میں سوال تب کروں گا کہ پہلے مجھے یہ یقین دلایا جائے کہ میری جان محفوظ ہے۔

ابوبکر نے کہا: تمھیں امان ہے، جو کہنا چاہتے ہو، کہو۔

راہب نے کہا: مجھے وہ شے بتاؤ جو اللہ کے لیے نہیں ہے اور نہ اللہ کے پاس ہے اور نہ اللہ اسے جانتا ہے۔

حضرت ابوبکر کے طوطے اُڑ گئے اور کوئی جواب نہ دے سکے۔ کچھ دیر کے بعد کہا کہ ابوحفص کو بلاؤ تو حضرت عمر آئے اور حضرت ابوبکر کے پاس بیٹھے اور کہا کہ اے راہب! اب سوال کرو۔

راہب نے کہا جسے حضرت ابوبکر سے پوچھا کہ وہ شے اللہ کے لیے نہیں، اللہ کے پاس نہیں اور نہ اللہ اسے جانتا ہے۔ حضرت عمر کے پاس بھی جواب نہ تھا۔ پھر حضرت عثمان کو بلایا گیا اور راہب نے اس سے پوچھا تو اس کے پاس بھی جواب نہ تھا۔

راہب نے کہا: اے بزرگانِ کرام! تم تو علم سے فارغ ہو۔ پھر راہب اُٹھا اور جانے لگا تو حضرت ابوبکر نے کہا: اے دشمنِ خدا! اگر میں نے تم سے امان کا وعدہ نہ کیا ہوتا تو تمھارے خون سے زمین کو رنگین کر دیتا۔

سلمان فارسیؓ اُٹھے اور حضرت علیؑ کے پاس آئے۔ آپ اپنے گھر کے صحن میں بیٹوں کے پاس بیٹھے تھے۔ سلمان نے واقعہ سنایا تو علیؑ اُٹھے اور حسنؑ و حسینؑ کو ساتھ لے کر مسجد میں پہنچے۔ جب لوگوں نے علیؑ کو آتے دیکھا تو تکبیر اور تحمید کہی اور سب علی علیہ السلام کے احترام میں کھڑے ہو گئے۔ حضرتؑ بیٹھے تو ابوبکر نے کہا: اے راہب!

اب سوال کرو، تمھاری مراد یہ ہیں۔

راہب نے حضرت علیؑ کی طرف توجہ کی اور عرض کیا: یافتی ما اسمك "اے جوان تمھارا نام کیا ہے؟" تو آپؑ نے فرمایا: یہودیوں کے نزدیک الیا، نصرانیوں کے نزدیک ایلیا، میرے والد کے نزدیک علیؑ اور میرے نزدیک حیدر نام ہے۔

راہب نے کہا: نبیؐ سے کیا رشتہ ہے؟

علیؑ نے فرمایا: وہ میرے بھائی، میرے سُسر اور عم زاد ہیں۔

راہب نے کہا: عیسٰیؑ کی قسم! آپؑ ہی میری مراد ہیں۔

پھر راہب بولا: مجھے وہ چیز بتاؤ جو اللہ کے لیے نہیں، اللہ کے پاس نہیں اور اللہ اسے جانتا بھی نہیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: وہ چیز جو اللہ کے لیے نہیں تو اللہ واحد احد کے لیے بیوی اور اولاد نہیں۔ جو چیز خدا کے پاس نہیں تو اللہ کے پاس ظلم نہیں وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ اور وہ چیز جسے خدا جانتا ہی نہیں وہ شریکِ خدا ہے۔

پس راہب اُٹھا اور اپنی صلیب کو توڑا اور حضرت علیؑ کی جبینِ مبارک پر بوسہ دیا اور کہا: اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اِنَّكَ الْخَلِيفَةُ اور اس اُمت کے امین، دین و حکمت کی معدن اور حجت کے چشمے کا منبع ہیں۔ میں نے آپ کا نام تورات میں الیا، انجیل میں ایلیا، قرآن میں علیؑ اور سابقہ کتب میں حیدر پڑھا ہے۔ اور نبیؐ کے بعد آپؑ کو وصیِ نبی اور اُمت کا والی پایا ہے۔ اور آپ ہی رسولؐ کی جانشینی کے اہل ہیں۔ تو آپ مجھے بتائیں کہ تمھارے ساتھ اس اُمت کا کیا رویہ ہے۔ تو علیؑ نے اسے کسی شے کے ذریعے جواب دیا تو راہب اُٹھا اور اپنا مال حضرت علیؑ کے سپرد کر دیا اور علیؑ نے وہاں بیٹھے ہوئے اہلِ مدینہ کے مساکین اور مستحقین میں تقسیم کر دیا اور راہب مسلمان ہو کر اپنی قوم کی طرف پلٹ گیا۔

حضرت عمر، حضرت ابوبکر اور جاثلیق

سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ جب نبی اکرمؐ کی روح قبض ہوئی تو ابوبکر خلیفہ بن گئے۔ اس دوران میں نصاریٰ کی ایک جماعت مدینہ آئی جس کے آگے آگے جاثلیق تھا۔ وہ ایک صاحبِ مقام شخص تھا اور کلام اور اس کی وجوہ کی معرفت رکھتا تھا۔ تو جاثلیق نے ابوبکر سے کہا کہ ہم نے انجیل میں پڑھا ہے کہ ایک رسول عیسیٰؑ کے بعد آئے گا اور ہمیں اطلاع ملی ہے کہ وہ رسولؐ آ چکے ہیں اور محمد بن عبداللہ ہیں۔ ہم نے اپنی تمام حکومتی افراد کی میٹنگ کی تاکہ حق کو تلاش کریں لیکن وہ تمھارے نبیؐ دنیا سے چلے گئے ہیں۔ اور پھر ہم نے اپنی کتب میں پڑھا ہے کہ کوئی نبیؑ دنیا سے نہیں جاتا جب تک وہ اپنا وصی مقرر نہ کردے۔ جو اُمت میں ان کا خلیفہ ہوتا ہے جس سے لوگ مشکلات اور تاریکیوں میں روشنی حاصل کرتے ہیں تو کیا اے امیر! تم وہی جانشین ہو تاکہ ہم تم سے اپنے سوال پوچھیں۔

عمر نے کہا: یہ خلیفۂ رسولؐ ہیں تو جاثلیق دوزانو ہوکر بیٹھا اور ابوبکر سے کہا: اے خلیفہ! دینی طور پر تمھیں ہم پر کیا فضیلت حاصل ہے؟ ہم یہی پوچھنے آئے ہیں۔

ابوبکر نے کہا: ہم مومن ہیں اور تم کافر ہو اور مومن کافر سے بہتر ہے اور ایمان کفر سے بہتر ہے۔

جاثلیق نے کہا: یہ تمھارا دعویٰ ہے اب اس کی دلیل کیا دو گے؟ تم اللہ کے نزدیک مومن ہو یا اپنے نفس میں مومن ہو۔

ابوبکر نے کہا: میں اپنے آپ میں مومن ہوں اور اللہ کے نزدیک مجھے مومن ہونے کا علم نہیں۔

جاثلیق نے کہا: میں تمھارے نزدیک ایسے ہی کافر ہوں جیسے تم خود اپنے آپ میں مومن ہو یا میں اللہ کے نزدیک بھی کافر ہوں۔

ابوبکر نے کہا: تم میرے نزدیک کافر ہو اور اللہ کے نزدیک تمھارا مقام مجھے معلوم نہیں۔

جاثلیق نے کہا: تم تو میرے اور اپنے بارے میں بھی مشکوک ہو، لہٰذا اپنے دین پر یقین نہیں رکھتے۔ مجھے بتاؤ کہ کیا اللہ کے نزدیک ایسی منزل جنت کو، جو دین میں سے ہے تم جانتے ہو؟

ابوبکر نے کہا: میرا مقام جنت میں ہے جو میں رسولؐ کے وعدوں سے جانتا ہوں اور یہ نہیں جانتا کہ اس منزل تک پہنچ سکوں گا یا نہیں۔

جاثلیق نے کہا: کیا تم میرے لیے جنت میں مقام کی اُمید رکھتے ہو؟

ابوبکر نے کہے: ہاں میں تمھارے لیے اُمید رکھتا ہوں۔

جاثلیق نے کہا: جب تم میرے لیے جنت کی اُمید رکھتے ہو اور اپنے نفس پر خوف زدہ ہو تو پھر تمھیں علمی طور پر مجھ پر کیا فضیلت ہے؟ جاثلیق نے کہا: کیا تم نبی مبعوث کے تمام علم کو جانتے ہو؟

ابوبکر نے کہا: نہیں، لیکن وہ جانتا ہوں جو میرے بارے میں انھوں نے فرمایا تھا۔

جاثلیق نے کہا: پھر تم نبیؐ کے خلیفہ کیسے بن گئے جبکہ تم نبیؐ کے علم پر محیط نہیں ہو جس علم کی اُمت کو ضرورت ہے۔ اور تمھاری قوم نے تمھیں اس منصب پر کیسے فائز کر دیا۔

عمر نے کہا: اے نصرانی! یہ سرزنش مت کرو ورنہ تمھارا خون بہا دوں گا۔

جاثلیق نے کہا: یہ انصاف نہیں، اس شخص کے لیے جو ہدایت کی تلاش میں آئے۔

جناب سلمانؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم کو بہت ذلت محسوس ہوئی، لہٰذا میں جلدی سے حضرت علیؑ کے پاس آیا اور عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان، ایک نصرانی سوال کر رہا ہے اور ابوبکر و عمر کے پاس جواب نہیں۔ حضرت علیؑ آئے اور بیٹھے تو اس وقت نصرانی بھی کہہ رہا تھا کہ اگر تم جواب دینے سے قاصر ہو تو وہ شخص بتاؤ جس سے میں

یہ سوال کروں؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: اے جاثلیق! مجھ سے پوچھو، تم ماضی یا مستقبل کے بارے میں پوچھو میں تمھیں بتاؤں گا کیونکہ میرے پاس نبی مصطفیؐ کا علم ہے۔

جاثلیق نے کہا: میں وہی سوال کرتا ہوں جو اس بزرگ سے کیے ہیں کہ کیا آپ اللہ کے نزدیک مومن ہیں یا اپنے آپ میں مومن ہیں؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: میں اللہ کے نزدیک بھی ایسے مومن ہوں جس طرح اپنے آپ میں مومن ہوں۔

جاثلیق نے کہا: اللہ اکبر! یہ اس شخص کا جواب ہے جو اپنے دین پر ثابت قدم اور راسخ ہے اور اُسے اپنے عقیدہ پر یقین ہے۔ لٰہذا اب بتاؤ کہ آپ کی منزل جنت میں کیا ہے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: میری منزل نبی پاکؐ کے ساتھ جنت الفردوس اور اعلیٰ میں ہے اور اس میں مجھے کوئی شک وشبہ نہیں اور نہ مجھے رسولؐ اور خدا کے دعوؤں میں شک ہے۔

جاثلیق نے کہا: تم نے اللہ کے کون سے وعدہ سے اپنی منزل جنت کو معلوم کیا؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: کتابِ خدا اور نبی پاکؐ کے سچّے فرمان سے۔

جاثلیق نے کہا: تم نے نبیؐ کی صداقت کو کیسے معلوم کیا؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: واضح نشانیوں اور روشن معجزات کے ساتھ علم حاصل کیا۔

جاثلیق نے کہا: یہ حجت کا طریقہ ہے جو بھی احتجاج کا ارادہ رکھتا ہو تو مجھے بتاؤ کہ اللہ آج ابھی کہاں ہے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: اے نصرانی! اللہ کہاں اور یہاں کی کیفیتوں سے اَجل ہے اور مکان اور مکانیات سے متعال ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہر جگہ ہے۔ وہ آج بھی اسی حال

میں ہے جیسے ہمیشہ ہوتا تھا اور کبھی اس کا حال نہیں بدلتا۔

جاثلیق نے کہا: بہت اچھا اے عالم! آپ نے واضح جواب دیا ہے۔ چلیں اب بتائیں اللہ کے بارے میں کہ کیا آپ نے ان کو اپنے حواس سے ادراک کیا ہے تاکہ اس کی طلب میں تلاش کرنے والا اپنے خواص کو استعمال کر کے حاصل کر لے یا کوئی اور طریقۂ معرفت ہے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: اللہ جبار اس سے بلند وبالا ہے کہ کسی مقدار سے اس کی تعریف کی جائے یا اسے حواس دُور کرسکیں یا لوگوں سے اسے قیاس کیا جائے اور اس کی معرفت کا طریقہ اس کی صفتوں میں سے ہے جو صاحبانِ عقل کو دعوت دیتی ہیں کہ کوئی خالق ہے۔

جاثلیق نے کہا: آپ نے سچ فرمایا، کیونکہ اکثر لوگ جہالت کی وجہ سے نہیں جانتے۔ اب مجھے یہ بتاؤ کہ تمھارے نبیؐ نے حضرت عیسیٰؑ مسیح کے بارے میں کیا کہا کہ وہ مخلوق ہے تو ان کے لیے مسیح کا مخلوق ہونا کیسے ثابت ہوا؟ اور الوہیت کی نفی کی ہے اور ان کو ناقص قرار دیا اور اکثر متدین لوگوں کا یہی عقیدہ ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: آپ نے ان کی خلقیت تقدیر پر لازم قرار دی ہے۔ تصویر اور تغیّر حالات سے ثابت کی اور ان میں زیادتی اور نقصان دونوں تھے۔ ان سے نبوت دُور نہ تھی اور نہ وہ عصمت کے دائرے سے خارج تھے اور خدا نے فرمایا ہے کہ عیسیٰؑ بھی آدمؑ کی طرح ہے جس طرح آدمؑ کو مٹی سے پیدا کیا اور فرمایا: کُن ہوجا تو فَیَکُون وہ ہوگیا۔

جاثلیق کا اسلام لانا

جاثلیق نے کہا: آپ نے سچ فرمایا، خدا کی قسم! جس نے مسیحؑ کو مبعوث فرمایا۔ جو آپ نے مجھے خبریں دیں اس پر سوائے اللہ کے اور کوئی اطلاع نہیں رکھتا۔ پس خدا

نے آپ کو یہ علم دیا ہے۔ آپ کا کلمہ پڑھتا ہوں اور کہا:

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ اِنَّكَ وَصِيُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ

اور تمام لوگوں سے زیادہ اس منصبِ خلافت کے حق دار ہیں اور جو نصرانی ساتھ تھے وہ سب مسلمان ہو گئے اور انھوں نے کہا: اب ہم اپنی قوم کی طرف جاتے ہیں اور ان سے بات کرتے ہیں اور ان کو حق کی دعوت دیتے ہیں۔

عمر نے کہا: اے شخص! تمھارے حق کی طرف مائل ہونے پر خدا کی حمد بیان کرتا ہوں اور تجھ پر واجب ہے کہ معلوم ہو جائے کہ علمِ نبوت اہلِ بیتؑ میں ہے اور علمِ نبوت کے یہی مالک ہیں اور ان کے بعد وہ شخص اس کا اہل ہے جس سے تم نے پہلے بات کی تھی اور اپنے مالک اور قوم کو یہ بتانا کہ ابوبکر خلیفہ نہیں۔ تم انھیں (حقیقی) خلیفہ کی اطاعت کی طرف بلانا۔ پس مولا علیؑ نے فرمایا: اے شخص! تم نے سمجھ لیا جو میں نے کہا اور میں اپنے دین اور عقیدہ پر یقین رکھتا ہوں اور مجھے اپنے ظاہر اور باطن پر یقین ہے۔

عمر نے جاثلیق کے اسلام لانے کی خبر کو مشہور کرنے سے روکا

لوگ واپس آنے لگے تو عمر آگے بڑھا اور کہا: اس کے بعد آج کی باتوں کا کہیں ذکر نہ کرنا اور جس نے ذکر کیا اسے سخت سزا دی جائے گی۔

اور عمر نے کہا: خدا کی قسم! اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے کہ ایک مسلمان کو قتل کر دیا تو میں اس بوڑھے جاثلیق اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیتا کیوں کہ میرا خیال ہے کہ یہ لوگ شیطان ہیں اور اس اُمت میں فساد ڈالنا چاہتے ہیں۔

تو حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا: اے سلمانؓ! کیا دیکھا خدا کیسے اپنے اولیا کے لیے محبت ظاہر کرتا ہے البتہ یہ قوم اب ہم سے زیادہ دُور کر دی جائے گی۔

اسقف اور عمر

انس بن مالک سے روایت ہے کہ اس نے کہا: نجران کے نصرانیوں کا ایک وفد حضرت عمر کے پاس آیا تاکہ جزیہ ادا کرے۔ حضرت عمر نے ان کو اسلام کی دعوت دی۔ اسقف نے کہا: تم تو کہتے ہو کہ اللہ کی جنت اس قدر وسیع ہے کہ اُس کی وسعت زمین و آسمان کے برابر ہے۔ تو پھر جہنّم کہاں ہے؟

عمر خاموش ہو گئے اور جواب نہ دے سکے۔ اب عمر نے اپنے درباریوں سے کہا کہ اس کو ایسا جواب دو کہ پھر اسلام پر اعتراض نہ کر سکے۔ لیکن عمر اپنی جماعت کے لوگوں میں شرمندہ ہو کر بیٹھا رہا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔

اسی وقت مسجد کے دروازے سے ایک شخص داخل ہوا تو لوگوں نے غور کر کے دیکھا تو علمِ نبوت کے وارث علیؑ تھے۔ لوگوں نے حضرت کو دیکھتے ہی خوشی سے شور بلند کیا۔ اور حضرت عمر اور دیگر درباری کھڑے ہو گئے اور کہا: یا علیؑ! آپ کہاں ہیں۔ اسقف کو جواب دیں ورنہ اس نے تو ہمیں بہت رسوا کر دیا ہے۔ یا علیؑ! اسے جلدی جواب دیں، یہ اسلام لانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ آپ تاریکیوں میں چراغ اور رسولؐ کے عم زاد ہیں۔

پس حضرت علیؑ نے فرمایا: اے اسقف! کیا کہتے ہو؟

اس نے کہا: اے جوان! تم کہتے ہو کہ جنت کی وسعت زمین و آسمانوں کے برابر ہے تو پھر جہنّم کہاں ہوگا؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: جب رات آتی ہے تو دن کہاں جاتا ہے؟

اسقف نے کہا: آپ کون ہیں اے جوان؟

مجھے اجازت دیں کہ میں پہلے اس بدزبان شخص سے پوچھ لوں کہ مجھے وہ زمین بتاؤ کہ جہاں ساری زندگی میں ایک مرتبہ سورج چمکا، پھر کبھی نہ چمکا۔

عمر نے کہا: مجھے معاف کرو، اور جو پوچھنا ہے علی ابن ابی طالبؑ سے پوچھو۔

پھر عمر نے کہا: یا علیؑ! آپ ہی بتائیں مجھے کیوں مخاطب کرتا ہے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ سمندر کی وہ زمین ہے جسے موسیٰؑ کے عبور کرنے کے لیے خدا نے خشک کیا تھا اور اس پر سورج چمکا جب کہ موسیٰؑ اور ان کے لشکر کے عبور کر جانے کے بعد پھر اس پر پانی جاری ہو گیا اور پھر کبھی سورج اس پر نہ چمکا۔

اسقف نے کہا: اے جوان! آپ نے سچ فرمایا، اے اپنی قوم کے سردار! اب مجھے وہ شے بتاؤ جو دنیا کی ہے اور لوگ اس سے جس قدر حاصل کریں وہ کم نہیں ہوتی بلکہ زیادہ ہوتی ہے۔ علیؑ نے فرمایا: وہ خیر قرآن اور علم ہیں۔

اسقف نے کہا: آپؑ نے سچ فرمایا، اب وہ رسول بتاؤ جسے خدا نے بھیجا، نہ وہ جن تھا اور نہ انسان؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: وہ کوا ہے جسے قابیل کے پاس بھیجا جب وہ اپنے مقتول ہابیل کی لاش کو اٹھائے ہوئے تھا اور سوچ رہا تھا کہ کیا کروں؟ اس وقت کوا بھیجا جس نے زمین کُریدی تاکہ قابیل کو سمجھائے کہ کیسے بھائی کی لاش کو چھپانا ہے۔

اسقف نے کہا: اے جوان! پس میرا ایک مسئلہ باقی ہے اس کا جواب دو البتہ پہلے اس شخص (عمر کی طرف اشارہ کیا) سے پوچھتا ہوں کہ اللہ کہاں ہے؟ عمر غضب ناک ہوا اور خاموش ہو گیا اور کوئی جواب نہ دیا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: اے عمر! غضب ناک نہ ہو تاکہ یہ نہ کہا جائے کہ جواب دینے سے عاجز تھا۔

عمر نے کہا: یا علیؑ! آپ اسے جواب دیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: ایک دن میں رسولؐ پاک کے پاس تھا کہ آپ کے پاس ایک فرشتہ آیا اور اس نے سلام کیا۔

حضرتؐ نے جواب دیا اور پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا: رب کے پاس تھا سات آسمانوں کے اُوپر۔ پھر دوسرا فرشتہ آیا تو اس سے حضرتؐ نے پوچھا

کہ تم کہاں تھے؟

تو اس نے عرض کیا: میں رب کے پاس سے غروبِ آفتاب سے اللہ سے کوئی مقام خالی نہیں اور نہ وہ کسی شے میں ہے اور کسی شے پر ہے نہ کسی شے سے ہے۔ اس کی کرسی زمین اور آسمانوں سے وسیع ہے۔ اس کی مثل کوئی شے نہیں وہ سمیع وبصیر ہے۔ اس سے زمین کا ایک ذرّہ اور آسمان کا ایک ذرّہ بھی مقام غائب نہیں اور نہ ذرّے سے کم یا بڑا مقام اللہ سے خالی ہے۔ وہ زمین و آسمان کو جانتا ہے۔ جہاں تین ہوتے ہیں وہاں چوتھا خدا ہوتا ہے۔ جہاں چار شخص ہوں تو وہاں پانچواں خدا ہوتا ہے۔ جہاں پانچ شخص ہوں وہاں چھٹا خدا ہوتا ہے۔ تم جہاں بھی ہوتے ہو وہ وہاں ہوتا ہے۔

استقف کا علیؑ کے ہاتھ پر مسلمان ہونا

جب استقف نے یہ سنا تو کہا: یا علیؑ! ہاتھ بڑھاؤ میں کلمہ پڑھتا ہوں اور پڑھا:

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه وَاَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اِنَّكَ خَلِيْفَةُ اللّٰهِ فِي اَرْضِهٖ

آپ رسولؐ کے خلیفہ اور ان کے وصی ہیں اور یہ منبر پہ بیٹھا ہوا شخص لوگوں پر بوجھ ہے۔ یہ اس مرتبہ کے لائق نہیں آپ اس منصب کے اہل ہیں تو حضرتؑ مسکرائے۔

قیصرِ روم کا عمر کو خط لکھنا

ارشاد القلوب دیلمی میں ہے کہ جب حضرت عمر تختِ خلافت پر بیٹھا تو حارث بن سنان ازدی اور ایک انصاری کے درمیان اختلاف اور جھگڑا ہو گیا اور حضرت عمر اپنے صحابی حارث کو انصاف نہ دے سکا جس کی وجہ سے وہ مرتد ہو گیا اور قیصر روم کے پاس چلا گیا اور تمام قرآن بھول گیا۔ صرف ایک آیت یاد تھی:

وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○

پس قیصر نے یہ کلام سنی تو کہا کہ میں مسلمانوں کے حکمران کو خط لکھ کر چند سوال پوچھوں گا۔ اگر اس نے جواب صحیح دیے تو مسلمانوں کے قیدی رہا کر دوں گا اور اگر جواب صحیح نہ دیے تو اور بھی قیدی بنالوں گا اور ان قیدیوں پر مذہب نصرانیت پیش کروں گا جو اس مذہب کو قبول کرے گا تو اسے محترم بناؤں گا اور جس نے قبول نہ کیا تو قتل کر دوں گا۔ پس اس نے حضرت عمر کو سوالات پر مشتمل خط لکھا۔ ان سوالوں میں سے ایک سوال تفسیرِ فاتحہ ہے۔ ایک پانی کے بارے میں تھا کہ جو نہ زمین سے ہے اور نہ آسمان سے ہے اور ایک چیز ہے جو سانس لیتی ہے لیکن اس میں روح نہیں، اور عصائے موسیٰؑ کس لکڑی سے تھا، اس کا کیا نام ہے اور کتنی لمبائی ہے اور ایک باکرہ جاریہ کے بارے میں دنیا میں دو بھائیوں کے لیے ہیں اور آخرت میں ایک کے لیے تھے۔

حضرت عمر کے پاس مکتوب آیا۔ اس نے سوال پڑھے تو پریشان ہوا اور حضرت علیؑ کو پناہ حاصل کی۔

علیؑ کے جواب

حضرت علیؑ نے قیصر روم کو خط لکھا۔ علیؑ ابن ابی طالب دامادِ پیغمبرؐ، وارثِ علمِ نبیؐ، مقربِ نبیؐ اور ان کے وصی، ولایت کے حق دار، نبیؐ کے دشمنوں سے بہتر اور رسولؐ اللہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک، ان کی دختر کے شوہر، ان کی اولاد کے باپ کی طرف سے قیصر روم کی طرف۔

امابعد! میں خدا لا الہ الا اللہ کی حمد کرتا ہوں جو ہر مخفی کا عالم، جو برکتیں نازل کرنے والا ہے اور جس کو اللہ ہدایت دے، اسے کوئی گم راہ نہیں کر سکتا اور جس کی ہدایت کرنا خدا چھوڑ دے تو اُسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ تمھارا خط عمر کے نام آیا جو میں نے بھی پڑھا، لٰہذا تمھارے سوالوں کا جواب حاضر ہے۔

سورۂ فاتحہ کی............

تمھارا اللہ کے اسم کے بارے میں سوال تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ ایسا اسم ہے جس میں شفا ہے اور ہر دوا کا مددگار ہے۔ اللہ کا رحمٰن نام ہے جو ہر ایمان لانے والے کی مدد کرتا ہے، یہ ایسا نام ہے جو غیر رحمٰن پر نہیں بولا جاسکتا۔

اور رحیم اس لیے ہے کہ جو نافرمانی کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے اور ایمان کے ساتھ عملِ صالح کرتا ہے تو اس پر رحم کرتا ہے۔

قولِ خدا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ یہ ہماری طرف سے اپنے رب کی تعریف ہے جو اس نے ہم پر انعام کیا ہے۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ یعنی وہ بروزِ قیامت لوگوں کی گردنوں کا مالک ہے۔ اور جو شخص دنیا میں شک کرتا تھا یا جابر تھا اسے جہنّم میں ڈالے گا اور شک کرنے والے اور جبار کو جہنّم سے کوئی نہیں بچاسکتا۔ اور جو شخص دنیا میں اطاعت گزار، دائمی اور یقین رکھنے والا ہے تو اسے اپنی رحمت سے جنت میں داخل کرے گا۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ ہم اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ہم شیطان رجیم کے خلاف اللہ سے مدد و توفیق چاہتے ہیں تاکہ ہم تمھاری طرح گمراہ نہ ہوں۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ یہ واضح راستہ ہے کہ جس نے دنیا میں عملِ صالح کیا تو وہ اس راستے پر چل کر جنت میں پہنچ جائے گا۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ یہ نعمت جو اللہ نے ہم سے پہلے نبیوں اور صدیقین پر کی ہیں اور ہم رب سے سوال کرتے ہیں کہ ہم پر انعام کرے جس طرح سابقین پر انعام کیے۔ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ یہ یہودی لوگ ہیں جنھوں نے اللہ کی نعمت کو تبدیل کر کے کُفر کیا، پس خدا ان پر غضب ناک ہوا اور ان میں سے کافی لوگوں کو بندر اور خنزیر بنا دیا۔ پس ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ ہم پر غضب ناک نہ ہونا۔ وہ غضب ناک ہوا سابقہ لوگوں پر۔ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ اے صلیب خبیث کی پرستش کرنے والے تمھارے اور تمھارے جیسوں کے

لیے ہے کہ تم عیسیٰؑ بن مریمؑ کے بعد گم راہ ہوگئے اور ہم خدا سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں گم راہ نہ ہونے دے جیسے تم گم راہ ہوگئے ہو۔

۲ تمھارا دوسرا سوال پانی کے بارے میں جو نہ زمین سے ہے اور نہ آسمان سے ہے تو وہ پانی ہے جو بلقیس نے جنابِ سلیمانؑ بن داؤد کو بھیجا جو گھوڑوں کا میدانِ جنگ میں جاری ہونے والا پسینہ تھا۔

۳ تمھارا سوال کہ جو چیز سانس لیتی ہے لیکن روح نہیں تو وہ صبح ہے۔ اذا تنفس جب سانس لیتی ہے۔

۴ تمھارا یہ سوال حضرت موسیٰؑ کے بارے میں تو وہ ایسی لکڑی سے تھا جسے برنیہ رایدہ کہتے تھے۔ جب اس میں روح داخل ہوتی تو بڑا ہوجاتا اور جب روح نکل جاتی تو کم ہوجاتا تھا۔ یہ عصا دس ہاتھ یعنی ۲۰ فٹ لمبا تھا اور جبرئیلؑ جنت سے لائے تھے۔

۵ تمھارا سوال کنوری جاریہ کے بارے میں تو وہ دنیا میں کھجور ہے وہ دنیا میں مجھ جیسے مومن اور تجھ جیسے کافر دونوں کے لیے ہیں، کیونکہ ہم سب اولادِ آدمؑ سے ہیں اور آخرت صرف مومن کے لیے اور کافر و مشرک کے لیے نہ ہوگی۔ یہ کھجور جنت میں ہوگی جہنّم میں نہ ہوگی اور فرمانِ خدا یہی ہے: فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ

پس قیصر نے جواب پڑھے تو قیدیوں کو آزاد کیا اور اسلام قبول کیا اور اہلِ مملکت کو اسلام کی دعوت دی اور محمدؐ کی نبوت پر ایمان لانے کی دعوت دی۔ پس نصاریٰ کی ایک جماعت قیصر کے سخت خلاف ہوگئی اور اسے قتل کرنے کا ارادہ کرلیا تو قیصر ان لوگوں کے پاس آیا اور کہا: اے قوم نصاریٰ! میں تمھارا تجربہ کرنا چاہتا تھا اور اسلام کا اظہار اس لیے کیا کہ دیکھو کہ تم کیا کرتے ہو! پس تمھارے تجربے کے بعد تمھاری تعریف کرتا ہوں، لہٰذا مطمئن رہو۔

پس وہ خاموش ہوگئے اور حسنِ ظن کیا اور قیصر نے اسلام چھپالیا حتیٰ کہ وہ وفات

پا گیا اور وقتِ موت اس نے اپنے خواص سے کہا کہ حضرت عیسیٰؑ خدا کے عبد، رسول اور اس کا کلمہ تھے جو کلمہ مریمؑ میں اٹھایا گیا اور روح اس کلمہ میں ڈال دی۔ حضرت عیسیٰؑ کے بعد حضرت محمدؐ نبی ہیں اور حضرت عیسیٰؑ نے اپنے اصحاب کو رسالت مآب حضرت محمدؐ کی بشارت دی تھی اور فرمایا تھا کہ جو بھی تم میں آپ کی زیارت کرے تو اُسے میری طرف سے سلامِ عقیدت پیش کرنا۔ کیونکہ میرے بھائی، اللہ کے عبد اور رسول ہیں۔ پس اس بنا پر قولِ قیصر کی وفات اسلام پر ہوئی۔

اس کے بعد ہرقل بادشاہ بنا اور اسے قیصر کا وصیت نامہ سنایا گیا تو اس نے کہا: اس کو چھپا دو بلکہ اس کا انکار کر دو اور اس کا کبھی اقرار نہ کرنا کیونکہ اگر یہ وصیت ظاہر ہوئی تو عرب کے حاکم ہماری حکومت کا طمع کریں گے اور اس میں ہماری ہلاکت اور بربادی ہے۔ پس قیصر کے خواص، نوکر اور اہلِ خانہ نے اس کے اسلام لانے کو چھپایا اور ہرقل نے نصرانیت کا اظہار کیا تو اس کی حکومت مضبوط ہوگئی۔ **والحمدللّٰہ وحدہٗ وصلی اللّٰہ علٰی محمد وآلہ۔**

دیرانی کا اعتراف

کتاب ارشاد القلوب میں ہے کہ سہل بن حنیف انصاری نے کہا: ہم خالد بن ولید کے ساتھ آئے اور ایک ایسے کلیسا میں پہنچے جس میں دیرانی (راہب) تھا۔ یہ کلیسا شام و عراق کے درمیان واقع تھا۔ اس نے چھت سے مُشرف ہو کر پوچھا کہ تم کون ہو؟ ہم نے کہا: مسلمان ہیں تو وہ نیچے اُترا اور کہا: تمھارا سردار کون ہے؟ ہم اسے خالد بن ولید کے پاس لائے، اس نے خالد پر سلام کیا اور خالد نے جواب دیا۔ وہ دیرانی (راہب) ایک ضعیف العمر شخص تھا۔

خالد نے کہا: تمھاری عمر کتنی ہوگئی ہے؟ اس نے کہا: دو سو تیس سال۔ خالد نے کہا: کب سے کلیسا میں ہو؟ اس نے کہا: کم از کم ساٹھ سال سے یہاں ہوں۔ خالد نے

کہا: کیا تمھیں کوئی ایسا شخص ملا ہے جس نے حضرت عیسیٰؑ کی زیارت کی ہو۔ اس نے کہا: ہاں ایسے دو شخصوں سے ملاقات ہوئی ہے۔ خالد نے کہا: انھوں نے تجھے کیا بیان کیا؟ اس نے کہا: ان میں سے ایک نے کہا: حضرت عیسیٰؑ اللہ کے بندے اور اس کے رسولؑ ہیں۔ اس کی روح اور کلمہ ہیں اور حضرت عیسیٰؑ مخلوق ہیں خالق نہیں۔ میں نے اس کی بات قبول کی اور تصدیق کی۔ اور دوسرے شخص نے کہا: حضرت عیسیٰؑ رب اور خالق ہیں تو میں نے اُسے جھٹلایا اور لعنت کی۔

خالد نے کہا: یہ بڑے تعجب کی بات ہے، دو شخص جو حضرت عیسیٰؑ سے ملاقات کر چکے ہیں اس قدر مختلف اور ایک دوسرے کی ضد میں بات کرتے ہیں۔

دیرانی نے کہا: ایک شخص نے خواہش کی اتباع کی جو شیطان نے اس کے لیے زینت بنا دی تھی اور ایک نے حق کی اتباع کی اور خدا نے اسے ہدایت کی۔

خالد نے کہا: تم نے انجیل، تورات پڑھی ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ خالد نے کہا: کیا تم موسیٰؑ پر ایمان لائے ہو؟ اس نے کہا: ہاں تو خالد نے کہا: پھر کیا اسلام میں اگر محمد رسولؐ اللہ نہیں پڑھتا اور ان کی نبوت پر ایمان لائے؟

دیرانی نے کہا: میں تمھارے ایمان لانے سے پہلے محمدؐ پر ایمان رکھتا ہوں حالانکہ میں نے آپ کی آواز سنی ہے اور نہ آپ کو دیکھا ہے۔

خالد نے کہا: کیا تم اب محمدؐ کی نبوت پر ایمان رکھتے ہو اور جو کچھ وہ لائے اس پر ایمان ہے؟ تو اس نے کہا: میں کیسے ایمان نہ رکھتا؟ میں تو تورات اور انجیل میں پڑھ چکا ہوں اور حضرت محمد مصطفیٰؐ کی بشارت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ نے دی ہے۔

خالد نے کہا: تمھارا اس کلیسا میں کیا مقام ہے اور یہاں کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا: میں کہاں جاؤں، بوڑھا ہو چکا ہوں۔ اب میری کہیں جانے کی عمر نہیں۔ مجھے تمھارے آنے کی خبر پہنچی تو تمھاری ملاقات کا منتظر تھا اور تمھیں اپنے اسلام لانے کا بتا رہا

ہوں اور یہ اعلان کر رہا ہوں کہ میں تمھاری حِلّت پر ہوں۔

دیرانی نے کہا: تمھارے نبی کا کیا حال ہے؟ خالد نے کہا: رحلت فرما گئے ہیں۔ اس نے کہا: پھر تم ان کے وصی ہو؟ خالد نے کہا: نہیں بلکہ آپ کے قبیلہ اور اصحاب سے وصی ہے۔ دیرانی نے کہا: تجھے یہاں کس نے بھیجا ہے؟ کیا اُس وصی نے بھیجا ہے؟ خالد نے کہا: نہیں بلکہ اس کے خلیفہ نے بھیجا ہے۔

دیرانی نے کہا: کیا ان کا خلیفہ ان کا وصی نہیں کوئی غیر ہے۔

خالد نے کہا: ہاں۔ دیرانی نے کہا: کیا ان کا وصی زندہ ہے؟ خالد نے کہا: ہاں زندہ ہے۔ دیرانی نے تعجب کیا کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ خالد نے کہا: اس شخص پر لوگوں نے اجماع کیا لہٰذا اسے خلیفہ بنا دیا۔ یہ شخص رسولؐ اللہ کے خاندان سے نہیں ہے البتہ نیک صحابہ میں سے ہے۔

دیرانی نے کہا: عیسیٰؑ کے بارے میں دو شخصوں کے اختلاف سے زیادہ مجھے اب تعجب ہو رہا ہے کہ تم نے بھی اپنے نبیؐ کی مخالفت کی اور وہی کام کیا جو ان دو شخصوں میں سے ایک نے کیا یعنی اپنی خواہشاتِ نفس کی پیروی کی۔

اعترافِ خالد

خالد نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر کہا کہ ہاں خدا کی قسم ایسا ہی ہوا ہے۔ ہم نے نفس کی اتباع کی اور ہم نے مستحق شخص کی جگہ پر دوسرا شخص بٹھا دیا۔ اگر میری علیؑ سے زمانۂ رسالتؐ میں دشمنی نہ ہوتی تو کبھی علیؑ کے خلاف کوئی فیصلہ نہ ہونے دیتا۔

مالکِ اشتر نے کہا: تیری علیؑ سے دشمنی کیوں تھی؟ خالد نے کہا: مجھے ان کی شجاعت پر حسد تھا۔ ان کی رسولؐ سے قرابت تھی جو مجھ میں نہ تھی، لہٰذا مجھ میں قریش کا بُغض آ گیا۔ اور اس بارے میں مجھے زوجۂ رسول جنابِ اُم سلمہؓ نے بہت سرزنش کی، نصیحت کی لیکن میں نے قبول نہ کی۔

پھر دیرانی نے کہا: تم اپنا واقعہ سناؤ۔ اس نے کہا: میں ایک دین پر تھا کہ دین کے پرانے ہونے پر ایک یا دو آدمی دین پر باقی رہے اور تمھارے دین پر بھی پرانے ہونے کے بعد دو تین آدمی باقی رہیں گے۔ اور جان لو کہ تم اپنے نبیؐ کی وفات کے بعد ایک درجہ دین چھوڑ چکے ہو اور وصیِ نبیؐ کی موت پر ایک اور درجہ اسلام کا چھوڑ و گے۔ حتیٰ کہ جب کوئی ایک شخص بھی زندہ نہ رہے گا تو تمھارا دین بہت بوسیدہ ہو جائے گا حتیٰ کہ تمھاری نماز، تمھارا حج، جنگیں، روزے، فاسد اور برباد ہو جائیں گے، امانت ضائع اور زکوٰۃ اُٹھ جائے گی اور جب تک اہلِ بیتؑ کی کوئی فرد باقی رہے گی تو قرآن باقی رہے گا تو اس وقت دنیا میں صرف دو شہادتیں ہوگی۔ شہادتِ توحید اور شہادتِ رسالت تو وہی تمھاری اور تمھارے غیر کی قیامت قائم ہو جائے گی اور جس کا تمھیں وعدہ دیا گیا ہے وہ دیا جائے گا اور قیامت تم پر قائم ہوگی کیوں کہ تم آخری اُمت ہو اور تم پر ہی دنیا ختم ہوگی اور تم پر ہی قیامت قائم ہوگی۔

خالد نے کہا: ان چیزوں کی اطلاع ہمیں ہمارے نبیؐ نے دی ہے، تم ہمیں ایسی عجیب ترین شے بتاؤ جو تم نے یہاں کلیسا میں دیکھی ہے یا اس کلیسا میں آنے سے پہلے دیکھی ہے۔

دیرانی نے کہا: میں نے بے شمار عجائب دیکھے اور بے شمار مخلوق میرے پاس آئی ہے۔ خالد نے کہا: جو یاد ہے وہ سناؤ تو اس نے کہا: ایک رات میں ایک چشمے کی طرف گیا تاکہ وضو کروں اور پانی بھر لاؤں۔ یہ چشمہ پہاڑ کے دامن میں تھا اور وہاں ایک شخص کھڑا تھا اس نے مجھے سلام کیا۔ میں نے جواب دیا۔ اس نے کہا: کیا تم نے یہاں سے کچھ لوگوں کو گزرتے دیکھا ہے جن کے پاس بھیڑ بکریاں تھیں؟ بھیڑیں اور چرواہا بھی تھا یا ان کو گزرتا محسوس کیا؟ میں نے کہا: نہیں۔ اس نے کہا: عرب کی ایک قوم میری بھیڑ بکریوں کے پاس سے گزری اور وہ میرے ریوڑ اور میرے غلام چرواہے کو لے گئی

ہے۔ میں نے کہا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں بنی اسرائیل کا ایک شخص ہوں۔ پھر اس نے کہا: تمھارا کیا دین ہے؟ میں نے کہا: تمھارا دین کیا ہے؟ اس نے کہا: میرا دین یہودیت ہے۔ میں نے کہا: میرا دین نصرانیت ہے۔ پھر میں نے اس سے منہ پھیر لیا۔ تو اس نے کہا کہ تم غلطی پر ہو اور حق سے دُور ہو۔ وہ مجھے دباؤ میں لانے لگا تو میں نے کہا: جھگڑتے کیوں ہو، ہاتھ اٹھاؤ، مباہلہ کرتے ہیں جو ہم میں سے باطل پر ہوگا اس کے لیے خدا سے عذاب مانگتے ہیں۔

ہم نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے۔ ابھی دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ میں نے دیکھا کہ اس کو آگ کے شعلوں نے لپیٹ لیا اور اس کے نیچے والی زمین سے بھی آگ نکل رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص آیا اور پوچھا کیا تم نے فلاں فلاں صفات والا شخص دیکھا ہے۔ میں نے کہا: اور پھر اسے بتایا تو اس نے کہا: تم جھوٹ بول رہے ہو اے اللہ کے دشمن! تم نے میرے بھائی کو قتل کر دیا ہے اور وہ مسلمان تھا تو اس نے مجھے دشنام دینا شروع کر دی اور میں اسے پتھر مار کر اپنے سے دُور کرتا رہا تو وہ مجھے اور مسیحؑ کو گالیاں بکنے لگا اور جو شخص بھی مسیحی تھا سب کو گالیاں دیتا۔ ابھی وہ گالیاں دے رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ وہ بھی آگ میں جل رہا ہے اور جس طرح آگ نے اس کے بھائی کو جلا کر راکھ کر دیا تھا، اس کو بھی راکھ کر دیا۔ ابھی یہ دیکھ رہا تھا کہ ایک تیسرا شخص آیا تو اس نے پوچھا: تو نے فلاں فلاں شکل وصورت کے دو شخص دیکھے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں! لیکن ان کی تفصیل بتانا پسند نہ کی کہ کہیں وہ مجھے قتل نہ کر دے۔

میں نے کہا: آؤ تمھیں وہ شخص دکھاؤں۔ میں اسے ان دونوں کے جلنے کے مقام پر لایا تو اس نے زمین کی طرف دیکھا جس سے دھواں نکل رہا تھا۔ اس نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ میں نے اسے تفصیل بتائی۔ اس نے کہا: اگر میرے بھائی تیری بات کی تصدیق کریں تو میں تیرا دین اختیار کرلوں گا ورنہ تیری میری جنگ ہوگی۔ اس نے چیخ

ماری اور کہا: اے دانیال! کیا یہ شخص سچ بول رہا ہے؟ اس نے کہا: اے ہارون! اس کی تصدیق کی تو اس شخص نے کلمہ پڑھا: اشھد ان عیسیٰ بن مریم روح اللّٰہ وکلمتہ وعبدہ ورسولہ۔

میں نے کہا: خدا کی حمد ہے کہ تجھے ہدایت کی۔ اس نے کہا: تمھارے ساتھ بھائی چارا قائم کرنا چاہتا ہوں اور میرے اہل وعیال اور اموال ہیں۔ اگر وہ نہ ہوتے تو میں بھی تمھارے ساتھ زمین میں چلا جاتا لیکن میری اولاد سے جدائی ان پر شدتِ تکلیف کا باعث ہے اور مجھے اُمید ہے کہ میں ان کی وجہ سے بروزِ قیامت ماجور ہوں گا۔ اور اب میں جاتا ہوں ان کو ساتھ لاتا ہوں تاکہ آپ کے قرب میں رہ سکوں۔ پس وہ شخص رات کو غائب ہوگیا۔ پھر ایک رات وہ آیا اس کے ساتھ اہل وعیال اور اموال بھی تھے تو ان کے لیے میرے قرب میں خیمہ نصب کیا گیا۔ پھر وہ ہمیشہ اس کے پاس جاتا، اس سے معاہدہ کرتا، ملاقات کرتا تھا۔ وہ میرا راہِ خدا میں بھائی بن گیا۔ ایک رات اس نے مجھے کہا: اے دیرانی! میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ محمدؐ نامی ایک نبی آئے گا۔

میں نے کہا: اس نبی کے بارے میں مَیں نے بھی تورات اور انجیل دونوں میں پڑھا ہے اور میں ان پر ایمان لے آیا ہوں اور میں نے اسے انجیل پڑھائی۔ پس ہم دونوں ایمان لے آئے اور اس نبیؐ کی ملاقات کی تمنا رکھے زندگی گزارتے رہے۔ زمانہ گزر گیا اور میں اس سے بہت مانوس ہوگیا اور اس شخص کے فضائل میں سے یہ تھا کہ وہ اپنی بھیڑوں کو چرانے کے لیے لے جاتا تو جس خشک اور بنجر مقام پر لے جاتے، وہاں فوراً سبزہ اور گھاس وغیرہ نمودار ہوجاتا تھا اور جب بارش آتی تو وہ بھیڑوں کو جمع کرتا اور ان کے گرد کیچڑ ہوجاتا لیکن نہ خیمہ بارش سے گیلا ہوتا اور نہ بھیڑیں بھیگتیں اور جب گرمیاں آتیں تو جہاں وہ جاتا اس کے سر پر بادل کا ٹکڑا سایہ کرتا۔ اس کے فضائل ظاہر تھے اور اکثر وہ نماز اور روزہ کا پابند تھا۔

جب اس کا وقتِ وفات آیا تو مجھے بلایا۔ میں نے کہا: آپ کی مرض کا سبب کیا ہے؟ اس نے کہا: مجھے اپنی نوجوانی کے زمانے کی ایک خطا یاد آئی تو مجھ پر غشی طاری ہوگئی۔ جب مجھے آفاقہ ہوا تو مجھے دوسری خطا یاد آ گئی اور مجھ پر غشی طاری ہوگئی اور اب یہ میرے لیے مستقل مرض بن گیا ہے اور اپنا حال بھی مجھے معلوم نہیں۔ پھر مجھے کہا کہ اگر تمھاری ملاقات محمد مصطفیؐ سے ہو جائے تو ان کو میرا اسلام کہنا اور اگر ان سے ملاقات نہ ہو اور ان کے وصی سے ملاقات ہو جائے تو ان کو میرا اسلام کہنا اور یہی میری حاجت اور وصیّت ہے۔

دیرانی نے کہا: پس میں اپنی اور اپنے ساتھی کی طرف سے تمھیں پیغام دیتا ہوں کہ ہم دونوں کے سلام وصی مصطفیؐ تک پہنچا دینا۔

جناب سہیل بن حنیف کہتے ہیں کہ جب ہم مدینہ آئے تو ہماری ملاقات حضرت علیؑ سے ہوئی اور ہم نے انھیں دیرانی اور خالد کی گفتگو سنائی اور دیرانی اور اس کے ساتھی کے سلام پہنچائے تو حضرت علیؑ نے فرمایا: ان دونوں پر اور ان جیسوں پر سلامتی ہو، اور تجھ پر سلامتی ہو۔ اے سہیل بن حنیف! اللہ نے جب محمد مصطفیؐ کو مبعوث کیا تو زمین میں کوئی شے ایسی نہ تھی جسے علم نہ ہو کہ یہ رسولؐ اللہ ہیں مگر دونوں جہانوں کا بدبخت۔

بڑے پتھر کا ہٹانا اور چشمہ ظاہر کرنا

سہل کہتے ہیں کہ ہر شے کو علم تھا کہ وہ نبیؐ ہیں مگر دونوں جہانوں کے بدبخت اور نافرمانوں کو اور ہم نے کچھ مدت تک تو اس واقعہ سے عبرت حاصل کی لیکن پھر علیؑ کی عظمت کو بھول گئے۔ جب ایک جنگ میں حضرت علیؑ کے ساتھ آئے اور صفّین سے واپس جاتے ہوئے ایک جگہ پڑاؤ کیا جہاں پانی نہ تھا۔ تو ہم نے پانی کی عدم دست یابی کی شکایت علیؑ سے کی۔ وہاں ہمارے ساتھ چلتے آئے اور ایک مقام پر رُک گئے اور فرمایا: اس مقام کو ذرا کھودو۔ جب کھودا تو ایک بڑا گول مول پتھر نظر آیا تو حضرت علیؑ نے فرمایا: اس کو یہاں سے اُٹھاؤ۔ ہم سب نے مل کر اس پتھر کو زمین سے اُکھاڑنا چاہا لیکن

ناکام ہوئے تو حضرت امیرالمومنینؑ ہماری کمزوری اور ناتوانی پر مسکرائے۔ پھر اپنے ہاتھ اس کے نیچے رکھے تو اس کو ایسے اٹھایا جیسے ہاتھ پر چھوٹا سا ٹکڑا اُٹھایا جائے۔ اس پتھر کے نیچے سے صاف ستھرا پانی کا میٹھا چشمہ برآمد ہوا تو فرمایا کہ پانی تمھارے سامنے ہے۔ پیو اور جی بھر کے پیو اور اپنی اپنی مشکیں بھی بھرلو۔ پھر اُنھوں نے خود اُٹھا کر اس پتھر کو چشمے کے اُوپر رکھ کر بند کر دیا اور پھر اپنے ہاتھوں سے اس پتھر پر مٹی ڈال دی اور یہ دیرانی کا چشمہ تھا جو ہمارے اور ان کے قریب تھا اور وہ ہماری بات سنتا اور ہمیں دیکھتا تھا۔

راوی کہتا ہے کہ دیرانی مسلمان ہوگیا اور پوچھا کہ تمھارا صاحب کہاں ہے؟ ہم اسے حضرت علیؑ کی خدمت میں لے آئے۔ اس نے پڑھا: اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ اِنَّكَ وَصِيُّ محمدٌ

تحقیق میں نے اپنی اور اپنے فوت ہوجانے والے دوست کی طرف سے آپؑ کی خدمت میں سلامِ عقیدت ارسال کیے تھے جب تمھارا لشکر فلاں فلاں جگہ سے آرہا تھا اور کئی سال تک ہم آپ کی زیارت کے منتظر رہے۔

سہل نے کہا: میں نے حضرت امیرالمومنینؑ سے عرض کیا: دیرانی جس کے سلام میں نے آپ کو پہنچائے ہیں وہ یہی دیرانی ہے۔

پھر حضرت امیرؑ نے پوچھا کہ تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ میں وصی مصطفیؐ ہوں؟ اس نے کہا: مجھے اپنے باپ نے جس وقت وہ میری طرح ضعیف العمر تھے، انھوں نے اپنے باپ سے اور انھوں نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ جب یوشع بن نون وصی موسیٰؑ کے بعد چالیس سال پر متکبرین اور جابروں سے جنگ کرتے رہے تو وہ ایک ایسے مقام سے اپنے اصحاب کے ساتھ گزرے اور پیاس کا اظہار کیا تو اس نے کہا: خبردار! تمھارے قریب ایک چشمہ ہے جو جنت سے نازل ہوا ہے جسے آدمؑ نے نکالا ہے۔ پس یوشع اس چشمے پر کھڑے ہوگئے اور اس سے پتھر ہٹایا اور تمام لشکر والوں اور حیوانوں سے پانی سیر

ہو کر پیا اور بقدر ضرورت ساتھ اُٹھایا اور پھر پتھر اس چشمے کے منہ پر رکھ دیا اور اپنے اصحاب سے کہا: اس پتھر کو یا نبی اُٹھا سکتا ہے یا اس کا وصی۔ پس یوشع کے اصحاب سے ایک شخص پیچھے رہ گیا۔ اس نے کوشش کی کہ اس مقام کو تلاش کرے لیکن وہ نہ پاسکا اور یہ کلیسا اسی چشمہ پر بنا ہوا ہے اور اسی کی برکت کی وجہ سے ہے۔

پس جب آپ نے وہ پتھر نکالا تو مجھے علم ہو گیا کہ آپ ہی محمد مصطفیٰؐ کے وصیِ برحق ہیں، جن کی مجھے تلاش تھی اور اب میں آپ کی سرداری میں جہاد کرنا چاہتا ہوں۔ نہروان کے دن حضرتؑ نے اسے اسلحہ دیا اور گھوڑے پر سوار کر کے میدانِ جنگ میں بھیجا اور وہ جنگ کرتے کرتے شہید ہو گیا۔

حضرت علیؑ کے اصحاب دیرانی کے واقعہ کو سن کر بہت خوش ہوئے اور کچھ لوگ علیؑ کے لشکر سے بھی پیچھے رہ گئے اور اس چشمے کو تلاش کرتے رہے لیکن چشمہ نہ ملا۔ جنابِ صعصعہ بن صوحان کہتے ہیں کہ میں نے دیرانی کو اس دن دیکھا جب وہ ہمارے پاس آیا جب چشمہ سے علیؑ نے پتھر کو ہٹایا اور اس سے لوگوں نے پانی پیا اور میں نے اس کا تذکرہ حضرت علیؑ سے بھی سنا اور سہل نے بھی بتایا۔ جب وہ خالد کے ساتھ وہاں سے گزرے تھے۔

حضرت علیؑ کا یونانی طبیب کے مقابل احتجاج

امام ابو محمد نے عسکری سے اور انھوں نے امام زین العابدینؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ ایک دن بیٹھے تھے کہ ایک یونانی شخص جو طب و فلسفہ کا ماہر تھا، آیا۔ اس نے عرض کیا: یا ابا الحسینؑ! مجھے آپؑ کے صاحب کے بارے خبر پہنچی ہے کہ ان کو جنون ہو گیا ہے اور میں ان کے علاج کے لیے آیا ہوں لیکن وہ وفات پا گئے ہیں اور مجھے بتایا گیا ہے کہ آپؑ کے وہ چچازاد تھے اور سُسر بھی تھے اور اب میں آپ میں صفرا دیکھ رہا ہوں اور آپ کی پنڈلیاں کمزور ہیں۔ صفرا کا علاج تو میرے پاس ہے لیکن پنڈلیوں کو موٹا

اور طاقت ور بنانے کی دوا نہیں ہے اور اپنے چلنے میں نرمی سے چلو اور پشت پر کچھ نہ اُٹھاؤ تو صفرا ختم ہو جائے گا۔ کیونکہ صفرا کی دوا میرے پاس ہے میں آپ کو دیتا ہوں۔ پھر دوا نکالی اور کہا: یہ دوا نقصان نہ دے گی لیکن اس کے ساتھ آپ کو چالیس دن تک گوشت کھانا ہوگا یوں صفرا ختم ہو جائے گا۔

حضرتؑ نے فرمایا: تم نے اس دوا کو میرے صفرا کے لیے نفع مند قرار دیا ہے تو کیا اس کے علاوہ تم اس دوا کے بارے میں کچھ جانتے ہو۔ اس میں اضافہ کیا جائے تو وہ نقصان دہ ہوگا؟

اس نے کہا: ہاں، اس کا ایک دانہ (اپنے پاس موجود دوا کی طرف اشارہ کیا اور کہا) انسان کھا لے اور اسے صفرا ہو تو اسی وقت مر جائے گا۔ اگر صفرا نہ ہو تو اسے صفرا ہو جائے گا اور اسی دن مر جائے گا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: نقصان دہ دوا مجھے دو۔ اس نے دی تو حضرتؑ نے پوچھا کہ اس کی کتنی مقدار نقصان دہ ہے؟ اس نے کہا: دو مثقال کے برابر نفع مند زہر (یعنی مہلک) ہے۔ گندم کے دانہ کے برابر کھانے سے انسان مر جاتا ہے۔ حضرت علیؑ نے وہ دوا کھا لی۔ حضرتؑ کو تھوڑا سا پسینہ آیا تو یونانی حکیم پریشان ہو گیا اور دل میں کہنے لگا: اب مجھے علی بن ابی طالبؑ کے بارے میں پکڑا جائے گا اور کہا جائے گا کہ علیؑ کو اس نے قتل کر دیا ہے اور میری بات کوئی نہ سنے گا کہ یہ دوا خود اُنھوں نے کھائی ہے، میرا قصور نہیں ہے۔

علیؑ مسکرائے اور فرمایا: اے عبدِ خدا! میں صحت مند ہوں اور جسے تو نے زہر سمجھا ہے وہ مجھے نقصان نہیں دیتی۔ تم اپنی آنکھیں بند کرو، پھر فرمایا: آنکھیں کھولو تو دیکھا کہ علیؑ کا رنگ سفید و سرخ تھا تو یونانی کے طوطے اُڑ گئے۔ حضرتؑ نے مسکرا کر فرمایا: وہ صفرا کہاں گیا جو تم نے میرے بارے بتایا تھا۔ طبیب یونانی نے کہا: خدا کی قسم! تم وہ نہیں ہو

جسے میں نے پہلے دیکھا تھا پہلے تم صفرا زرد تھے اوراب نہیں ہو۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: مجھ سے صفرا تیری اس زہر کی وجہ سے ختم ہوا جسے تم قاتل سمجھ رہے تھے اور میری دونوں پنڈلیاں (حضرتؑ نے پاؤں آگے کر کے پنڈلیوں سے شلوار اُوپر کی) کے بارے تیرا خیال ہے کہ اگر وزن کم اٹھاؤں تو یہ طاقت ور بن جائیں گی تو میں تجھے بتاتا اور دکھاتا ہوں جو تمھاری طب کے خلاف ہے۔ حضرتؑ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے لکڑی کے ستون کو اٹھایا۔ پھر اس ستون پر دو پتھر تھے ان کو حرکت دی اوران کو اٹھایا۔ چھت اور دیواروں کو اٹھایا اوران کے اُوپر دو کمرے تھے جب ان کو اٹھایا تو یونانی پر غشی طاری ہوگئی۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: اس پر پانی چھڑکو۔ پانی چھڑکا تو اسے افاقہ ہوا۔ اس نے کہا: میں نے آج تک اس قدر عجیب بات نہیں دیکھی۔

پس حضرت علیؑ نے اس سے فرمایا: یہ دو کمزور پنڈلیوں کی طاقت ہے۔ کیا تیری طب میں اس کا احتمال ہے۔

یونانی نے کہا: کیا محمدؐ بھی آپ کی طرح تھے؟ حضرت علیؑ نے فرمایا: میرے پاس کوئی علم نہیں مگر انھی کا عطا کردہ علم ہے اور جو میری عقل ہے وہ بھی ان کی دی ہوئی ہے۔ اور میری قوت بھی انھی کی عطا کردہ ہے۔

ایک مرتبہ آپؐ کے پاس عرب کا بہت بڑا طبیب آیا اور کہنے لگا: اگر آپ کو جنون لاحق ہوگیا ہے تو میں آپؐ کا علاج کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ میں تمھیں ایک ایسی نشانی دکھاؤں جس سے تجھے معلوم ہو جائے کہ میں تمھاری طب سے بے نیاز ہوں اور تم میری طب کے محتاج ہو۔

اس نے کہا: ہاں۔ حضرتؐ نے فرمایا: تم کون سی نشانی دیکھنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: اس کھجور کو بلاؤ۔ حضرتؐ نے بلایا تو وہ کھجور زمین سے جڑوں سمیت اُکھڑی اور

زمین کو چیرتی ہوئی حضرتؑ کے سامنے کھڑی ہوگئی۔ حضرتؑ نے پوچھا: کیا یہ کافی ہے۔ اس طبیب نے کہا: اب اسے واپس اپنی جگہ پر جانے کا حکم دیں کہ اپنے مقام پر مستقر ہوجائے۔ پس حضرتؑ نے حکم دیا اور وہ اپنے مقام پر مستقر ہوگئی۔

یونانی حکیم نے حضرت امیرالمومنینؑ سے عرض کیا: یہ جو محمدؐ کے بارے میں ذکر کیا جاتا ہے وہ میں نے نہیں دیکھا تو اس کا تھوڑا سا نمونہ مجھے آپ دکھا دیں۔ میں آپ سے دُور کھڑا ہوتا ہوں اور تم مجھے بلاؤ اور میں اختیار سے نہ آؤں گا۔ اگر میں مجبُور ہو کر تمھارے پاس آ گیا تو یہی نشانی میرے لیے کافی ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا: یہ تو صرف تیرے لیے نشانی ہوگی اور تم اس کی تردید نہ کرسکو گے۔ یونانی نے کہا: میں اس کھجور کے ٹکڑے کرتا ہوں اور بکھیرتا ہوں تو آپ ان کو بلائیں۔

حضرتؑ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ اب جاؤ اس کھجور کی طرف تم میرے قاصد ہو کر اس سے کہو کہ محمد رسولؐ اللہ کا وصی تجھے حکم دے رہا ہے کہ تیرے اجزاء متفرق اور ایک دوسرے سے دُور ہوجائیں۔ پس وہ گیا اور کھجور سے کہا تو وہ کھجور پھٹ گئی اور اس کے ٹکڑے ہوگئے اور اجزاء بکھر گئے اور اس کھجور کا کوئی نشان تک باقی نہ رہا۔ گویا یہاں کھجور تھی ہی نہیں اور اس کو دیکھ کر یونانی کے ذہن کے پرخچے اُڑ گئے۔

اس نے آ کر حضرتؑ کو بتایا۔ حضرتؑ نے فرمایا: اب پھر میرے قاصد بن کر وہاں جاؤ اور کہو: اے کھجور کے اجزا! تمھیں محمد رسولؐ اللہ کا وصی حکم دیتا ہے کہ سب جمع ہوجاؤ جس طرح پہلے تھے۔ پس یونانی نے ندا کی اور وصیِ محمدؐ کا پیغام ہوا کو دیا تو ہوا سے اس کے اجزا جمع ہونے شروع ہوگئے حتیٰ کہ مکمل کھجور بن گئی اور اپنے مقام پر مستقر ہوگئی۔

یونانی نے کہا: اب اسے حکم دو کہ اپنا پھل نکالے اور سبز، زرد اور سرخ کھجوریں لگیں۔

حضرتؑ نے فرمایا: جاؤ میرے قاصد بن کر اس کو پیغام دو۔ یونانی نے حکم سنایا تو

اس کے خوشے نکل آئے، پہلے سرسبز، پھر زرد اور سرخ ہوئے اور کھجور کھانے کے قابل بن گئی۔ یونانی نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ خوشے نیچے کی طرف آئیں یا میرے ہاتھ لمبے ہوجائیں۔

حضرتؑ نے فرمایا: ہاتھ سے کھجور اتارنا چاہتے ہو تو یہ دعا پڑھو: یامقرب البعید قرب یدای کما۔ اس نے ایسا کیا تو خوشے نیچے کی طرف آئے اور اس کے ہاتھ لمبے ہوگئے اور خوشے سے کھجور اُتار لی۔

حضرت امیرؑ نے فرمایا: اگر تو نے یہ کھجور کھائی اور ان معجزات کے دکھانے والے پر ایمان نہ لائے تو اللہ کی طرف سے تمھیں بہت جلدی عتاب ہوگا کہ تو اس قدر مبتلا ہوجائے گا کہ اللہ کی مخلوق سے سب عقل مند اور جاہل عبرت حاصل کریں گے۔

یونانی نے کہا: ان معجزات کے دیکھنے کے بعد بھی اگر میں انکار کروں تو میں دشمن ہوں گا اور ہلاکت کے قابل ہوں گا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے خواص میں سے ایک ہیں اور اپنے تمام اقوال میں صادق ہیں۔ تم حکمرانی کرو، جیسے چاہیں آپ کی اطاعت کروں گا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: میں تمھیں حکم دیتا ہوں کہ اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرو اور اس کی بخشش اور حکمت کا اقرار کرو اور اس کو عبث اور فضول کام کرنے سے پاک سمجھو۔ بندہ پر ظلم کرنے سے اسے پاک و پاکیزہ سمجھو اور گواہی دو کہ مصطفیؐ جن کا میں وصی ہوں سب سے بہتر ہیں اور افضل مخلوق اور کائنات ہیں اور گواہی دو کہ وہ علیؑ محمدؐ کے بعد تمام مخلوق سے افضل ہیں اور تمام مخلوق سے رسولؐ اللہ کی خلافت کے زیادہ حق دار ہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے اولیا اللہ کے اولیا ہیں اور آپ کے دشمن اللہ کے دشمن ہیں اور مومنین جو تیرے شریک ہیں ان اُمور میں صاف تجھے تکلیف دی گئی ہے۔ وہ دنیا کی بہترین اُمت ہے اور شیعانِ علیؑ سب سے چنے ہوئے نجات یافتہ لوگ ہیں۔

اور میں تمھیں حکم دیتا ہوں کہ محمدؐ کی تصدیق اور میری تصدیق پر حمایت کرنے والے مومنین سے تعاون کرو اور ان کے لیے اور میرے لیے اطاعت کرو۔ اللہ کے ولی اپنے اہل وعیال سے مکرم ہوں اور اپنے دین کو محفوظ رکھو اور جو ہمارے علوم اور دوسرے علوم جو تمھارے پاس ہیں ان کو ہمارے دشمنوں کے سامنے ظاہر نہ کرو ورنہ تمھیں گالیاں، لعن طعن سب کریں گے اور شان اور جان پر نقصان پہنچائیں گے اور ہماری معرفت نہ رکھنے والوں پر ہمارا راز فاش نہ کرو۔ دین میں تقیہ ضرور کرنا کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے:

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً

اور تمھیں اجازت ہے کہ جب تمھیں خوف محسوس ہو تو ہمارے دشمن کو ہم پر فضیلت دے دو اور اگر سخت خطرہ ہو تو ہم سے برأت کا اظہار کر دو اور ہمارے دشمنوں کو ہم پر مقدم سمجھنے سے ہمارا نقصان نہیں اور دشمنوں کو فائدہ نہیں۔ اور اگر زبان سے کسی لحظہ سے ہم سے برأت کی جب کہ دل میں ہماری محبت ہو گی تو کوئی حرج نہیں اور اگر تقیہ کو ترک نہ کرنا کیوں کہ اس سے تمھارا خون اور تمھارے دوستوں کے خون محفوظ رہیں گے اور نعمتوں کے زوال سے بچ جاؤ گے۔ اور دشمنوں کے ہاتھوں ذلیل ہونے سے محفوظ رہو گے۔ اگر تم نے وصیّت کی مخالفت کی اور تقیہ نہ کیا تو تمھارا اپنا نقصان زیادہ ہوگا اور ناصبی کافر کا نقصان نہ ہوگا۔

شامی عالم کا مسائل دریافت کرنا

حضرت امام حسین علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کوفہ میں مسجد جامع میں تھے کہ ایک شامی اُٹھا اور کہا: یا امیر المومنینؑ! میں چند سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: سمجھنے کے لیے پوچھو مگر مذاق کے طور پر مت پوچھو۔

لوگوں نے پوری توجہ سے اس شامی کو دیکھا تو اس نے کہا: مجھے یہ بتائیں کہ سب سے پہلی مخلوق کون سی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ مخلوق نورِ اول ہے۔ اس نے کہا: آسمان کو کس چیز سے پیدا کیا گیا؟ آپؑ نے فرمایا: پانی کے بخارات سے۔ اس نے پوچھا: زمین کو کس سے پیدا کیا گیا؟ آپؑ نے فرمایا: پانی کے جھاگ سے۔ اس نے پوچھا: پہاڑ کس سے بنے ہیں؟ تو آپؑ نے فرمایا: دریا کی امواج سے۔ اس نے پوچھا: مکہ کو اُم القریٰ کیوں کہتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: اس لیے کہ اسی مکہ کے نیچے سے پوری دنیا کھینچ دی گئی۔ اس نے کہا: دنیا کا آسمان کس سے بنا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: بند موج سے بنا ہے۔ اس نے کہا: سورج، چاند کا طول وعرض کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: نوصد فرسخ ضرب نوصد فرسخ: ۹۰۰×۹۰۰=۸۱۰۰۰۰۔

اس نے پوچھا: ستاروں کی لمبائی اور چوڑائی کتنی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: بارہ فرسخ ضرب بارہ فرسخ: ۱۲×۱۲=۱۴۴ فرسخ۔

اس نے پوچھا: سات آسمانوں کے رنگ اور نام کیا کیا ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: دنیا کے آسمان کا نام رفیع ہے اور یہ پانی اور دھوئیں سے بنا ہوا ہے۔ دوسرے آسمان کا نام قدیرا ہے جس کا رنگ نحاس والا ہے۔ تیسرے آسمان کا نام ماردم ہے وہ مشابہ رنگ رکھتا ہے۔ چوتھے آسمان کا نام ارفلون ہے اور وہ چاند کے رنگ کا ہے۔ پانچویں آسمان کا نام ہیعون ہے اور وہ سونے کے رنگ کا ہے۔ چھٹے آسمان کا نام عروس ہے اور وہ سبز یاقوت کے رنگ کا ہے۔ ساتویں آسمان کا نام عجماء ہے اور وہ سفید دُروں کی رنگت کا ہے۔

اس نے ثور (بیل) کے بارے میں پوچھا کہ اس نے گردن ایک طرف جھکائی ہوئی ہے اور وہ آسمان کی طرف سر بلند کیوں نہیں کرتا؟ آپؑ نے جواب میں فرمایا: خدا

سے حیا کرتا ہے کیونکہ جب سے قومِ موسیٰؑ نے بچھڑے کی پرستش کی تو اس نے حیا سے سر جھکا لیا ہے۔

مدوجزر

شامی نے مدوجزر کے بارے میں پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: ایک فرشتہ جو سمندر کا موکل ہے اسے رومان کہتے ہیں۔ جب وہ اپنے قدم سمندر میں رکھتا ہے تو پانی اُبھرتا ہے اور جب وہ پاؤں اُٹھا لیتا ہے تو پانی پیچھے اپنی جگہ پر ہٹ جاتا ہے۔

شامی نے جنوں کے باپ کا نام پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: اسے شومان کہتے ہیں جس کو آگ کے شعلوں کے نیلے حصّے سے پیدا کیا گیا ہے۔

شامی نے پوچھا: کیا جنوں کی طرف کوئی نبی بھیجا گیا؟

علیؑ نے فرمایا: یہ جنوں کی طرف نبی بھیجا گیا جسے یوسفؑ کہتے ہیں تو اس نے ان جنوں کو خدا کی طرف دعوت دی اور جنوں نے اسے قتل کر دیا۔ (یقیناً یہ کوئی اور یوسفؑ نبی ہیں)

شامی نے پوچھا: ابلیس کا آسمان میں نام کیا تھا؟ آپؑ نے فرمایا: حارث۔

شامی نے پوچھا: آدم کو آدمؑ کیوں کہا گیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: وہ زمین کے ادیم (چلد) سے بنایا گیا ہے۔

شامی نے پوچھا: مذکر کی میراث مؤنث سے دگنا کیوں ہے؟ آپؑ نے فرمایا: کیوں کہ ایک سٹے میں تین دانے ہوتے ہیں تو حواء نے اس کی طرف جلدی کی اور ایک دانہ کھایا اور آدمؑ کو دو دانے کھلائے جس سے مرد کو دو گنا حصّہ ملا۔

شامی نے پوچھا: کون سی شے ختنہ شدہ پیدا ہوئی۔ آپؑ نے فرمایا: آدمؑ ختنہ شدہ پیدا ہوئے۔ پھر ان کے بیٹے شیثؑ ختنہ شدہ پیدا ہوئے، پھر نوحؑ، ادریسؑ، ابراہیمؑ، داؤدؑ، سلیمانؑ، لوطؑ، اسماعیلؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

شامی نے پوچھا: آدم کی عمر کتنی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: نوسوتیس سال۔

شامی نے پوچھا: سب سے پہلے کس نے شعر کہا؟ آپؑ نے فرمایا: آدم علیہ السلام نے۔ شامی نے پوچھا: انھوں نے کون سا شعر پڑھا؟ آپؑ نے فرمایا: جب آدمؑ آسمان سے زمین پر نازل ہوئے اور یہاں کی مٹی، اس کی وسعت اور فضا دیکھی اور قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تو آدمؑ نے یہ شعر پڑھا:

تغّیرت البلاد ومن علیھا

فوجہ الأرض مغبر قبیح

تغیّر کل ذی لون وطعم

وقل بشاشۃ الوجہ الملیح

''زمین والے تبدیل ہوگئے پس زمین کا چہرہ خاک آلود قبیح ہوگیا ہے۔ یہاں ہر رنگ اور ذائقہ تبدیل ہوگیا اور چہرے کی بشاشت کم ہوگئی ہے''۔

شامی نے پوچھا: آدمؑ نے کس قدر حج کیے؟ آپؑ نے فرمایا: حضرت آدمؑ نے ستر حج پیدل کیے تھے۔ پہلے حج کے موقع پر ان کے ساتھ ایک لٹورا پرندہ تھا جو ان کے لیے پانی کے مقامات کی نشان دہی کرتا تھا اور وہ ان کے ساتھ جنت سے آیا تھا۔ اسی لیے لٹورا اور ابابیل کو کھانے سے نہی کی گئی ہے۔

شامی نے پوچھا: اسے کیا تھا کہ وہ زمین پر نہ چلتا تھا؟ آپؑ نے فرمایا: اس نے بیت المقدس پر نوحہ کیا اور چالیس سال تک طواف کیا اور اس پر روتا رہا اور وہ آدمؑ کے ساتھ بھی ہمیشہ روتا رہتا تھا۔

شامی نے پوچھا: پہلا کافر کون تھا جس نے کفر کا انشا کیا؟ آپؑ نے فرمایا: وہ ابلیس ہے۔

شامی نے پوچھا: حضرت نوحؑ کا نام کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ان کا نام سکن تھا لیکن وہ اپنی قوم کے لیے ساڑھے نوسو سال روتے رہے لہٰذا ان کو نوح کہا گیا۔

شامی نے پوچھا: جنابِ نوحؑ کی کشتی کا طول وعرض کیا تھا؟ آپؑ نے فرمایا: اس کشتی کی لمبائی ۱۰۰ ہاتھ یعنی ۱۴۰۰ فٹ، اور عرض ۵۰۰ ہاتھ یعنی ۱۰۰۰ فٹ تھی۔ اور اس کشتی کی بلندی اسّی ہاتھ یعنی ۱۶۰ فٹ تھی۔ پس وہ شامی بیٹھ گیا اور دوسرا شخص اُٹھا اور کہا: اے امیرالمومنینؑ! ہمیں یہ بتاؤ کہ سب سے پہلے کون سا پودا زمین پر کاشت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: عوسجہ کا پودا کاشت ہوا جس کی لکڑی سے حضرت موسیٰؑ کا عصا بنایا گیا۔

اس شخص نے کہا: سب سے پہلے کون سا پودا زمین پر خود بخود پیدا ہوا آپ نے فرمایا: وہ دباء ہے اور وہ قرع ہے۔ اس نے پوچھا: سب سے پہلے اہلِ آسمان میں سے حج کس نے کیا؟ تو آپؑ نے فرمایا: وہ جبرئیلؑ ہیں۔

اس نے پوچھا: وہ کون سا خطۂ زمین ہے جو طوفانِ نوحؑ کے وقت اٹھا لیا گیا؟ آپؑ نے فرمایا: وہ کعبہ کی زمین اور وہ اس وقت سبز زبرجد سے تھا۔

اس نے پوچھا: زمین پر سب سے اچھی وادی کون سی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ایک وادی جسے سراندیپ کہتے ہیں اور آسمان سے آدمؑ اسی میں گرے تھے۔ اس نے پوچھا: دنیا کی بدترین وادی کون سی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: یمن کی وادی جسے وادی برہوت کہتے ہیں وہ جہنّم کا حصّہ ہے۔

شامی نے پوچھا: وہ کون سا قید خانہ ہے جو قیدی کو لے کر چلتا رہا اور سیر کراتا رہا؟ آپؑ نے فرمایا: وہ مچھلی ہے جو حضرت یونسؑ کو پیٹ میں لے کر سیر کراتی رہی۔

شامی نے پوچھا: وہ کون سے چھ جاندار ہیں جو رحم میں نہیں رہے؟ آپؑ نے فرمایا: حضرت آدمؑ، حضرت حواؑ، حضرت ابراہیمؑ کا دُنبہ، حضرت موسیٰؑ کا عصا، جنابِ صالحؑ کی ناقہ اور حضرت عیسیٰؑ کا بنایا ہوا چمگادڑ جو اذنِ خدا سے اُڑا۔

شامی نے پوچھا: وہ کون سی شے ہے جس پر جھوٹ بولا گیا۔ نہ وہ جن ہے نہ انسان؟ آپؑ نے فرمایا: وہ بھیڑیا جس کے بارے میں حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے جھوٹ بولا تھا۔

شامی نے پوچھا: وہ کون سی شے ہے جس پر وحی ہوئی نہ وہ جنوں سے ہے اور نہ انسان سے ہے۔ تو آپؑ نے فرمایا: خدا نے شہد کی مکھی پر وحی کی تھی۔

شامی نے پوچھا: وہ کون سا مقام ہے جہاں سورج ساری زندگی ایک مرتبہ چمکا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: سمندر میں جو اللہ نے موسیٰؑ اور ان کے لشکر کے گزرنے کے لیے ایک مرتبہ خشک راستہ بنا دیا اور پھر لشکرِ موسیٰؑ کے گزر جانے کے بعد پانی کو آپس میں ملا دیا۔ شامی نے پوچھا: وہ کون سی شے ہے کہ جو پیے تو وہ زندہ تھی اور کھائے تو وہ مُردہ تھی تو آپؑ نے فرمایا: وہ حضرت موسیٰؑ کا عصا ہے۔

شامی نے پوچھا: اپنی قوم کو وہ کون سا ڈرانے والا ہے جو نہ جنوں میں سے ہے اور نہ انسانوں سے؟ آپؑ نے فرمایا: یہ چیونٹی ہے۔

شامی نے پوچھا: سب سے پہلے ختنہ کرنے کا حکم کس کو دیا گیا؟ آپؑ نے فرمایا: حضرت ابراہیمؑ کو۔ شامی نے پوچھا: عورتوں میں سے سب سے پہلے ختنہ کس کا ہوا؟ تو آپؑ نے فرمایا: جنابِ ہاجرہ کا ختنہ خود سارہ نے کیا تا کہ وہ ان کی کنیزی سے نکل جائے۔

شامی نے پوچھا: وہ کون سی پہلی عورت ہے جس کا دامن گر گیا۔ آپؑ نے فرمایا: وہ ہاجرہ ہے جب سارہ سے بھاگی۔ شامی نے پوچھا: مردوں میں سب سے پہلے کس کا دامن کھینچا گیا؟ آپؑ نے فرمایا: وہ قارون ہے۔

شامی نے پوچھا: وہ کون ہے جس نے سب سے پہلے نعلیں پہنی؟ آپؑ نے فرمایا: حضرت ابراہیمؑ نے۔ شامی نے پوچھا: نسبت کے لحاظ سے زیادہ مکرم کون ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ کا صدیق جناب یوسفؑ بن اسحاق اسرائیل اللہ ابن اسحاق ذبیح اور ابن ابراہیم خلیل اللہ۔

شامی نے پوچھا: وہ کون سے چھے نبی ہیں جن کے دو دو نام ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: یوشعؑ بن نون اور ان کو ذوالکفل کہتے ہیں۔ یعقوبؑ اور ان کا دوسرا نام اسرائیل ہے۔ خضرؑ اور ان کا نام تالیا ہے۔ یونسؑ جن کا دوسرا نام ذوالنون ہے۔ جناب عیسیٰؑ جن کا مسیح بھی نام ہے اور محمدؐ جن کو احمد بھی کہا جاتا ہے۔

شامی نے پوچھا: وہ کون سی چیز ہے جو سانس لیتی ہے لیکن اس میں گوشت اور خون نہیں؟ آپؑ نے فرمایا: وہ صبح ہے۔ ذاك الصبح اذا تنفس قسم ہے کہ جب صبح سانس لیتی ہے۔

شامی نے پوچھا: وہ کون سے پانچ نبیؑ ہیں جنھوں نے عربی میں کلام کیا؟ آپؑ نے فرمایا: وہ حضرت ہودؑ، شعیبؑ، صالحؑ، اسماعیلؑ اور محمد مصطفیؐ ہیں۔

پس وہ شخص بیٹھ گیا اور دوسرا شخص اُٹھا اور اس نے سوال کرنے شروع کر دیے۔
کہا کہ اس قول خدا سے کیا مراد ہے؟ یوم یفر المرءُ من اخیه وامه وابیه وصاحبته وبنیه اور ان سے مراد کون سے لوگ ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: قابیل اپنے بھائی ہابیل سے بھاگے گا اور حضرت موسیٰؑ اپنی ماں سے بھاگیں گے اور حضرت ابراہیمؑ اپنے باپ (چچا) سے بھاگیں گے اور لوطؑ اپنی بیوی سے بھاگیں گے اور نوحؑ اپنے بیٹے سے بھاگیں گے۔

سائل نے پوچھا: سب سے پہلے اچانک موت کون مرا؟ آپؑ نے فرمایا: داؤدؑ جو اپنے منبر پر بدھ کے دن فوت ہوئے۔ سائل نے پوچھا: وہ کون سی چار چیزیں ہیں جو چار چیزوں سے سیر نہیں ہوتیں؟ آپؑ نے فرمایا: زمین کبھی بارش سے سیر نہیں ہوتی، مؤنث کبھی مذکر سے، آنکھ کبھی دیکھنے سے اور عالم کبھی اپنے علم سے سیر نہیں ہوتا۔

سائل نے پوچھا: سب سے پہلے دینار اور درہم کس نے بنائے؟ آپؑ نے فرمایا: جنابِ نوحؑ کے بعد نمرود بن کنعان نے۔

عملِ قومِ لوطؑ

سائل نے پوچھا: سب سے پہلے قومِ لوطؑ والا فعل کس نے کیا؟ آپؑ نے فرمایا: ابلیس نے اپنے آپ سے یہ کام کیا۔ سائل نے پوچھا: کبوتر اپنی آواز میں کیا کہتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اہلِ موسیقی اور مزامیر کو بددعا کرتا ہے۔

سائل نے پوچھا: براق کی کنیت کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ابوھزال۔

سائل نے پوچھا: تبع کو تبعا کیوں کہا گیا؟ آپؑ نے فرمایا: کیونکہ وہ غلام کاتب تھا یعنی وہ اپنے پہلے مالک کے لیے لکھتا تھا اور جب وہ لکھتا تھا تو یہ لکھتا تھا:

بسم اللہ الذی خلق صبحا و ریحا تو بادشاہ یا اس کے مالک نے کہا کہ لکھو اور گرج چمک کے فرشتے کے نام سے ابتدا کرو۔ تو اس غلام نے کہا: میں کسی کے نام پر ابتدا نہ کروں گا بلکہ صرف اسمِ الٰہی سے شروع کروں گا اور پھر تمھاری حاجت پوری کروں گا۔ پس اللہ کا شکر ادا کیا اور اس بادشاہ نے اس غلام کو ملک عطا کر دیا اور لوگوں نے اس کی اتباع کی تو اس کو تبعا کہنے لگے۔

سائل نے پوچھا: بکری کی دم چھوٹی کیوں ہے؟ جو اس کی شرم گاہ اور عورت کو نہیں چھپاتی؟ آپؑ نے فرمایا: جب حضرت نوحؑ نے بکری کو اپنی کشتی میں داخل کرنا چاہا تو اس نے نافرمانی کی تو اس بکری کو دھکا دیا جس سے اس کی دُم ٹوٹ گئی۔ اور دُنبی کی عورت اور شرمگاہ چھپی ہوتی ہے کیونکہ دُنبی نے کشتی پر سوار ہونے میں جلدی کی اور حضرت نوحؑ نے اس پر ہاتھ پھیرا جس سے اس کی دم موٹی ہوگئی اور عورت پر پردہ بن گئی۔ سائل نے پوچھا: اہلِ جنت کا کلام کس زبان میں ہوگا؟ حضرت علیؑ نے فرمایا: اہلِ جنت کا کلام عربی میں ہوگا۔

سائل نے پوچھا: اہلِ جہنّم کا کلام کس زبان میں ہوگا؟ آپؑ نے فرمایا: وہ مجوسی زبان میں بات کریں گے۔ پھر آپؑ نے فرمایا: چار قسم کے لوگ مختلف طریقوں سے نیند کرتے ہیں:

① انبیاؑ پشت کے بل سوتے ہیں اور ان کی آنکھیں کبھی نہیں سوتیں اور ہر وقت وحی کا انتظار کرتی ہیں۔

② مومن دائیں پہلو پر سوتے ہیں۔ قبلہ کی طرف رُخ کر کے سوتے ہیں۔

③ بادشاہ اور ان کی اولادیں بائیں پہلو پر سوتی ہیں تا کہ ہمیشہ کھاتے رہیں۔

④ شیاطین اور ان کے حامی، پاگل اور بیماری والے منہ کے بل سوتے ہیں۔

پھر ایک شخص اُٹھا اور کہا: یاامیرالمومنینؑ! ہمیں بدھ کے دن کے بارے میں بتائیں؟

آپؑ نے فرمایا: جو مہینہ کا آخری بدھ ہے وہ سخت ہوتا ہے کیونکہ اسی دن قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا تھا اور اسی دن ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا گیا، اور اسی دن ابراہیمؑ کو منجنیق میں ڈالا گیا، اسی دن فرعون کو خدا نے غرق کیا، اسی دن خدا نے بلند مرتبہ کو پست مرتبہ کر دیا۔ اسی دن قومِ عاد پر آندھی کا عذاب نازل کیا گیا۔ اسی دن نمرود پر مچھر مسلط ہوا، اسی دن فرعون نے موسیٰؑ کو طلب کیا تا کہ قتل کر دے۔ اسی دن فرعونیوں پر چھت گر گئی۔ اسی دن فرعون نے ایک بچے کو ذبح کرنے کا حکم دیا۔ اسی دن بیت المقدس کو گرایا گیا۔ اسی دن جناب سلیمان بن داوٗدؑ کی مسجد جلائی گئی۔ اسی دن یحییٰ بن زکریاؑ کو قتل کیا گیا، اور اسی دن قومِ فرعون پر پہلا عذاب نازل ہوا۔ اسی دن قارون کو زمین میں دھنسا دیا گیا۔ اسی دن حضرت ایوبؑ کے اموال اور اولاد ختم ہو گئے۔ اسی دن یوسفؑ قید ہوئے۔

اسی دن کے بارے میں خدا نے فرمایا: اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ اسی

دن صور پھونکی جائے گی۔ اسی دن ناقۂ صالحؑ کو زخمی کیا گیا اور اسی دن پتھروں کی بارش آئی۔ اسی دن نبی اکرمؐ کا چہرہ زخمی ہوا اور حضرتؐ کے دندانِ مبارک مجروح ہوئے۔ بدھ کے روز ہی کو عمالقہ نے تابوت پکڑا۔

سائل نے حضرتؑ سے ایام کے بارے میں پوچھا کہ ان میں کون سے اعمال جائز ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: ہفتہ کا دن یوم مکروفریب ہے۔ اتوار کا دن کاشت اور بنیاد رکھنے کا دن ہے۔ پیر سفر اور تلاش کا دن ہے۔ منگل جنگ کرنے اور خون بہانے کا دن ہے۔ بدھ کا دن سوم جس میں لوگ قیاس آرائی کرتے ہیں۔ جمعرات کا دن امراء کے پاس جاکر اپنی حاجات لینے کا ہے اور جمعہ کا دن تقریر، خطاب اور نکاح کا دن ہے۔

حضرت علیؑ کے گرد احتجاجات

اصبغ نے ابن کواء سے روایت کی ہے کہ ابن کواء نے حضرت امیر المومنینؑ سے پوچھا کہ رات کے بصر اور دن کے بصر کے بارے وضاحت کریں۔ اسی طرح دن کے اندھے اور رات کے اندھے کی تفسیر بیان کریں۔ پھر اسی طرح بصیر لیل اور بصیر نہار کی، نیز رات کے اندھے اور دن کے اندھے کی تفسیر بیان کریں؟

حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا: وہ سوال کر جو تجھے فائدہ دیں اور جو تجھے ذرہ برابر فائدہ نہ دیں ایسے سوال مت پوچھ۔ اب سنو بصیر لیل و نہار وہ شخص ہے جو رسولؐ اور اوصیاؑ پر ایمان رکھتا ہو اور کتب اور نبیوںؑ پر یقین رکھتا ہو اور محمدؐ کی نبوت پر ایمان کا حامل ہو اور میری ولایت کا اقرار کرتا ہو، یعنی ایسا شخص وہ دن کا بصیر اور رات کا بھی بصیر ہے۔

جو دن اور رات کا اندھا ہے تو وہ ایسا شخص ہے جو انبیاؑ و اوصیاؑ اور گذشتہ کتب کا انکار کرے اور نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ہو اور ان پر ایمان لائے اور میری ولایت کا اقرار بھی کرے تو گویا اس نے اللہ اور اس کے نبیؐ کا انکار کیا، لہٰذا یہ دن رات کا اندھا ہے۔

ہاں رات کا اندھا اور دن کا بصیر وہ ہے جو گذشتہ انبیاؑ اور سابقہ اوصیاؑ کی کتب کا انکار کرے لیکن جو شخص محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان اور قرآن پر یقین رکھتا ہے اور میری ولایت قبول کرتا ہے اور رات کا بیدار بصیر اور دن کا اندھا وہ شخص ہے جو سابقہ انبیاؑ و کتب پر ایمان رکھتا ہو لیکن آخری نبیؐ کی نبوت اور میری ولایت کا انکار کرے تو وہ رات کا بصیر اور دن کا اندھا ہے۔

پھر فرمایا: اے ابن کواء ہم بنی ابی طالبؑ سے اللہ نے اسلام کا افتتاح کیا اور ہمارے ذریعہ سے اختتام تک پہنچائے گا۔

اصبغ کہتا ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام منبر کوفہ سے نیچے اُترے تو میں آپؑ کے پاس آیا اور کہا: یاامیر المومنینؑ! جو آپ نے آج بیان فرمایا ہے اس سے میرے دل میں قوت آگئی ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اے اصبغ! جس نے میری ولایت کے بارے میں شک کیا تو اس نے گویا اپنے ایمان میں شک کیا، جس نے میری ولایت کا اقرار کیا تو گویا اس نے اللہ کی ولایت کا اقرار کیا، اور میری ولایت، اللہ کی ولایت سے اس طرح متصل ہے جس طرح میری انگلیاں آپس میں ہیں۔ جس نے میری ولایت کا اقرار کیا وہ کامیاب ہوگیا اور جس نے انکار کیا تو وہ شرمندہ اور ذلیل ہوکر جہنّم میں گرا اور جو جہنّم میں گیا تو وہاں کئی صدیوں تک رہے گا۔

بادشاہِ روم کا سوال حضرت علیؑ تک پہنچا

روم کے بادشاہ نے معاویہ کو لکھا جس میں پوچھا کہ لاشے کے بارے بتاؤ کہ اس سے کیا مراد ہے؟ معاویہ پریشان ہوگیا۔ عمرو بن عاص نے کہا: ایک گھوڑا علیؑ کے لشکر کی طرف بیچنے کی غرض سے بھیجو۔ جب وہ قیمت پوچھیں تو کہا جائے کہ لاشے قیمت ہے تو فوراً لاشے کا مطلب سمجھ میں آجائے گا۔ پس وہ شخص لشکرِ علیؑ میں آیا۔ جب وہ حضرت علیؑ اور قنبرؓ کے پاس سے گزرا تو مولاؑ نے پوچھا: اے قنبر! پوچھو کہ یہ گھوڑے

کتنے میں بیچتا ہے؟ اس نے کہا: لاشے میں۔ حضرتؑ نے فرمایا: قنبرؓ! گھوڑا لے لو۔ گھوڑے سوار نے کہا: مجھے لاشے تو دیں۔ حضرت امیر علیہ السلام صحرا کی طرف لے گئے اور سراب دکھایا اور فرمایا کہ یہ لاشے ہے۔ پھر فرمایا کہ اب جاؤ اور معاویہ کو لاشے کا مطلب بتاؤ تا کہ وہ قیصر روم کو جواب دے سکے۔

اس شخص نے کہا: سراب کو لاشے کہنا، یہ کس کا بیان کردہ معنی ہے تو آپؑ نے فرمایا کہ یہ معنی قرآن کے اندر موجود ہے۔ یحسبه الظمأن ماء حتی اذاجاء ہ لم یجدہ شیئا۔

جنابِ اصبغ نے لکھا ہے کہ بادشاہِ روم نے معاویہ کو لکھا کہ اگر تم ان مسائل کا جواب دو تو تمھیں خراج دوں گا اور مالی تعاون کروں گا اور اگر ان کے جوابات نہ دیئے تو تجھے یہ خراج دینا پڑے گا اور تمام اخراجات تمھارے ذمے ہوں گے۔

ان سوالوں کو معاویہ جانتا تک نہ تھا۔ اس نے یہ سوالات حضرت امیرالمومنینؑ کی طرف بھیج دیے اور حضرتؑ نے سب کا جواب دیا کہ سب سے پہلے زمین پر لایا جانے والا درخت کھجور ہے اور سب سے پہلی جگہ جہاں چیخ کرے گی وہ یمن کی ایک وادی ہے۔ یہ پہلی وادی ہے جہاں سے پانی اُبھرا تھا۔

اور قوسِ رب اہلِ زمین کے لیے جب تک نظر آ رہی ہے غرق ہو جانے سے امان ہے۔ اور کہکشاں یہ دروازے ہیں جن کو اللہ نے ایک قوم کے لیے کھولا تھا پھر بند کر دیا اور پھر کبھی یہ دروازے نہ کھلے۔

راوی کہتا ہے کہ ان سوالات کے جوابات لکھ کر معاویہ نے قیصر روم کو خط بھیج دیا جو اس نے پڑھا تو کہا کہ خدا کی قسم یہ جواب صرف محمدؐ کی نبوت کے خزانے سے نکلے ہیں اور خراج بھیج دیا۔

حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: حضرت علیؑ سے پوچھا گیا کہ مدّ وجزر

کیا ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: سمندر پر ایک فرشتہ موکل ہے جسے رومان کہتے ہیں۔ جب وہ اس سمندر میں قدم رکھتا ہے تو پانی میں اُبھار آ جاتا ہے اور جب وہ پاؤں نکال لے تو پانی پیچھے ہٹ جاتا ہے۔

ابن کواء کے دیگر سوالات

ابن کواء نے پوچھا: زمین و آسمان کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ایک مظلوم کی فریاد کے قبول ہونے کا فاصلہ ہے۔

اس نے پوچھا: پانی کا ذائقہ کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: جو زندگی کا ذائقہ ہے وہ پانی کا ذائقہ ہے۔ اس نے پوچھا: مشرق و مغرب کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ آپؑ نے فرمایا: سورج کی ایک دن کی مسافت ہے۔

سوال ہوا کہ وہ کون سے دو بھائی ہیں جو ایک دن پیدا ہوئے اور ایک دن فوت ہوئے لیکن ایک کی عمر ایک صد پچاس سال اور دوسرے کی عمر پچاس تک ہے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ بھائی عزیز اور عزیر ہیں کیونکہ عزیر کو اللہ نے سو سال کے لیے مار دیا تھا اور پھر اسے مبعوث کیا۔

اور وہ کون سا خطۂ زمین ہے جہاں سورج ایک دفعہ چمکا اور پھر کبھی نہ چمکا؟ آپؑ نے فرمایا: وہ دریا جسے اللہ نے بنی اسرائیل کے لیے درمیان سے روک کر لشکر گزارا تھا اور وہ جگہ خشک تھی اور سر پر سورج نے خشک کیا پھر سورج نہ چمکا۔ وہ کون سا انسان ہے جو کھاتا اور پیتا ہے لیکن نجاسات سے پاک ہے آپؑ نے فرمایا: وہ جنین ہے۔

وہ کون سی چیز ہے جو پیے تو زندہ ہے اور اگر کھائے تو مُردہ ہے۔ آپؑ نے فرمایا: وہ موسیٰؑ کا عصا ہے جو پیتا تھا کہ درخت کی ایک شاخ تھی اور (درخت سے کٹ کر مُردہ ہو گیا تو) اس نے کھایا، جب جادوگروں نے رسیاں ڈالیں۔

وہ کون سا ٹکڑا ہے جو طوفانِ نوحؑ میں پانی سے اُوپر بلند رہا؟ آپؑ نے فرمایا: وہ

مقام بیت اللہ ہے کیوں کہ وہ بہت بلند ٹیلا تھا۔

وہ کون سی چیز ہے جس پر جھوٹ بولا گیا وہ نہ جنوں میں سے ہے اور نہ انسانوں میں سے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ بھیڑیا ہے جس کے بارے میں یوسفؑ کے بھائیوں نے جھوٹ بولا ہے۔

وہ کون سی چیز ہے جس کی طرف وحی کی گئی جو نہ جن ہے نہ انسان؟ آپؑ نے فرمایا: تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی ہے۔

زمین میں وہ سب سے پاک مقام کون سا ہے جہاں نماز نہیں ہو سکتی؟ آپؑ نے فرمایا: وہ مقامِ کعبہ کی پشت ہے۔ وہ کون سا رسولؑ ہے جو نہ جنوں سے تھا نہ انسانوں سے تھا نہ ملائکہ اور نہ شیطانوں سے تھا؟ آپؑ نے فرمایا: وہ ہُد ہُد ہے جس کو سلیمانؑ نے کہا تھا کہ اِذْهَبْ بِّكِتَابِي هٰذَا۔

وہ کون ہے جسے بھیجا گیا اور وہ نہ انسان تھا نہ فرشتہ تھا اور نہ شیطان تھا؟ آپؑ نے فرمایا: وہ کوا ہے۔ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا

پوچھا گیا: ایک نفس دوسرے نفس کے اندر ہے لیکن اس میں قرابت ہے اور نہ رحم ہے۔ آپؑ نے فرمایا: وہ یونسؑ نبی تھے جو مچھلی کے پیٹ میں تھے۔

پوچھا گیا: قیامت کب ہوگی؟ آپؑ نے فرمایا: جب موت آ جائے گی اور موت کا وقت مقرر ہے۔

پوچھا گیا: حضرت موسیٰؑ کا عصا کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اس کو لابیہ کہتے ہیں اور وہ عوسج سے تھا اور کانٹے دار پودہ ہوتا ہے اس کا طول حضرت موسیٰؑ کے سات ہاتھ تھا اور جنت سے جبرئیلؑ نے حضرت شعیبؑ پر نازل کیا تھا۔

پھر حضرتؑ نے ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا کہ دو جوڑا (دو) جو ایک دوسرے کے لیے ضروری ہیں اور ان دونوں میں حیات نہیں وہ شمس و قمر ہیں۔ اور وہ نور

جو نہ شمس ہے نہ قمر ہے نہ ستارے سے ہے نہ چراغ سے ہے وہ نوری عمود ہے جو اللہ نے حضرت موسیٰؑ کے لیے بھیجا تھا۔

اور وہ گھڑی نہ رات ہے نہ دن ہے تو وہ طلوع شمس سے پہلا کا وقت ہے اور وہ بیٹا کون سا شخص ہے جو اپنے بیٹے سے چھوٹا ہے اور اس کا بیٹا اس سے بڑا ہے تو وہ عزیر نبی ہیں جن کو خدا نے مبعوث کیا، ان کی عمر چالیس سال تھی اور اُن کے لیے ایک صد بیس سال سے تھے۔ جس کا قبلہ کوئی نہیں تو وہ کعبہ ہے۔ جس کا باپ کوئی نہیں تو وہ عیسیٰ مسیحؑ ہے۔ جس کا قبیلہ کوئی نہیں تو وہ آدم علیہ السلام ہیں۔

رومی کا معاویہ سے سوال کرنا اور علیؑ کا جواب دینا

ابراھیم بن محمد ثقفی نے اپنی کتاب الغارات میں اصبغ بن نباتہ سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ حاکمِ روم نے معاویہ کو لکھا کہ دس باتوں کا جواب دے تو معاویہ زمین پر ایسے لوٹنے لگا جیسے گدھا مٹی میں لوٹتا ہے۔ پھر معاویہ نے گھڑ سوار حضرت علیؑ کی طرف بھیجا تو اس وقت حضرت منڈی میں موجود تھے۔ اس شخص نے کہا: السلام علیکم یا امیرالمومنینؑ۔ آپؑ نے فرمایا: تم میری رعیت میں سے نہیں ہو؟ اس نے کہا: ہاں میں شام سے آیا ہوں۔ مجھے معاویہ نے آپؑ کی طرف بھیجا ہے تاکہ دس باتوں کا جواب پوچھوں جو حاکمِ روم نے معاویہ سے دریافت کی ہیں۔

اس نے لکھا ہے کہ اگر جواب دیا تو خراج دوں گا ورنہ خراج وصول کروں گا۔ پس معاویہ نے مجھے آپؑ کے پاس بھیجا ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا: وہ کون سے سوالات ہیں؟ اس نے کہا: (۱) زمین پر پہلی ہلائی جانے والی شے کون سی ہے؟ (۲) زمین پر پہلی فریاد کرنے والی شے کون سی ہے؟ (۳) حق و باطل کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ (۴) مشرق و مغرب کے درمیان فاصلہ کتنا ہے؟ (۵) زمین و آسمان کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ (۶) مسلمانوں کی اَرواح کہاں جاتی ہیں؟ (۷) اور مشرکین کی ارواح کہاں جاتی ہیں؟

⟨۸⟩ قوس کیا شے ہے؟ ⟨۹⟩ یہ کہکشاں کیا ہے؟ ⟨۱۰⟩ اور خنثٰی کی میراث کیسے تقسیم ہوگی؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: زمین پر بلایا جانے والا پہلا درخت کھجور ہے کیونکہ یہ بھی آدمی کی طرح ہے جب اس کا سر کٹ جائے تو ہلاک ہو جاتا ہے یعنی اگر کھجور کا سرا کٹ جائے تو خالی تنا رہ جاتا ہے۔

اور سب سے پہلے زمین پر فریاد کرنے والا خطۂ زمین وادی ثمن کا ہے جس نے سب سے پہلے پانی کا فوارہ نکالا۔ حق و باطل کے درمیان فاصلہ چار انگلی کا ہے۔ آنکھوں سے دیکھنا حق ہے اور کانوں سے سننا باطل ہے۔ زمین و آسمان کے درمیان آنکھ جھپکنے اور مظلوم کی فریاد کا فاصلہ ہے۔ مشرق اور مغرب کے درمیان سورج کا سفر ایک دن کا ہے۔ مسلمانوں کی ارواح جنت کے ایک چشمے جسے سلمٰی کہتے ہیں، میں ہوں گی اور مشرکین کی اَرواح آگ کے نچلے کنویں میں جسے برہوت کہتے ہیں۔ اور یہ قوس تمام اہلِ زمین کو غرق ہونے سے نجات کی خوشخبری ہے۔ یہ کہکشاں، آسمانوں کے دروازے ہیں جنھیں ایک مرتبہ قومِ نوحؑ کے لیے کھولا گیا، پھر ان کو بند کیا اور کبھی نہ کھولا گیا۔

خنثٰی کی میراث کے بارے میں دیکھو کہ اگر اس کا پیشاب اس کے آلۂ تناسل سے مردانہ طریقے سے نکلتا ہے تو اس کو مرد کا حصہ دیا جائے گا اور اگر اس کا پیشاب کسی اور مقام سے نکلتا ہے تو وہ عورت کے حصہ کی مقدار ہوگی۔

معاویہ نے یہ جواب لکھ کر روم بھیج دیے تو اس نے خراج بھیج دیا اور کہا: یہ جوابات نہیں دیے جاسکتے مگر نبوت کی کتب سے اور یہ حضرت عیسٰیؑ پر نازل شدہ انجیل میں اور شیخ نے فزارہ سے نقل کیا ہے کہ علی علیہ السلام نے فرمایا کہ جو اللہ نے تمھارے لیے بنایا ہے کہ تمھارا دشمن تمھاری طرف تمھارے دین کے معالم لکھے۔

حضرت علیؑ کا ایک مجلس میں چار سو علمی مسئلوں کی تعلیم دینا

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: حضرت امیرالمومنینؑ نے ایک

ہی مجلس میں لوگوں کو دین اور دنیا کی اصلاح کے متعلّق چار سو علمی ابواب کی تعلیم دی۔

بابِ حجامت

حضرت علیؑ نے فرمایا: حجامت بدن کے لیے صحت مند، اور عقل کی پختگی کا باعث ہے۔ خوشبو لگانا سنتِ نبویؐ اور کاتبین کی کرامت ہے، اور مسواک مرضئ خدا کا سبب اور سنتِ نبویؐ اور منہ سے خوشبو کا باعث بنتی ہے۔

جسمانی روغن جلد کو نرم اور دماغ میں اضافہ کے باعث پانی کے جریان کے مقامات کی آسانی جلد کی کثافت کی دُوری، رنگ نکھارنے کا باعث بنتا ہے۔ سر کو دھونا میل کو دُور کرتا ہے اور کثافت کو ختم کرتا ہے۔ کلی اور ناک میں پانی ڈالنا سنتِ رسولؐ ہے اور منہ اور ناک کی پاکیزگی کا سبب ہے، نیز بدن کی صفائی اور سر کے تمام دردوں سے نجات ہے اور نورہ لگانا جسم کی پاکیزگی ہے۔

عمدہ موزے پہننا بدن کی حفاظت اور طہارت و نماز میں معاونت ہے۔ ناخن اُتارنا بڑی بیماری سے بچنا ہے اور رزق کی وسعت و برکت کا سبب ہے۔ ناک صاف کرنے بدبو کو ختم کرنا ہے اور یہ طہارت ہے اور سنت ہے۔ ہاتھوں کو کھانے سے پہلے اور بعد میں دھونا رزق کی زیادتی کا باعث بنتا ہے اور کپڑوں سے چکناہٹ دُور کرنے کا سبب نیز نظر کی تیزی کا باعث ہے۔ رات کے پچھلے حصّے میں جاگنا بدن کی صحت کی علامت اور رب کی رضا اور رحمت کا نزول اور اخلاقِ انبیاؑ سے تمسک ہے۔ سیب کھانا معدے کو تروتازہ کرتا اور دودھ کو منہ پھیرنا، داڑھوں کی مضبوطی کا باعث، بلغم کو دُور کرنے اور منہ کی بدبو کو ختم کرنے کا سبب ہے۔

مسجد میں بیٹھنا

مسجد میں طلوعِ فجر کے بعد طلوعِ شمس تک بیٹھنا زمین میں رزق کی تلاش سے

زیادہ جلدی رزق حاصل کرنے کا باعث ہے اور ناشپاتی کھانا قلبِ ضعیف کی قوت کا اور معدہ کی تازگی کا سبب ہے اور دل کو پاک کرتا ہے۔ بزدل کو دلیر اور بچے کو خوب صورت بناتا ہے۔ نہار منہ اکیس دانے سُرخ کشمش کھانا سوائے موت کے ہر مرض کو ختم کر دیتا ہے اور مستحب ہے ہر مسلمان کے لیے کہ ماہِ رمضان میں رات کے پہلے حصّے میں بیوی سے جماع کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اُحِلَّ لَکُمْ لَیْلَةَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَآءِ کُمْ

الرفث ـــــ یعنی جماع۔ چاندی کے علاوہ کوئی انگوٹھی نہ پہنو کیوں کہ رسالت مآبؐ نے فرمایا: وہ ہاتھ کبھی پاک نہیں ہوتا جس میں لوہے کی انگوٹھی اور جس کی انگوٹھی پر اللہ کا نام نقش ہو تو وہ اس انگوٹھی والے ہاتھ سے استنجا نہ کرے۔

جب آہستہ دیکھو تو کہو: الحمدللہِ الَّذِی خلقنی فاحسن خَلقِی وصوّرتی فَاحسَنَ صَورتِي وَاکرَمنِی بالاسلام۔ تم میں سے ہر شخص اپنے بھائی سے ایسا مزین اور خوب صورت ہو کر ملاقات کرے جس طرح کسی اجنبی کے لیے مزین ہوتا ہے، جو تمھیں خوب صورت ہیئت میں دیکھنا چاہتا ہے۔ شعبان کا روزہ سینے کے وسوسوں اور دل کے خیالوں کو دُور کرتا ہے۔

ٹھنڈے پانی سے استنجا بواسیر کو ختم کر دیتا ہے۔ کپڑے دھونا غم اور حزن کو ختم کرتا ہے اور یہ نماز کے لیے طہارت ہے۔ سفید بالوں کو ختم نہ کرو کیوں کہ یہ مومن کا نور ہیں اور جس کے بال اسلام میں سفید ہوں تو بروزِ قیامت اس کے لیے نور ہوگا۔

ناپسندیدہ نیند

جُنب کی حالت میں نہ سوئیں بلکہ طہارت کے ساتھ سوئیں۔ اگر غسل کا پانی نہیں تو تیمّم کر کے سوئیں، کیونکہ مومن کی روح اللہ کی طرف بلند ہوتی ہے اور اللہ اس کا استقبال کرتا ہے اور اس میں برکت ڈالتا ہے اور اگر اس کی موت کا وقت آ گیا تو اسے

اپنی رحمت کے خزانے میں رکھ دیتا ہے۔ اگر اس کی موت کا وقت حاضر نہ ہو تو اسے واپس ملائکہ کے ساتھ بھیج دیتا ہے اور وہ روح اسی بدن میں داخل ہو جاتی ہے۔

مومن قبلہ کی طرف نہ تھوکے اور اگر بھول کر تھوک دے تو اللہ سے استغفار کرے۔ کوئی شخص اپنے مقامِ سجدہ کو پھونک نہ مارے اور نہ کھانے پینے پر پھونک مارے اور نہ اپنی پناہ گاہ پر۔ کوئی شخص راستے پر نہ سوئے اور کوئی شخص ہوا میں (سرِ عام) پیشاب نہ کرے اور نہ جاری پانی میں پیشاب کرے۔ اگر ایسا کیا اور کچھ ہو گیا تو پھر اپنی ملامت کرے کیوں کہ پانی اور ہوا میں مخلوق رہتی ہے۔ کوئی شخص منہ کے بل نہ سوئے اور جس کو ایسے سویا دیکھو تو اسے اُٹھا دو اور اسے مت بلاؤ۔ نماز میں سُستی نہ کریں اور جمائی نہ لیں اور نہ اپنے بارے میں سوچیں کیوں کہ تم رب کے سامنے ہو۔ کسی بندے کی نماز سے وہی قبول ہوتا ہے جو اس کے دل میں ہوتا ہے۔ جو کچھ دستر خوان پر گر گیا ہے، وہ (اُٹھا کر) کھا لو کیوں کہ اس میں ہر بیماری کی شفا ہے۔ جو ان ٹکڑوں سے شفا حاصل کرنا چاہے تو وہ حکمِ خدا سے شفا حاصل کر سکتا ہے۔ جب کھانا کھا لو تو ان انگلیوں کو چاٹ لو جن سے کھانا لگا ہے کیونکہ اللہ اس میں برکت دیتا ہے۔ کاٹن پہنو کیونکہ یہ رسولؐ اللہ کا لباس ہے اور یہی ہمارا لباس ہے اور بالوں اور اُون سے بنا ہُوا لباس کسی مجبُوری یا ضرورت کی وجہ سے پہنا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے اور پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے عبد پر اپنی نعمت کے اثرات دیکھے۔ اپنے ارحام سے صلہ رحم کرو خواہ سلام ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ اللہ فرماتا ہے:

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا ○

اپنے دنوں کو اس طرح اور اُس طرح کرنے میں نہ گزارو۔ ہم نے یہ کیا اور وہ

کیا۔ کیوں کہ تمھارے ساتھ محافظ ہیں جو تمھارے فائدہ اور تمھارے نقصان دونوں کولکھ دیتے ہیں اور ہر مکان پر ذکرِ خدا کرو کیوں کہ وہ ہمیشہ تمھارے ساتھ ہے۔

حضرات محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود بھیجو کیوں کہ اللہ تعالیٰ تمھاری دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔ جب تم حضرت محمدؐ کا ذکر کرتے ہو تو تم ان کے لیے دعا کرتے ہو اور ان کی حفاظت کرتے ہو۔ گرم کو رکھ دو حتیٰ کہ ٹھنڈا ہو جائے کیوں کہ رسول اکرمؐ کے پاس گرم کھانا رکھا گیا تو فرمایا کہ اس کو رکھ دو حتیٰ کہ ٹھنڈا ہو جائے تاکہ اسے کھانا ممکن ہو جائے۔ اور اللہ نے ہمیں آگ کھانے کا نہیں کہا اور برکتِ خدا ٹھنڈا ہونے میں ہے۔ جب پیشاب کرو تو اسے ہوا میں نہ اُڑاؤ اور ہوا کی طرف منھ کر کے پیشاب نہ کرو۔ اپنے بچوں کو ان باتوں کی تعلیم دو جن کا خدا ان کو فائدہ دے۔ ان بچوں پر ان کی رائے غالب نہ آئے۔ اپنی زبانوں کو پابند کرو، سلامتی سے رہو اور اس سلامتی کو غنیمت سمجھو اور ان کی امانتیں ادا کرو جنھوں نے تمھیں امانتیں دی ہیں خواہ انبیاؑ کی اولاد کے قاتل ہی کیوں نہ ہوں۔ اللہ کا ذکر اکثر کرتے رہو، جب تم بازاروں میں داخل ہو اور جب لوگ دنیا کے کاموں میں مشغول ہوں کیوں کہ یہ گناہوں کا کفارہ ہے اور نیکیوں میں زیادتی کا باعث ہے اور تم غافلین میں شمار نہ ہوگے۔

رمضان میں سفر کے بارے میں

کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ جب ماہِ رمضان آجائے تو سفر کرے کیوں کہ ارشادِ خداوندی ہے: فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ

شراب پینے اور جوتوں کے اُوپر مسح کرنے میں کوئی تقیہ نہیں ہے۔ ہمارے بارے غلو کرنے سے بچو اور کہو کہ ہم عبد ہیں اور مخلوق و مربوب ہیں۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہماری شان میں کہنا چاہو کہہ سکتے ہو۔

جو ہم سے محبت کرتا ہے، وہ ہمارے عمل کی طرح عمل کرے اور تقویٰ سے

استمداد حاصل کرے کیوں کہ تقویٰ ہی وہ افضل چیز ہے جس سے امر دنیا اور دین میں تقویت حاصل کی جاتی ہے۔

اس مجلس میں مت بیٹھو جس میں ہمیں عیب دار کیا جا رہا ہو۔ ہمارے دشمنوں کے پاس اپنی محبت کو ظاہر کرتے ہوئے ہماری تعریف نہ کرو۔ ورنہ اپنے بادشاہ کے نزدیک اپنے آپ کو ذلیل کر دو گے۔ سچائی کو لازم پکڑ لو کیوں کہ اسی میں نجات ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے اس میں رغبت رکھو۔ اللہ کی اطاعت کرو اور اسی اطاعت پر صبر کرو۔

کس قدر قبیح ہے مومن کی جو جنت میں داخل ہو۔ جن کے راز کی توہین کی گئی ہو۔ قیامت کے دن جو تم بھیج رہے ہو اس کے بارے میں ہماری شفاعت سے مراد نہ لو اور بروزِ قیامت اپنے دشمن کے سامنے شرمندہ نہ ہو۔

اپنے نفوس کو نہ جھٹلاؤ، دشمنوں کے سامنے اللہ کے دربار میں حقیر دنیا کے بدلے۔

جو اللہ نے حکم دیا اس سے تمسک رکھو، جو اللہ کے پاس ہو گا وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے اور اللہ کی طرف سے بشارت آئے گی جس سے آنکھ ٹھنڈی اور ملاقات خدا سے محبت ہو گی۔ اپنے کمزور بھائیوں کو حقیر نہ سمجھو کیونکہ جو مومن کو حقیر سمجھتا تو اللہ اسے مومن کے ساتھ اس وقت تک جنت میں جمع نہ کرے گا جب تک وہ توبہ نہ کرے۔

کوئی مومن اپنے بھائی کو طلب کرنے کی تکلیف ہی نہ دے۔ اگر اس کی حاجت کو جانتا ہے۔ ایک دوسرے کا بوجھ اُٹھاؤ، ایک دوسرے سے مہربانی کرو، خرچ کرو اور منافق کی طرح نہ بنو، جو تعریف تو کرتا ہے لیکن عمل نہیں کرتا۔

شادیاں کرو کیوں کہ اکثر رسولؐ پاک فرماتے تھے کہ جو شخص میری اتباع چاہتا ہے تو وہ شادی کرے کیونکہ شادی کرنا میری سنت ہے اور زیادہ اولاد پیدا کرو تاکہ میں

تمھاری کثرت پر باقی اُمتوں پر فخر کرسکوں۔

اپنی اولاد کو باغی عورتوں اور پاگل عورتوں کا دودھ پلانے سے اجتناب کرو کیوں کہ دودھ کے اثرات تجاوز کر جاتے ہیں اور اس پرندے کے کھانے سے بچو جس کا معدہ پاؤں کی انگلیاں اور چھٹی نہ ہو۔

نابوں والے درندے سے بچو اور پنجوں والے پرندے سے بچو۔ تلی کو نہ کھاؤ کیونکہ یہ فاسد خون کے جمع ہونے کا مقام ہے۔ سیاہ لباس نہ پہنو کیونکہ یہ فرعون کا لباس ہے (البتہ امام حسینؑ کے غم میں کالا لباس پہننا ثواب ہے، از مترجم)۔ گوشت میں غدودوں سے بچو کیونکہ ان سے جذام پیدا ہوسکتا ہے۔ دین میں قیاس نہ کرو کیوں کہ دین میں قیاس نہیں اور جو لوگ دین میں قیاس آرائی کریں گے وہ دشمنانِ دین ہیں اور سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا۔

شرابیوں سے پرہیز کرو اور ان کی مخالفت کرو اور کھجور کھاؤ کیوں کہ اس میں ہر بیماری سے شفا ہے۔ اور رسولؐ اللہ کے فرمان کی اتباع کرو کیونکہ آپؐ نے فرمایا: جس نے اپنے اُوپر ایک سوال کا دروازہ کھول دیا تو خدا اس پر فقر کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ اگر استغفار کرو تو رزق زیادہ ہوگا۔ جو آج آگے کے لیے بھیج سکتے ہو وہ کل ضرور پا لو گے اور لڑائی جھگڑے سے بچو ورنہ شک زدہ ہو جاؤ گے۔

اوقاتِ دُعا

جسے رب سے کوئی حاجت ہو تو وہ تین اوقات میں وہ حاجت طلب کرے:

(۱) یومِ جمعہ کے کسی لحظہ میں (۲) نزولِ شمس کے وقت جب ہوائیں چلتی ہیں، ابوابِ سماء کھل جاتے ہیں، رحمت نازل ہوتی ہے اور پرندے بولتے ہیں۔ (۳) رات کو طلوعِ فجر کے نزدیک کیونکہ ان اوقات میں دو فرشتے ندا دیتے ہیں کہ کوئی ہے توبہ کرنے والا؟ کوئی ہے سوالی جسے عطا کیا جائے۔ کوئی معافی مانگنے والا ہے کہ اسے معافی دی

جائے اور کوئی حاجت مند ہے جس کی حاجت پوری کی جائے۔ پس اللہ کے داعی کو لبیک کہو اور طلوعِ فجر سے طلوعِ شمس تک رزق طلب کرو اور اس وقت میں رزقِ طلب زیادہ مؤثر ہے، زمین میں رزق تلاش کرنے سے اور یہ وہ وقت ہے کہ جب رزق لوگوں میں تقسیم ہوتا ہے۔

انتظار الفرج

خوش حالی کا انتظار کرو اور رحمتِ خدا سے نا اُمید نہ ہو کیوں کہ محبُوب ترین اعمال خدا کے نزدیک انتظارِ فرج ہے۔ جب مومن اس عقیدہ پر قائم رہے اور تم اللہ پر توکل کرو۔ جب صبح کی دو رکعت نماز پڑھتے ہو، اسی نماز میں رغبتیں عطا ہوتی ہیں اور حرم کی طرف تلواریں لے کر مت جاؤ، نماز کی حالت میں آگے تلوار نہ لٹکی ہو کیوں کہ بیت اللہ امن کی جگہ ہے۔ جب تم بیت اللہ کے حج پر نکلے ہو تو مناسک ادا کرو، کیونکہ ان کو ترک کرنا ظلم ہے اور اسی کا تمھیں حکم دیا گیا ہے۔

قبروں کی زیارت کرو اور ان کے پاس رزق طلب کرو۔ قلیل گناہوں کو صغیر نہ سمجھنا لیکن قلیل گناہ جمع ہوتے ہوئے کبیر گناہ بن جائیں گے اور لمبے سجدے کرو کیونکہ اس سے زیادہ کوئی عمل نہیں جو ابلیس پر سخت گزرتا ہو کیونکہ جب وہ فرزند آدمؑ سجود میں دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ مجھے سجدے کا حکم ہوا اور میں نے نافرمانی کی اور اُسے سجدے کا حکم ہوا تو اس نے اطاعت کی اور نجات پا گیا۔ تم اکثر ذکر موت کرو اور قبروں سے نکلنے والے دن اور قیامت کے دن کو یاد رکھو تو بروزِ قیامت تمھاری تکالیف کم ہو جائیں گی۔

آنکھوں کا درد

جب تمھاری آنکھیں بیمار ہوں تو آیت الکرسی پڑھو اور دل میں یقین رکھو کہ ان کو شفا ملے گی۔ گناہوں سے بچو، کیونکہ مصیبت اور رزق کی کمی گناہ کی وجہ سے آتی ہے،

حتیٰ کہ خراش یا منہ کے بل گرنا وغیرہ، کیونکہ ارشادِ قدرت ہے:

وَمَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ

طعام پر اللہ کا نام زیادہ لو اور اس (کے کھانے) میں حد سے زیادہ تجاوز نہ کرو کیونکہ یہ اللہ کی نعمتوں سے ایک نعمت ہے اور اللہ کے رزقوں میں سے ایک رزق ہے۔ جس کی وجہ سے تم پر اس کا شکر اور حمد کرنا واجب ہے۔ اور نعمتوں کے چھن جانے سے پہلے ان سے اچھا سلوک کرو کیونکہ نعماتِ الٰہی آتی اور جاتی رہتی ہیں، جس طرح ان سے سلوک کیا جاتا ہے۔ جو شخص اللہ کے دیے ہوئے تھوڑے رزق پر راضی اور خوش ہو تو خدا بھی اس کے تھوڑے عمل پر راضی ہو جاتا ہے۔

خبردار! کبھی کوتاہی نہ کرنا ورنہ حسرت اُٹھاؤ گے اور حسرت کا کوئی فائدہ نہیں، جس جب میدانِ جنگ میں دشمن سے مقابلہ ہو تو کلام کم کرو اور ذکرِ خدا زیادہ کرو۔

کبھی جنگ میں پشت کر کے نہ بھاگنا ورنہ خدا ناراض ہوگا اور خدا کا غضب آئے گا۔ جب میدانِ جنگ میں اپنے دوستوں سے کسی کو مجروح یا جان کنی کے عالم میں دیکھو یا دشمن اس میں لالچ کر رہا ہو تو اپنی جان کی بازی لگا کر اس کی حفاظت کرو۔ اچھائی کرو جس قدر ممکن ہو کیونکہ ایسی نیکیاں برائی کے مقام پر محفوظ رکھتی ہیں۔ تم میں سے جو جاننا چاہتے ہے کہ اس کا خدا کے نزدیک کیا مقام ہے تو وہ خود اندازی لگائے کہ گناہ کے وقت خدا کا اس کے نزدیک کیا مقام ہے۔

افضل چیز جو انسان اپنے اہل وعیال کے لیے گھر میں رکھے وہ بکری ہے۔ جس کے گھر میں بکری ہو ملائکہ دن میں دو مرتبہ اس پر تقدیس کرتے ہیں۔ جس کے گھر میں تین بکریاں ہوں ملائکہ کہتے ہیں کہ تمھیں برکت دی گئی ہے۔ جب کوئی کمزور ہو جائے تو گوشت کھائے اور دودھ پیے کیونکہ اللہ نے ان دونوں میں قوت رکھی ہے۔

جب تم حج کا ارادہ کرو تو وہ ضروریات پہلے خرید و جو تمھیں سفر میں طاقت دیں کیونکہ اللہ فرماتا ہے: وَ لَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً

جب کوئی سورج کی دھوپ میں بیٹھے تو اس کی طرف پشت کر کے بیٹھے کیونکہ اس سے چھپی ہوئی بیماری ظاہر ہو جاتی ہے۔

جب حج کرنے بیت اللہ کی طرف جاؤ تو زیادہ تر بیت اللہ کی طرف دیکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کے پاس ۱۲۰ رحمتیں رکھی ہیں جن سے ساٹھ طواف کرنے والوں کے لیے، چالیس نماز پڑھنے والوں کے لیے اور بیس نیکیاں بیت اللہ کو دیکھنے والوں کے لیے ملتزم کے پاس رُک جاؤ اور اپنے گناہوں کا اقرار کرو جو یاد نہ ہو تو یوں کہو: اے میرے اللہ! میرے وہ گناہ معاف فرما جو تجھے یاد ہیں اور میں بھول گیا ہوں کیونکہ جو شخص اس مقام پر اپنے گناہوں کا اقرار کرے اور گن گن کر شمار کرے اور استغفار کرے تو اللہ پر حق ہے کہ وہ اس کے تمام گناہ معاف کر دے۔

بلا سے پہلے دعا

نزولِ بلا سے پہلے دعا جلدی مانگو، کیونکہ پانچ مواقع پر ابوابِ سماء کھل جاتے ہیں۔ بارش کے نزول کے وقت۔ میدانِ جنگ میں دشمن کے سامنے جاتے وقت، اذان کے وقت اور قراءت قرآن کے موقع پر اور زوالِ شمس اور طلوعِ فجر کے وقت۔

جو تم سے کسی میت کو غسل دے تو میت کو کفن پہنا کر (خود بھی) غسل کرے اور کفن کو نجار خوشبو نہ لگاؤ سوائے کافور کے کیونکہ میت محرم کی طرح ہو جاتی ہے۔

اپنے اہل و عیال کو اپنے مُردوں کے پاس اچھی باتوں کا حکم دو کیونکہ جنابِ فاطمہؑ بنت رسولؐ اللہ جب باپ کی شہادت ہوئی تو تمام بنی ہاشم نے بی بی کی مساعدت کی۔ پس بی بیؑ نے فرمایا: دعا کرو اور اپنے مردوں کی زیارت کرو کیونکہ وہ تمھاری زیارت سے خوش ہوتے ہیں۔

اور ہر شخص اپنے باپ، ماں کی قبر کے پاس پہلے ان کے لیے دعا کرے اور پھر اپنی حاجت طلب کرے۔ مسلمان دوسرے مسلمان کا آئینہ ہے۔ اگر کسی بھائی میں برائی دیکھو تو اسے نصیحت کرو اور اسے اپنا سمجھو۔ اس سے نفرت نہ کرو، اس کی رہنمائی کرو، نرمی اور اچھا سلوک کرو۔ خبردار اختلاف نہ کرنا ورنہ بکھر جاؤ گے اور میانہ روی اختیار کرنا۔

جو شخص چوپائے پر سفر کرے تو جہاں اُترے وہاں چوپائے کے (کھانے دانے) گھاس اور پینے کا انتظام کرے اور حیوانات کو منھ پر تازیانہ مت مارو کیونکہ وہ اپنے رب کی تسبیح کرتے ہیں۔ جو شخص سفر میں گم ہو جائے یا اُسے سفر میں کوئی خطرہ پیدا ہو جائے تو آواز دے دو: یاصالح اغثنی۔ کیونکہ تمھارے بھائیوں میں سے ایک مومن جن ہے جس کا نام صالح ہے جو شہروں میں تمھاری سہولت کے لیے چکر لگاتا رہتا ہے۔ جب وہ یہ آواز سنتا ہے تو فوراً پہنچ جاتا ہے اور گم راہ کو ہدایت کرتا ہے اور حیوان کو اس کے پاس پہنچاتا ہے۔

جو شخص اپنے اُوپر یا اپنی بھیڑوں پر شیر کے حملے سے ڈرتا ہے تو وہ اپنے یا ریوڑ کے گرد خط کھینچے اور اس پر یہ پڑھ کر دم کردے: اللهم رب دانيال والجب ورب كل اسدٍ مستأسد احفظني واحفظ غنمي۔

اور جو بچھو سے ڈرتا ہو (یعنی جسے بچھو سے خطرہ ہو) تو ان آیات کو پڑھے:

سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ ○ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ○

جس کو دریا میں غرق ہونے کا خطرہ ہو تو یہ آیت پڑھے:

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَ مُرْسٰهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ، بسم اللّٰه الملك الحی وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ

اپنی اولاد کا ساتویں دن عقیقہ کرو، ان کا حلق کرو۔ اس کے بالوں کے وزن

کے برابر چاندی کسی مومن کو صدقہ دو، اور اسی طرح رسولؐ پاک نے امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور تمام اولاد کے لیے کیا تھا۔

جب تم کوئی شے سائل کو دو تو اس سے سوال کرو کہ وہ تمھارے لیے دعا کرے کیوں کہ وہ تمھارے حق میں قبول ہوگی، لیکن اس کے اپنے لیے قبول نہ ہوگی کیوں کہ وہ چھوٹے ہوتے ہیں اور جس ہاتھ سے صدقہ یا خیرات دی ہے اس کو چومو کیونکہ وہ خیرات وصدقہ سائل کے ہاتھ میں جانے سے وہ خدا کے پاس پہنچتا ہے لہٰذا وہ ہاتھ چومنے کے قابل ہے۔

جس طرح ارشادِ قدرت ہے:

اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ یَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ

رات کا صدقہ

رات کو صدقہ دو کیونکہ رات کا صدقہ غضبِ رب کو بجھا دیتا ہے۔ تم اپنے اعمال سے اپنی کلام کا احتساب کرو، تمھاری کلام بہت کم ہو مگر نیکیوں میں زیادہ ہو۔ اور اللہ کے دیے ہوئے رزق سے خرچ کرو کیونکہ فی سبیل اللہ کا انفاق کرنے والا مجاہد ہے۔

جسے پہلے یقین ہے پھر شک ہوا تو وہ یقین کی بنیاد پر عمل کرے کیونکہ شک یقین کو توڑ نہیں سکتا۔ جھوٹی گواہی مت دو اس دسترخواہ پر مت بیٹھو جس پر شراب پی جارہی ہو، کیونکہ عبد نہیں جانتا کہ کب پکڑا جائے۔

جب کھانا کھانے بیٹھو تو غلاموں کی طرح بیٹھو اور ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھ کر بیٹھو اور مربع شکل میں نہ رکھو کیونکہ ایسا بیٹھنا متکبرانہ ہے جو غضبِ الٰہی کا باعث ہے۔

انبیاؑ کی عشا اندھیرا چھا جانے کے بعد ہوتی ہے۔ پس تم عشا سے تجاوز نہ کرنا

ورنہ جس نے عشا کو ترک کیا اس کا بدن خراب ہو گیا۔

بخار موت کا رہنما ہوتا ہے اور زمین میں اللہ کا قید خانہ ہے جس میں جیسے اللہ چاہے ڈال دیتا ہے۔ یہ بخار گناہوں کے نیچے ایسے دبا ہے جیسے اُونٹ کی کوہان کے نیچے بال ہوتے ہیں۔ یہ بخار پیٹ کے اندر کی بیماری ہے۔ خبردار، زخم اور بخار دونوں جسم کے باہر سے وارد ہوتے ہیں۔

بخار کی دوا

بخار کی حرارت کو گُلِ بنفشہ اور ٹھنڈے پانی سے کم کرو کیونکہ بخار کی گرمی جہنّم کی گرمی کا ایک معمولی سا جھونکا ہے اور مسلمان اس وقت تک دوا نہیں لیتا جب تک کہ اس کی صحت پر مرض غالب نہیں آ جاتی ہے۔

دعا حتمی قضا کو بھی ٹال دیتی ہے، لہٰذا دعا کو کبھی ترک نہ کرنا اور طہارت کے بعد وضو کرنا دس نیکیاں ہیں، پس پاکیزہ رہو۔ خبردار! سُستی سے بچنا، جو سُستی کرے گا وہ حقِ اللہ ادا نہیں کرسکتا۔ بدبودار جگہ کو پانی سے دھو کر صاف کرنا ضروری ہے تاکہ دوسروں کو اذیت نہ ہو۔ اپنے آپ سے تعہد کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں سے نفرت کرتا ہے جو بدبودار رہتے ہیں اور جو ان کے پاس بیٹھتا ہے وہ نفرت کرتا ہے۔

کسی کو نماز کی حالت میں ڈاڑھی سے نہیں کھیلنا چاہیے اور نہ اس کام میں جو اسے نماز سے مشغول (کسی اور کام میں) کردے، اور اچھے کام کی طرف جلدی کرو اور کسی اور کام میں مشغول نہ ہو جاؤ۔

مومن وہ ہے جو اپنے نفس کو تھکاتا ہے اور لوگوں کو راحت پہنچاتا ہے۔ تمھارے کلام کی اکثریت یادِ خدا ہو۔ گناہوں سے بچو کیونکہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کا رزق بند ہو جاتا ہے اور اپنے مریضوں کا صدقہ دے کر علاج کرو اور اپنے اموال کی زکوٰۃ دے کر حفاظت کرو۔ نماز ہر نیکی کو قریب کرتی ہے اور حج ہر ضعیف کا جہاد ہے۔

عورت کا جہاد

عورت کا جہاد اچھی شوہرداری ہے۔ فقر بہت بڑی موت ہے اور عیال کی کمی دو میں سے ایک آسانی ہے۔ تقدیر آدھی زندگی کی اساس ہے اور غم وہم آدھا بڑھاپا ہے۔ اس شخص کو کوئی تنگ نہیں کرتا جو میانہ روی اختیار کرے اور جو شخص مشورہ کرے اس کی کبھی سرزنش نہیں ہوتی۔

احسان نہ کرو مگر عزت دار اور دین دار پر۔ ہر شے کا ایک پھل ہے اور نیکی کا پھل جلدی میں ہے۔ جو مصیبت کے وقت اپنی رانوں پر ہاتھ مارے تو اس کا اجر ضائع ہو گیا اور کسی شخص کا افضل (بہترین) عمل انتظار الفرج ہے۔

جس نے والدین کو غم زدہ اور غمگین کیا تو اس نے ان کو ناراض کیا اور صدقہ دے کر رزق نازل کرو۔ بلاؤں کی موجوں کو اپنے سے دعاؤں سے دُور کرو۔ خدا کی قسم جس نے دانے کو اُگایا کہ مومن بلا کو سیلاب کے بلندی سے نیچے کی طرف آنے سے بھی جلدی روک اور ٹال سکتا ہے۔ اللہ سے عافیت طلب کرنا بلاؤں سے جہاد ہے۔ نیک اور نیک بخت وہ ہے کہ کسی غیر کو نصیحت کی جائے اور نصیحت حاصل کرے۔ اپنے نفوس کو اخلاقِ حسنہ پر پابند اور عادی بناؤ کیونکہ مسلمان بندہ اپنے حُسنِ خلق سے ساری زندگی کے صائم اور قائم باللیل کے درجے تک پہنچ سکتا ہے۔

جو شخص شراب کی حُرمت کو جانتے ہوئے شراب پیے تو خدا اسے زنا کرنے والوں کے فروج سے نکلنے والے گندے مواد پلائے گا اگرچہ اس کے باقی گناہ صاف بھی ہو گئے اور معصیتِ خدا کی منت نہیں ہوتی اور قطع رحمی کی کوئی قسم منعقد نہیں ہوتی۔ بغیر عمل کے باتیں کرنے والا ایسے ہے جیسے تیر کمان کے بغیر شکاری۔ عورت اپنے شوہر کے لیے آرائش کرے اور خوشبو لگائے تو بہت اچھا ہے۔

اپنے مال کے لیے مارا جانے والا شہید ہے۔ جو دھوکا کھا جائے اس کی تعریف

نہیں ہوتی اور نہ اسے اجر ملتا ہے۔ بچے کی اپنے باپ کے لیے کوئی قسم نہیں ہوتی اور نہ عورت کی اپنے شوہر کے لیے ہوتی ہے۔ دن سے رات تک روزہ نہیں ہوتا مگر یادِ خدا سے (یعنی روزہ میں یادِ خدا ضروری ہے)۔ ہجرت کے بعد کسی کو عربی نہیں بنایا گیا اور فتح مکہ کے بعد کوئی ہجرت نہیں ہوئی۔ تجارت کرو کیونکہ اس میں تمھاری لوگوں سے بے نیازی ہے اور خدا امین کو پسند کرتا ہے۔ سب سے محبوب عمل خدا کے نزدیک نماز ہے۔ لہٰذا اوقاتِ نماز میں امورِ دنیا کی کوئی شے تمھیں مشغول نہ رکھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی خدمت کی ہے۔

الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ یعنی یہ ایسے غافل ہیں کہ اوقاتِ نماز کو حقیر سمجھتے ہیں۔ جان لو کہ تمھارے دشمنوں سے نیک لوگ ایک دوسرے کی رعایت کرتے ہیں لیکن اللہ ان کے اعمال کو قبول نہیں کرتا کیونکہ وہ خالص نہیں ہوتے۔ نیکی کبھی پرانی نہیں ہوتی اور کبھی گناہ بھولتا نہیں، متقی اللہ ان کے ساتھ ہیں اور نیکیاں کرنے والے ہیں۔

مومن دھوکا باز نہیں ہوتا

مومن کبھی اپنے بھائی کو دھوکا نہیں دیتا نہ خیانت کرتا ہے نہ اسے رسوا کرتا ہے اور نہ اس کی توہین کرتا ہے اور نہ یہ کہتا ہے کہ میں تجھ سے بری ہوں۔ اپنے مومن بھائی کے لیے عذر پیش کرو، اگر عذر نہ ہو تو اس عذر کو خود تلاش کرو۔ ملک الموت کے چنگل سے نکلنے سے پہاڑی قلعے سے نکلنا آسان ہے۔

اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو کیونکہ زمین اللہ کی ہے وہ جسے چاہے وارث بنادے جبکہ عاقبت متقیوں کے لیے ہے۔ کسی امر کے آنے سے پہلے جلدی نہ کرو ورنہ ندامت ہوگی۔ اپنی خواہشات کو طولانی نہ کرو ورنہ دل سخت ہو جائیں گے۔

اپنے کمزوروں پر رحم کرو، اور اللہ سے ان کے لیے رحمت کی طلب کرو۔ خبردار مسلمان کی غیبت نہ کرو کیوں کہ خدا نے روک دیا ہے: وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا

مسلمان نماز میں ہاتھ نہ باندھے کیونکہ وہ خدا کے سامنے کھڑا ہے لہٰذا باندھ کر اہلِ کفر یعنی مجوس سے مشابہت نہ کرے۔ کھانے کے لیے بیٹھو تو غلاموں کی طرح بیٹھو، کھائے تو بیٹھ کر اور کھڑے ہو کر پانی نہ پیے۔

جب کسی نماز کی حالت میں کوئی حشرہ، کیڑا یا بچھو وغیرہ کاٹ لے تو اسے دبا دے، اس پر تھوک دے یا اسے کپڑے سے ہٹا دے۔ کسی کی طرف مکمل متوجہ ہونا نماز کو توڑ دیتا ہے اور ایسا شخص نماز کی ابتدا اذان اقامہ اور تکبیر سے کرے۔

جو شخص سورۂ اخلاص طلوعِ شمس سے پہلے گیارہ مرتبہ پڑھے اور اسی مقدار میں سورۂ قدر اور اسی مقدار سے آیت الکرسی تو اس کا مال محفوظ رہے گا۔ جو شخص سورۂ اخلاص طلوعِ شمس سے پہلے پڑھے تو اس دن گناہ سے بچ جائے گا، خواہ ابلیس کوشش بھی کرے تو بھی گناہ سے محفوظ رہے گا۔

اللہ سے پناہ مانگو دین کے ٹیڑھا ہونے سے اور لوگوں کے غلبہ سے پناہ مانگو جو ہمارا مخالف ہوا وہ ہلاک ہو گیا۔ کپڑے کو نچوڑنا اس کی طہارت ہے۔ جیسے ارشادِ قدرت ہے: وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ یعنی نچوڑ دو۔

شہد کا چاٹنا ہر بیماری کی شفا ہے جیسے ارشادِ قدرت ہے: يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ

دودھ کو منہ میں پھیرنا بلغم دُور کرتا ہے۔ کھانے سے پہلے نمک کھاؤ۔ اگر لوگ جانتے کہ نمک کے کس قدر فائدے ہیں تو تریاقِ مجرب سے بھی اس نمک کو زیادہ اختیار کرتے۔ جو اپنا کھانا نمک سے شروع کرے تو اس کی ستر بیماریاں دُور ہو جاتی ہیں جس کو سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جانتا۔

بخار والے شخص پر گرمیوں میں ٹھنڈا پانی ڈالو کیونکہ بخار کی گرمی ساکن ہو جائے گی (یعنی تسکین ملے گی)۔ ہر مہینے تین روزے رکھو تو یہ پورے زمانے کے روزہ کے

برابر ثواب کا درجہ رکھتے ہیں۔ ہم دو جمعراتوں کو اور درمیان میں بدھ ہوتی ہے، کو روزہ رکھتے ہیں کیونکہ اللہ نے جہنّم کو بدھ کے دن پیدا کیا۔ جب تمھیں کوئی حاجت ہو تو خمیس کی صبح اسے طلب کرو کیونکہ رسولؐ پاک نے فرمایا: اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِاُمَّتِی فِی بُکُورِھَا یَومَ الخمیس

قرآن سے حوائج کی تکمیل

جب گھر سے باہر نکلے تو آلِ عمران کی آیات، آیت الکرسی، سورۂ قدر، سورۂ فاتحہ پڑھے کیونکہ ان کی قرات میں دنیا و آخرت کی حاجات کی تکمیل ہے۔

تمھیں نصیحت کرتا ہوں کہ موٹے کپڑے پہنا کرو کیونکہ جو شخص نازک کپڑے پہنتا ہے تو اس کا دین بھی نازک ہوتا ہے اور ایسے کپڑے میں کبھی خدا کے پاس نہ جانا اور نماز نہ پڑھنا۔ جب نازک اور پتلے کپڑے ہوں اور اللہ سے توبہ کرتے رہو اور اس کی محبت میں داخل ہو جاؤ کیونکہ وہ توبہ کرنے اور پاک ہونے والوں سے محبت کرتا ہے۔ جب مومن دوسرے بھائی سے کہتا ہے: اُف، تو دونوں کے درمیان اُخوت ٹوٹ جاتی ہے۔ جب کہتا ہے کہ تو کافر ہے تو دو میں ایک کافر ہو گیا۔ جب اپنے بھائی پر تہمت لگاتا ہے تو اس کے دل میں اسلام ایسے منحل ہو جاتا ہے جیسے نمک پانی میں حل ہو جاتا ہے۔

توبہ کا دروازہ کھلا ہے

جب توبہ کرنا چاہے تو توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ اللہ کے دربار میں خالص توبہ کرو تا کہ خدا تمھارے گناہ معاف کر دے اور جب وعدہ کرو تو وعدہ نبھاؤ۔ نعمتیں اور زندگی کی آسودگی ہمیشہ رہتی ہے جب تک گناہ نہ کرے کیونکہ اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ اگر دعا اور توبہ سے تمسک کریں تو نعمتیں نازل ہوتی ہیں۔

اگر ان پر عذاب آجائے اور نعمتیں چھن جائیں تو اللہ کی پناہ مانگتے ہیں، نیتوں کی سچائی سے اگر اہانت نہ کریں اور اسراف نہ کریں تو اللہ ہر فاسد کی اصلاح کر دیتا ہے اور ہر اچھائی ان پر نازل کر دیتا ہے۔

جب مسلمان تنگ دل ہو جائے اور اپنے رب کا شکوہ کرے تو وہ رب پر شک کرتا ہے جس کے قبضۂ قدرت میں تمام امور اور تدابیر کی کنجیاں ہیں۔ ہر شخص میں ان تین میں سے ایک ہوتا ہے۔ بدفال لینا، تکبر اور خواہشات جو بدفال نکالتا ہے تو وہ بدفالی پر راضی ہوتا ہے۔ اسے یادِ خدا کرنی چاہیے۔ جب تکبر سے خوف زدہ ہو تو اسے اپنے نوکروں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا چاہے اور بکری کا دودھ دھونا چاہے۔ جب تمنا کرے تو اللہ سے سوال کرے اور اللہ سے مباہلہ کرے اور اسے اپنا نفس گناہ کی طرف نہیں لے جانا چاہیے۔

معاشرہ اور ولایت آلِ محمدؐ

لوگوں کے ساتھ مروج طریقے سے زندگی گزارو۔ ان چیزوں کو چھوڑ دو جو وہ ناپسند کرتے ہیں اور ان کو اپنے اور ہمارے اُوپر تحمل نہ کرو کیونکہ ہماری ولایت مشکل اور مشکل میں ڈالنے والی ہے سے ملکِ مقرب، نبی مرسل اور عبد جس کے دل کا امتحان ہو چکا ہو، وہی برداشت کرسکتا ہے۔ جب کسی کو شیطان وسوسہ کرے تو خدا کی پناہ مانگو اور کہو: امنت باللہ و رسولہٖ مخلصا له الدین۔

جب کسی مومن کو خدا نیا لباس پہنائے تو وہ وضو کرے، دو رکعت نماز پڑھے جن میں سورۂ حمد آیت الکرسی، سورۂ اخلاص، سورۂ قدر پڑھے۔ پھر اللہ کی حمد کرے جس نے اس کی شرم گاہوں کو ڈھانپا اور لوگوں میں اس کو زینت دی اور اکثر اوقات یہ پڑھے:

لَاحَولَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ العَلِيِّ العَظِيْمِ۔

پھر اس کپڑے میں وہ نافرمانی نہ کرے گا بلکہ اس کپڑے کے ہر دھاگے کے

ساتھ ایک فرشتہ ہوگا جو اس کے لیے تقدیس کرے گا اور استغفار کرے گا اور رحم طلب کرے گا۔

ایک دوسرے کے بارے سوئے ظن کو ختم کردو کیونکہ خدا نے اس سے نہی کی ہے اور پس رسولؐ اللہ کے ساتھ ہوگا اور میرے ساتھ میری عترت حوضِ کوثر پر ہوگی۔ جو ہماری طرف آنے کا ارادہ رکھتا ہے تو ہمارے حکم پر عمل کرے اور ہمارے عمل جیسا عمل کرے۔ کیونکہ اہلِ بیتؑ کا ہر ایک فرد نجیب ہوتا ہے۔ ہمارے لیے شفاعت ہے اور اہلِ مودت کے لیے بھی شفاعت ہے۔ حوض پر اکٹھے ہوں گے اور ہم اپنے دشمنوں کو حوض سے دُور کردیں گے۔

اس حوض سے اپنے محبّوں کو اور اپنے اولیا کو بلائیں گے۔ جس نے بھی ایک گھونٹ پیا وہ پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ ہمارے حوض میں جنت سے دو چشمے گریں گے: ایک تسنیم اور دوسرا معین ہوگا۔ اس کی دیواریں زعفران کی اور اس کے سنگریزے لؤلؤ اور یاقوت سے بنے ہوں گے اور وہ حوض حوضِ کوثر ہے۔

اُمور اللہ کے پاس ہیں لوگوں کے پاس نہیں۔ اگر اُمور کا اختیار لوگوں کے پاس ہوتا تو ہمارے علاوہ کسی کو اختیار نہ کرتے لیکن خدا اپنی رحمت سے جیسے چاہے مختص کرتا ہے۔ پس تم اللہ کی حمد کرو کہ تمھیں نعمتِ عظمیٰ ولادت کی پاکیزگی عطا کی ہے۔

یومِ قیامت آنکھوں کی حالت

ہر آنکھ قیامت کے دن رونے والی ہوگی، ہر آنکھ سحر زدہ ہوگی مگر وہ آنکھ جس پر اللہ نے اپنی کرامت سے اختصاص دیا کہ وہ امام حسینؑ اور آلِ محمدؐ کی مظلومیت پر روتی رہی ہے۔ ہمارے شیعہ شہد کی طرح ہیں اگر لوگ جانتے کہ ان کے دلوں میں کیا ہے تو ان کو کاجاتے۔

کھانا کھاتے وقت جلدی نہ کرو حتیٰ کہ فارغ ہوجاؤ اور نہ بیت الخلا کی طرف

جلدی کرو مگر جب اس کی ضرورت ہو۔ جب نیند سے اُٹھو تو کہو:

لا الٰہ الا اللہ الحلیم الکریم الحی القیوم ھو علیٰ کُل شئی قدیر سبحان رب النبیین وآلہ المرسلین، رب السموات وما فیھن ورب الارضین السبع فیھن ورب العرش العظیم ، والحمد للّٰہ رب العالمین

اور جب نیند سے اُٹھ بیٹھے تو اُٹھنے سے پہلے پڑھے: حسبی اللّٰہ حسبی الرب من العباد، حسبی اللّٰہ ونعم الوکیل، جو شخص رات کو اُٹھے تو وہ آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر کہے: اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ۔

زمزم کے بارے رہنمائی کرنا بیماری کو دُور کرتا ہے۔ اس کا پانی ہو جو حجر اسود کے رکن کے ساتھ کیونکہ حجر اسود کے نیچے چار جنتی نہریں ہیں: فرات، نیل، سیمان، حجان۔

مسلمان جہاد کے لیے نہیں نکلتا، اس شخص کے ساتھ جو حکم پر ایمان نہیں لاتا اور غنیمت میں امر خدا کو نافذ نہیں کرتا۔ اگر اسی حالت میں مر گیا تو وہ ہمارے حقوق کے روکنے میں ہمارے دشمن کا مددگار شمار ہوگا۔ اور ہمارے خون میں شریک ہوگا اور اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔

ہم اہلِ بیتؑ کا ذکر بیماریوں، تکلیفوں اور شکوک کے وسوسوں سے شفا کا موجب ہے۔ ہمارا چہرہ رب کی رضا مندی ہے۔ ہمارے مشن پر عمل کرنے والا کل حظیرۂ قدس پر ہمارے ساتھ ہوگا اور ہمارے امر کا منتظر فی سبیل اللّٰہ جہاد میں خون سے لت پت شخص کا درجہ رکھتا ہے۔ جو ہماری جنگ میں موجود ہو اور ہماری فریادوں کو سن کر بھی ہماری مدد نہ کرے تو وہ ناک کے بل جہنّم میں ڈالا جائے گا۔

ہم باب الغوث ہیں جب مذاہب تنگ ہو جائیں اور بغاوت ہو جائے، ہم بابِ حطہ ہیں جو باب السلام ہے۔ جو اس میں داخل ہوا وہ نجات پا گیا اور جو اس کے مخالف

ہُوا وہ ہلاک ہوگیا۔ خدا نے ہم سے ہی مخلوق کی ابتدا کی اور ہم پر ہی مخلوق کا اختتام کرے گا۔ ہمارے صدقے جو چاہے مٹا دیتا ہے اور جسے چاہے لکھ دیتا ہے۔ ہماری وجہ سے سخت زمانے کو دُور کرتا ہے۔ ہماری وجہ سے بارش ہوتی ہے۔ لہٰذا تم خدا سے غرور نہ کرو۔ جب اللہ بند کردے تو آسمان سے ایک قطرہ پانی کا نہ گرے گا۔ اور جب ہمارا قائمؑ قیام کرے گا تو بارش آئے گی اور زمین اپنی نباتات پیدا کرے گی۔ لوگوں کے دلوں سے بخالت (بخل) دُور ہو جائے گی۔ حیوانات اور درندوں کی صلح ہو جائے گی حتیٰ کہ عورت عراق سے شام تک جائے گی اور محفوظ ہوگی اور عورت کے قدم سبزے ہی سبزے پر ہوں گے اور عورت کے سر پر اس کی زینت بھی ہوگی۔ اسے کسی درندے کا ڈر ہوگا اور نہ وہ کسی سے خوف زدہ ہوگی۔ اگر تم جانتے کہ جو تمھارا مقام تمھارے دشمن کے سامنے ہے اور جو اذیتیں سنتے ہو اگر صبر کا مقام جانتے تو تمھاری آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں۔

میرے جانے کے بعد تم ایسے اُمور دیکھو گے کہ ہر ایک موت کی تمنا کرے گا، کیونکہ اہلِ جفا، منکرین اور دشمنوں کی نسلیں ظلم کریں گی اور حقوق اللہ کو حقیر سمجھا جائے گا۔ جب یہ حالات ہوں تو تمام حبل اللہ سے تمسک کرنا اور اختلافات نہ کرنا۔ اس وقت کے لیے تمھیں صبر و نماز اور تقیہ کی تاکید کرتا ہوں۔

رنگین لوگ

جان لو کہ اللہ تعالیٰ کئی رنگوں والے بندوں پر غضبناک ہوتا ہے۔ پس حق سے پیچھے نہ ہٹنا، اور اہلِ حق کی ولایت کو نہ چھوڑنا۔ کیونکہ جس نے ہمیں چھوڑ دیا وہ ہلاک ہوگیا اور اس کی دنیا اور آخرت تباہ ہو جائے گی۔

جب تم گھر جاؤ تو اپنے گھر والوں پر سلام کرو السلام علیکم۔ اگر گھر میں کوئی نہ ہو تو کہو: السلام علینا من ربنا اور جب گھر میں داخل ہو تو قل ھو اللہ پڑھو کیونکہ

اس سے فقر دُور ہوتا ہے۔

اپنے بچوں کو نماز یاد کراؤ اور جب وہ آٹھ سال کے ہو جائیں تو نماز پڑھاؤ۔ کتوں کے قرب سے اجتناب کرو۔ پس جو کتے کو چھولے تو اگر وہ کتا گیلا ہے یا ہاتھ گیلا ہے تو ہاتھ کو دھولے۔ اور وہ خشک ہو تو پانی سے کپڑے کو صاف کرے۔ اگر تم ہماری ایسی حدیث سنو جسے تم نہیں جانتے تو وہ ہماری طرف لوٹا دو (یعنی ہم سے رجوع کرو) اور توقف کرو حتیٰ کہ حقیقت تم پر واضح ہو جائے۔ غالی ہماری طرف آتا ہے اور مقصر بھی ہم سے آکر ملحق ہوتا ہے، جو ہماری شان میں کوتاہی کرتا ہے۔ جو ہم سے تمسک کرے گا وہ ہم سے ملحق ہوگا اور جو ہمارے غیر کے طریقے پر چلے گا وہ غرق ہو جائے گا۔ ہمارے محب کے لیے رحمت کی افواج ہیں اور ہمارے دشمن کے لیے غضب الٰہی کی افواج ہیں۔ ہمارا مشن میانہ روی ہے اور اسی میں ہدایت ہے۔

پانچ چیزوں میں سہو نہیں

پانچ چیزوں میں سہو معاف نہیں ہے۔ نمازِ وتر، نمازِ جمعہ، ہر نماز کی پہلی دو رکعتوں میں نمازِ صبح اور مغرب میں۔ کوئی شخص وضو و طہارت کے بغیر قرأت قرآن نہ کرے۔ ہر سورہ کو اپنا حصہ رکوع و سجود سے دو، اگر نماز میں ہو۔

نقش و نگار والے قمیص میں مرد نماز نہ پڑھے کیونکہ یہ قومِ لوطؑ کے افعال سے ہے۔ اور مرد کے لیے ایک کپڑے میں نماز کافی ہے جس کے دو کناروں کو گردن میں باندھے اور تنگ قمیص میں نماز نہ پڑھے۔

مرد کسی شکل پر سجدہ نہ کرے اور نہ ایسی چادر پر جس میں کوئی شکل یا تصویر بنی ہوئی ہو۔ البتہ اگر تصویر پاؤں کے نیچے ہو تو کوئی حرج نہیں یا اس تصویر پر کوئی ایسی شے ڈالی جائے جو اسے چھپا دے۔ اور نماز کی حالت میں مرد اپنے کپڑوں سے وہ درہم بھی نہ باندھے جن پر تصویر بنی ہوئی ہے۔ البتہ تھیلی یا جیب میں ہوں تو کوئی حرج نہیں۔

کوئی شخص گندم پر سجدہ نہ کرے، نہ جو پر اور نہ ان چیزوں پر جو کھائی جاتی ہیں اور نہ روٹی پر۔ وضو کرتے وقت بسم اللہ پڑھے اور پانی کو ہاتھ لگانے سے پہلے یہ دعا پڑھے:

بسم اللّٰہ وباللّٰہ ، اَللّٰھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین

جب ان سے فارغ ہو تو پڑھے:

اشھد ان لا اِلٰه الا اللّٰه وحدهٗ لا شریك له واشھد ان محمدًا عبدهٗ ورسوله فعندھا یستحق المغفرہ

احکامِ نماز

جو شخص نماز کی معرفت رکھتے ہوئے اسے ادا کرے تو اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور کوئی شخص فریضہ کے وقت میں نوافل نہیں پڑھ سکتا مگر کوئی عذر ہو تو، لیکن اس کے بعد قضا کرے گا، اگر قضا ممکن ہو تو۔ کیونکہ ارشادِ قدرت ہے:

الذین ھم علٰی صلاتھم دائمون، یعنی جو رات کی نمازیں قضا ہو گئی ہیں ان کو دن میں قضا کرتے ہیں اور جو دن کی قضا ہو گئی ہیں ان کو رات کو قضا کرتے ہیں اور فریضہ کے وقت میں نافلہ کی قضا پڑھنا جائز نہیں۔ پس پہلے فریضہ سے شروع کرے پھر جو چاہے پڑھتا رہے۔

حرمین میں نماز پڑھنا ہزار نماز کے برابر ہے۔ حج کی راہ میں ایک درہم خرچ کرنا ہزار درہم کے برابر ہے۔ نماز میں خشوع اختیار کرو کیونکہ جس کا دل خوفِ خدا میں ڈوبا ہوا ہو تو اس کے جوارح بھی خوف زدہ ہوتے ہیں پس کوئی شے عبث نہیں ہے۔

نمازِ جمعہ میں دوسری رکعت میں قنوتِ رکوع کے بعد ہوتا ہے۔ پہلی رکعت میں الحمد اور سورۂ جمعہ اور دوسری رکعت میں حمد اور سورۂ منافقین پڑھیں۔ دونوں رکعتوں کے

درمیان بیٹھ جاؤ تاکہ جوارح ساکن ہوجائیں پھر اُٹھو کیونکہ ہم ایسا ہی کرتے ہیں۔ جب نماز کے لیے کھڑے ہوجاؤ تو اپنے ہاتھوں کو سینہ کے برابر نیچے لٹکا دو۔ جب خدا کے دربار میں ہو تو سینہ آزاد ہو اور سیدھا کھڑا ہو اور جھکا ہوا نہ ہو۔ جب نماز سے فارغ ہوجاؤ تو آسمان کی طرف سر اُٹھاؤ اور دعا مانگو۔

پس اس مقام پر عبداللہ بن سبا نے کہا: اے امیرالمومنینؑ ! کیا اللہ ہر طرف نہیں؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں اللہ ہر طرف ہے۔ تو اس نے کہا: پھر ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھانے کا مقصد کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: کیا تم نے یہ پڑھا ہے: وفی السماء رزقکم وما توعدون تو رزق اس کے مقام سے ہی طلب کیا جائے گا اور مقامِ طلبِ رزق آسمان ہے جس کا اللہ نے وعدہ کیا ہے۔

اور کوئی شخص نماز کو ختم نہ کرے جب تک اللہ سے جنت کا سوال نہ کرے اور جہنّم سے پناہ نہ مانگ لے اور خدا سے حوروں سے ازدواج کا مطالبہ بھی کرے۔

جب نماز پڑھو تو نماز وداع پڑھو۔ نماز کو مسکراہٹ نہیں توڑتی البتہ قہقہہ توڑ دیتا ہے۔ جب نیند قلب سے مخلوط ہوجائے تو وضو کرنا واجب ہے۔ اور جب نماز کی حالت میں آنکھوں پر نیند کا غلبہ ہوجائے تو نماز کو چھوڑ کر سو جاؤ کیونکہ نیند کی حالت میں نہ جانتے ہوگے کہ اپنے لیے دعا کر رہے ہو یا بددعا۔

محبتِ اہلِ بیتؑ

جو دل سے ہمیں محبوب رکھے اور زبان سے ہماری مدد کرے اور ہمارے ساتھ ہمارے دشمنوں سے جہاد کرے تو وہ جنت میں ہمارے ساتھ ہوگا اور ہمارے درجے کی جنت میں رہے گا۔ جو دل سے ہمیں محبوب رکھے اور زبان سے بھی ہماری مدد کرے لیکن ہمارے دشمنوں سے ہمارے ساتھ کھڑا ہوکر جہاد نہ کرے تو وہ ایک درجہ کم جنت میں جائے گا۔ جو دل سے محبت کرے اور زبان سے معاونت نہ کرے تو وہ بھی جنت میں

جائے گا۔ جو دل سے ہمیں دشمن سمجھتا ہے اور زبان اور ہاتھ سے ہمارے خلاف جہاد کرتا ہے تو وہ جہنّم میں ہمارے دشمنوں کے ساتھ ہوگا۔

جو دل سے ہمیں دشمن سمجھتا ہے لیکن زبان اور ہاتھ سے ہمارے خلاف جہاد نہیں کرتا تو وہ جہنّم میں جائے گا اور جو شخص ہم سے دشمنی کرے اور ہمارے خلاف زبان استعمال کرے تو وہ جہنّم میں ہوگا۔

تحقیق اہلِ جنت شیعوں کے مقامات کو دیکھیں گے جس طرح آسمان میں ستاروں کو دیکھتے ہیں۔

اگر یہ تسبیحات تلاوت کی جائیں تو کہو: سُبحَانَ اللہ الاعلیٰ۔ اور جب تم یہ پڑھو: اِنَّ اللہ وَمَلَائِکَتُہٗ یُصَلُّونَ عَلَی النَّبِی۔ تو رسولؐ پاک پر صلوات پڑھو خواہ نماز کی حالت ہو یا غیر نماز کی حالت ہو۔

بدن میں کم ترین شکر کرنے والی شے آنکھ ہے، لہٰذا اس کی طلب کو عطا نہ کرو ورنہ تمھیں یادِ خدا سے دُور کر دے گی اور جب وَالتِّینِ پڑھو تو اس کے آخر میں کہو:

وَنَحنُ عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشّٰھِدِینَ

جب آخری تشہد میں عبد یہ پڑھے:

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ واشھد ان

محمدًا عبدہٗ ورسولہ ، ان الساعۃ آتیۃ لاریب فیھا

انَّ اللہ یبعث من فی القبور

اور پھر وضو ٹوٹ جائے تو نماز مکمل ہوگئی۔ اُونٹوں کے گلّے کو کم کر کے اور رد و بدل کر کے خیر طلب کرو۔

سقایت اس لیے کی جاتی ہے کہ حضرت رسولِ پاک نے طائف سے کشمش منگوائی۔ ان کو گرم کر کے زمزم میں ڈالا کیوں کہ اس کا پانی تلخ تھا۔ لہٰذا حضرتؐ نے

ارادہ کیا کہ اس کی تلخی کم ہو جائے۔ پس اُنھوں نے نہ پیا بلکہ جب پرانا ہو گیا تب پیا۔ جب کوئی شخص برہنہ ہو تو شیطان اسے دیکھ کر اس میں طمع کرتا ہے لہٰذا جسموں کو ڈھانپے رکھو۔

کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنی رانوں سے کپڑا ہٹائے اور لوگوں میں بیٹھا رہے۔ جو شخص ایسی شے کھائے جس میں بو اذیت دیتی ہو تو وہ مسجد نہ جائے۔ سجدہ کرنے والا شخص نمازِ فریضہ میں اپنے ماتحت کو اُوپر اٹھائے۔ دنیا سے زادِ راہ لو اور بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے۔

بنی اسرائیل کی دو اُمتیں مفقود ہوئیں، ایک سمندر میں اور دوسری خشکی میں۔ جب تک کسی شے کو جانتے نہ ہو، اُسے نہ کھاؤ۔ جو شخص اپنا درد اور تکلیف تین دن تک لوگوں سے چھپائے تو اللہ پر حق ہے کہ وہ اسے عافیت عطا فرمائے۔ وہ بندہ اللہ سے بہت دُور ہوتا ہے جس کا ہم وغم اس کا پیٹ اور فرج ہوں۔ ایسے سفر پر نہ جاؤ جہاں تمھارے دین پر یا نماز پر خطرہ ہو۔

اگر توجہ کرے تو چار چیزیں عطا کی گئی ہیں: النبی، الجنہ، النار اور حوریں۔ جب بندہ نماز سے فارغ ہوتا ہے تو نبی پاکؐ پر صلوات پڑھتا ہے اور جنت کا سوال کرتا ہے اور جہنّم سے اللہ کی پناہ مانگتا ہے اور حوروں سے ازدواج چاہتا ہے۔ پس جو نبیؐ پر صلوات پڑھتا ہے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے اور جو جنت مانگتا ہے تو جنت کہتی ہے کہ یارب اپنے رب کو عطا کر جو مانگ رہا ہے اور جب جہنّم سے پناہ مانگتا ہے تو جہنّم کہتی ہے کہ یارب! اپنے بندے کو پناہ دے جسے پناہ مانگتا ہے۔ اور جو حوریں مانگتا ہے تو حوریں کہتی ہیں یارب! اپنے بندے کو عطا کر جو مانگتا ہے۔

نیند سے پہلے کی دُعا

جب نیند آئے تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے دائیں رخسار کے نیچے رکھے اور کہے:

بسم اللّٰہ وضعت جنبی للّٰہ علی ملة ابراهیم ودین محمد ولایة من افترض اللّٰہ طاعته، ماشاء اللّٰہ کان وما لم یشا لم یکن

جو یہ دعا پڑھے تو وہ چور، دشمن اور گرنے سے محفوظ رہتا ہے اور ملائکہ اس کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ جو شخص اپنے بستر پر سونے سے پہلے سورۂ اخلاص پڑھے تو خدا پچاس ہزار فرشتے کو اس کے سپرد کرتا ہے جو رات کو اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

جو شخص سونا چاہے تو زمین پر رخسار رکھتے ہوئے یہ دعا پڑھے:

اعیذ نفسی دینی اهلی وما لی وخواتیم عملی وما رزقنی ربی وخولنی بعزة اللّٰہ وعظمت اللّٰہ وجبروت اللّٰہ وسلطان اللّٰہ وحرمة اللّٰہ ، ورأفة اللّٰہ وغفران اللّٰہ ، قوة اللّٰہ ، قدرة اللّٰہ ، جلال اللّٰہ ، وبضع اللّٰہ، وارکان اللّٰہ، وبجمع اللّٰہ ولرسول اللّٰہ وبقدرة اللّٰہ...... الخ

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے لیے یہی پڑھتے تھے اور ہمیں بھی یہی حکم دیا۔

اہلِ بیتؑ دینِ الٰہی کے خزانے ہیں

ہم اللہ کے دین کے خازن اور علم کے چراغ ہیں۔ جب ایک عالم جاتا ہے تو دوسرا اس کا قائم مقام ہوتا ہے۔ ہماری اتباع کرنے والا کبھی گم راہ نہیں ہوتا اور ہمارا منکر کبھی ہدایت یافتہ نہیں ہوتا۔ جو ہمارے خلاف تعاون کرے گا وہ کبھی نجات نہ پائے گا اور جو ہمیں تسلیم کرے گا اس کے خلاف تعاون نہ ہوگا۔ ہماری مخالفت دنیا کے لالچ کی وجہ سے نہ کرو اور اس دنیا کے لیے پیٹ نہ بھرو۔ یہ زائل ہونے والی ہے اور تم اس سے دُور ہو جاؤ گے جو دنیا کو آخرت پر انتخاب کرے اور ہمارے خلاف ہو تو کل اسے بہت بڑی

حسرت ہوگی۔

اجنبی عورت کی طرف پہلی اتفاقی نظر معاف ہے لیکن اس کے ساتھ دوسری نظر نہ آئے، فتنہ سے بچو۔ شرابی اس حال میں خدا کے سامنے جائے گا جیسے بت پرست جائے گا۔

جناب حجر بن عدی نے عرض کیا: یاامیرالمومنینؑ! مدمن الخمر سے کیا مراد ہے آپؑ نے فرمایا: جب وہ شراب دیکھتا ہے تو وہ پیتا ہے۔

شراب پینا

جو شراب پیئے اس کی نمازیں چالیس دن تک قبول نہیں ہوتیں۔ جو شخص کسی کو سخت بات کہے اس ارادے پر کہ اس کی مردانگی کے توڑنے کا ارادہ ہو تو خدا اسے پاگل اور مجنون کر دینے والی مٹی میں محبوس کر دیتا ہے، حتیٰ کہ کوئی نکالنے والا آئے۔ کوئی مرد، مرد کے ساتھ اور کوئی عورت، عورت کے ساتھ ایک ہی کپڑے (بستر) میں نہ سوئے جو ایسا کرے اسے سزا دینا واجب ہے۔

کدو کھاؤ کیونکہ یہ دماغ کو تیز کرتا ہے اور رسولؐ پاک کدو بہت پسند کرتے تھے۔ کھانے سے پہلے اور بعد میں لیموں چکھو کیونکہ (ہم) آلِ محمدؐ ایسا ہی کرتے ہیں۔

امرود دل کو جِلا دیتا ہے (روشن کرتا ہے) اور پیٹ کے دردوں کے لیے مفید ہے۔ جب نمازی نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو ابلیس حسد کی نگاہوں سے دیکھتا ہے کیونکہ رحمتِ خدا نے اس نمازی کو ڈھانپ لیا ہوتا ہے۔

کچھ بُرے اور جدید امور ہیں اور بہترین امور وہ ہیں جن پر اللہ راضی ہو۔ جو دنیا کی پرستش کرے اور آخرت پر دنیا کو مقدم رکھے تو اس کا انجام بُرا اور نقصان دہ ہوگا۔ پانی کو پاک و صاف رکھو۔ جو شخص اللہ کی تقسیم پر راضی ہو تو اس کے بدن کو راحت ہوتی ہے۔ جس شخص کی زندگی اور عمر اللہ سے دُور کرنے والے کاموں میں لگ جائے وہ

گھاٹے میں ہے۔ اگر نمازی جان لے جو اللہ نے اس کے لیے چھپا رکھا ہے تو اس بات پر کبھی خوش نہ ہوگا کہ وہ سر سجدے سے اُٹھا لے۔

خبردار، کام میں دھوکا نہ کرنا۔ جب کام کرنا ممکن ہو تو اس کی طرف جلدی کرو۔ جو رزق تمھارے لیے مقدر ہے تو وہ تمھارے ضعف اور کمزوری کے باوجود ملے گا۔ اور جو تمھارے خلاف ہے (مقدر میں نہیں) تو تم اسے کسی حیلہ سے روکنے پر قادر نہیں ہو۔ اچھے کاموں کا حکم دو اور برائیوں سے روکو اور مشکلات پر صبر کرو۔

مومن کا چراغ ہمارے حق کی معرفت ہے۔ شدید تر (حقیقی) نابینا وہ ہے جو ہمارے فضائل سے اندھا ہو۔ خبردار! ہم حق کی طرف بلانے والے ہیں اور ہمارا غیر فتنہ وفساد دنیا کی طرف بلانے والا ہے اور دنیا نے اس کی اتباع کی اور ہم سے برأت اور دشمنی کی۔

ہمارے پاس حق کا علم ہے، جو اس کے سایہ میں آئے تو اسے ڈھانپ لیتا ہے۔ جو اس کی طرف سبقت کرے وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔ جو اس سے پیچھے رہ جائے وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ جو اس سے جدا ہو، وہ گم راہ ہو گیا اور جس نے اس علم سے تمسک رکھا وہ نجات پا گیا۔ میں مومنین کا یعسوب ہوں اور مال ظالموں کا یعسوب ہے۔ خدا کی قسم! مجھ سے نہیں محبت کرتا مگر مومن اور نہیں بُغض رکھتا مگر منافق۔

جب مومن بھائیوں سے ملاقات ہو تو مصافحہ کرو اور ان کے سامنے مسکراہٹ اور خوشی کا اظہار کرو اور پھیل جاؤ۔ جو تم پر بوجھ تھا وہ اُتر گیا۔

جب کسی کو چھینک آئے تو یرحمك اللّٰہ کی دعا سے نامِ خدا لو۔ کیونکہ ارشادِ قدرت ہے:

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا

اپنے دشمن سے مصافحہ کرو خواہ وہ ناپسند کرے، کیونکہ اللہ نے بندوں کو اس بات

کا حکم دیا ہے جیسے ارشادِ قدرت ہے:

ادْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ

جو شے تمھارے دشمن کو شدید پریشان کرے گی وہ تمھارا اس کی دشمنی میں اللہ کی اطاعت کرنا اور تیرے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ تو اپنے دشمن کو دیکھے کہ وہ اللہ کی نافرمانی کر رہا ہے۔

دنیا بہت بڑی دولت ہے، لہٰذا اپنا حصہ طلب کرو لیکن اچھے طریقے اور سلیقے سے طلب کرو تاکہ تمھارے پاس تمھاری دولت آ جائے۔

مومن بیدار ہوتا ہے، امیدوار اور خائف ہوتا ہے دو میں سے ایک۔ اپنے گناہوں سے ڈرتے ہوئے بلاؤں سے ڈرتا رہتا ہے اور اللہ کی رحمت کا اُمیدوار بھی ہوتا ہے۔ مومن کبھی اپنے خوف اور امید سے بے پروا نہیں ہوتا۔ آیندہ سے خائف ہوتا ہے اور اللہ کے وعدہ کی طلب کو نہیں بھولتا اور اللہ کے خوف سے مطمئن بھی نہیں ہو جاتا۔ تم اس زمین پر کیا عمل کرتے ہو۔ تم پر واجب ہے کہ عظیم سیدھے راستے پر چلو اور اپنے علاوہ کسی سے تبادلہ نہ کرو۔

جس کی عقل کامل ہوگی اس کا عمل حسین اور اس کی نظر دینی ہوگی۔ اپنے رب سے مغفرت طلب کرنے کی طرف جلدی کرو اور جنت کی طرف جس کا عرض سماوات اور ارض ہیں جو متقیوں کے لیے تیار ہے، پس تم اسے نہیں حاصل کر سکتے مگر تقویٰ کے ساتھ۔

جو گناہوں کا عادی ہو جائے تو وہ یادِ خدا سے منھ پھیر لیتا ہے۔ جو خدا کی اطاعت چھوڑ دے تو خدا اس پر شیطان کو حاکم مقرر کر دیتا ہے جو اس کا ساتھی ہوتا ہے۔ تمھارے مخالف اپنی گم راہی میں شدید بصیرت رکھتے ہیں اور تم سے زیادہ خرچ کرتے

ہیں۔ یہ اس لیے ہے کہ تم دنیادار بن گئے ہو کہ تم ظلم پر راضی اور جہنّم خرید میں حریص ہوگئے ہو اور تم نے اپنی عزت، سعادت اور قوت کے حاصل کرنے میں کوتاہی کی ہے، اس کے خلاف جس نے تم پر بغاوت کی ہے۔

نہ تم خدا سے حیا کرتے ہو جو اس نے تمھیں امر کیا اور نہ اپنے لیے کچھ دیکھتے ہو۔ تم ہر دن ظالم بن رہے ہو اور اپنی اس غفلت سے بیدار نہیں ہوتے اور تمھارا فتور ختم نہیں ہوتا۔ کیا تم اپنے نفس کو نہیں دیکھتے اور دین کی طرف کہ ہر دن گزرتا جا رہا ہے اور تم دنیا کی غفلت میں ہو اور یہی ارشادِ قدرت ہے:

وَ لَا تَرۡکَنُوۡۤا اِلَی الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ ۙ وَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مِنۡ اَوۡلِیَآءَ

اپنی اولاد کے اچھے نام رکھو، اور اگر اولاد سے ایسا کوئی بچہ ہو جسے نہ جانتے ہو کہ مذکر ہے یا مونث، تو اس کا ایسا نام رکھو جو دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہو۔ تمھارے سقط شدہ بچے جب قیامت کو تمھیں ملیں گے اور تم نے ان کے نام نہ رکھے ہوں گے تو سقط شدہ بچہ اپنے والد سے کہے گا، کیا تم نے میرا نام رکھا تھا جب کہ رسولؐ پاک نے اپنے بیٹے کی ولادت سے پہلے اُس کا نام "محسن" رکھا تھا۔

پانی پینا

خبردار، اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر پانی نہ پیو کیونکہ اس سے ایسی بیماری پیدا ہوتی ہے جس کا کوئی علاج نہیں، خدا عافیت میں رکھے۔ جب سواریوں پر سوار ہو تو یہ دعا پڑھو:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ سَخَّرَ لَنَا ہٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقۡرِنِیۡنَ ۝ وَاِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ ۝

جب سفر پر روانہ ہو تو پڑھو: اللھم انت الصاحب فی السفر الحامل علی الظّھر والخلیفه فی الاھل والمال والولد

جب کسی مقام پر اُترو تو پڑھو: اللھم انزلنا منزلًا مبارکًا وانت خیر المنزلین۔

جب بازار سے کوئی شے خرید و تو یہ پڑھو: اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریك له واشھد ان محمدًا عبدہ ورسوله. اللھم انی اعوذبك فی صفقة خاسرة لمبین فاجرہ

نماز پڑھنے کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں رہنے والا اللہ کا زوار ہے اور اللہ پر اُس کا حق ہے کہ وہ اپنے زائر کا اکرام کرے اور اسے سوال کے مطابق عطا کرے۔

حج اور عمرہ کرنے والا اللہ کا مہمان ہے اور اللہ پر لازم ہے کہ وہ اپنے مہمان کا احترام کرے اور اس کی مغفرت سے اجابت کرے۔

جو شخص کسی بے سمجھ بچے کو نشہ آور شے پلائے تو خدا اسے رُسوا کرتا ہے اور فسادی مٹی میں ڈال دیتا ہے یہاں تک کہ اس مٹی کو بنانے والا اسے نکالتا ہے۔

صدقہ مومن کے لیے جہنّم سے بہترین ڈھال ہے اور کافر کو تلف ہو جانے سے بچاتا ہے۔ کافر مال تلف کرے تو صدقہ جلدی اس کا قائم مقام بن جاتا ہے اور یہی صدقہ اس سے بلاؤں کو دُور کرتا ہے، البتہ آخرت میں کافر کا کوئی حصّہ نہیں۔

زبان کی وجہ سے اہلِ جہنّم کو منھ کے بل ڈالا جائے گا اور اسی زبان کی وجہ سے اہلِ نور کو نور عطا ہوگا۔ اپنی زبانوں کو محفوظ رکھو اور ان کو ذکرِ خدا میں مشغول رکھو۔ بُرے ترین اعمال وہ ہیں جو گم راہی تک پہنچا دیں۔ بہتری وہ ہے جس سے اچھے اعمال ہوں۔

تصویر مت بناؤ کیونکہ بروزِ قیامت اس کے بارے میں سوال ہوگا۔

جب کوئی کہے کہ میں ابھی حمام سے آیا ہوں تو کہو: انعم اللّٰہ بالک۔

جب تجھے تیرا بھائی کہے: حیاك اللّٰہ بالسلام تو جواب میں کہو: فحیاك اللّٰہ بالسلام۔ راستے پر پیشاب کرو نہ پاخانہ۔ سوال تعریف کے بعد کرو۔ پہلے اللہ کی

حمد کرو پھر اپنی حاجات طلب کرو۔ اللہ کی ثنا کرواور مدح کرو پھر اپنی حاجت طلب کرو۔

اے دعا کرنے والو! جو نہ ہو اور جائز نہ ہو اس کی دعا نہ کرو۔ جب کسی کو بیٹے کی مبارک دینے لگو تو کہو: بارك الله لك في هبة الله اُسے بالغ اور راشد کرے اور اس کو اچھا رزق دے۔

جب حاجی مکہ سے آئے اور اُس کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دو اور اس کے منھ کو چومو جس نے حجر اسود کو چوما ہے، جس حجر اسود کو رسولؐ پاک نے چوما تھا۔

اس آنکھ کو چومو جس نے بیت اللہ کی زیارت کی اور حاجی کے سجود اور چہرے کے مقام کو چومے۔ جب مبارک دو تو یوں کہو: قَبَّلَ الله نسكك ورحم الله سعيك اخلف عليك نفقتك، لاجعله آخر عهدك بيته الحرام۔

کمینگی سے بچو، کمینہ وہ ہے جو اللہ سے نہ ڈرتا ہو، اس میں قتلِ انبیاؑ اور ہماری دشمنی ہے۔ اللہ نے زمین کو دیکھا تو ہمیں چن لیا اور ہمارے لیے شیعوں کو چنا جو ہمارے مددگار ہیں اور ہماری خوشی میں خوش اور دکھ میں دکھی ہوتے ہیں۔ اپنے اموال اور نفوس ہمارے لیے قربان کرتے ہیں۔ یہ شیعہ ہم سے ہیں اور ہماری طرف ہیں۔ کوئی شیعہ نہیں جو ایسا کام کرے جس سے ہم نے روکا ہے۔ اور اس قدر تکالیف آئیں گی کہ وہ خالص ہو جائے گا اور اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ یہ تکالیف مالی یا اولاد کی یا نفس کی ہوں گی، حتیٰ کہ اللہ کے پاس جائے گا تو اس کا کوئی گناہ نہ ہوگا۔ اور اگر پھر بھی گناہ باقی بچ گئے تو وقتِ موت اتنا شدید ہوگا کہ گناہ صاف ہو جائیں گے۔

ہمارے شیعوں سے فوت ہونے والے صدیق وشہید ہیں۔ جس نے ہمارے امر کی تصدیق کی، ہم سے محبت کی اور ہماری وجہ سے بُغض رکھا، اللہ ورسولؐ پر ایمان رکھا ہے۔ ارشاد قدرت ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ

وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ

بنی اسرائیل بہتّر فرقوں پر تقسیم ہوئے اور یہ اُمت تہتّر فرقوں پر تقسیم ہوگی۔ ان میں سے ایک جنتی ہوگا۔ جو شخص ہمارے راز کو ظاہر کرے گا خدا ان کو لوہے کا عذاب چکھائے گا۔ اپنی اولاد کا ساتویں دن عقیقہ کرو۔

تمھیں گرمی اور سردی مت روکے کیونکہ یہ مسجد کی طہارت ہے۔ تحقیق زمین پر غیر ختنہ افراد کے پیشاب سے اللہ کے دربار میں چیخ اُٹھتی ہے۔

نشے چار ہیں: ① شراب کا نشہ ② مال کا نشہ ③ نیند کا نشہ ④ مُلک کا نشہ۔ جو سونا چاہو تو دایاں ہاتھ دائیں رخسار کے نیچے رکھ دو کیونکہ معلوم نہیں کہ نیند سے اُٹھو گے یا نہیں۔

مومن کے لیے بہت محبُوب ہے کہ ہر پندرہ دن میں نورہ لگائے۔ مچھلی کم کھایا کرو کیونکہ یہ بدن کو کمزور، بلغم کو زیادہ اور نفس کو تیز کردیتی ہے۔ کسی کھانے کے بعد دودھ پینا ہر بیماری سے شفا ہے مگر موت سے بچاؤ نہیں۔ انار کو جالی سمیت کھاؤ کیونکہ اس سے معدہ کی صفائی ہوجاتی ہے۔ انار کے ہر دانے میں جب معدہ میں پہنچ جائے تو دل کی زندگی اور نفس کی تازگی ہے۔ چالیس رات تک شیطان کے وسوسے بیمار ہوجاتے ہیں۔

ہاں ہمیشہ سرکہ استعمال کرنا، تلخی کو کم اور دل کو زندہ کرتا ہے۔ کاسنی کھاؤ کیونکہ ہر صبح اس پر جنت کے قطرات سے ایک قطرہ گرتا ہے۔ آسمانی پانی پیو کیونکہ یہ بدن کو پاک، طاہر اور بیماریوں کو دُور کرتا ہے۔ جیسے ارشاد رب العزت ہے:

وَ یُنَزِّلُ عَلَیْکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَهِّرَکُمْ بِهٖ وَ یُذْهِبَ عَنْکُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ

کوئی ایسی بیماری نہیں مگر اس کے سیاہ دانے میں شفا ہے سوائے موت کے۔
گائے کا گوشت بیماری ہے اور اس کا دودھ دوا ہے اور اس کی چربی شفا ہے۔

حاملہ کے لیے تازہ کھجور سے افضل کھانا نہیں۔

ارشاد رب العزت ہے:

وَ هُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا

''اپنی اولاد کو کھجور کی گڑھتی دو کیونکہ رسولؐ پاک نے امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو اس طرح گڑھتی دی تھی''۔

جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے جماع کرنا چاہے تو جلدی نہ کرے کیونکہ عورتوں کی بھی خواہشات ہوتی ہیں۔

شہوتِ جنسی

جب کسی اجنبی عورت کی طرف توجہ ہو جائے تو اپنی بیوی کے پاس آئے کیونکہ اس کی بیوی بھی اسی اجنبی عورت کی طرح ہوتی ہے اور شیطان کو اپنے دل میں داخل نہ ہونے دے اور اپنی نظر اجنبی عورت سے چُرا لے۔ اگر اس کی بیوی نہ ہو تو دو رکعت نماز پڑھے، اللہ کی حمد کرے اور محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود پڑھے اور اللہ سے فضل کا سوال کرے۔

جب بیوی کے پاس جاؤ تو کلام کم کرو کیونکہ اس وقت کلام بچے کے گونگے پن کا باعث بنتا ہے۔ اپنی بیوی کی فرج کے اندر نہ دیکھو کیونکہ دیکھنے سے نفرت ہو سکتی ہے اور نظر بھی خراب ہو سکتی ہے۔

جو بیوی سے جماع کرنا چاہے تو وہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُم انی استحللت فرجها بامرك وقبلتُها بامانتك،
فان قضيت لی منها ولدًا فاجعلة ذكرًا سويًا ولا تجعل
للشيطان فيه نصيبًا ولا شركًا

رسولؐ پاک نے فرمایا: افضل ترین دوا حقنہ ہے۔ یہ باطن کو نرم کرتا ہے، پیٹ کی بیماری دُور کرتا ہے، بدن کو تقویت دیتا ہے اور حجامت کیا کرو۔ جو شخص جماع کرے وہ

پہلی اور نصف ماہ سے اجتناب کرے کیونکہ ان تاریخوں میں شیطان اولاد طلب کرتا ہے اور شیاطین ان وقتوں میں جماع میں شرکت کرتے ہیں اور وہ شریک ہوتے ہیں۔

بدھ کے دن حجامت اور نورہ نہ لگاؤ کیونکہ بدھ کا دن ہمیشہ نجس ہوتا ہے کیونکہ اسی دن جہنّم خلق ہوئی اور جمعہ کے دن ایک ایسی گھڑی ہے جس نے بھی اس وقت حجامت کی (فَصد لگوایا) وہ مر جائے گا۔

نوٹ: (حجامت سے مراد بال تراشنا یا خط بنوانا نہیں بلکہ قدیم زمانے میں سر یا پاؤں کے کسی حصّہ کی خونی رگ کو کاٹنا تاکہ گندا اور اضافی خون بہ جائے جو قدیم زمانے میں بلڈ پریشر کو کنٹرول کرنے کا طریقہ تھا)

سَلُوْنِی قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ

اصبغ بن نباتہ سے روایت ہے کہ جب حضرت امیرالمومنینؑ (تختِ) خلافت پر بیٹھے اور لوگوں نے آپؑ کی بیعت کی تو حضرت رسالت مآبؐ کا عمامہ، عبا، نعلین اور تلوار حمائل کیے ہوئے مسجد میں آئے، منبر پر بیٹھے اور فرمایا: یَامَعَاشِرَالنَّاس سَلُوْنِی قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ ''اے لوگو! جو پوچھنا چاہتے ہو وہ پوچھو''۔ میرے دنیا سے چلے جانے سے پہلے پوچھو، میرے پاس علم کا خزانہ اور یہ بھی لعابِ رسولؐ چوس کر حاصل ہوا ہے۔ مجھے یہ علم چوگ دے کر دیا ہے۔ میرے پاس اوّلین و آخرین کا علم ہے۔ خدا کی قسم! اگر میرے لیے مسندِ علم بچھائی جائے اور اس پر بیٹھ کر میں اہلِ تورات کو تورات کے مطابق ایسا حکم دوں گا کہ خود تورات بول کر کہے گا کہ علیؑ سچ فرما رہے ہیں۔ اور اہلِ انجیل کو انجیل کے مطابق ایسا حکم دوں گا کہ انجیل کہے گی کہ علیؑ نے سچ فرمایا اور علیؑ نے وہی حکم دیا جو میرے اندر خدا نے نازل کیا ہے۔ پھر اہلِ قرآن کو قرآن کے مطابق ایسا حکم دوں گا کہ قرآن بول کر کہے گا کہ علیؑ سچ فرماتے ہیں، وہی حکم دیا ہے کہ جو خدا نے میرے اندر نازل کیا اور تم قرآن کو دن رات پڑھتے ہو، کیا تم میں سے کوئی ہے جو جانتا

ہو کہ اس میں کیا نازل ہوا ہے؟ اگر قرآن میں یہ آیت نہ ہوتی تو میں تمھیں جو کچھ تھا جو کچھ ہے اور جو کچھ قیامت تک ہوگا سب کا سب بتا دیتا اور وہ آیت یہ ہے جو روکتی ہے:

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ وَ عِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ

پھر فرمایا: سَلُوْنِی قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ، خدا کی قسم! جس نے دانہ اُگایا اگر تم مجھ سے ایک ایک آیت کے بارے میں پوچھو کہ رات کو نازل ہوئی یا دن کو، مکی ہے یا مدنی، سفر میں نازل ہوئی یا حضر میں، ناسخ ہے یا منسوخ، مُحکم ہے یا متشابہ، اس کی تاویل ہے یا تنزیل؟ تو سب کا جواب دیتا۔

اللہ کے بارے میں سوال

ایک شخص اُٹھا جسے ذِعلب کہتے تھے یہ فصیح زبان والا تھا اور بلیغ بھی تھا اور دلیر بھی تھا، اس نے کہا: حضرت علیؑ نے سلونی کا دعویٰ کر کے ایسی سخت بلندی پر چلے گئے اور اب میں ایک مشکل سوال کر کے ان کو شرمندہ کرتا ہوں۔ اس نے کہا: اے امیر المومنینؑ! هَل رَأَيتَ رَبَّكَ مولا علیؑ نے فرمایا: افسوس اے ذِعلب! اس رب کی کیسے عبادت کرتا ہوں جس کو دیکھا بھی نہ ہو۔ اس نے کہا کہ اللہ کو کیسے دیکھا ہمیں تعریف کر کے بتائیں کہ وہ کیسا ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: اے ذعلب! اللہ کو ان آنکھوں سے مشاہدہ نہیں کیا جا سکتا لیکن حقائق ایمان سے دل مشاہدہ کرتے ہیں، میرے رب کی دُوری، حرکت، سکون، قیام، آنے جانے کے الفاظ سے تعریف نہیں کی جا سکتی۔ وہ ایسا لطیف ہے کہ لطف سے اس کی تعریف ناممکن ہے۔ وہ ایسی عظمت کا عظیم ہے جو عظمت سے تعریف نہیں کیا جاتا۔ کبریا کا کبیر ہے جو کبر سے تعریف نہیں ہوتا۔ ایسا جلیل ہے کہ سختی سے اس کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ ایسا مہربان اور نرم ہے کہ نرمی سے اس کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ ایسا مومن ہے جو عبادت سے تعریف نہیں ہو سکتا، ایسے مدرک ہے جس کا جسم نہیں بولتا ہے

لیکن لفظوں سے نہیں، وہ اشیا کے اندر ہے لیکن ان میں محلول نہیں اور ان سے خارج ہے لیکن ان سے جدا نہیں، ہر شے کے اُوپر ہے لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کوئی شے اس کے اُوپر ہے۔ وہ ہر شے سے آگے ہے لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اللہ سے کوئی آگے ہے، اللہ اشیا میں داخل ہے لیکن اس طرح نہیں جس طرح کوئی شے دوسری شے میں داخل ہو، اور نہ اشیا سے خارج لیکن اس طرح نہیں جس طرح شے دوسری شے سے خارج ہوتی ہے۔
پس ذعلب علمی جواب سن کر بے ہوش ہو گیا اور ہوش میں آیا تو کہا کہ خدا کی قسم، آج تک ایسا جواب نہ سنا۔ اب پھر کبھی ایسا سوال نہ کروں گا۔

پھر حضرتؑ نے فرمایا: سَلُونِي سَلُونِي قَبلَ اَن تَفقِدُونِي تو اشعث بن قیس کھڑا ہوا اور کہا: یا امیر المومنینؑ! مجوس سے جزیہ کس طرح لیا جائے گا ان پر تو نہ کوئی کتاب نازل ہوئی اور نہ نبی بھیجا گیا۔ تو حضرتؑ نے فرمایا: اے اشعث! اللہ نے ان پر کتاب بھی نازل کی اور نبی بھی بھیجا، ان کا ایک بادشاہ تھا، ایک رات اس نے شراب پی اور اپنی بیٹی کو اپنے بستر پر بلایا اور جنسی عمل کیا۔ جب صبح ہوئی تو اس کی قوم نے احتجاج کیا اور اس کے دروازے پر جمع ہو گئی اور کہا: تو نے ہمارے دین کو تباہ و برباد کر دیا۔ اب گھر سے نکل، تجھے حد جاری کر کے ہم تجھے پاک و پاکیزہ کرتے ہیں۔

بادشاہ نے کہا: پہلے میری بات غور سے سنو، اگر مجھے اپنے فعل پر معافی مل سکتی ہے تو ٹھیک ورنہ تم جو کرو میں حاضر ہوں۔ بادشاہ نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کو سب سے پہلی اور پیاری مخلوق آدمؑ اور حواؑ ہیں؟ قوم نے کہا: ہاں۔ بادشاہ نے کہا: کیا آدمؑ نے اپنی بیٹیوں کا نکاح بیٹوں سے نہیں کیا؟ قوم نے کہا: ہاں یہ تو دینی بات ہے اور دین میں جائز ہے۔ پس اس بات پر بادشاہ اور قوم کا معاہدہ ہو گیا اور خاموش ہو گئی تو خدا نے ان کے دلوں سے علم مٹا دیا، کتاب اُٹھا لی۔ وہ کافر جہنّم میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے اور منافقوں کا حال ان کافروں سے بھی زیادہ شدید ہوگا۔

جہنّم سے نجات کا عمل

پھر فرمایا: سَلُونِی سَلُونِی قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُونِی ایک شخص مسجد کے کونے سے عصا کے سہارے اُٹھا اور چلتا ہوا منبر کے قریب آیا اور عرض کیا: اے امیرالمومنینؑ! مجھے ایسا عمل بتاؤ کہ اس کے کرنے سے جہنّم سے نجات حاصل ہو جائے۔ حضرتؑ نے فرمایا: اے بوڑھے سنو! پھر سمجھو اور پھر یقین کرو کہ دنیا تین سے قائم ہے:

① ایسا عالم جو نصیحت کرتا ہے اور اپنے علم کو استعمال کرتا ہے۔

② ایسا غنی دولت مند جو اپنا مال اہلِ دین خدا پر صرف کرنے سے بخل نہیں کرتا۔

③ ایسا فقیر جو صابر ہو۔ پس جو عالم اپنے علم کو ظاہر نہ کرے اور غنی بخیل ہو اور فقیر صبر نہ کرے تو اس وقت دنیا اور زمانے میں تباہی اور بربادی ہے۔ اس وقت اللہ کی معرفت رکھنے والے پہچانے جاتے ہیں اور لوگ ایمان کے بعد کفر کی طرف پلٹ جاتے ہیں۔

اے سائل! مساجد کی کثرت کسی دھوکا میں نہ ڈالے اور قوموں کا اجتماع دیکھ کر خوش نہ ہونا کیونکہ ان اقوام کے جسم تو اکٹھے ہیں لیکن دل متفرق ہیں۔

اے لوگو! اس دنیا میں لوگ تین ہی ہیں: زاہد، راغب اور صابر۔ زاہد وہ ہے، اگر دنیا سے کوئی شے حاصل ہو جائے تو خوش نہیں ہوتا اور اگر کوئی شے فوت ہو جائے تو پریشان نہیں ہوتا۔ راغب وہ ہے کہ جو دنیا کو حاصل کرتا ہے، اس کی پروا نہیں کہ حلال سے ہے یا حرام؟ اور صابر وہ ہے کہ جو دل میں تمنا رکھتا ہے، اگر وہ چیز حاصل ہو جائے اور وہ جانتا ہو کہ اس سے عاقبت خراب ہو جائے گی تو وہ اس سے منہ موڑ لیتا ہے۔

اس سائل نے پوچھا: اس زمانے میں مومن کی علامت کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ حقوق اللہ کو ادا کرتا ہے اور محرماتِ الٰہی سے اجتناب کرتا ہے اگرچہ وہ اسے بہت پسند بھی ہو۔

سائل نے کہا: آپؑ نے سچ فرمایا یاامیرالمومنینؑ ۔ پھر وہ ایسا غائب ہوا کہ کسی نے نہ دیکھا۔ لوگوں نے اُسے بہت تلاش کیا لیکن نہ پایا تو حضرتؑ نے مسکرا کر فرمایا: اے لوگو! وہ عام سائل نہ تھے وہ میرے بھائی خضر علیہ السلام تھے۔

پھر کوئی سوال نہ ہوا

پھر حضرتؑ نے دُہرایا: سَلُونِی سَلُونِی قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُونِی تو کوئی شخص نہ اُٹھا۔ تو اللہ کی حمد وثنا کی، محمد مصطفیؐ پر درود پڑھا اور اپنے بیٹے امام حسنؑ سے فرمایا: حسنؑ! اُٹھو اور منبر پر جا کر ایسی کلام کرو کہ میرے بعد قریش تجھے بھول نہ جائیں اور یہ نہ کہیں کہ حسنؑ کی کوئی شے اچھی نہیں۔

جناب امام حسنؑ نے فرمایا: میں کیسے منبر پر کلام کروں جب کہ آپ سن اور دیکھ رہے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: میرے ماں باپ قربان ہوجائیں، میں اپنے آپ کو چھپا لیتا ہوں۔ میں سنوں گا اور دیکھوں گا لیکن آپ مجھے نہیں دیکھ سکیں گے۔

امام حسنؑ اور حسینؑ کا خطبہ

امام حسینؑ منبر پر آئے اور اللہ کی بلیغ وشریف حمد کی اور نبیؐ و آلِ نبیؐ پر درود و سلام پڑھا۔ پھر فرمایا: اے لوگو! میں نے اپنے جد رسولؐ پاک سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

انا مدینة العلم وعلی بابها ، هل تدخل المدینة الا من بابها

''میں علم کا شہر اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں اور شہر میں داخل نہیں ہوسکتا مگر دروازے سے''۔

پھر حضرتؑ منبر سے اُترے تو حضرت علیؑ نے اُٹھ کر سینے سے لگایا اور اٹھا لیا۔ پھر امام حسینؑ سے فرمایا کہ بیٹا تم اُٹھو اور منبر پر کلام کرو تا کہ میرے بعد لوگ تمھاری

معرفت سے جاہل نہ رہیں اور یہ نہ کہیں کہ حسینؑ سے ہم نے کچھ نہ دیکھا۔ البتہ ایسا کلام کرو جو تمھارے بھائی کے کلام سے مطابقت رکھتا ہو۔

پس امام حسین علیہ السلام منبر پر آئے، خدا کی حمد وثنا کی، نبیؐ اور آلِ نبیؐ پر درود وسلام بھیجا۔ پھر فرمایا: اے لوگو! میں نے رسولؐ پاک سے سنا ہے کہ آپؐ فرماتے تھے کہ علیؑ ہدایت کا شہر ہے، جو اس شہر میں داخل ہوا وہ کامیاب ہوا اور جو اس میں داخل نہ ہوا وہ ہلاک ہوگیا۔

پس حضرت علیؑ اُٹھے اور امام حسینؑ کو سینے سے لگایا اور بوسہ دیا اور پھر فرمایا: لوگو! گواہ رہو کہ یہ دونوں رسولؐ پاک کے شہزادے ہیں اور آپ کی امانت ہیں۔ ان کی حفاظت کرنا اور ان کو میں تمھارے سپرد کررہا ہوں اور رسولؐ پاک ان کے بارے تم سے سوال کریں گے۔

بیانِ مجلسی

السفط معرب معروف ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ پرندے نے اپنے بچے کو چوگ دی یعنی بچے کو اس کے منہ میں کھانا دیا۔ ثني الوسادة ایک دوسرے پر رکھ کر ایسا گدا بنانا جو بلند ہوجائے اور اس پر بیٹھا جائے جس طرح بزرگان اور بادشاہوں سے مروج ہے۔ اور اس ثني لي الوسادة سے کنایہ ہے کہ مجھے امر ونہی کی آزادی ہو اور حکم میرا چلتا ہو۔ اہلِ کتاب کو ان کی کتاب سے فتویٰ دینے سے مراد ہے کہ ان کی کتب میں یوں ہے لیکن اب ان پر عمل کرنے کا حکم نہیں ہے۔ یا مراد افتا سے یہ ہے کہ شرع اسلام کے موافق ہے۔ اور جو لوگ دینِ اسلام اور اس کی فروعات کے منکر ہیں، ان کے خلاف دلیل لانا لازمی ہے۔

اور حضرتؑ کا یہ فرمانا والمنافقون اشد حالًا منهم کہ منافقوں کی حالت کافروں سے بدتر ہے، سے سائل کو سمجھانا مراد ہے کہ سائل بھی ان منافقوں میں سے

ایک ہے۔عکاز ایسا عصا جو ذات زج حصے پر لوہا لگا تھا اور البدا سے مراد اوّل ہے۔

ابن کواء سے سوال

جناب اصبغ بن نباتہ سے روایت ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ نے منبر کوفہ پر خطبہ دیا۔ خدا کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: اے لوگو! سَلُوْنِي سَلُوْنِي قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِيْ کیونکہ میری ان پسلیوں کے درمیان علم کا سمندر موجزن ہے تو ابن کواء اُٹھا اور کہا: یاامیر المومنینؑ ! الذاریات ذرواً کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہوائیں۔ اس نے کہا: الحاملات دمراً کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: بادل۔اس نے کہا: الجایرات سیرا کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: کشتیاں۔ اس نے کہا: المقسمات امراً کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ملائکہ۔ اس نے کہا: اے امیر المومنینؑ ! میں نے کتاب اللہ میں دیکھا کہ بعض آیات دوسری آیات کی نفی کرتی ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: تیری ماں تیرے غم میں روئے، آیات تو آیات کی تصدیق کرتی ہیں، نفی نہیں کرتیں۔تم پوچھو جو تجھے نقص نظر آتا ہے۔

اس نے کہا: یا امیر المومنینؑ ! میں نے ایک جگہ سنا کہ ارشاد قدرت ہے: وَرَبُّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ اور دوسری آیت میں ہے کہ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ اور ایک آیت میں ہے کہ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔

آپؑ نے فرمایا: اے بدبخت یہ مشرق ہے اور یہ مغرب ہے اور اللہ کا فرمان رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ یعنی وہ مشرق اور مغرب کا رب ہے تو سردیوں کی مشرق الگ ہے اور گرمیوں کی مشرق الگ، کیا تم نہیں جانتے سورج کے قریب اور بعید ہونے کو۔

اور اللہ کا یہ فرمان وَرَبُّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ یعنی مشرقوں اور مغربوں کا رب کیونکہ مشرق میں ۳۶۰ برج ہیں اور سورج ہر روز ایک برج سے نکلتا ہے۔ اسی طرح مغرب ۳۶۰ برج اور سورج ہر روز ایک برج میں غروب ہوتا ہے۔ جس مشرق سے

طلوع کر کے اس مغرب میں غروب کرتا ہے تو پھر سال کے بعد اس مشرق سے طلوع کر کے اس مغرب میں غروب کرتا ہے۔

اس نے سوال کیا کہ آپ کے قدموں کے مقام سے عرش رب تک کتنا فاصلہ ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اے ابن کواء! علم حاصل کرنے کے لیے پوچھو۔ ضدی بن کر نہ پوچھو۔ میرے قدموں کے مقام سے عرش علا تک یہی فاصلہ ہے کہ کوئی خلوص سے کہے: لا الٰہ الا اللہ۔

لا الٰہ الا اللہ کا ثواب

ابن کواء نے کہا: یا امیر المومنینؑ! جو لا الٰہ الا اللہ پڑھے اس کا کس قدر ثواب ہے؟ آپؑ نے فرمایا: جو خلوص سے لا الٰہ الا اللہ پڑھے تو اس کے گناہ ایسے مٹ جاتے ہیں جس طرح سفید کاغذ سے سیاہ حروف مٹ جاتے ہیں۔

جب دوسری مرتبہ خلوص سے لا الٰہ الا اللہ پڑھے تو آسمانوں کے دروازے کھل جاتے ہیں اور ملائکہ کی صفیں ایک دوسرے سے کہتی ہیں کہ اللہ کی عظمت کے سامنے خشوع کرو۔ جب کوئی تیسری مرتبہ خلوص سے لا الٰہ الا اللہ پڑھے تو اسے عرش کے نیچے کوئی روک نہیں سکتا اور رب کی آواز آتی ہے: ساکن ہوجا، مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! تیرے پڑھنے والے کے تمام گناہ معاف کردوں گا۔ پھر حضرتؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ یعنی جب عمل خالص ہو تو اس کا قول بلند ہوتا ہے۔

قوسِ قزح

ابن کواء نے پوچھا: یا امیر المومنینؑ! مجھے قوسِ قزح کے بارے بتائیں آپؑ نے فرمایا: یہ نہ کہو قوسِ قزح کیونکہ قزح شیطان کا نام ہے بلکہ کہو قوس اللہ، جب یہ ظاہر ہوتی

ہے تو خوش حالی اور شادابی نکھر کر آتی ہے۔

ابن کواء نے کہا: کہکشاں جو آسمان پر ہوتا ہے کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ آسمان کا ایک حصہ ہے جو اہل الارض کے لیے امان ہیں اور اسی سے پانی جاری کر کے خدا نے قومِ نوحؑ کو غرق کر دیا۔

ابن کواء نے پوچھا: یہ چاند میں سیاہ داغ کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اللہ اکبر، اللہ اکبر اندھا شخص اندھے سوال کرتا ہے۔ کیا تم نے فرمان نہیں سنا کہ وَ جَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ايَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ ايَةَ الَّيْلِ وَ جَعَلْنَآ ايَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً یعنی ”ہم نے دن اور رات کو نشانیاں بنایا ہے۔ ہم نے رات کو سیاہ اور دن کو نظر آنے والی نشانی بنایا“

ابن کواء نے پوچھا: مجھے اصحابِ رسولؐ کے بارے میں بتائیں۔

آپؑ نے فرمایا: کون سے اصحاب کے بارے پوچھنا چاہتے ہو؟

اس نے کہا: ابوذر غفاریؓ کے بارے بتائیں۔ آپؑ نے فرمایا: میں نے رسولؐ پاک سے خود سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: میں نے زمین اور آسمان کے درمیان ابوذرؓ سے زیادہ سچا آدمی نہیں دیکھا۔

اس نے پوچھا: سلمان فارسیؓ کے بارے میں بتائیں۔ آپؑ نے فرمایا: تجھے مبارک ہو مبارک ہو سلمان منا اهل البیت اور جو تمھارے لیے مثل لقمان حکیم کے ہے۔ انھوں نے علمِ اوّل اور علمِ آخرت حاصل کیا ہے۔

اس نے پوچھا: مجھے حُذیفہ یمانی کے بارے میں بتاؤ؟ آپؑ نے فرمایا: یہ وہ شخص ہے جو منافقین کے ناموں کو جانتا ہے اور اگر تم ان سے حدود اللہ کا پوچھو تو تم اسے بہت بڑا عارف عالم پاؤ گے۔

اس نے کہا: اے امیرالمومنینؑ! مجھے عمار یاسرؓ کے بارے میں بتائیں؟ آپؑ نے فرمایا: یہ وہ شخص ہے جس کے گوشت اور خون کو خدا نے آگ پر حرام قرار دیا ہے۔

اگر ان سے آگ مس ہو تو اثر بھی نہ کرے۔

ابن کواء نے پوچھا: مجھے اپنے بارے میں بتائیں۔ آپؑ نے فرمایا: میں وہ شخص ہوں کہ اگر پوچھوں تو عطا ہوتی تھی اور اگر نہ مانگوں تو رسولؐ خود عطا کر دیتے تھے۔

ابن کواء نے کہا: یا امیرالمومنینؑ! مجھے اللہ کے اس فرمان هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا کے بارے میں بتائیں۔

آپؑ نے فرمایا: یہ اہلِ کتاب سے کافر لوگ مراد ہے۔ یہودی اور نصرانی جو پہلے حق پر تھے۔ پھر انھوں نے اپنے دین میں بدعتیں داخل کیں اور خیال کیا کہ ہم اچھی باتیں دین میں داخل کر رہے ہیں۔

پھر حضرتؑ منبر سے اُترے اور اپنا ہاتھ ابن کواء کے کندھے پر لگایا اور فرمایا: اے ابن کواء اہلِ نہروان سے دُور نہیں ہیں؟

تو اس نے کہا: میرا مقصود آپ تھے میں کسی اور سے سوال نہیں کرتا۔

راوی کہتا ہے: ہم نے اسی ابن کواء کو نہروان کے دن ان کے ساتھ دیکھا تو اس کو کہا گیا کہ اے بدبخت! یہ تم ان کے ساتھ کیسے ہو اور کل تو تم حضرت امیرالمومنینؑ سے سوالات پوچھنے آئے تھے اور آج جنگ کرنے آئے ہو۔ پھر ہم نے دیکھا کہ ایک شخص نے اس پر نیزے سے حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔

مجلسیؒ کی وضاحت

حضرت امیر علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ جو لا الٰہ الا اللہ خلوص سے کہے تو شاید مراد یہ ہو کہ جب کوئی لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے تو آنکھ جھپکنے سے پہلے عرش تک پہنچ جاتا ہے۔ گویا جواب سے حضرت یہ سمجھانا چاہتے تھے کہ اس قسم کے سوال (عرش تک فاصلہ) یہ تمھارے لیے فائدہ مند نہیں بلکہ تمھیں یہ سوال کرنا چاہیے کہ عرش تک کیسے پہنچا جاتا ہے تاکہ اعمال قبول ہوں۔

حزری نے حضرتِ امیرالمومنینؑ کے اس فرمان فما نہنہا شئیٌ دون العرش سے مراد ہے کہ کوئی چیز عرش تک پہنچنے سے اسے روک نہیں سکتی۔ الریق، ایسی زمین جس میں زراعت، سبزہ اور کھانے پینے کی وسعت ہو۔

حضرتؑ کا اس فرمان (ھی شرج السماء) کے بارے میں فیروز آبادی کہتے ہیں: شرج خالی میدان اور وسیع وادی کو کہتے ہیں جو آسمانوں کی کہکشاں، عورت کی فرج اور قوس سے جدا ہوتی ہے۔ شرج کا معنی پھیلانا اور سخت سے نرم کی طرف پانی کا بہنا مراد ہے

یہی روایت ابراہیم بن محمد الثقفی نے ''کتاب الغارات'' میں اپنی سلسلۂ سند کے ساتھ ابی عمر الکندی اور ابن جُریح اور دیگران سے روایت کی ہے اور اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ ابن کواء نے کہا کہ سماء ذاب الحبك کا کیا معنی ہے۔ آپؑ نے فرمایا: خوب صورت مخلوق۔ ابن کواء نے پوچھا: مشرق و مغرب کے درمیان فاصلہ کتنا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ایک دن کا سفر کہ سورج مشرق سے نکلتا ہے اور ایک دن میں مغرب میں ڈوب جاتا ہے، جس سے اس کے علاوہ کوئی مسافت بتائی وہ جھوٹا ہوگا۔ پھر ابن کواء نے ان لوگوں کے بارے میں پوچھا: نعم اللہ کو تبدیل کر کے کفر کیا آپؑ نے فرمایا: ان کو چھوڑ و یہ قریش کے باغی تھے۔

ابن کواء نے پوچھا: مجھے ذوالقرنین کے بارے میں بتائیں۔ آپؑ نے فرمایا: جناب ذوالقرنین کو خدا نے اپنی قوم کی طرف بھیجا تھا، قوم نے ان کی تکذیب کی اور ان کے سر پر ضرب ماری تو وہ فوت ہوگئے۔ پھر خدا نے ان کو زندہ کیا اور اپنی قوم کی طرف بھیجا، پھر انھوں نے جھٹلایا اور ان کے سر پر ضربیں ماریں۔ وہ شہید ہوگئے تو اللہ نے پھر ان کو زندہ کیا اس لیے اسے ذوالقرنین کہتے ہیں اور تم میں بھی ایسا ہی ہے۔

ابن کواء نے پوچھا: سخت ترین مخلوق کون سی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: دس چیزیں شدید سخت ہیں۔ پہاڑ سخت ہیں اور لوہا ان سے زیادہ سخت ہے جو پہاڑوں کو کاٹ دیتا ہے۔ پھر آگ لوہے کو کھا جاتی ہے۔ پھر پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، پھر بادل پانی کو اُٹھا لیتے ہیں۔ پھر ہوا بادل کو اڑاتی ہے اور انسان ہوا پر غالب ہے۔ اپنے ہاتھوں سے روک لیتا ہے اور ضرورت ہو تو لے لیتا ہے۔ پھر نشہ انسان پر غالب ہے۔ پھر نیند نشے پر غالب ہے اور پھر ہم و غم نیند پر غالب، پس رب کی سخت ترین مخلوق ہم و غم ہے۔

حضرت علیؑ قرآن کے عالم

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے آباء سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: سلونی عن کتاب اللّٰہ۔ خدا کی قسم! کوئی آیت نازل ہوئی، خواہ دن کو خواہ رات کو، سفر میں یا حضر میں، وہ سب رسولؐ پاک نے مجھے بتا دیا اور ہر آیت کی تنزیل و تاویل کا علم عطا فرما دیا۔

ابن کواء اُٹھا اور کہا: یا امیرالمومنینؑ! جب آپ نہ ہوتے تھے اور قرآن نازل ہوتا تھا تو اس کے بارے میں کیا فرمائیں گے؟ آپؑ نے فرمایا: میری عدم موجودگی میں جو قرآن آتا تو جب میں حاضر ہوتا تو رسالت مآبؐ مجھے فرماتے: اے علیؑ! تمھارے بعد یہ یہ آیت نازل ہوئی اور اس کا شانِ نزول یہ ہے اور اس کی تاویل اور تنزیل کا بتا دیتے تھے۔

بعض کتب میں یہ روایت بھی آئی ہے کہ ایک دن جب خطبہ کے دوران میں حضرت امیرالمومنینؑ نے اپنا دعویٰ دہرایا: سَلُونِی قَبلَ اَن تَفقِدُونِی خدا کی قسم! اگر گروہوں کے بارے میں مجھ سے پوچھو کہ کون سا گروہ نقصان میں ہوگا اور کون سا گروہ ہدایت یافتہ ہوگا تو میں ان گروہوں کے رہبر اور پیچھے سے ہانکنے والوں کے نام بھی بتا سکتا ہوں۔

ایک شخص اُٹھا اور کہا: میری ڈاڑھی اور سر میں کتنے بال ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! اس تمھارے سوال کا جواب رسالت مآب نے مجھے بتایا ہے؟ تمھارے سر کے ہر بال پر ایک فرشتہ بیٹھا ہے جو تجھ پر لعنت کرتا ہے اور تیری ڈاڑھی کے ہر بال میں ایک شیطان ہے جو تجھے ڈراتا ہے اور تیرے گھر میں ایک رذیل بچہ ہے جو فرزند رسولؐ کا قاتل ہے اور اس کی نشانی وہی مصداق ہے جس کی تجھے خبر دی گئی ہے۔

اگر تیرے سوال کی دلیل لانا مشکل نہ ہوتا تو تیرے بالوں کی تعداد بھی بتا دیتا لیکن اس کی نشانی جو میں نے تجھے خبر دی ہے کہ تجھ اور تیرے رذیل پر لعنت کرتے ہیں اس وقت اس کا بیٹا چھوٹا تھا جو ہاتھوں اور پیٹ پر چلتا تھا۔ جب امام حسینؑ کا وقت آیا تو اس نے ایسے ہی کیا جو امامؑ نے فرمایا تھا۔

ارشاد القلوب میں روایت ہے کہ بعض لوگ حضرت امیرالمومنینؑ کے پاس آئے جب کہ حضرت خطبہ دے رہے تھے: سَلُونِی قَبلَ اَن تَفقِدُونِی میں اعلان کرتا ہوں کہ تم عرش تک جس چیز کا سوال کرو گے میں جواب دوں گا اور یہ اعلان میرے بعد کوئی بھی نہ کرے گا اور اگر کسی نے کیا تو وہ حرامی ہوگا یا کذاب ہوگا۔

ایک شخص اُٹھا جو مجمع کی ایک طرف بیٹھا تھا جس کی گردن میں مصحف کی طرح کتاب تھی۔ وہ شخص جسیم قد آور اور گھنگریالے بالوں والا تھا گویا یہودی عرب تھا، اس نے بلند آواز سے کہا: اے سلونی کا دعویٰ کرنے والے، ان لوگوں میں جو نہ جانتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں پس میں سوال کرتا ہوں، جواب دو۔

راوی کہتا ہے کہ ہر طرف سے حضرتؑ کے اصحاب اور شیعوں نے اسے گھیر لیا اور اسے مارنے کا ارادہ کیا تو حضرتؑ نے ان اصحاب اور حواریوں کو روکا اور فرمایا: اسے کچھ نہ کہو، اور جلدی نہ کرو کیونکہ جلدی اور غصہ کرنے سے اللہ کی حجتیں قائم نہیں ہوتیں اور نہ سائل کے جلدی جلدی سوال کرنے سے اللہ کے براہین ظاہر ہوتے ہیں۔ پھر

حضرتؑ سائل کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: جو کہنا چاہتے ہو کہو اور اپنے علم کی بنا پر جو پوچھنا چاہو، پوچھو۔ میں تمھاری ہر بات کا جواب دوں گا، ان شاء اللہ ایسے علم سے جس میں کبھی شک واقع نہیں ہوا اور نہ کبھی م راہی کے شک نے اس علم کو زیر خاکستر کیا ہے، لَاحَولَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ العَلِیِّ العَظِیْم۔

پھر اس شخص نے پوچھا: مشرق و مغرب کے درمیان فاصلہ کتنا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ہوا کی مسافت کے برابر۔

اس شخص نے کہا: ہوا کی مسافت کتنی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: آسمان کے ایک چکر کے برابر۔ اس نے کہا: آسمان کا چکر کتنا ہوتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ایک دن کا سفر۔ اس نے کہا: آپؑ نے سچ کہا البتہ یہ بتائیں کہ قیا ت کب آئے گی؟ آپؑ نے فرمایا: جب موت اور زندگی پوری ہوجائے گی۔ اس نے کہا: یہ بھی ٹھیک ہے البتہ یہ بتائیں کہ دنیا کی عمر کتنی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: سات ہزار سال سے پھر انتہا کی حد نہیں (حضرتؑ نے ابتدائے زمین سے اپنے زمانے تک کا عرصہ بتایا اور پھر انتہا نہیں یعنی دینا رہے گی البتہ یہ زمین نہ ہوگی)۔

اس نے کہا: یہ آپؑ نے سچ کہا اب یہ بتائیں کہ مکہ میں بکّہ کہاں ہے؟ آپؑ نے فرمایا: مکہ حدودِ حرم ہیں اور بکّہ مقام بیت اللہ ہے۔ اس نے کہا: یہ حق ہے۔ اب یہ بتائیں کہ مکہ کو مکّہ کیوں کہتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: اس کے نیچے کی زمین کو چوس کر یا زمین کا جوہر نکالا۔ اس نے کہا کہ بکّہ کیوں کہتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: اس نے جابروں اور گناہ گاروں کی گردنوں کو جھکا دیا۔ اس نے کہا: یہ درست ہے۔ البتہ یہ بتائیں کہ عرش کے خلق ہونے سے پہلے خدا کہاں تھا؟ آپؑ نے فرمایا: وہ ذات ایسی پاکیزہ ہے جس کی حقیقت کو عرش کو اٹھانے والے مقرب ترین فرشتے اور انوارِ تسبیح کے مقرب ترین فرشتے بھی نہیں پہچان سکے۔ افسوس ہے تم پر یہ نہ کہو کہ اللہ کہاں ہے اور کس

مقام پر ہے، کیسے اور کس طرح ہے؟؟

اس نے کہا: یہ تو سچ ہے البتہ یہ بتائیں کہ زمین و آسمان کی خلقت سے پہلے کتنے عرصہ تک عرشِ الٰہی پانی پر رہا۔ آپؑ نے فرمایا: کیا تو حساب کرلے گا؟ اس نے کہا: ہاں آپؑ نے فرمایا: شاید تیرے لیے اچھا نہ ہو کہ تم حساب کرو۔ اس نے کہا: میرے لیے اچھا ہے کہ میں حساب کروں۔ آپؑ نے فرمایا: کیا تو دیکھتا ہے کہ اگر زمین پر کچھ دانے گرائے جائیں اور ہوا ان دانوں کو زمین و آسمان کے درمیان بکھیر دے تو پھر تجھے حکم دیا جائے کہ ان دانوں کو مشرق سے مغرب کی طرف منتقل کرو اور تیری عمر لمبی کی جائے اور تجھے ان دانوں کو منتقل کرنے کی طاقت دی جائے اور شمار کرنے کی طاقت دی جائے تو پھر یہ کام ان سالوں کو شمار کرنے سے آسان ہے کہ زمین و آسمان کی خلقت سے پہلے پانی پر جتنے سال عرش رہا ہے اور یہ تو میں نے لاکھوں اجزا میں سے ایک جز کے عشرِ عشیر کے دسواں حصّہ کو بیان کیا ہے۔ اور اس کی تعداد کی قلّت اور انتہا سے استغفار کرتا ہوں۔

نہج البلاغہ

حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا: ایھا الناس! سَلُونِی قَبلَ اَن تَفقِدُونِی کیونکہ زمین کے راستوں سے زیادہ آسمانوں کے راستے جانتا ہوں۔ اس سے پہلے کہ خلافت کی اُونٹنی ایک پاؤں سے فساد و فتنہ کھڑا کرے اور قوم کو صحیح راستہ ہی معلوم نہ ہو۔

بیان مجلسی

عبدالبر اپنی کتاب استیعاب میں لکھتے ہیں کہ تمام لوگوں کا اجماع ہے۔ سلونی سلونی کا دعویٰ سوائے علیؑ کے نہ کسی صحابی اور نہ کسی عالم نے آج تک کیا ہے۔

ابن میثم شارح نہج البلاغہ لکھتے ہیں: بشغر رجلھا سے کنایہ ہے، یہ فتنہ مدبر

سے خالی ہوگا اور حضرتؑ کا یہ قول تطا فی خطامها، یہ استعارہ ہے جس میں اس ناقہ کی تعریف ہے کہ جس کی مہار چھوڑ دی جائے اور اسے راستے پر چلانے والا کوئی نہ ہو۔ یہ راستہ گم کردیتی ہے اور غلط راستے پر روانہ ہوجاتی ہے جو اس کو پکڑنا چاہے یہ اس کے پیچھے چلی جائے گی اور اس قول تذهب باحلال قومها، یعنی آزمائش کے زمانے کے لوگ حیران ہوں گے اور اس فتنہ وفساد سے خلاصی کا کوئی راستہ نہ پائیں گے۔

یا اس سے مراد یہ بھی ہوسکتی ہے کہ لوگ اس فتنہ اور آزمائش کی طرف جلدی اور شوق سے خلوص سے آئیں گے جبکہ یہ نہ جانتے ہوں گے کہ یہ تو بہت بڑا فتنہ ہے۔

تتمہ کتاب

اس کتاب کو مکمل کرتے ہوئے ایک تتمہ جو امامؑ اور وجودِ امام کے لزوم کے بارے میں ہے کہ لوگوں میں اللہ کی طرف سے امامؑ کا ہونا ضرورتِ کونی ہے۔

امامؑ کی ضرورت کونی

یہ جان لیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے نہج البلاغہ میں کئی مقامات پر آلِ محمدؐ کے اوصاف بیان کیے ہیں جو درج ذیل ہیں:

①...... دوسرے خطبے کے آخر میں فرماتے ہیں: آلِ محمدؐ اللہ کے راز کا مقام، اس کے امر کی پناہ گاہ، علمِ الٰہی کا ظرف، حکمت الٰہی کا مرکز، کتب الٰہی کی غار، پناہ دین الٰہی کے پہاڑ، انھی کے ذریعے دین کی پشت، مضبوط اور قائم اور فرائض کی ادائیگی ہوتی ہے۔

②...... اسی خطبہ کے ذیل میں فرماتے ہیں: اس اُمت میں سے کسی کو آلِ محمدؐ کے ساتھ قیاس نہ کرو اور کوئی شخص ان کے برابر نہیں ہوسکتا کیونکہ ہمیشہ انھی کی بدولت تو لوگوں پر نعمتیں نازل ہوتی ہیں۔ وہ دین کی اساس، یقین کا ستون ہیں۔ غالی انھی کی طرف واپس آتا ہے اور تالی انھی سے آ کر ملحق ہوتا ہے۔ انھی کے لیے حق ولایت کی خصوصیت ہے، ان میں وصیّت اور وراثت ہوتی ہے اور اب حق پلٹ کر اپنے مقام پر آ گیا ہے اور اپنے مقام پر منتقل ہوگیا۔

③...... چوتھے خطبہ میں فرماتے ہیں: ہم اہلِ بیتؑ کی وجہ سے تاریکیوں میں

تمھیں ہدایت حاصل ہوتی ہے اور بلندیوں کی پرواز ملتی ہے۔ ہماری وجہ سے اسرار سے انکشاف ہوتا ہے۔

④......خطبہ نمبر پچانوے کے ذیل میں فرماتے ہیں: میرے پاس رب کی طرف سے گواہ ہیں، اور میرے پاس اپنے نبی کا طریقہ راستہ ہے اور میں واضح راستے پر ہوں، گمشدہ کو اٹھا لیتا ہوں۔ تم اپنے نبیؐ کے اہلِ بیتؑ کی طرف دیکھو، ان کے فرمان کو سنو اور عمل کرو۔ تو کبھی ہدایت سے دُور نہ جاؤ گے اور تمھیں کبھی ردّ نہیں کیا جائے گا۔ اگر وہ پڑھیں تو تم بھی پڑھو۔ اور اگر وہ رُک جائیں تو تم بھی رُک جاؤ، ان سے آگے نہ بڑھو گے ورنہ گم راہ ہو جاؤ گے اور نہ ان سے پیچھے ہٹنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

میں نے اصحابِ محمد کو دیکھا، میں تم سے کسی کو اصحاب کا مشابہ نہیں پاتا۔ وہ اصحاب تو صبح اس حالت میں کرتے تھے کہ چہرے اور سر گرد آلود ہوتے، کیونکہ انھوں نے رات سجدے اور قیام میں گزاری، ان کی جبینوں اور رُخساروں کو تازگی مل جاتی ہے۔ ذکرِ معادسن کر پتھر پر بیٹھ جاتے تھے گویا ان کے طولانی سجدوں سے آنکھیں متاثر ہوتی ہیں۔ یادِ خدا کرتے تو آنکھوں کو آزاد چھوڑ دیتے حتیٰ کہ ان کے گریبان آنسوؤں سے بھیگ جاتے اور جھک جھک جاتے جس طرح سخت آندھی کے دن درخت جھک جھک جاتا ہے، عقاب کے خوف اور ثواب کی امید سے۔

⑤..... اٹھانوے خطبہ کے ذیل میں فرماتے ہیں: خبردار! آلِ محمدؐ کی مثال آسمان کے ستاروں کے مانند ہے۔ جب ایک ستارہ غروب کرتا ہے تو دوسرا طلوع کر لیتا ہے۔ گویا تم جو اُمید رکھتے ہو، میں دیکھ رہا ہوں۔

⑥..... خطبہ ایک سو بیالیس میں ہے کہ آپؑ نے فرمایا: وہ کہاں گئے جو راسخون فی العلم کا دعویٰ کرتے ہیں۔ جو ہمارے علاوہ کوئی دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا اور باغی ہے۔ اللہ نے ہمیں بلندی عطا کی اور ان کو پستی دی۔ ہمیں عطا کیا اور ان کو محروم کیا۔ ہمیں

اپنے قرب میں داخل کیا اور اُنھیں خارج کر دیا۔ ہماری وجہ سے ہدایت طلب کی جاتی ہے اور اندھا روشنی پاتا ہے۔ پس قریش کے اماموں نے ہاشم سے اس بطن میں کاشت کیا۔ اس کے علاوہ کوئی صلاحیت نہیں رکھتا اور ان کے علاوہ کوئی دلی صلاحیت نہیں رکھتا۔

⑦.....خطبہ نمبر ایک صد پچاس کے ذیل میں فرماتے ہیں: طلوع کرنے والے نے طلوع کر لیا، چمکنے والے نے چمک دی، ظاہر ہونے والا ظاہر ہو گیا، مائل اعتدال پر آ گیا۔ اللہ قوم کے بدلے قوم اور دن کو دن سے بدل دیتا ہے۔

تحقیق آئمہ اللہ کے بندوں میں ارکان اور ستون ہیں، اس کے بندے عارف ہیں۔ کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکتا جب کہ ان آئمہ کی معرفت نہ رکھتا ہو اور وہ بھی اسے جانتے ہیں اور جہنم میں داخل نہیں ہوگا مگر جو اِن کا اقرار کرے اور یہ اس کا انکار کریں۔ پس اللہ نے تمھیں اسلام کے لیے مخصوص کیا ہے اور اس لیے تمھیں خالص کیا ہے اور یہ اس لیے ہے کہ یہ سلامتی کا اسم ہے اور کرامت کا اجتماع ہے، اللہ نے اس کی منہاج کو چُن لیا ہے اور اپنی منہج بیان کی ہیں ظاہری علم سے اور باطنی حکم سے جو اسے عجیب کاموں کی نفی نہیں کرے، اور نعمتوں کی وادیوں میں اس کے عجائبات کم نہیں زیادہ ہوتے ہیں اور خیرات کو اس کی چابیوں کے ساتھ کھولو، اور کبھی تاریکیاں ختم نہیں ہوتیں مگر اس کے چراغوں کے ساتھ میں اس کی رعایت کرتا ہوں اور ان میں بیمار کی شفا اور کافی ہے۔

⑧.....خطبہ ۱۵۲ کے ذیل میں فرماتے ہیں: ہم آلِ محمدؑ شعار اصحاب، خزائن دار اور دروازے ہیں اور گھر میں اندر آنا دروازے سے ہوتا ہے اور جو غیر دروازہ سے اندر داخل ہوگا تو وہ چور ہوگا۔

⑨.....اسی خطبہ کے ذیل میں دوسری فصل میں یوں فرماتے ہیں: آلِ محمدؑ میں

قرآن کے کرم ہیں، وہ رحمٰن کے خزانے ہیں۔ اگر وہ بولیں تو سچ بولتے ہیں۔ اگر وہ خاموش رہیں تو اس سے سبقت نہ کرو۔۔۔۔۔ الخ۔

⑩......خطبہ نمبر ۹۲ میں فرماتے ہیں: اللہ کی کرامت کا افاضہ محمد مصطفیٰؐ تک ہوا۔ پھر افضل معدن سے ان کو نکالا اور اس سے اپنے آئمہ منتخب کیے۔ ان کی عترت بہترین عترت، ان کا خاندان بہترین خاندان، ان کا شجرہ شجرۂ طیبہ ہے جو حرم میں پیدا ہوا اور کرم کا پانی پیا، اس کی لمبی شاخیں ہیں اور ایسا ثمرہ ہے جس تک پہنچنے والے پہنچ نہیں سکتے۔

⑪......خطبہ نمبر ۱۸۷ میں فرماتے ہیں: کسی پر ہجرت کا نام واقع نہیں ہوتا مگر جس کو زمین میں حجت کی معرفت ہو اور وہ اس کا اقرار کرے وہ مہاجر ہے۔ اس طرح مستضعف کا نام اس پر واقع نہیں ہوتا جس پر حجت پہنچ جائے اور اس کے اذن سن لیں تو اس کا دل ایمان کے لیے آمادہ ہو جاتا ہے۔ ہماری ولایت برداشت کرنا بہت مشکل ہے۔ اس کے بوجھ کو وہی شخص اُٹھا سکتا ہے جس کے دل کا امتحان ہو چکا ہو اور ہماری احادیث کی قدر و منزلت امین امین سینے اور سمجھ دار عقول جانتے ہیں۔

اے لوگو! سَلُوْنِی قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ کیونکہ ہم زمین کے راستوں سے آسمانی راستے زیادہ جانتے ہیں۔ مجھ سے پوچھو قبل اس کے کہ کوئی فتنہ کھڑا ہو جائے اور تمھیں صحیح راستہ نہ مل سکے۔

⑫......خطبہ نمبر ۱۸۸ کے ذیل میں فرماتے ہیں: جو شخص بستر پر مرے اور وہ رب کی معرفت نبی اکرمؐ اور اہلِ بیتؑ کی معرفت رکھتا ہو تو وہ شہید کی موت مرتا ہے اور اس کا اجر اللہ پر ہے۔

⑬......خطبہ نمبر ۱۴۷ کے ذیل میں فرماتے ہیں: اے میرے اللہ، ہاں زمین کبھی قائم کے وجود سے خالی نہیں ہوتی، خواہ وہ قائم ظاہر اور معروف ہو اور خواہ قائم

پوشیدہ ہو۔ وہ ہر صورت اللہ کی حجت کو قائم کرتا ہے اس لیے اس کا ہونا ضروری ہے ورنہ خدا کی حجتیں اور بینات باطل ہو جائیں گی۔ وہ کہاں ہیں؟ ان کی تعداد کم ہے اور مقام بلند ہے۔ اللہ ان کے ذریعہ اپنی حجتوں اور بینات کو محفوظ کرتا ہے۔

(۱۴) خطبہ نمبر ۲۳۷، ہم اسی خطبہ کی شرح کرنا چاہتے ہیں پس حضرت امیر المومنینؑ نے ان گذشتہ خطبات کے جملات میں آلِ محمدؐ کے اوصاف بیان کیے ہیں لہٰذا ہر قاری بصیرت رکھنے والے اور حق کے طالب کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان جملات میں بڑے غور و خوض سے توجہ کرے اور فکر کرے، سوچے تو اس کی بصیرت میں اضافہ ہوگا۔ ایمان بڑھے گا اور حق کے راستہ پر مزید مستحکم ہوگا۔ پس یہاں بحث و تحقیق کرتے ہیں اور امامت میں مذہب کا اختیار کرتے ہیں۔

امامت کے بارے میں علمی تحقیق

آپ کو معلوم ہے کہ مسلمانوں کے درمیان سب سے بڑا اختلافی مسئلہ یہی امامت ہے۔ بلکہ یوں کہنا بھی درست ہے کہ تمام دینی اختلافات اسی مسئلہ کی فرع ہیں۔

الملل والنحل کے اوائل میں شہرستانی نے لکھا ہے کہ خلیفہ کے بارے سب سے پہلا شبہ ابلیس لعنۃ اللہ علیہ نے ڈالا اور اس شبہ کا مصدر نص کے مقابل اپنی رائے پر اٹکے رہنا ہے۔ شیطان نے امر کے مقابل میں اپنی خواہش کو اختیار کیا اور جس مادہ سے اس کی خلقت ہوئی اس پر تکبر کیا، اور وہ مادہ نار تھا اور آدمؑ کا مادہ خاک تھی۔

شہرستانی کہتے ہیں کہ مسلمانوں میں پہلا تنازعہ تو رسولؐ پاک کے مرض کے دوران میں ہوا جو بخاری نے عبداللہ بن عباس سے روایت کیا ہے کہ جب رسالت مآبؐ پر مرض کا غلبہ ہوا تو آپؐ نے فرمایا: مجھے دوات اور کاغذ دو تاکہ تمھارے لیے ایسی وصیت لکھوں کہ میرے بعد گم راہ نہ ہو جاؤ۔

عمر نے کہا: رسالت مآبؐ پر بخار کے درد کا غلبہ ہے، لہٰذا حسبنا کتاب اللہ، اس پر کافی شوروغوغا ہوا تو رسالت مآبؐ نے فرمایا: قوموا عنی میرے پاس بیٹھ کر تنازع نہ کرو۔ قال ابن عباسؓ، بہت بڑی مصیبت ہوگئی جو ہمارے اور رسولؐ کی وصیت کے درمیان حائل ہوگئی۔

شہرستانی کہتے ہیں: اُمت میں سب سے بڑا اختلاف اسی امامت پر ہے، جس کی وجہ اسلام میں جس قدر اس قاعدۂ دینی پر تلوار چلی کہ کسی اور بات پر کسی زمانہ میں تلوار نہیں چلی۔ اور کسی پر مخفی نہیں کہ تمام مسلمان بلکہ تمام اُمتوں کا اس پر اتفاق ہے کہ لوگوں کو امام کی ضرورت ہے کیونکہ روٴسا جن کی اطاعت کی جاتی ہے، اور ان کے ہاتھ اقتدار ہوتا ہے اور ان روٴسا کا حکم ونہی نافذ ہوتا ہے اور حل وعقد، قبض وبسط، نیکی، برائی پر قدرت رکھتے ہیں تو اس اقتدار کی وجہ سے لوگوں کے معاش اور معاد کے مصالح کا انتظام ہوتا ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا تو لوگوں کی آج یہ حالت بھی نہ ہوتی، اس بات پر سب کا اتفاق ہے اور لوگوں کے قلوب وعقول میں بیٹھ گئی ہے اور اس سے کسی کو انکار نہیں ہے۔

اس لیے ہر قوم کے عقلا اپنے روٴسا کو نصب کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ فساد اور گڑبڑ اور بدامنی نہ ہو۔ لہٰذا روٴساء اور اُمراء کے نصب کرنے میں کوئی اختلاف نہیں۔ اب کلام اس میں ہے کہ ان روٴسا اور اُمراء کی صفات میں ہے کہ جس پر عقل نصیحت کرے۔ پس یہ مسئلہ صرف عقل اور پاک فکر اور دقیق نظر سے حل ہوگا۔ جھگڑا اور اباء کی تقلید کو چھوڑ کر حل ہوگا کیونکہ تقلید ایک اندھی بیماری ہے اور تعصب اور وسوسوں سے بچنا ہے، پس اس مسئلہ امامت اور اوصاف میں پوری تحقیق کی جائے تاکہ حق ایسا واضح ہو جیسے واضح ہونے کا حق ہے۔

فقول: عقل بعثت کے حُسن کا حکم کرتی ہے کیونکہ بعثت کے زیادہ فوائد ہیں، چند

کا تذکرہ کریں گے۔ پھر یہ بعثت اللہ پر واجب ہے کیونکہ یہ لطف پر مشتمل ہے اور لطف واجب ہے اور نبی کے لیے واجب ہے کہ وہ خدا کی طرف منصوص من اللہ ہو اور اس کی طرف سے مبعوث ہو اور عصیان، سہو ونسیان سے معصوم ہو اور قابلِ نفرت باتوں سے پاک ومنزہ ہو اور نفس اور بدن کی صفات کمالیہ میں تمام لوگوں سے افضل ہوتا کہ لوگوں کے دل اس کی طرف میلان رکھیں اور لوگوں پر اللہ کی حجت تمام ہو۔

پھر ہم جانتے ہیں کہ نبوت کا خاتمہ جناب خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیؐ اور باقی شریعتوں کی تنسیخ شریعت محمد سے ہے اور حضرت محمد کا حلال قیامت تک حلال ہے اور ان کی شریعت کا حرام قیامت تک حرام ہے اور قرآن قیامت تک باقی رہنے والا معجزہ ہے۔ اس قرآن پر باطل آگے نہ پیچھے سے آ سکتا ہے، یہ حکیم سے نازل ہوا ہے اور اپنے الفاظ معانی اور حقائق میں حمید ہے۔ اگر تمام جن وانس اس قرآن کی مثل لانا چاہیں تو نہیں لا سکتے خواہ سب ایک دوسرے کے مددگار ہی بن جائیں۔

یہاں تک عقل کو لانے کے بعد ہم یہاں کہتے ہیں: اوّلاً ہر دین کا ہر زمانے میں کوئی حافظ ہوتا ہے، ثانیاً: یہ بھی معلوم ہے اور عقول میں ثابت ہے جب لوگوں کا ایسا امام ہو جو ارشاد کرے تو اس کی اطاعت ہو۔ ہر زمانے میں ایسا امام ہوتا ہے تو لوگ اس سے ڈرتے ہیں۔ ظالم سے مظلوم کو انصاف ملتا ہے، ظالم کو ظلم سے روکا جاتا ہے، دین کی حفاظت ہوتی ہے، لوگوں کو لڑائی جھگڑے سے روکا جاتا ہے۔ جو طباع لڑائی جھگڑا کرتی ہیں ان کو انصاف اور عدل پر لایا جاتا ہے اور قواعدِ عقلی اور وظائف دینی کا پابند بنایا جاتا ہے اور معاش اور معاد کے امور کا انتظام کیا جاتا ہے۔ لوگوں سے ان کے اُمور میں اِختلال ڈالنے والے مفاسد کو دُور کیا جاتا ہے اور مصالح کی حفاظت کی جاتی ہے اور اجتماعیت قائم رہتی ہے، وحدت برقرار رہتی ہے۔ وہ حاکم معاشرے کو سلامتی دیتا ہے اور لوگوں کے لیے وہ حاکم ہر واقعہ میں خواہ دینی ہو یا دنیاوی ہو، ایک مضبوط قلعہ ہوتا ہے

اور امین محافظ ہوتا ہے اور نافرمانی پر سزا دیتا ہے اور اطاعات پر برانگیختہ کرتا ہے۔ اطاعات پر انعامات دیتا ہے۔ جب لوگ احکامِ خدا سے کسی حکم میں جھگڑا کریں تو اصلاح کے قریب اور فساد سے دُور ہوتا ہے، یہاں تک کہا گیا ہے سلطان اکثر ویسے ہی انصاف کرتا ہے جس طرح قرآن نے کیا ہے، جو بات نیزے مارنے سے حل نہیں ہوتی وہ دلیل و برہان سے حل ہو جاتی ہے پس وجودِ امامؑ میں بہت زیادہ منافع ہیں جنھیں شمار کرنا بھی مشکل ہے اور ان کا نہ ہونا ایسا نقصان دہ ہے کہ مخفی نہیں۔

اس کے بعد ہم کہتے ہیں کہ عقل دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اطاعت کو پسند اور نافرمانی کو ناپسند کرتا ہے اور اللہ بندوں پر کبھی ظلم نہیں کرتا اور معلوم ہے کہ امام کی موجودگی اطاعت کے لوگ قریب اور معصیت سے دُور ہوتے ہیں۔

پس جو چیز بندے کو اطاعتِ خدا کے قریب کرے اور معصیت سے دُور کرنے، لطف کے بغیر کیا وہ عقلاً اللہ پر واجب ہے یا نہیں۔ اگر ہم کہیں کہ اللہ پر واجب نہیں حالانکہ اطاعت کا وقوع اور معصیت کا ارتفاع دونوں لطف پر موقوف ہیں جس طرح جانتے ہو اس کے ساتھ اللہ اطاعت کو پسند اور معصیت کو ناپسند کرتا ہے۔

اور معلوم ہے کہ مکلّف اس کی اطاعت نہیں کرتا مگر لطف سے۔ پس اس کی غرض کو نقض کر رہا ہے اور غرض کو نقض کرنا عقلاً قبیح ہے۔

اور عقلاً اس شخص کی مذمت کرتے ہیں جو کسی غیر سے کسی کام کا ارادہ کرے جب کہ وہ جانتا ہے کہ وہ غیر اس شخص کے مفقود کام کو نہ کرے گا مگر یہ کہ اسے بتایا جائے یا اسے پیغام دیا جائے وغیرہ جس سے مطلوب کا حصول اس پر موقوف ہو اور وہ عمل نہ کرے جس کے بارے جانتا ہے کہ مطلوب اس پر موقوف ہے تو اب کوئی چارہ نہیں مگر یہ کہا جائے اللہ پر عقلاً لطف کرنا واجب ہے اور اس لیے عقل حکم لگاتی ہے کہ بعثت لطف ہے اور لطف اللہ پر واجب ہے۔

پس اللہ بہتر جانتا ہے جو نبی اکرمؐ کے انتظام اور نظامِ عالم میں کوئی سی بہتری اور اصلاح ہے تو اللہ پر واجب ہے کہ ان کا صدور ہو کیونکہ بہتری اور نظام کی وجوہ کے بارے میں خدا کا علم ایجاد و ایجاب وجوب کا سبب ہے۔ پس ہر زمانے میں امامؑ کا نصب کرنا واجب ہے۔

اگر کہا جائے کہ نبوت ایک ریاست عمومی الٰہی ہے اور دین و دنیا میں تو اسی طرح نبی کا قائم مقام نبی کے بعد نائب ہے۔ ریاست عمومی الٰہی کا امور دین و دنیا میں پس جو کچھ وجوب نبوت اور نصب نبی اور ان کی تعیین کے لیے اللہ پر واجب ہے تو اسی طرح انھی ادلہ سے قائم مقام پر دلالت ہے وحی الٰہی کے۔ لہٰذا ہم نبی کے قائم مقام امام کہتے ہیں اگرچہ نبی بھی امام ہوتے ہیں اور معنی نبوت و امامت کی تحقیق میں بحث اور تفسیر اس آیت کے ضمن میں آئے گی:

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا

پس ہم چاہتے ہیں گو اس بیان کو زیادہ وضاحت سے پیش کریں تاکہ جس کو اُس مسئلۂ امامت سے بصیرت مل جائے تو اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی ورنہ دنیا و آخرت کا خسارہ ہوگا۔ تو عرض ہے کہ جب عقل دال ہے کہ وجودِ امامؑ لوگوں کے لیے لطف ہے تاکہ قبح ختم ہو اور محبوب انجام دیے جائیں، دین کی حفاظت اور رعیت کو ان کی مصلحتوں پر عمل کرایا جائے اور ان کو اپنے مفاسد سے بچایا جائے، تو کیا عقلاً جائز ہے کہ وہ امام ہو، جو بعض احکام کو جانتا ہو اور بعض سے جاہل ہے۔ بلکہ عقل تو کہتی ہے کہ ایسا شخص تمام لوگوں سے اعظم اور صفاتِ کمال میں افضل ہو۔

کیا اللہ اس شخص کی اطاعت مطلقہ کا حکم دے سکتا ہے، جو غلطی کرتا ہو، گناہ کرتا ہو، بھول، نسیان اور قابلِ نفرت کام کرتا ہو یا جس کی خلقت میں کوئی عیب ہو، یا بدن

میں کوئی عیب ہو۔ اور ہر شخص اس سے بات کرنے یا اس کے پیچھے، اس کے ساتھ رہنے سے نفرت کرتا اور ڈرتا ہو، اور جو شخص غیر منصوص من اللہ اور نبی ہو۔ یہ ایسے امور ہیں کہ ان پر بحث کی جائے عقلاً کیونکہ ان اُمور میں عقل ہی فیصلہ صادر کر سکتی ہے۔

پس اب ہم کہتے ہیں کہ جب شریعت مستقر ہوگئی اور عبادت احکام کے ساتھ ثابت ہوگئی اور امام تمام اُمور میں امام ہوتا ہے اور وہی مقامِ نزاع پر حاکمِ حقیقی ہوتا ہے اور تمام دین میں اس کا حکم چلتا ہے اور وہی مقامِ نبی پر قائم ہوتا ہے۔ نبی کی فرع خلیفہ اور شرع میں حجت ہے۔ پس ضروری ہے کہ وہ صفاتِ نبی سے موصوف ہو۔ صفاتِ کمالیہ میں اس کا مشابہہ ہو، تمام احکام کا عالم ہوتا کہ نبی کا خلیفہ ثابت ہو، صحیح ہو اور حکمِ اسلام کے نزاع میں فیصلہ کر سکے اور تمام امور میں نبی کا خلیفہ ہو ورنہ صفاتِ نبی نہ رکھنے والے کی خلافت قبیح ہے کیونکہ اس سے غرض پوری نہیں ہوتی۔ جس طرح کوئی بادشاہ امورِ سیاست، تنظیم اور تنظیم لشکر سے ناواقف ہو تو عقلاً اس کی مذمت کرتے ہیں بلکہ اس کو پاگل کہتے ہیں یا جیسے کسی کو کوئی چیز بنانے کا کہا جائے اور وہ اس کو بنانا نہ جانتا ہو تو وہ دینے والا شخص قابلِ ملامت و مذمت ہے، تو اسی طرح امامؑ کے بارے میں ہے، حالانکہ یہ مقامِ امامت ان دونوں (بادشاہ اور صفت کار) سے زیادہ اہم ہے۔

اسی طرح وہ بات جس میں امامؑ کی احتیاج ہو، جو شرح کا مبین ہو اور التباسِ دین سے کشف کرتا ہے تو ضروری ہے کہ وہ تمام علم کے امور سے کامل طور پر آگاہ ہو، بلکہ کسی غیر کی طرف محتاج نہ ہو۔ پس اللہ کے ولی اور اس کے علم کا خازن اور وحی کا ظرف ہوتا ہے ورنہ دین خدا میں تغیّر و تبدل لازم آتا ہے۔

اسی لیے شیخ رئیس بوعلی سینا اپنی کتاب 'شفا' کے آخر میں خلیفہ اور امام کی فصل میں لکھتے ہیں کہ امام سیاست میں مستقل ہوتا ہے کیونکہ وہ عقلِ کُلی اور حاملِ اخلاق شریعہ ہوتا ہے اور اس میں صفاتِ شجاعت، عفت، حسنِ تدبر ہوتا ہے اور وہ شریعت کا

ایسے عارف ہوتا ہے کہ اس سے بڑا کوئی عارف نہیں ہوتا۔

پھر امامت ایک عمومی ریاست ہے، اگر امامؑ تمام صفاتِ کمال اور فضائل سے متصف نہ ہو، اپنے زمانہ کے ہر شخص سے افضل اور اکمل نہ ہو تو لازم آئے گا کہ مفضول کو افضل پر مقدم ہو گیا ہے، جسے عقل پسند نہیں کرتی اور کہا: عقلاً ایسے لوگوں کی مذمت نہیں کرتے جو مفضول کو فاضل پر ترجیح دیتے ہیں۔

کیا عقل جائز قرار دے گی کہ اللہ کا جو حکم ہے وہ مفضول کو مقدم کرے جو محتاجِ تکمیل ہے۔ پس اپنے آپ کو تمام تعصبات سے، جھگڑوں سے، آباواجداد کی تقلید سے خالی کر دیکھیں اور نورِ بصیرت سے دیکھیں اور یہی بات ارشادِ قدرت میں ہے:

اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى فَمَالَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝

یعنی جو حق کی طرف بلائے وہ زیادہ حق دار ہے کہ اس کی اتباع کی جائے یا اس کی کوئی ہدایت نہیں کرتا بلکہ ہدایت لیتا ہے، اتباع کی جائے کیا رسولؐ اللہ نے یا کسی اور نبی یا بادشاہ نے مفضول کو فاضل پر مقدّم کیا ہے؟ ہرگز نہیں کیونکہ تاریخ میں کسی نے بھی ایسا کیا ہوتا تو عقلاً اس کی مذمت کرے گی۔

کیا کوئی روایت یا حدیث ہے کہ رسولؐ پاک نے علیؑ پر غیر کو مقدم کیا ہو؟ کیا سلمانؓ پر عثمان بن مظعون کو مقدّم کیا؟ اور ہم جانتے ہیں کہ جب رسولؐ پاک کا آخری وقت تھا تو آپؐ نے اُسامہ کو ابوبکر اور عمر پر حاکم اور امیر بنایا اور تمام کو مدینہ سے نکل جانے کی تاکید کی، اور جیشِ اسامہ سے پیچھے رہ جانے والے پہ لعنت بھی کی۔ اسامہ جنگ کے معاملات میں لشکر کی سیاست میں افضل تھا۔ ابوبکر عمر سے، ورنہ رسولؐ اس کو ان دو پر مقدم نہ کرتے، اور اگر بالفرض علیؑ بھی ان میں ہوتے تو کیا پھر بھی اُسامہ کو علیؑ پر مقدّم کرتے؟ میں کسی مسلمان بصیر کو نہیں دیکھتا کہ وہ علیؑ اور اسامہ کے بارے یہ تصور

کرے کہ اُسامہ علیؑ سے مقدّم ہے؟ بلکہ اس کو قبیح سمجھیں گے، کیونکہ ہر صاحبِ بصیرت اور صاحبِ درایت کو کوئی شک نہیں کہ امیر المومنینؑ صحابہ میں ایسے تھے جیسے معقول محسوس کے درمیان، اور اصحاب کی نسبت علیؑ کی طرف ایسے ہیں جیسے نور کی نسبت ظلمات کی طرف ہو یا پھر زندگی کو موت کی طرف نسبت دی جائے۔ پس فطرت سلیمہ شاہد ہے کہ مفضول کو فاضل پر مقدم کرنا قبیح ہے۔

پھر اگر امام گناہ گار ہو امرِ الٰہی سے، اور مذنب ہو، چاہے وہ چھوٹا مذنب ہو یا بڑا، امامؑ کی ضرورت تو ہے۔ ظالم کو ظلم سے روکنا اور مظلوم کو انصاف دیتا ہے اور لوگوں کو ان کے مصالح پر عمل کرانا اور مفاسد سے بچانا ہے اور امام اگر گناہ گار ہو تو گناہ خود ظلم ہے تو کوئی اور ضرورت ہوگی جو اسے ظلم سے روکے۔ تو یہ سلسلہ چلے گا بالآخر یا امامؑ معصوم لانا پڑے گا یا تسلسل غیر متناہی لازم آئے گا۔

پھر خدا نے ظالم پر لعنت کی ہے اور ظلم سے نہی کی ہے اور ظالموں کی طرف میلان سے بھی روکا ہے۔ جیسے ارشادِ قدرت ہے: وَ لَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ۔ پس اگر گناہ گار ہو تو وہ امام تو ظالم ہوگا اور ظالم ہو تو ارشادِ قدرت پر عمل نہ ہو سکے گا۔

اسی لیے اگر امام دینی و دنیاوی مقدس ہستی ہے جس کی اطاعت واجب ہے، اگر وہ معصیت کا ارتکاب کرے تو اُمت کی تکلیف دو طرح کی ہو جائے گی۔ اگر معصیت میں امامؑ کی اتباع کریں تو اللہ کی نافرمانی ہوگی اور اگر امام کی مخالفت کریں تو اُمت نافرمان شمار ہوگی۔ پھر اگر معصیت امامؑ سے صادر ہوئی ہو تو کیا اس پر واجب ہے کہ انکار کرے یا واجب نہیں۔ اگر انکار واجب ہو تو لازم ہے کہ وہ مامور اور منہی منہ ہو حالانکہ امام آمر اور ناہی ہوتا ہے۔ تو اس وقت لازم آئے گا کہ امامؑ لوگوں کی نظروں سے گر جائے اور اگر ایسا ہو تو لوگ اس کے امر و نہی کی اطاعت نہ کریں گے اور اگر

اطاعت ہو تو نصب امام کا فائدہ ختم ہوتا ہے۔ اور اگر انکار واجب نہیں تو لازم آئے گا کہ امر، نہی واجب نہیں ہیں حالانکہ امر و نہی دونوں عقلاً و فہماً واجب ہیں اور تمام کا اتفاق ہے کہ دونوں واجب ہیں۔

اور یہ صریحاً معلوم ہے کہ قبیح فعل کا بجالانا اور واجب کا ترک کرنا اس شخص سے ہوتا ہے جو معصوم نہ ہو۔ کیونکہ عصمت تو ایک الٰہی قوت اور نورانی علمی واضح طاقت ہے تو عنایت الٰہی سے جو خلقی اور خلقی اور مزاجی اعتدال کے لیے ہوتی ہے جو مبداء عالم اور عالمِ ارواح سے کمالِ ارتباط و شدت اِتصال کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔ پس اس غائب تک پہنچ جائے اور یہ قوت مل جائے تو وہ کبھی عصیان کا سوچ بھی نہیں سکتا اور اس کے وجود کے پاس سہو ونسیان بھٹکتے ہی نہیں اور یہی قوت اسے عصیان سے روکتی ہے۔ اور یہ علمِ حضوری اور انکشافِ تام سہو ونسیان سے مانع ہوتے ہیں۔ پس اگر امام معصوم نہ ہو تو اس سے قولاً و فعلاً قبیح صادر ہوگا۔ پس امامؑ کا معصوم ہونا ضروری ہے اور عصمت امام پر ہشام بن الحکم کا استدلال بہت مفید ہے، لہٰذا ملاحظہ کریں۔

کلامِ ہشام عصمتِ امامؑ کے بارے میں

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کتاب الخصال کے چوتھے باب میں محمد بن ابی عمر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ہشام سے بہت باتیں کیں لیکن عصمتِ امامؑ کے بارے میں جو بات اُنھوں نے کی ایسی خوب صورت کلام میں نے کسی سے نہیں سنی کیونکہ ایک دن مَیں نے ان سے پوچھا کہ کیا امام معصوم ہوتا ہے؟

انھوں نے کہا: ہاں تو میں نے کہا کہ امام میں صفتِ عصمت کیسے ہوتی ہے اور کس طرح پہچانی جاتی ہے؟ تو انھوں نے کہا: تمام گناہ چار وجوہ سے ہوتے ہیں پانچویں وجہ ہے ہی نہیں۔ اور وہ حرص، حسد، غضب، شہوت ہیں اور یہ چار چیزیں امامؑ سے دُور ہوتی ہیں۔ جائز ہی نہیں کہ وہ اس دنیا پر حریص ہو کیونکہ دنیا اس کی مہرِ امامت کے نیچے

ہے کیونکہ وہ مسلمانوں کا خازن ہوتا ہے تو وہ کس لیے حرص کرے گا؟

وہ حاسد بھی نہیں ہوتا کیونکہ حسد اپنے سے بلند پر انسان کرتا ہے اور امامؑ سے بلند تو ہوتا ہی کوئی نہیں، لہٰذا وہ اپنے سے پست پر کیسے حسد کرسکتا ہے۔ وہ غضب ناک نہیں ہوتا کیونکہ اُمورِ دنیا سے کسی شے کے لیے غضب ناک نہیں ہوتا کیونکہ دنیا اس کے پاس ہے۔ البتہ اللہ کے لیے غضب کرتا ہے کیونکہ اللہ نے امامؑ پر حدود قائم کرنا واجب قرار دیا ہے اور اس سلسلے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتا اور حدود کے قیام میں کسی پر نرمی نہیں کرتا حتیٰ کہ اللہ کی حدود کو قائم کرتا ہے۔

وہ امورِ دنیا سے محبت نہیں کرتا کیونکہ اللہ نے اس کے لیے آخرت کو محبوب بنا دیا ہے جس طرح ہمارے لیے دنیا کو محبوب بنا دیا اور امامؑ ہمیشہ آخرت کی طرف دیکھتا ہے جیسے ہم ہمیشہ دنیا کی طرف دیکھتے ہیں۔ کیا کسی کو دیکھا ہے کہ اچھی چیز کو چھوڑ کر بری شے حاصل کرے، اچھے کھانے کے بدلے میں تلخ اور گندا کھانا لے یا نرم لباس کے بدلے میں سخت لباس لے۔ ہمیشہ کی نعمتوں کے بدلے عارفی نعمتوں کو لے۔ (انتھی کلام ہشام)

اَقُولُ: یہی دلیل عصمتِ نبیؐ میں بھی بدرجہ اولیٰ جاری ہے

جب ثابت ہوگیا ہے کہ امام شریعت میں حجت اور دین کی بقا ہے اور شریعت امامؑ کے وجود پر موقوف ہے تو عقلاً واجب ہے کہ امامؑ ہر اس چیز سے پاک ہو جو ان چیزوں میں مخل ہوسکتی ہیں اور سہو ونسیان بھی امام سے دُور ہو ورنہ وہ کسی واقعہ اور حکمِ خدا کے درمیان ایسا فیصلہ کرے گا جس سے دل مطمئن نہ ہوں گے کیونکہ سہو ونسیان ممکن ہے۔

اگر امام حافظ شریعت ہو اور سہو ونسیان سے معصوم نہ ہو تو شریعت میں تغیّر، تبدل، زیادتی اور نقصان کا احتمال ضرور رہے گا اور امامؑ کے قول وفعل پر اعتماد و وثوق نہ رہے گا اور اگر ایسا ہو تو یہ غرضِ تکلیف کے منافی ہے۔

اور اسی طرح اگر امام تمام قابلِ نفرت باتوں سے پاک وصاف نہ ہو تو لوگ بجائے میلان کرنے کے نفرت کریں گے اور سعادت حاصل کرنے سے لوگ محروم ہو جائیں گے اور اس وقت اللہ کی مخلوق پر حجت نہ ہوگا۔ اور کوئی فطرتِ سلیمہ اور نفوس کریمہ ایسے شخص کی اطاعت کو ناپسند کرتی ہیں جو گناہ گار ہو، خواہ گذشتہ زمانے میں گناہ کیے اور اب توبہ کرلی ہے۔ اس طرح مسلمانوں میں اختلاف نہیں کہ امام ہی شریعت میں حاکم ہوتا ہے۔ البتہ اختلاف اس میں ہے کہ امام کی شرائط کیا ہیں؟ ہر شخص امام بن سکتا ہے یا کچھ شرائط ہیں اور کس شخص میں یہ شرائط ہیں؟

جب شریعت میں مقتدیٰ امام ہیں تو ہم پر واجب ہے کہ ان کی اقتدا کریں۔ تو جب فعلِ قبیح سے امام محفوظ نہ ہو تو اس کے تمام افعال محفوظ نہیں، پس امام کا معصومؑ ہونا واجب ہے۔

پھر معلوم ہے کہ عصمت کا معنی یہ ہے کہ امام منصوب من اللہ ہو یا من رسول اللہ یا قبلی امام کی طرف منصوص ہو کیونکہ عصمتِ امر خفی و باطنی ہے اور اسے پہچاننا بشر کی طاقت سے خارج ہے اور کوئی شخص اس عصمت پر مطلع نہیں ہوتا اور سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جانتا۔

اور اس پر نہ خلاف، نہ نزاع ہے، اُمت کے درمیان کہ امامت ہے، ضرر کو دُور کرتی ہے اور اختلاف اس میں ہے کہ امام کون ہے جو ضرر کو دُور کرسکے۔ اسی لیے شیخ رئیس نے الٰہیاتِ شفاء کے آخر میں خلیفہ اور امامؑ کے بارے میں لکھا ہے کہ نص سے خلیفہ معین کرنا زیادہ صحیح ہے کیونکہ اس سے اختلافات نہیں ہوتے۔

حججِ الٰہی پر جادو اثر نہیں کرتا

حججِ الٰہی میں معلوم ہے کہ عقلاً ان میں جادو اثر نہیں کرتا، اور فریقین کی احادیث میں ایسی احادیث ہیں کہ بعض لوگ جیسے لبید بن اعصم یہودی نے رسولؐ اللہ پر جادو

کیا۔ ہاں اس کے جادو کا اثر رسول کے اُوپر ممنوع ہے کیونکہ ان اُمور میں عقل موافق ہے اور جو احادیث ہیں کہ ان پر سحر کا اثر ہوتا ہے جیسے منقول ہے کہ رسولؐ اللہ لبید بن اعصم کے جادو سے بیمار ہوئے۔

جناب طبرسی نے مجمع البیان میں لکھا ہے کہ رسولؐ پاک پر جادو اثر نہیں کر سکتا، کیونکہ اگر اثر انداز ہو تو رسولؐ پاک مسحور ہوں گے اور جو مسحور ہو اس کی عقل چھپ جاتی ہے اور اس چیز کو خدا نے منع کر دیا ہے۔

اِذْ یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ○
اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ (بنی اسرائیل ۴۶-۴۷)

لیکن ممکن ہے کہ یہودی یا اس کی بیٹیاں گم راہی میں تھیں کہ جنھوں نے کوشش کی لیکن جادو کرنے پر قادر نہ ہوئے اور اللہ نے رسالت مآب کو ان کے اس دھوکے سے آگاہ کر دیا تھا اور ذروان کے کنویں سے لبید کے جادو کو خارج کر دیا۔ یہ دلیل ہے کہ جادو کیا گیا اور یہ کیسے جائز ہے کہ وہ ان کے جادو سے بیمار ہو جائیں، اگر جادوگر اس پر قادر ہوتے تو وہ محمدؐ کو قتل کر دیتے اور مومنین کو قتل کر دیتے کیوں کہ ان کے ساتھ خاص دشمنی تھی۔

پس امامؑ کے وجود اور اوصاف میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عقلاً واجب ہے کہ امام سیاست کا عالم ہو، تمام احکامِ شریعت کا عالم ہو، اور وہ ہر اس چیز کا جو لوگوں کے نفوس کی تکمیل اور ان کے اُمور کے نظم کرنے کے لیے ضروری ہو، اس کا عالم ہوتا ہے اور وہ امام کے زمانہ کی رعیّت سے ہر ایک سے افضل ہو۔ امام کا وجود ایک لطف ہے لہٰذا واجب ہے کہ منصوص ہو، اور منصوب من اللہ ہو اور معصوم عن الخطا ہو اور عیوب سے پاک و پاکیزہ ہو اور ہر اس چیز سے پاک و منزہ ہو جو فطرتِ جلیلہ میں قابلِ نفرت ہو۔

پس جسے اپنے ہاتھ میں فطانت مل جائے تو نیک بخت ہے ورنہ جس کے لیے

اللہ نور معین نہ کرے تو اس کے پاس کوئی نور نہیں ہوتا۔

صفاتِ امام میں آیات واحادیث سے تمسّک

ان احادیث کو یہاں بحث کرنے کا مقصد نہیں کہ تعبداً ان سے تمسّک کیا جائے بلکہ ان سے اثباتِ مطلوب میں عقلی براہین نظر آتے ہیں، جس طرح دو آیتیں ہدایت اور ارشاد کے لیے کافی ہیں۔ اگر ان میں عقل اور اجتہاد و تدبر وفکر کریں اور قاری جو ارشاد کا طالب ہے وہ ان میں غور وفکر کرے کہ شاید دین حق تک پہنچ جائے کیونکہ دین حق صرف ایک ہے، پس ارشادِ قدرت ہے:

فَمَاذَا بَعۡدَ الۡحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ - وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمۡ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ

پھر یہ معلوم ہے کہ آیات اور اخبار ان چیزوں پر دلالت کرنے سے بہت زیادہ ہیں لیکن ہم نے صرف دو آیات اور پانچ احادیث پر اکتفا کیا ہے۔

آیات: ◇۱◇ سورۂ بقرہ، آیت ۱۲۴: وَ اِذِ ابۡتَلٰۤى اِبۡرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّىۡ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَ مِنۡ ذُرِّيَّتِىۡ قَالَ لَا يَنَالُ عَهۡدِى الظّٰلِمِيۡنَ ○

امام مقتدیٰ ہوتا ہے جیسے جماعت کا امام ہوتا ہے۔ اس کی اقتدا کی جاتی ہے۔ مستری اور بنا کے پاس "لیول" ہوتی ہے تو تعمیر میں اس کا امام ہوتی ہے۔ پھر امام کا نصب کرنا اللہ کا کام ہے اور اس کا شاہد یہ ہے:

وَجَعَلۡنَا مِنۡهُمۡ اَئِمَّةً يَّهۡدُوۡنَ بِاَمۡرِنَا لَمَّا صَبَرُوۡا وَ كَانُوۡا بِاٰيٰتِنَا يُوۡقِنُوۡنَ (السجدہ:۲۴)

امامت ہدایت سے مقرون ہے کہ امامؑ لوگوں کو سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

پھر اکثر مفسرین جیسے نیشاپوری، صاحب المنار وغیرہ نے لکھا ہے کہ یہاں آیت میں امامت سے مراد رسالت اور نبوت ہے۔ نیشاپوری لکھتا ہے: اکثریت کا خیال ہے یہاں آیت میں امام سے مراد نبی ہے کیونکہ اسی کو تمام لوگوں کا امام بنایا ہے، پس اگر شریعت میں مستقل نہ ہوتے تو رسولؐ کے تابع ہوتے اور عمومیت باطل ہو جاتی۔ کیونکہ لفظ امام کا اطلاق دلالت کرتا کہ وہ (ابراہیم) ہر شے میں امام ہیں اور جو ایسا شخص ہو تو وہی نبی ہوتا ہے، لہٰذا خدا نے مقامِ احسان میں ان کو اس نام سے یاد کیا ہے۔ پس چاہیے کہ اس کو اجل مراتب کے حامل افراد کو امامت پر حمل کیا جائے جیسے ارشادِ قدرت ہے:

وَ جَعَلۡنَا مِنۡهُمۡ اَئِمَّةً یَّهۡدُوۡنَ بِاَمۡرِنَا

ان پر حمل نہ کیا جائے جو اس سے پست ہیں ان لوگوں سے جن کی اقتداء کرنا جائز ہے اور وہ مستحق اقتداء ہیں مثلاً خلیفہ، قاضی، فقیہہ، امام جماعت، پس اللہ نے اس وعدہ کو پورا کر دیا اور دیگر ادیان کی نظر میں اسے غلط دی۔ پھر ابراہیم کے بعد تمام باقی انبیاؑ نے ان کی اقتدا کی ہے۔

پھر ہم نے تیری طرف وحی کی کہ ملّت ابراہیمؑ خالص کی اتباع کرو اور فضل و فضیلت کے لیے یہی کافی ہے۔ تمام اُمت کے لوگ اپنی نمازوں میں پڑھتے ہیں۔

اللّٰھم صل علیٰ محمد و آل محمد کما صلیت علی ابراھیم و آلِ ابراھیم۔

اقول: صحیح نظریہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام امامت پر فائز ہوئے تو پہلے نبی تھے اور امامت اس آیت میں نبوت کا غیر ہے اور اس کی دو دلیلیں ہیں:

① لفظ جاعلؑ نے اماماً پر عمل کیا یعنی اماماً جاعلك کا مفعول ثانی ہے اور فاعل (جاعل) فعل کا عمل کرتا ہے اور اپنے مفعول کو نصب کر دیتا ہے اور صیغے اسمِ فاعل حال یا استقبال کے معنی میں ہو تو اس کی طرف مضاف نہیں ہوتا۔ البتہ جب ماضی کے معنی میں ہو تو پھر فعل والا عمل نہیں کرتا مثلاً یہ کہنا جائز نہیں۔ زیدٌ ضاربٌ عمراً امس۔

ہاں جب آل کا صلہ ہو تو مطلق عمل کرنا مراد ہے۔ پس جب اسم فاعل معنی ماضی میں نہ ہو تو اپنے فعل کا عمل کرتا ہے، لہٰذا آیت دلالت کرتی ہے کہ اللہ نے ابراہیمؑ کو امام بنایا، ابھی یا آیندہ کے لیے۔ اور جب بھی امام بنایا نبوت امامت سے پہلے حاصل تھی، لہٰذا آیت میں امامت سے مراد نبوت نہیں۔

الکافی: امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ اللہ نے ابراہیمؑ کو نبی بنانے سے پہلے عبد بنایا پھر رسولؑ بنانے سے پہلے نبی بنایا، پھر خلیل بنانے سے پہلے رسول بنایا، پھر امام بنانے سے پہلے خلیل بنایا۔ پس جب تمام چیزیں جمع ہو گئیں تو فرمایا: اِنِّیۡ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا۔ تو چونکہ مقامِ امامت ابراہیمؑ کے نزدیک بہت عظیم تھا لہٰذا فوراً کہا: وَ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ قَالَ لَا یَنَالُ عَهۡدِی الظّٰلِمِیۡنَ۝

یعنی سفیہ پاگل اور گناہ گار امام نہیں بن سکتا۔

حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ اوّل الآئمہ

ان گذشتہ خطبوں میں مذکورہ صفات کسی پر صادق نہیں آتیں مگر آلِ محمدؐ پر اور آلہ سے مراد مطلق صحابہ، معاصرین یا ساتھ زندگی کرنے والے نہیں کیونکہ ضرورت اس کے خلاف فیصلہ کرتی ہے۔ پس اگر ہم صحابۂ رسولؐ کو دیں تو نبیؐ کے بعد کچھ ایسے ہیں جن کا وجود علم کی حیات اور جن کی زندگی اسلام کے ستون ہیں اور جنھوں نے باطل کو مٹایا اور منکر کو ختم کیا اور حق کو اپنے مقام اور مستقر کی طرف لایا اور وہ لانے والے حضرت امیرالمومنینؑ علی ابن ابی طالبؑ ہیں، کوئی غیر نہیں کیونکہ تمام لوگوں کا اتفاق ہے کہ حضرت علیؑ تمام اصحاب سے بدنی، نفسانی تمام کمالات میں افضل اور اکمل تھے اور آج تک ان کے فعل، قول، حکم، علم اور فیصلہ پر کسی نے اعتراض کیا ہو۔ اور غیر علیؑ نے یہ کہا کہ لولاعلی لمحق الدین وهلك الناس، "یعنی اگر علیؑ نہ ہوتے تو دین مٹ جاتا اور لوگ ہلاک ہو جاتے"۔ جس طرح اہلِ سنت کے موثق راویوں نے اپنی کتابوں میں

درج کیا ہے اور مسلمانوں کے درمیان ایک ضرب المثل مشہور ہوگئی تھی جب کوئی مشکل آئے تو کہے۔ مشکل بھی آپڑی اور مشکل کشا بھی موجود نہیں۔

قاضی لایجی شافعی نے ''المواقف'' میں بحث امامت میں کہا ہے کہ علیؑ علم تمام اصحاب سے عالم تھے کیونکہ وہ تحصیل علم میں انتہائی محنتی، ذہین اور مریض تھے اور محمدؐ اعلم تھے اور ہدایت کرنے میں حریص تھے۔ حضرت علیؑ بچپن میں حضرت محمدؐ کی جھولی میں ہوتے تھے اور جوانی میں آپ کے داماد بن گئے اس لیے بروقت رسولؐ پاک کے پاس رہتے تھے اور ان چیزوں کا تقاضا یہی ہے کہ علیؑ علم کی بلندیوں کو سر کرلے اور ابوبکر تو رسولؐ پاک کے پاس بڑھاپے میں آئے وہ دن میں ایک مرتبہ یا دو مرتبہ رسالت مآب سے ملتے تھے اور رسولؐ پاک کا فرمان ہے: علی اقضاکم، ''یعنی بڑے قاضی علیؑ ہیں اور قضاوت میں تمام علوم کی ضرورت ہے''۔

اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ وہ علیؑ تھے جنھوں نے عمر کو اس عورت کو رجم کرنے سے روکا جس نے چھٹے ماہ بچہ پیدا کیا اور اس کی حاملہ عورت کو رجم سے بچایا۔ عمر نے کہا: لولا علی لھلك عمر۔

حضرت علیؑ کا فرمان ہے کہ میرے لیے تکیہ لگایا جائے اور میں سکون سے بیٹھ کر اہلِ تورات کے لیے ان کی تورات کے مطابق، اہلِ انجیل کے لیے انجیل کے مطابق، اہلِ زبور کے لیے اہلِ زبور کے مطابق، اہلِ فرقان کے لیے قرآن کے مطابق فتویٰ دوں گا۔ اور حضرت علیؑ کا یہ فرمان کہ خدا کی قسم جو آیت بھی خشکی میں یا سمندر میں، پہاڑ پر یا آسمان پر، زمین پر، رات کو یا دن کو نازل ہوئی، سب جانتا ہوں کہ کس کے بارے میں اور کب نازل ہوئی اور حضرت علیؑ نے اسرارِ توحید، عدل، نبوت اور قضا وقدر کے بارے میں خطبہ دیا۔ ایسا کلام کسی صحابی کا نہیں ہے۔

حضرت علیؑ کی طرف تمام فرقے اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں، اور اسی طرح

متصوف لوگ تصفیہ، لحن کے علم میں حضرت کی طرف منسوب ہیں۔ جناب ابن عباسؓ جن کو رئیس المفسرین کہا جاتا ہے وہ حضرت علیؑ کا شاگرد ہے اور یہ فقہ اور فصاحت کے درجۂ اعلیٰ پر فائز تھا اور علمِ نحو بھی حضرت علیؑ سے ظاہر ہوا کہ حضرتؑ نے ابواسود دئلی کو اس علمِ نحو کی تدوین کا حکم دیا۔ اس طرح علمِ شجاعت، جواں مردگی اور اخلاقیات کا علم بھی انھی کی طرف سے ہے۔

الکافی میں سلیم بن قیس الھلالی سے خطبہ ۲۰۸، نہج البلاغہ کے ضمن میں حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ میں رسولؐ پاک کے پاس دن کو ایک مرتبہ اور رات کو بھی ایک مرتبہ بالکل تنہائی میں جاتا تھا اور مجھ سے خلوت زمانے کے حالات کی بات کرتے تھے اور تمام اصحاب جانتے ہیں کہ ایسی خلوت میرے علاوہ کسی کو نصیب نہیں ہوتی، کبھی کبھی تو رسولِؐ پاک میرے گھر آ جاتے تھے اور جب کبھی میں آپ کے گھر جاتا تو اپنی بیویوں کو اُٹھا دیتے اور میرے ساتھ خلوت میں بات کرتے لیکن جب میرے گھر خلوت میں باتیں کرنے آتے تو جنابِ فاطمہؑ ہمارے پاس بیٹھی رہتیں اور ان کو نہ اٹھاتے تھے اور نہ میرے بچوں سے کسی کو اٹھاتے تھے۔ جب میں ان سے پوچھتا تو جواب دیتے اور جب میں خاموش ہوجاتا تو خود وہ بیان کرنے لگتے۔ کوئی آیتِ قرآن جو نازل ہوتی تو وہ مجھے سناتے اور مجھے لکھواتے اور میں لکھ لیتا اور مجھے اس آیت کی تنزیل، تاویل، تفسیر، ناسخ، منسوخ، محکم، متشابہ، خاص وعام وغیرہ کے متعلق تفصیل سے بتاتے تھے اور خدا سے دعا کرتے کہ خدا مجھے ان آیات کا فہم عطا فرمائے اور ان کو یاد رکھنے کی توفیق دے۔ اس لیے میں ایک آیت بھی نہیں بھولا اور نہ وہ علم بھولا جو مجھے لکھواتے تھے۔

جو علم خدا نے ان کو حلال وحرام، امرونہی کا دیا تھا وہ انھوں نے مجھے عطا فرمایا۔ ماضی اور استقبال کا علم دیا اور سابقہ کتب کا علم دیا، پہلے جس نے اطاعت کی اور جس نے نافرمانی کی سب کچھ مجھے بتایا اور میں نے یاد کرلیا اور مجھے ایک حرف بھی نہیں بھولا۔ پھر

حضرت نے میرے سینے پر اپنا ہاتھ رکھا اور دعا کی کہ میرے دل کو خدا علم، فہم، حکمت اور نور سے بھر دے۔

میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میرے ماں باپ قربان ہو جائیں جب سے آپؐ نے مجھے دعا کی ہے میں کوئی حرف نہیں بھولا خواہ لکھا نہ بھی ہو تب بھی یاد ہے۔ کیا بعد میں نسیان کا خطرہ ہے کہ بار بار دعا مانگ رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: مجھے یہ خوف نہیں کہ تم بھول جاؤ گے۔

اسی طرح حضرت امیرؑ کے خطوط، خطبات، حکمتیں، تحریریں اس بیان پر واضح براہان و دلیل ہیں اور بعض چیزوں میں تو عقول حیران رہ جاتی ہیں اور بڑے بڑے صاحبِ فکر لوگوں کی عقل عاجز آ جاتی ہے کیونکہ حضرتؑ کے خطبات، خطوط اور حکمتیں لطیف حکمتوں، عقلی مباحث اور الٰہی مسائل پر مشتمل ہوتے ہیں جو اللہ کی توحید اور صفات کے بارے میں اور اس قسم کے کلام کسی بڑے سے بڑے صحابی سے منقول نہیں اور نہ عرفاء اور الٰہی حکماء سے منقول ہیں مثلاً ایک خطبہ بھی لفظاً نہ معناً حضرت علیؑ کے خطبات سے موافقت کرتا ہے بلکہ تمام عرفا، حکما ان سے مواد لیتے ہیں اور بڑے بڑے اہلِ علم فخر کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے مواد کو حاصل کر لیا ہے اور ان کی فصاحت کے مقام کو پہنچے ہیں۔

یہ عبدالحمید ہیں جن کے بارے میں ابن خلکان اپنی کتاب ''وفیات الاعیان'' میں لکھتے ہیں کہ ابوغالب عبدالحمید بن یحییٰ بن سعید الکاتب البلیغ المشھور، یہ مروان بن حکم کا کاتب تھا، جو بنی اُمیہ کا آخری حکمران تھا اور اس کی بلاغت کی ضرب المثل دی جاتی ہے حتیٰ کہ کہا گیا کہ رسائل کی ابتدا عبدالحمید نے کی اور اختتام ابن العمید نے کیا۔ وہ کتابت اور دیگر علمی وادی فنون میں امام سمجھا جاتا تھا۔ رسالہ لکھنے والے ان سے حاصل کرتے تھے اور ان کے طریقے پر عمل کرتے تھے اور ان کے آثار پر اکتفا کرتے

تھے۔ اس نے بلاغت کے راستہ کو رسائل میں آسان کر دیا اور تحمیدات کو فصول کتاب میں استعمال کیا اور اس کے بعد خود عبدالحمید کہتا تھا کہ میں نے حضرت امیرالمومنینؑ کے ستر خطبے یاد کیے، پھر ان میں اضافہ اور اضافہ ہوتا گیا۔

ابن نباتہ، جو خطبہ مناميہ کا قائل ہے جس کے بارے میں ابن خلکان نے لکھا ہے: ابویحییٰ عبدالرحیم بن محمد بن اسماعیل بن نباتہ صاحب خطب المشھور، کہ وہ علومِ ادب میں امام تھے اور اس کو ایک خطبہ میں سعادت نصیب ہوئی جس پر اجماع ہوا کہ اس جیسا خطبہ کسی کا نہیں اور اس خطبے میں اس کے علم، مہارت اور عمدگی کی علامت ہے۔ ابن نباتہ کہتا ہے کہ میں نے خطبات سے خزانہ بنالیا ہے اور ان کو انفاق کرنے سے اور زیادہ وسعت اور کثرت حاصل ہوتی ہے اور میں نے صرف ایک سو فصل مواعظِ حضرت امیرالمومنینؑ یاد کیے ہوئے ہیں۔

یہ حکیمِ الٰہی ملاّ صدرا نے اسناد اربعہ کی تیسری جلد کے موقف ثانی میں تیسری فصل میں ''صفات کمالِ خدا صفاتِ عین ذات کے عنوان کے تحت حضرت علیؑ کے قول سے تمسک کیا ہے کہ معانی اور صفات زائدہ از ذات خدا کی نفی کی''۔ پھر ملاّ صدرا کہتے ہیں کہ ہمارے مولا و امام مولیٰ العارفین و امام الموحدین کے اس کلام میں ہے کہ صفات زائد بر ذات کی نفی بلیغ طریقے سے کی گئی ہے اور تاکید کی گئی ہے جیسا کہ حضرتؑ نے اپنے خطبۂ مشہورہ میں فرمایا: ابتدائے دین معرفتِ خدا ہے اور کمالِ معرفت اس کی تصدیق ہے اور کمالِ تصدیق اس کی توحید ہے اور کمالِ توحید اس کے لیے خالص ہے اور کمالِ خلوص اس کی صفات کی نفی ہے کیونکہ یہ صفت موصوف کا غیر ہوتی ہے اور ہر موصوف غیر صفت ہوتا ہے۔ پس جس نے خدا کی صفات بتائیں اس نے اس کا دوسرا بتایا جس نے دوئی دی تو اس نے اس کے جدا بتائے اور جس نے اسے جدا کیا وہ جاہل ہے۔ جس نے اس کی طرف اشارہ کیا اس نے محدود کیا، جس نے محدود کیا اس نے شمار

کیا جس نے کہا کہ وہ کسی میں نہیں تو اس کے ساتھ کوئی ملا دیا ہے، جس نے کہا: وہ کسی پر ہے تو اس سے دُور چلا گیا۔ (انتھی کلام)

یہ کلام شریف عمدہ ہونے کے ساتھ ساتھ اکثر مسائل الٰہی کو براہین کے ساتھ شامل ہے اور اسرار انوارِ الٰہی کے خزانے اور بیان کا ایک نمونہ ہے۔

اس لیے کہا جاتا ہے کہ حضرت علیؑ کا کلام خالق کے کلام سے نیچے اور مخلوق کے کلام سے اُوپر ہے اور گویا روح القدس نے جناب سید رضی شریف کی روح سے پوچھا اور اشارہ کیا کہ حضرتؑ کے کلام کے مجموعہ کا نام نہج البلاغہ رکھا ہے۔

معاویہ: یہ علیؑ کا خطرناک دشمن، رذیل محارب، منکر، ضدی، باغی، بُغض رکھنے والا، حسد کرنے والا اور منبروں پر لعنت کرانے والا اور لوگوں کو حکم دینے والا کہ علیؑ کو منبروں پر لعنت کریں، اس باغی گروہ کا سربراہ معاویہ بن ابوسفیان نے عبداللہ بن ابی محجن الثقفی سے کہا، جب اس نے معاویہ سے کہا کہ میں تیرے پاس ایک نالائق، بزدل، بخیل شخص ابن ابی طالبؑ کی طرف آ رہا ہوں تو معاویہ نے اسے کہا: خدا کی قسم! کیا تم جانتے ہو کہ تم نے کیا کہا۔ یہ تیرا کہنا کہ وہ غبی ہے، خدا کی قسم! اگر تمام لوگوں کی زبانیں اکٹھی ہو کر ایک ہو جائیں تو ان سب کے لیے ایک علیؑ کی زبان کافی ہے۔

اور تیرا یہ کہنا کہ وہ بزدل ہے تیری ماں روئے، جو شخص علیؑ کے قبائل میں آیا تو اسے علیؑ نے قتل کر دیا اور وہ کبھی میدان سے نہیں بھاگے۔

اور تیرا یہ کہنا کہ وہ بخیل ہے خدا کی قسم! اگر علیؑ کے دو گھر ہوں ایک سونے کی اینٹوں سے بنا ہو اور دوسرا خس و خاشاک ہو اور بھوسہ سے بنا ہوا ہو تو خدا کی راہ میں خس و خاشاک کے گھر سے پہلے سونے کی اینٹوں سے بنے ہوئے گھر کو دے دے گا۔

ثقفی نے کہا: اگر علیؑ اس قدر عظیم ہے تو پھر اس سے جنگیں کیوں کیں؟

معاویہ نے کہا: عثمان کے خون کے مطالبے کے لیے اور اس انگوٹھی کے لیے جو

جسے ہاتھ میں پہنے تو اس کی طینت بلند ہو جاتی ہے۔ بچوں کو خوب کھلاتا ہے اور اپنے اہل کے لیے ذخیرہ کرتا ہے۔ پس وہ عبداللہ بن ابی محجن ثقفی مسکرایا اور پھر علیؑ سے ملحق ہو گیا اور کہا: یا امیرالمومنینؑ! میرا ہاتھ کاٹ دیں اس جرم میں نہ دنیا لے سکا اور نہ آخرت۔

پس حضرت علیؑ مسکرائے اور فرمایا: تم دنیا میں اپنے امر کی بلندی تک پہنچ چکے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ بندوں کو دو وجہ سے ایک میں پکڑتا ہے (الامامت والسیاست)

الصواعق المحرقہ: ابن حجر نے احمد سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے معاویہ سے سوال کیا تو اس نے کہا کہ جا کر علیؑ سے پوچھو وہ اعلم ہیں۔ سائل نے کہا: مجھے تیرا جواب دینا زیادہ پسند ہے علیؑ کے جواب سے۔ تو معاویہ نے کہا: تو نے بہت بُرا کہا اور تو نے اس شخص کے جواب کا انکار کیا جس کے بارے رسولؐ پاک نے فرمایا تھا: انت منی بمنزلہ ھارون من موسیٰ الا انہ لانبی بعدی اور عمر کو جب کوئی مشکل آتی تو علیؑ کا دامن تھامتا تھا۔

ہم نے پہلے کہا کہ آج تک علیؑ کے قول و فعل، خطبہ پر کسی نے طعنہ نہ دیا، اگرچہ دشمن گالیاں دیتے رہے، سبّ و شتم کرتے رہے جس طرح چمگادڑ سورج کو سارا دن سبّ و شتم کرتا رہے۔

ان شواہد کی کثرت ہے جو مؤرخین، روایان اور محدثین نے لکھے ہیں اور جب لوگ جمع ہوئے اور ولی امر بنانے میں جلدی کی تو ابوبکر کے لیے جو اتفاق بن گیا، سو بن گیا اور لوگوں نے معاہدہ کیا کہ علیؑ اس ولایت کو حاصل نہ کر لے۔ اس کے باوجود علیؑ پر طعن و تشنیع اور اغراض نہ کر سکے صرف یہی عیب لگایا کہ بہت خوش طبع اور ہنسی مذاق کرنے والے ہیں اور اس وجہ سے انھوں نے خلافت سے روکا۔ ابن ابی الحدید معتزلی نہج البلاغہ کی شرح، جلد ۱، ص ۶، طبع تہران میں حضرت علیؑ کے اخلاق کے بارے میں لکھتے ہیں: اچھے اخلاق، مسکراتا چہرہ، ہشاش اور تبسم والا رُخ انور ایسا تھا کہ ضرب المثل

بن گئی تھی حتیٰ کہ دشمنوں نے مسکراتے چہرے اور خوش اخلاقی، خوش طبعی کو عیب شمار کیا۔

عمرو بن العاص نے اہلِ شام سے کہا کہ علیؑ خوش طبع اور ہنسی مذاق کرنے والے ہیں اور حضرت علیؑ نے خود عمرو بن عاص کے بارے میں فرمایا کہ تعجب ہے اس ابن نابغہ پر جو اہلِ شام کے لیے خیال کرتا ہے کہ مجھ میں خوش طبعی ہے اور میں ایسا شخص ہوں جو فضول گپ شپ میں گزارتا ہے اور یہ جملہ عمرو عاص نے عمر بن خطاب سے لیا تھا کیونکہ عمر نے کہا تھا: خدا کی قسم! آپ کو خلیفہ بنانے، اگر آپ کے اندر خوش اخلاقی اور خوش طبعی نہ ہوتی۔ عمر نے اسی پر اختصار کیا جب کہ عمرو عاص نے اضافہ کیا اور حاشیہ آرائی کی۔ پھر ابی الحدید نے ص ۱۱ پر کہا ہے: امیر المومنینؑ! اشجع الناس اور سب سے زیادہ دشمن کو مار کر خون بہانے والے ہیں، سب سے بڑے زاہد، دنیا کی رنگینیوں سے سب سے زیادہ دُور اور سب سے زیادہ وعظ و نصیحت کرنے والے، اور ایام اللہ کو یاد رکھنے والے، عبادت میں سب سے زیادہ محنت مشقت کرنے والے، سب سے زیادہ مسکراتے چہرے والے، سب سے زیادہ ہشاش بشاش رہنے والے، دہشت، متنفر کندہ، سختی، غلاظت میں سب سے دُور، حتیٰ کہ خوش اخلاقی کو عیب شمار کیا گیا جب کوئی اور عیب تلاش نہ کر سکے۔

آیات و احادیث حضرت علیؑ کی شان میں

حضرت علیؑ کے آثار دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بلند مرتبہ پر فائز اور بلند منزل رکھنے والے ایسے تھے کہ نہ سابقین میں کسی کا یہ مقام تھا نہ لاحقین (آخرین) میں کوئی اس مقام تک پہنچ سکتا ہے۔

نہ علم میں، نہ حکمت میں، نہ زُہد میں، نہ معرفتِ خدا کی منزل تک کوئی پہنچ سکتا ہے۔ ہمارے پاس سرکار ختم المرسلینؐ سے احادیث فریقین کی کتب میں وافر مقدار میں موجود ہیں۔ اس قدر فضائلِ علیؑ کی روایات ہیں کہ ان کا شمار کرنا بھی مشکل ہے۔ پس

ان احادیث کے ساتھ آیاتِ قرآنی کثیر تعداد میں موجود ہیں کہ حضرت علیؑ بلافصل خلیفۂ رسولؐ ہیں، آپؐ کے وصی ہیں، بھائی ہیں۔ سب سے افضل ہیں، رسولؐ اللہ کے بعد اعلم الخلق ہیں۔ باب مدینۃ العلم ہیں اور ان کی نسبت رسولؐ اللہ سے ایسے ہے جیسے ہارونؑ کی موسیٰؑ سے تھی البتہ رسولؐ اللہ کے بعد نبوت نہیں۔

اور اسی طرح کہ حضرت علیؑ دین رسولؐ کے سب سے بڑے قاضی ہیں۔ وہ رسولؐ اللہ کے بعد ہر مومن اور مومنہ کے ولی ہیں۔ وہ نفسِ رسولؐ ہیں اور اللہ نے ان سے رجس کو دُور کیا ہے اور ان کو پاک رکھا ہے جیسے پاک رکھنے کا حق ہے وغیرہم۔ اگر ان تمام آیات اور احادیث کو جمع کیا جائے اور ان روایات کی سند اور طرق کو لکھا جائے تو علیحدہ کتب مفصلہ بن جائیں گی۔ پس علی علیہ السلام علم کی زندگی اور اسلام کا ستون ہیں۔